

سید محمد جواد علی نقوی

عمران سیریز

فرکار مرز

فرکار مرز

فرکار مرز

فرکار مرز

چند باتیں

معزز قارئین! سلام مسنون! اللہ تعالیٰ کی لاکھ لاکھ حمد و ثنا کہ اس نے مجھ
ناچیز کو اپنے انتہائی فضل و کرم سے نوازتے ہوئے یہ توفیق بخشی کہ میں آج آپ کی
خدمت میں اپنا ۱۵۰ واں ناول سپریم جوبلی نمبر انتہائی فخر و انبساط کے ساتھ پیش کر رہا
ہوں اور جاسوسی ادب میں میری تحریروں کو آپ نے جس تواتر کے ساتھ خوش آمدید کہا
اور میری تحریروں کو پسند کرتے ہوئے آپ نے جس طرح لاتعداد خطوط کے ذریعے
تحسین آمیز کلمات سے مسلسل مجھے نوازا ہے اس قدر حوصلہ افزائی پر میں اپنے تمام
قارئین کا تہہ دل سے مشکور ہوں۔ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ میں اپنے قارئین
کو جاسوسی ادب میں نئی سے نئی جہتوں سے روشناس کراؤں۔ اس سلسلے میں میرے
تمام قارئین نے جس طرح میری تحریروں کو پسند کیا ہے یقیناً اس سے میرا حوصلہ بلند
ہوا ہے۔

میں اپنے قارئین کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کے خطوط نے ہمیشہ میری رہنمائی کی
ہے اور آئندہ بھی میری یہی کوشش رہے گی کہ میری تحریروں قارئین کے اعلیٰ معیار
ذوق پر پوری اترتی رہیں۔ میں ایک بار پھر ان تمام قارئین کا تہہ دل سے شکریہ ادا
کرتا ہوں جنہوں نے اپنی پر خلوص تجاویز اور مشوروں سے میری قدم قدم پر رہنمائی
کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی وہ اسی طرح میری رہنمائی کرتے رہیں گے
موجودہ ناول کے سلسلے میں صرف اتنا لکھ دینا ہی کافی ہے کہ یہ ناول مہین
عظیم جاسوس کرداروں عمران، فریدی اور پرثوود کا مشترکہ ناول ہے اور ظاہر ہے
جہاں یہ مہین عظیم جاسوس اکٹھے ہوں وہاں ناول کے ہر لحاظ سے معیار بہت

اور منفرد ہونے کے علاوہ شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ مجھے یقین ہے کہ موجودہ ناول نہ صرف آپ کے معیار پر مروج سے پرہیز کرے گا بلکہ اردو جاسوسی ادب میں اسے ایک سنگ میل کی حیثیت حاصل رہے گی۔

آخر میں ایک اور بات کا تذکرہ بھی میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ادارہ نیرف برادرز کے روح رواں جناب محمد اشرف قریشی و جناب محمد یوسف قریشی صاحبان نے میرے ناولوں کی بروقت اشاعت کے ساتھ ساتھ انہیں صدیقی سن بکشنز کے لئے جس قدر بے پناہ اور پُر خلوص کوشش، محنت اور جدوجہد کی ہے میں اس کے لئے ان دونوں حضرات کا بھی انتہائی مشکور ہوں۔ میں بخوبی سمجھتا ہوں کہ کتاب کے معنوی حسن کے ساتھ ساتھ اگر صدیقی سن بھی شامل ہو جائے تو اسے چلچاند لگ جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آئندہ بھی اس سلسلے میں بجا طور پر اپنی پُر خلوص کوششوں کو جاری رکھیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

منظر کلیم ایم۔ اے

سرخ رنگ کا ٹوئیٹر جیلی کا پٹر کسی جیٹ جہاز جیسی تیز رفتاری سے بادلوں سے اوپر چو پرواز تھا۔ جیلی کا پٹر ہونے کے باوجود اس کی ساخت اس قدر جدید تھی کہ وہ کسی میزائل جیسا لگ رہا تھا۔ صرف اس کے اوپر موجود پینکے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میزائل کی بجائے جیلی کا پٹر ہے۔ پانکٹ سیٹ پر ایک خوبصورت اور نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے سنہرے ریشمی بال کاندھوں تک لٹک رہے تھے۔ کانوں میں موجود سنہرے رنگ کے بالے دھڑے دھڑے ہل رہے تھے۔ لڑکی کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ ایسی مسکراہٹ جیسے وہ کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے کر واپس جا رہی ہو۔ اس کے جسم پر بھی سنہرے رنگ کا چست سکرٹ تھا۔ اور وہ بڑی مہارت سے جیلی کا پٹر کر پانکٹ کر رہی تھی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر

ناراض ہے۔

”بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو لین۔ جن کا معلوم ہونا زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اس لئے میں جان بوجھ کر تمہیں نہیں بتانا چاہتا۔“
مائیکل نے اُسے سنانے کے سے انداز میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں تو دودھ پیتی بچی ہوں۔ میرے لئے تو ہر چیز خطرناک ہے۔“ جو لین کا غصہ ابھی تک موجود تھا۔

”ارے۔ تم تو واقعی ناراض ہو گئی ہو۔ سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ پھر تم سوچو کہ کاش مجھے اس بات کا علم نہ ہوتا۔“ مائیکل نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تومت بتاؤ۔ لیکن میری توہین کرنے کی بھی تمہیں اجازت نہیں ہے۔“ جو لین نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

”اچھا سنو۔ میرا کیا ہے۔ خود ہی جھگڑو گی۔“ پاکیشیا بھی گئی ہو۔ مائیکل نے پوچھا۔

”پاکیشیا۔“ ہاں۔ ”کئی بار گئی ہوں۔ کیوں کیا ہوا اُسے“ جو لین نے ہونٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

”گڈ۔“ تو پھر تم پاکیشیا کے علی عمران کو بھی جانتی ہو گی۔“ مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل جانتی ہوں۔ اچھی طرح جانتی ہوں۔ بلکہ میرا خیال ہے جتنا میں اُسے جانتی ہوں تم بھی نہ جانتے ہو گے۔“ جو لین نے فوڑا جواب دیا۔

ایک لمبا ترونگا نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ نوجوان کے خند و خال یونانی دیوتاؤں جیسے تھے۔ بھاری اور مضبوط مٹھوڑی سے اس کی مستقل مزاجی کا پتہ لگتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرد مہری تھی اور چہرے پر چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی۔

”کیا بات ہے مائیکل۔ تم آج کچھ ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔“ لڑکی نے مسکراتے ہوئے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جوابات میں سوچ رہا ہوں وہ ہے ہی ایسی جو لین۔“ مائیکل نے چونک کر قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کون سی بات۔“ جو لین نے پوچھتے ہوئے کہا۔
”تمہیں نہیں بتائی جاسکتی۔ سوری۔“ مائیکل نے اس بار سرد مہری سے جواب دیا اور ایک بار پھر سامنے اس طرح دیکھنے میں مصروف ہو گیا جیسے دور خلاؤں میں جھانک رہا ہو۔

جو لین نے مائیکل کے اس سرد اور بے مہر جواب پر سختی سے ہونٹ پیسج لئے۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش بیٹھی رہی۔

”تم شاید ناراض ہو گئی ہو۔“ اچانک مائیکل نے مڑ کر جو لین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہیں اس سے کیا۔ تم اپنے سوچنے کے دھندے میں لگے رہو۔“ جو لین نے سنہرے بالوں کو ایک مخصوص انداز میں جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعی

سیکرت ایجنٹ کہ جس کے ہاتھوں بلا مبالغہ سینکڑوں بڑی بڑی بیہ الاقوامی تنظیمیں موت کے گھاٹ اتر چکی ہیں۔ ہزاروں بین الاقوامی ٹائپ مجرم حتیٰ کہ ایجر میا۔ روسیاء اور دنیا بھر کے بڑے بڑے انتہائی تیز طرار سیکرٹ ایجنٹ — سپر ایجنٹ — پویشل ایجنٹ۔ اس کے ہاتھوں اپنی گزشتہ ترقیوں کے پس — مائیکل نے جواب دینا شروع کیا۔

اور جولین ابی طرح مائیکل کو دیکھنے لگی جیسے اُسے واقعی مائیکل کی دماغی صحبت پر شک گزرنے لگ گیا ہو۔
 "کیا تم کوئی ایسا نشہ کرنے لگے ہو جس نے تمہارے اعصاب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تم اور ایک آدمی کے بارے میں ایسی باتیں" — جولین نے یہ ان ہوتے ہوئے کہا۔
 مائیکل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "اچھا۔ ہو گا۔ میں نے مان لیا پھر" — جولین نے منہ بند ہونے کہا۔

"اب آزاد ایک اور شخصیت کی طرف - نیدر لینڈ کے کرنل فریدی کا نام طلبہ تم نے کبھی" — مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نیدر لینڈ کا کرنل فریدی - نہیں - میں تو یہ نام تمہاری زبان سے پہلی بار ہی سنی ہوں - آج تمہیں جو کیا گیا ہے - پہیلیاں بچھوائے ہو" — جولین کے لہجے میں واقعی شدید حیرت تھی۔

"ارے واقعی — کیسے جانتی ہو" — مائیکل کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔
 "تمہیں نہیں بتائی جاسکتی - سوری" — جولین نے بالکل اُسی لہجے میں کہا جیسے پہلے مائیکل نے اُسے جواب دیا تھا اور مائیکل کھٹکھٹا کر منہ پڑا۔ اور اس بار جولین بھی منہ پڑی۔
 بدلہ لینے میں تم واقعی دیر نہیں لگاتیں" — مائیکل نے ہنسنے کہا۔

"تم سے خاک بدلہ لینا ہے۔ بہر حال یا تو تمہارے دماغ میں فتور آ گیا ہے۔ یا پھر میرے کانوں میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے۔ تمہیں اچھی طرح علم ہے کہ میں ایشیا کے کسی ملک میں آج تک نہیں گئی۔ پھر تم اس طرح پوچھ رہے ہو جیسے میں تم سے علیحدہ دنیا میں گھومتی پھرتی ہوتی ہوں" — جولین نے غصیلے لہجے میں کہا اور مائیکل بے اعتیاد منہ پڑا۔
 "اس بات پر تو میں یقین ہوا تھا۔ کہ تم سبک نے کس طرح علی عمران کو جانتی ہو" — مائیکل نے کہا۔

"آخر یہ ہے کیا بلا۔ کیا دنیا کا آسٹھواں عجوبہ ہے۔ کوئی فلم ایجر ہے۔ کون ہیں یہ محترم" — جولین نے جھجھکائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہاری پہلی بات درست ہے۔ یہ واقعی دنیا کا آسٹھواں عجوبہ ہے۔ بلکہ آٹھواں بھی۔ سمرکس کا مسخرہ - بھیرٹے بھی زیادہ معصوم — لیکن درحقیقت دنیا کا عیار ترین انسان - ایک ایسا

فیصلہ بھی کر لیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری تنظیم فوراً رنرز کا اصل مقصد پوری دنیا پر حکومت قائم کرنا ہے۔ ایک ایسی بین الاقوامی حکومت جس کا اصل حاکم گریٹ چیف باس ہوگا۔ اور اس سلسلے میں ہماری تیاریاں زور دین پر ہیں۔ اور ابھی تک دنیا میں کسی کو بھی اس طوفان کا علم نہیں ہے جو فوراً رنرز کی صورت میں اچانک سامنے آئے گا۔ گریٹ چیف باس نے اس سلسلے میں جہاں اور تیاریاں کی ہیں وہاں اس نے اس بین الاقوامی حکومت کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو کچلنے کے لئے ایک سپر سیکرٹ سروس قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ یہ سپر سیکرٹ سروس جن ایجنٹس پر قائم ہوگی ان کے متعلق گریٹ چیف باس نے اپنی افتاد طبع کے مطابق ایک بالکل نیا طریقہ سوچا ہے۔ اس نے ایسے مصنوعی انسان بنائے ہیں جو طاقت چستی، پھرتی، ہر لحاظ سے انتہائی شاندار ہیں۔ لیکن یہ انسان ویسے تو ہر لحاظ سے اصل لگتے ہیں۔ لیکن ان کے ذہن کمپیوٹرائزڈ ہیں اور گریٹ چیف باس جانتا ہے کہ انسانی ذہن بہر حال کمپیوٹر سے زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس لئے گریٹ چیف باس نے ایک بالکل نیا فیصلہ کیا ہے کہ ان ایجنٹس کے ذہنوں میں وہ تمام صلاحیتیں اکٹھی کر دی جائیں جو کسی اعلیٰ ترین سیکرٹ ایجنٹ میں ہو سکتی ہیں تاکہ یہ ایجنٹ ہر لحاظ سے ناقابل شکست بن جائیں۔ اس سلسلے میں گریٹ چیف باس نے دنیا بھر کے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹس کے کارناموں اور ان کی صلاحیتوں کا تجزیہ کرنے کے بعد

یہ پہیلیاں نہیں تحقیق ہیں۔ بہر حال اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ نیدر لینڈ کا کرنل فریڈی علی عمران کی فکر کا آدمی ہے۔ بس ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ علی عمران مسخرہ ہے۔ جب کہ کرنل فریڈی سنجیدگی کا پہاڑ ہے۔ اس کی ظاہری شخصیت ہی ایسی ہے کہ اُسے دیکھ کر آدمی یہ خود بخود اس کا رعب چھا جاتا ہے۔ رعب کہہ رہا ہوں دہشت نہیں۔ وہ نیدر لینڈ کی خفیہ سہرا کی ایجنسی کا چیف ہے۔ اب ایک اور شخصیت ہے یہ ہے بگاریہ کا ڈی ایجنٹ مہر پرورد۔ یوں سمجھ لو کہ یہ ان دونوں کا مجموعہ ہے۔ انتہائی تیز طرار۔ چاقو چوند۔ خوف ناک حد تک تیز ایجنٹ ہے۔ مائیکل نے کہا۔

”اچھا۔ ہوں گے۔ کیا تم نے ہوا ز ہوا ٹاپ کی کوئی کتاب لکھنی شروع کر دی ہے۔“ جولین نے اکتانے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”نہیں۔ ان تینوں سے عفریب ہمارا انکراؤ ہونے والا ہے“ مائیکل نے جواب دیا اور جولین بے اختیار اچھل پڑی۔

”انکراؤ ہونے والا ہے ہمارا۔ کیا مطلب۔ میں سمجھی نہیں۔ دیکھو مائیکل۔ کھل کر بات کرو۔ تمہاری ان مبہم سی باتوں سے مجھے شدید ذہنی الجھی محسوس ہونے لگ گئی ہے۔“ جولین نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”جولین۔ تمہیں معلوم ہے کہ گریٹ چیف باس آج کل ایک نئی لائن پر سوچ رہا ہے۔ سوچ کیا رہا ہے اس نے اس سلسلے میں

تین افراد کے نام منتخب کئے ہیں۔ اور یہ تین نام دی ہیں جو میں نے ابھی تمہیں بتائے ہیں۔ پاکستانی کالی عمران۔ نیدر لینڈز کا کرکٹ فریڈی اور بنگلہ دیش کا میجر پرمود۔ اب تم خود ان کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ ایکریما۔ روسیہ۔ شوگران۔ ولینٹن کارمن ناڈا۔ اور اس طرح کے بے شمار انتہائی ترقی یافتہ ممالک کی سیکورٹ سروسز کے پیش ایجنٹس کو چھوڑ کر ایشیا کے ان تین ایجنٹس کو منتخب کیا گیا ہے۔ مائیکل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر واقعی تم کو کچھ ان کے متعلق بتا رہے ہو وہ بھی درست ہو گا۔ لیکن چیف باس ان کا کرے گا کیا۔۔۔ جولين نے اس بار واقعی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”چیف باس کا پروگرام ہے کہ ان تینوں کو اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لایا جائے اور پھر انہیں ہلاک کر کے ان کے دماغ ان کی کھوپڑیوں سے علیحدہ کر لئے جائیں۔۔۔ اس کے بعد ان کے دماغوں کا مکمل تجزیہ کیا جائے۔ اور ان کے دماغوں میں جو خصوصی غلیات موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کی ایسی صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان غلیات کو سامنے رکھ کر ایسے مصنوعی غلیات تیار کئے جائیں۔۔۔ اور پھر یہ غلیات سپر سیکورٹ سروس کے ایجنٹس کے ذہنوں میں منتقل کر دیئے جائیں۔ اس طرح سپر سیکورٹ سروس کے ایجنٹس کے ذہن ان تینوں کی صلاحیتوں کا ایک ایسا مجموعہ بن جائیں گے

کہ تینوں کی صلاحیتیں بیک وقت ایک ایجنٹ میں پیدا ہو جائیں گی۔ اور پھر جہانی اور ذہنی ہر لحاظ سے یہ ایجنٹ ناقابل شکست اور ناقابل تسخیر بن جائیں گے۔۔۔ مائیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ میں اب سمجھ گئی۔ چیف باس سپر میں کی طرح اب سپر ایجنٹ تیار کرنا چاہتا ہے۔ گڈ آئیڈیا۔ اگر ایسا ہو جائے تو واقعی فورکارنرز ہر لحاظ سے محفوظ ہو جائے گی۔ اور پھر قیامت تک اس کی حکومت کو چیلنج بھی نہ کیا جا سکے گا۔۔۔ جولين نے بڑے متاثر کن لہجے میں کہا۔

”تم جانتی ہو کہ گریٹ چیف باس کے لئے یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے۔ ہمارے ہیڈ کوارٹر کی لیبارٹریوں میں دنیا کے ذہین ترین سائنسدان کام کرتے ہیں۔ اور ہم نے ایسی ایسی ایجادات کی ہیں جن کا تصور بھی شاید دنیا کے دوسرے سائنسدانوں کے ذہنوں میں ابھی پانچ سو سالوں تک پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان تین آدمیوں کو اغوا کر کے ہیڈ کوارٹر لایا جائے یا پھر انہیں ان کے ملک میں ہلاک کر کے ان کے دماغ نکال کر ہیڈ کوارٹر لائے جائیں۔ بس گریٹ چیف باس نے اس بات کا فیصلہ کرنا ہے۔۔۔ مائیکل نے کہا۔

”تو اس میں مشکل کیا ہے۔ دونوں ہی کام ہو سکتے ہیں۔ تین آدمیوں کو اغوا کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ یا پھر تینوں کو ہلاک کرنا بھی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔۔۔ پھر گریٹ چیف باس

کیوں کچکا رہے ہیں۔“ بولین نے حیرت بھرے پہلے میں کہا۔
 ”تم اس مشکل کو نہیں سمجھ سکتیں۔ یہ تینوں دنیا کے خوف ناک
 غفریت ہیں۔ اور اگر ان کے کانوں میں اس مشن کی بھنک بھی
 پڑ گئی تو پھر فوراً کرنرز کو اپنا وجود بچانا مشکل ہو جائے گا۔ تمہیں
 معلوم ہے کہ ہم ایک میمیاکس مشن پر تھے۔“ مائیکل
 نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
 ”مجھے کیا معلوم۔ تم نے بتایا ہی کچھ نہیں۔“ بولین نے
 ہنستے ہوئے کہا۔

”میں نے جان بوجھ کر نہیں بتایا تھا۔ بہر حال اب سن لو۔ گریٹ
 چیف بائس کو خفیہ طور پر اطلاع ملی تھی کہ اقوام متحدہ کے تحت
 ایک بالکل انوکھی کانفرنس ہونے والی ہے۔ جسے سٹارز
 کانفرنس کا نام دیا گیا ہے۔ اس کانفرنس کا مقصد بھی یہی
 ہے کہ ایک بین الاقوامی ٹیم تیار کی جائے جو بین الاقوامی جرائم
 کے سلسلے میں مسلسل کام کرتی رہے۔ اب سے پہلے ایسی
 ٹیمیں ضرور بنائی گئی تھیں۔ لیکن وہ کسی خاص مقصد یا مشن
 کے تحت ہوتی تھیں۔ لیکن اب ایک مستقل ادارہ بنایا جا رہا
 ہے۔ اور اطلاعات یہ ملی تھیں کہ اس سٹارز کانفرنس میں یہ
 تینوں بھی اپنے اپنے وطن کے ساتھ شامل ہو رہے ہیں۔ میں
 دہاں اسی مقصد کے لئے گیا تھا تاکہ اس بات کا حتمی طور پر
 پتہ کیا جائے اور بات درست ہے۔ یہ کانفرنس آئندہ

ہفتے منعقد ہو رہی ہے۔ اور اس میں واقعی یہ تینوں بھی شریک ہو
 رہے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ گریٹ چیف بائس اس کانفرنس
 کے دوران ان تینوں کو اغوا کرنے کا پلان بنائے گا۔“
 مائیکل نے جواب دیا۔

”ادہ۔ ویری گڈ۔ مائیکل۔ تم گریٹ بائس کے ایسے معاملات
 میں خاص مشیر ہو۔ اس لئے تمہیں لازماً اس مشن کا انچارج بنایا جائے
 گا۔ تم مجھے بھی ساتھ ضرور لے جانا۔ میں بھی ان تینوں کو
 دیکھنا چاہتی ہوں۔“ بولین نے اشتیاق بھرے ہجے میں کہا۔
 ”ضرور۔ تمہیں ضرور شامل کیا جائے گا۔“ مائیکل
 نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور بولین نے شکریہ کے
 انداز میں سر ہلا دیا۔

”اب جیڈ کو اور ٹرنز دیک آگیا ہے۔ اس لئے محتاط ہو جاؤ۔ کوئی
 غلط لفظ زبان سے نہیں نکلنا چاہیئے۔“ مائیکل نے اچانک
 سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں سمجھتی ہوں۔“ بولین نے بھی سنجیدہ
 ہوتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر میں گہری
 سنجیدگی کی فضا طاری ہو گئی۔

بے اختیار ہنس پڑا۔

وہ تینوں اس وقت دارالحکومت کے ایئر پورٹ کے انٹرنیشنل
لاؤنج میں بیٹھ ہوئے تھے۔ جہاز کی روانگی میں چونکہ ابھی کافی دیر
تھی۔ اس لئے وہ بیٹھ کر کاکا کو لاپسٹے میں مصروف تھے۔ اور جولیا
ابھی چند لمحے پہلے ہی دباؤ پتہ تھی۔ اور آتے ہی اس نے
عمران کے لباس پر تنقید شروع کر دی تھی۔ عمران نے واقعی لباس
پہننے میں کمال کر دکھایا تھا۔ اس نے جو گیارہ گ کی جیت پتلون
پہن رکھی تھی۔ جس کی سائیڈوں پر سفید رنگ کی تین پٹیاں لگی
ہوئی تھیں جیسے مینڈا سٹروں کی پتلونوں پر لگی ہوتی ہیں۔ پتلون
کے پائینچے گھٹنوں سے بھی اوپر تک مڑے ہوئے تھے۔ تیز
نیلے رنگ کی قمیض تھی جس کے آگے گے سے لے کر پتلون کی
بلیٹ تک زرد رنگ کی بڑی سی جھلری بنی ہوئی تھی جیسے پرانے
زمانے کے انگریز مخصوص دعوتوں میں ایسی قمیضیں پہنتے تھے۔
اور جسے آج کل انتہائی مضحکہ خیز سمجھا جاتا تھا۔ ٹائی کی جگہ بونڈھی
ہوئی تھی۔ لیکن یہ بونڈھی عجیب ساخت کی تھی۔ اس کا ایک سرا
تو باریک تھا جب کہ دوسرا لمبی کے کان سے بھی زیادہ چوڑا لگتا
تھا۔ اور اس بوکا رنگ سرخ تھا۔ اور اس کے درمیان میں سفید
رنگ کی تیلی بنی ہوئی تھی۔ اس قمیض کے اوپر اس نے
موٹی موٹی سبز رنگ کی دھاریوں والا سرخ کوٹ پہنا ہوا تھا۔ جو
آگے سے چھوٹا اور پیچھے سے خاصا لمبا تھا۔ اس میں ہٹوں کی جگہ
کلرڈی کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے۔ جیسے پرانے زمانے کے

”یہ لباس ہے انٹرنیشنل کانفرنس میں شریک ہونے
کا۔ میں مروت کستی ہوں لیکن جب تک تم نے یہ لباس پہنا ہوا ہے۔
تمہارے ساتھ نہیں جاسکتی۔ یہ میرا آخری، قطعی اور حتمی
فیصلہ ہے۔“ جولیا نے زور زور سے میز پر کھماٹے
ہوئے کہا۔

”ارے ارے کیا ہے اس لباس کو۔ کمال ہے۔
پیشی آرڈر پر بنوایا ہے۔ دھوئی کے سر پر کھڑے ہو کر کلفت
گواہ ہے۔ سارے شہر میں گھوم کر اور سب دھویوں کی استریوں
کا وزن کر کے سب سے بھاری استری سے اسے پریس کروایا
ہے۔ میری ٹانگوں کا آدھا پانی خشک ہو گیا ہے۔ تھوکتے
گھومتے اور تمہیں لباس ہی پسند نہیں آ رہا۔“ عمران نے
بڑا سامنے بٹاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ بیٹھا ہوا صفدر

”جست پتوں ہے۔ بیٹھ کر نہیں اترے گی۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”کیا تم ڈھنگ کا لباس نہیں پہن سکتے؟“ — جولیسا نے دانت پیستے ہوئے کہا۔
 ”ڈھنگ کا۔۔۔ یہ کون سا کٹڑا ہے۔ کیوں صفدر۔ کوئی نئی مل گئی ہے کیا؟“ — عمران نے کہا۔

اور جولیسا ایک لمخت اٹھی اور پیر پختی ہوئی لاؤنج کے اس کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی جہاں مینی فون موجود تھا۔
 ”جولیسا واقعی بے حد لکچر بور ہو رہی ہے۔ آپ کے لباس سے۔“ — صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے ایکسٹو سے پہلی شرط ہی پوری لگائی تھی کہ میں اپنی مرضی کے مطابق جاؤں گا اس کا نفرنس میں۔ ورنہ نہیں جانا۔ اب بھی اگر ایکسٹو کہہ دے تو میں واپس اپنے فلیٹ چلا جاؤں گا۔ میری بلا سے۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اوه۔۔۔ پھر تو بے چاری جولیسا ابھی منہ لٹکائے واپس آئے گی۔“ — صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور واقعی تھوڑی دیر بعد جولیسا منہ لٹکائے واپس آئی اور اس طرح کرسی پر بیٹھ گئی جیسے کرسی میں نرم گدے کی بجائے تیز اور نوکدار کیل گئے ہوئے ہوں۔ اس کے ہونٹ سختی سے بچنے ہوئے تھے۔ اور وہ اب عمران کی طرف دیکھ ہی نہ رہی تھی۔
 ”پھر کیا حکم ہے۔ اتار دوں یا پہنے رہوں۔ میں تو حکم کا بندہ ہوں۔“

بزرگ لگا یا کرتے تھے۔ سر پر اس نے لمبے پھندے والی ترکی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اس طرح مجموعی طور پر وہ اتنا عجیب و غریب لگ رہا تھا کہ جو بھی اسے دیکھتا پہلے تو دیکھتا ہی رہ جاتا۔ اور پھر بے اختیار جس پڑتے۔ لیکن ظاہر ہے عمران کو بھلا ان باتوں کی کب پرواہ ہو سکتی تھی۔ وہ بڑی شان سے اس طرح اکڑا بیٹھا تھا جیسے دیلمے کے روز دو لہا یا سوٹ پہنے اکڑتا پھر تلے۔

”تم اسے سمجھاؤ صفدر۔ آخر وہ انٹرنیشنل کانفرنس ہوگی۔ دہاں دنیا بھر کے ٹاپ سیکرٹ ایجنٹس اکٹھے ہوں گے اور دہاں عمران کا یہ حلیہ۔ لاجولہ۔ میں تو اسے ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔“ — جولیسا نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جولیسا۔۔۔ تم کیوں اپنا خون جلاتی ہو۔ عمران کی فطرت کو تو جانتی ہو۔ جو یہ کرتا ہے اسے کرنے دو۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ سب کچھ کرنا تو اسی نے ہے۔ ہمارا کام تو بس متاثرہ دیکھنا ہو گا۔“ — صفدر نے جولیسا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”سنو جولیسا۔ تم ناراض ہوتی ہو تو ٹھیک ہے۔ میں یہ لباس یہیں اتار دیتا ہوں۔ آخر تم سیکرٹ سروس کی سیکنڈ ڈیپٹ ہو۔ اب تم ہاروی ناراضگی بھی تو مولی نہیں لی جا سکتی۔“ — عمران نے کہا اور اٹھ کر کورنر کے کچے کھولنے شروع کر دیئے۔

”میں کہتی ہوں بیٹھ جاؤ۔“ — جولیسا نے کاٹ کھلانے والے لہجے میں کہا۔

عمران نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

”بوشت اپ۔۔۔ باس بھی تمہاری طرح احمق ہے۔ کہنے لگا تو کیا فرق پڑتا ہے لباس سے۔“ جولیا نے کاٹ کھانے والے بلجے میں کہا۔

”مارے گئے۔ آج تک میں اکیلا تھا آج یہ نیا امیدوار بھی پیدا ہو گیا۔“ عمران نے بے اختیار ملتے پر ماتہ مارنے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ کیا کہہ رہے ہو تم۔“ جولیا نے حیران ہو کر کہا۔ جب کہ صفدر زیر لب مسکرا دیا۔ وہ عمران کی بات کا بات کا مطلب بخوبی سمجھ گیا تھا۔

”مم۔ میرا مطلب ہے۔ پہلے یہ خطاب احمق والا صرف میرے اکیلے کی ملکیت تھا اور یہی میری وہ خاصیت تھی جس کی بنا پر میں آج تک امیدوار تھا اب ایک ٹھو بھی احمق ہو گیا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس بار جولیا بے اختیار منہ بڑی۔ وہ تو میں نے غصے میں کہہ دیا تھا۔ ورنہ تم تو ایک ٹھو کی جوتیوں کے برابر بھی نہیں ہو۔“ جولیا نے کہا۔

”خدا یا تیرا شکریہ ہے۔ تم ہی عورت دینے والے ہو۔ ورنہ اگر تم مجھے ایک ٹھو کی جوتیوں کے برابر بنا دیتے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ ویسے ایک بات ہے۔ میں نے سنا ہے ایک ٹھو کی ایک ٹانگ میں فرق ہے۔ اس لئے لازماً اس کی جوتیاں بھی برابر نہیں ہوں گی۔ کیا یہ سچ ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور جولیا نے

غصے سے آنکھیں نکالیں۔

”جو اس مت کرو۔ اب اگر چیف باس کے متعلق کچھ کہا تو زبان نوچ لوں گی۔“ جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فلاٹ کی دواگی کا اعلان ہونے لگا۔ اور وہ تینوں ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جہاڑ میں جولیا کی سیٹ عمران کے ساتھ آئی تھی۔ لیکن جولیا نے عمران کے ساتھ بیٹھنے سے کسر انکار کر دیا۔

”میں اس تماشے کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی۔ اس لئے دلوں تم بیٹھو گے۔“ جولیا نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ میری سیٹ پر بیٹھ جائیں۔“ صفدر نے تصدیق کرنے کے سے انداز میں کہا۔ اور عمران کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ جب کہ جولیا صفدر کی سیٹ پر جوتین سیٹیں پیچھے تھی جا کر بیٹھ گئی۔

جہاڑ میں موجود دہر مسافر کی نظریں عمران پر سی رکی ہوئی تھیں۔ اور سب کے چہروں پر مسکراہٹ ریگ رہی تھی۔

”یار صفدر۔“ جولیا کے ساتھ کہیں کوئی بوڑھا ایکریمینی تو نہیں بیٹھا۔ عمران نے بڑے پراسرار سے لہجے میں کہا۔ ”لوں۔ بیٹھا تو ہے۔ کیوں۔“ صفدر نے مڑ کر جولیا کے ساتھ بیٹھنے ہوئے بوڑھے ایکریمینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ مارے گئے۔ یہ تو غضب ہو گیا۔“ عمران نے دودھینے والے لہجے میں کہا۔

مرے لیتے ہوئے کہا۔

”یکایک نہیں بلکہ ایک یکا کہو۔ تم جو لیا کو بوجی بنا کر میرے ساتھ دشمنی کرنا چاہتے ہو۔ ذہنی کو جب پتہ چلا تو یہی بجائے وہ....“

..... — عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
او۔ حندر کے صحتی سے نکلنے والا چہقہہ اس قدر زوردار تھا کہ ارد گرد بیٹھے ہوئے افراد غصیلے غروں سے اُسے دیکھنے لگے۔

”بیز۔ آپ دوسرے مسافروں کا بھی خیال رکھیں“
ایک ایر جو شس نے حندر کے قریب آتے ہوئے کہا۔
”آئی۔ ایم۔ سوری مس۔“ حندر نے فوراً ہی محذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”یہ تو سوری ہے مس۔ اس کی بات چھوڑیں۔ دیے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ان مسافروں میں ایک دہشت گرد بھی ہے۔“
عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں ایر جو شس سے مخاطب ہو کر کہا۔
”جی کیا کہا۔ دہشت گرد۔“ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔
ایر جو شس کا رنگ یک لحظت زرد پڑ گیا تھا۔

”خوف ناک بین الاقوامی دہشت گرد۔ اور اس کے پاس انتہائی خوف ناک اور طاقت ور اسلحہ بھی ہے۔ اس قدر طاقتور کہ چاہے تو ایک لمحے میں پورے جہاز کو جلا کر راکھ کر دے۔“ یقین نہ آئے تو خود جا کر تسلی کر لو میں۔ پھر نہ کہنا کہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ میرا کیا ہے۔ میں تو اس جہاز پر سوار ہی خود کشی کرنے کے لئے ہوا ہوں۔“ عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور ساتھ

”کیوں کیا ہوا ہے۔“ حندر نے حیران ہو کر کہا۔

”یاد نہیں نہیں معلوم۔ یہ بڑھا یا بھی متعدد ہی مرض کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے جراثیم بہت خوف ناک ہوتے ہیں۔ سفر خاصا طویل ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر جو لیا پورا سفر اس بوڑھے کے ساتھ چلی رہی تو جب سفر کے اختتام پر اُٹھے گی۔“
بوڑھی کموٹ ہو چکی ہوگی۔“ عمران نے کہا اور حندر اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”تو پھر ایسا ہے کہ میں جو لیا کو یہاں بلا لیتا ہوں۔ آپ اس بوڑھے کے ساتھ جا بیٹھیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بوڑھے ہونے کی بجائے وہ بوڑھا جوان ہو کر اُٹھے گا۔“ حندر نے کہا اور اس بار عمران بھی ہنس پڑا۔

”لیکن اگر اس کی بڑھیا اُسے سیکو کرنے ایر پورٹ پہنچی ہوئی تو پھر تو مصیبت آجائے گی۔ اور مجھے واپسی کا سفر اس بڑھیا کے ساتھ بیٹھ کر کرنا پڑے گا۔ تاکہ بوڑھی بابا برکی رہے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایسی صورت میں واقعی مسئلہ بن جائے گا۔ تو پھر ہونے دیجئے جو لیا کو بوڑھی۔“ حندر نے ہنس کر کہا۔

”کمال ہے۔ آج تک تو میں نہیں اپنا دوست سمجھتا رہا ہوں۔ لیکن آج معلوم ہوا ہے کہ تم دوست کے برقعے میں ادھ سوری پر دے میں دشمن ہو۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔
”اب یہ یکایک میں دشمن کیسے ہو گیا۔“ حندر نے

گئے۔ اور جولیا کی حالت تو واقعی دیکھنے والی تھی۔

”سنو۔ تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ میری ساتھی ہیں۔ اور ہم سرکاری آدمی ہیں۔“ صغدر نے اب قریب جا کر انتہائی سخت اور باوقار لہجے میں کہا۔ لیکن مسلح افراد نے اس کی ایک نہ سنی اور جولیا کو سوٹ سے اٹھا کر انہوں نے ایئر ہوسٹس کی مدد سے جولیا کی تسکین تلاش کی۔ لیکن جولیا کے پاس کچھ ہوتا تو نکلتا۔ اس کے بعد جولیا جس سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس سے اسی سیٹ۔ اس کے نیچے اور اوپر دیکھ میں موجود سامان کی کیا۔ ایک چیز تھپٹ کر دی گئی۔ ان کی تلاشی لینے کا انداز یہ تھا جیسے واقعی انہوں نے کسی دہشت گرد کو رنجے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔

”تم لوگوں کو اس کے لئے جھگڑنا پڑے گا۔“ جولیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”آپ کو کس نے کہا تھا کہ یہ دہشت گرد ہے۔“

ایک مسلح نوجوان نے انتہائی غصیلے لہجے میں ایئر ہوسٹس سے مخاطب ہو کر کہا جو اب بے حد پریشان کھڑی تھی۔ ایئر ہوسٹس نے عمران کی طرف اشارہ کر دیا۔

”ہوں۔ آئے۔“ اس نوجوان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

اور پھر انہوں نے باقاعدہ جولیا سے اس سلی کارروائی کی معافی مانگی۔ لیکن جولیا نے انہیں دھمکی دی کہ وہ ایئر پورٹ

ہی اس نے آٹھ سے چیلے بیٹھی ہوئی جولیا کی طرف اشارہ کر دیا۔ اور ایئر ہوسٹس بجلی کی سی تیزی سے کاٹ پٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

”ارے ارے مس رُک جائیے۔ ارے۔“ صغدر نے برہوسٹس کو روکنے کی کوشش کی۔ لیکن ایئر ہوسٹس نے اس کی ایک نہ سنی۔

”یہ آپ نے کیا کر دیا ہے۔“ صغدر نے اس بار بڑا مان جلنے والے لہجے میں کہا۔

”خط سے آگاہ کرنا بری بات ہے۔ یہ تو نہ ضح ہے۔ آج صبح اعلانات نہیں سن رہے کہ جہاں آپ کو کوئی مشکوک آدمی نظر آئے فوراً اس کی اطلاع دیں۔“ عمران نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں کہا۔

”اسی لئے ایئر ہوسٹس دونوں جہازوں کے ساتھ کاک پیٹس نکلی اور اس نے جولیا اور عمران کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں نوجوان چھتے کی طرح جولیا کی طرف بڑھنے لگے۔

”رُک جائیے۔ میں آپ کو اصل بات بتاتا ہوں۔“ صغدر نے اٹھ کر انہیں روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ کیونکہ وہ ان کے بڑھنے کا مقصد سمجھ چکا تھا۔ لیکن دونوں اُسے دھکیلے ہوئے تیزی سے آگے بڑھے۔ اور دوسرے لمحے انہوں نے جولیا کی کینڈی سے ریو اور رکھ کر اُسے جینٹل ڈاپ کر دیا۔ جہاز کے تمام مسافر یہ تماشا دیکھ کر بڑی طرح پریشان ہو

Scanned By Wagar Azeem Pakistanipoint

میرا فیصلہ ہے۔" جولیا نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور
 "بوڑھے اور بچے دونوں ہی تماشہ ہوتے ہیں۔ اسے چھوڑو۔
 مجھے رد عمل بتاؤ۔" عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا
 "ادہ۔" میں نے زیادہ خیال نہیں کیا۔ لیکن میرا خیال ہے
 وہ بے حد پریشان نظر آ رہا تھا۔ "صفر نے ہونٹ کاٹتے
 ہوئے کہا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔ اب ذرا پہلو مٹا کر بیٹھے گا۔ خواہ مخواہ
 جڑا بیٹھا تھا جولیا کے ساتھ۔" عمران نے کہا اور دوبارہ
 اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے اس کا مسئلہ حل ہو گیا ہو۔
 "میں جلیا کی سیٹ پر جا رہا ہوں۔" اچانک صفر نے
 اٹھتے ہوئے کہا۔ لیکن عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔
 "تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی؟" اُسی لمحے جولیا کی
 کاٹ کھانے والی آواز عمران کے کان میں پڑی۔

"حرکت میں۔ جب سے جہاز چلا ہے بے حرکت بیٹھا ہوا ہوں
 یقین نہ آئے تو صفر سے پوچھ لو۔" عمران نے اُسی طر
 آنکھیں بند کئے جواب دیا۔

لیکن دو مہرے لمحے اس نے سبکی کی سی تیزی سے اپنے
 جسم کو بائیں طرف موڑا۔ اور جولیا کا گھوما ہوا اٹا ماتہ سیٹ
 جا ٹکرایا۔ ورنہ وہ عمران کے چہرے پر پڑتا۔
 "ارے ارے ابھی سے ریہرسل شروع کر دی۔"
 عمران نے چونک کر کہا۔

سنو۔ میں ایر پورٹ سے واپس چلی جاؤں گی۔ یہ

بد ذوق بھی نہیں سمجھتا۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”بکو اس مرت کرو۔ سیدھی طرح بتاؤ۔“ — جو لیا نے غصے
 لہجے میں کہا۔

”کمال ہے۔ جہاز والوں نے بھی مجھے انکو اتری کے ساتھ
 سیٹ دے دی ہے۔ یہاں جو بھی آکر بیٹھتا ہے انکو اتری شروع
 کر دیتا ہے۔“ — دیے سنو ایئر پورٹ پر تم نے بالکل لاعلمی ظاہر
 کرنی ہے۔ سمجھیں۔ اور جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھو۔“ — عمران نے
 ایک لمحت سرد لہجے میں کہا۔ اور جو لیا ایک لمحے تک تو ہونٹ
 پھینچے عمران کو دیکھتی رہی۔ پھر اُسی انداز میں اٹھ کر واپس اپنی
 سیٹ پر چلی گئی۔

”یہ نیچے مجھے تو عام سا بال پوائنٹ لگتا ہے۔ آپ اسے
 ٹرانسمیٹر کہہ رہے ہیں۔“ — صفدر نے ایک عام سی ساخت
 کا بال پوائنٹ عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”اس کا نام ہی ٹرانسمیٹر ہے۔ جیسے ماچسوں کے نام جوتے
 ہیں۔ شب۔ تاگلہ۔ ہاکی۔ مور۔ اب وہ ماچس جہاز اور تانگے
 تو نہیں بن جاتیں۔“ — عمران نے بال پوائنٹ اپنے کوٹ
 کی اندر دنی جبب میں رکھتے ہوئے جواب دیا اور صفدر نے
 ایک بار پھر ہونٹ پھینچ لئے۔

سائیڈروم کی طرف لے گئے۔
 ”آپ کا خیال درست نکلا۔ اس نے جیسے ہی گاڑ کو آتے
 دیکھا اس نے ریوالور کال کر جو لیا کی کینڈی سے لگا دیا۔ لیکن جو لیا
 نے بجلی کی سی تیزی سے اس کی کلائی پر ضرب لگا دی۔ اس
 طرح گولی چلی ضرور۔ لیکن ایک بریف کیس میں جا لگی۔ اور میں نے
 بوڑھے کو الٹا کر بے بس کر دیا۔“ — صفدر نے قریب بیٹھے
 ہوئے باقاعدہ رپورٹ دینے کے سے انداز میں کہا۔
 ”اور کیا چیز برآمد ہوئی ہے اس سے۔“ — عمران نے
 سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”اس ریوالور کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔“ — صفدر نے
 منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔
 ”لیکن اس کے پاس تو ٹرانسمیٹر بھی ہے۔ کوئی بال پوائنٹ
 عمران نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
 ”بال پوائنٹ تو ہے۔ لیکن.....“ — صفدر نے
 حیران ہو کر کہا۔

”وہ بال پوائنٹ اڈاکر لے آؤ۔ کسی کو پتہ نہ چلے۔“ — عمراد
 نے کہا اور صفدر سر ملاتا ہوا اٹھا۔ اور اس سائیڈروم کی طرف
 بڑھ گیا۔ جہاں اس بوڑھے کو لے جایا گیا تھا۔

”تمہیں اس بوڑھے پر کیسے شک ہوا کون ہے یہ۔“
 اُسی لمحے جو لیا نے صفدر کی سیٹ پر آکر بیٹھے ہوئے کہا۔
 ”مجھے اور اس بوڑھے پر شک۔ لا حول ولا۔ اب میں تمہیں اتنت

”وہ بھی وقت آجائے گا برغور دار۔ بس تھوڑی سی عمر اور گزر جائے۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 اور گھنٹوں پر رکھا ہوا سالہ اٹھا کر کھول لیا۔
 ”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے میں نے قاسم کو ایکری میا پہنچنے کی ٹپ درست دی تھی۔ دیر ہی گڈ۔ اب لطف آئے گا۔“
 کیپٹن حمید کے چہرے پر واقعی مسرتوں کا آبشار بہنے لگا تھا۔
 ”لیکن وہاں اس کا خالہ جاد بھی ہوگا۔ یہ سوچ لینا۔“
 کرنل فریدی نے کہا۔

”ہوتا رہے۔ اس بار میں نے بھی فیصلہ کر رکھا ہے کہ قاسم سے ہی اس کی ایسی درگت ہواؤں گا کہ ساری چوڑی بھول جائے گا۔“ کیپٹن حمید نے سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔
 ”سوچ لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم قاسم کے ساتھ ٹیٹھ فلوٹیاں گنتے رہو اور وہ تمہاری شہلا کو لے اڑے۔“ کرنل فریدی نے شرارت بھرے ہلچے میں کہا۔

”گگ۔ گگ۔ کیا مطلب۔ آپ کو شہلا کے متعلق کیا علم۔ اب یہ آپ نے سارے کام چھوڑ کر صرف میری ہی جاسوسی کرنی شروع کر دی ہے۔“ کیپٹن حمید نے بوکھلائے ہوئے ہلچے میں کہا۔

”اس کے باپ سردنگٹ نے مجھے فون کیا تھا کہ شہلا کیپٹن حمید کے ساتھ ایکری میا جانا چاہتی ہے۔ کیا بیچ دوں۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بلہ آخر آپ کو اچانک اس قسم کی کانفرنس اسٹڈ کرنے کی کیا سوجھی۔ آپ تو ایسی کانفرنسوں سے دور بھاگتے رہے ہیں۔“ کیپٹن حمید نے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ”میں نے سوچا کام اتنا بڑھ گیا ہے کہ تفریح کا موقع ہی نہیں ملتا۔ اس لئے چلو ایکری میا کی سیر ہو جائے گی۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 اور کیپٹن حمید اس طرح آنکھیں پھاڑ کر کرنل فریدی کو دیکھنے لگا جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کے ساتھ بیٹھا ہوا شخص واقعی کرنل فریدی ہے۔
 ”آپ اور تفریح۔ کہیں میرے کان تو نہیں بچ رہے۔“ کیپٹن حمید نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”ہوں۔ تو آپ میری عشق کرنے کی صلاحیتوں کو چیلنج کر رہے ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے۔ اب اگر میں نے شکیلا اور اس کے باپ دونوں کے ہاتھوں اس احمق کے سر پر چوتیاں نہ لگوائیں تو میرا نام بھی حمید نہیں ہے۔“ کیپٹن حمید نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار ہنس پڑے۔

”سر پر کوئی ہلمٹ قسم کی چیز پہن لینا۔ سنا ہے آج کل کی لوکیاں بڑی سخت ایڑی کا سینڈل پہنتی ہیں۔“ کرنل فریدی نے کہا۔

”یہ مشورہ آپ اس احمق کو دیں تو زیادہ بہتر ہے۔“

کیپٹن حمید نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور وہ سکر لٹھے وہ اس طرح چونک کر اپنی طرف آنے

والی ایر ہوٹس کو دیکھنے لگا جیسے زندگی میں پہلی بار کسی خوبصورت

لڑکی کو دیکھ رہا ہو۔

”سر۔ آپ کا فون ہے۔“ ایر ہوٹس نے مسکراتے

ہوئے کرنل فریدی سے کہا۔

”اچھا۔“ کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔ اور اٹھ کر کاک پٹ

کی طرف بڑھ گیا۔

اور ایر ہوٹس نے مسکراتے ہوئے حمید کی پُرشوق نگاہوں

کو دیکھا۔ اور پھر ایک انداز سے کرنل فریدی کے پیچھے چل دی۔

اور کیپٹن حمید نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کرنل فریدی

والا رسالہ اٹھا لیا۔

”اوہ اوہ۔ تو پھر آپ نے کیا جواب دیا۔“ کیپٹن حمید واقعی پکھلا گیا تھا۔

”ظاہر ہے۔ میں نامحرم کے ساتھ سفر کی اجازت کیے دے

سکتا تھا۔ آخر یہ شرعی مسئلہ ہے۔“ کرنل فریدی نے جواب

دیا۔ اور کیپٹن حمید نے واقعی دونوں ہاتھوں سے سر پیٹ لیا۔

”خدا آپ کا بھلا کرے۔ یہ آپ نے کیا کہا۔ اوہ غضب ہو

گیا۔ میں نے تو سوچا تھا کہ جلدی تفریح ہو جائے گی۔“

کیپٹن حمید نے رو دینے والے لہجے میں کہا۔

”گھبراؤ نہیں۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ ایکرمیما پنچ پکی ہے۔

بس اس کا باپ ذرا بہتہ چھٹ قسم کا آدمی ہے۔“

کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”نہ بھی ہو تو تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ جب لڑکی باپ کے ساتھ

ہو تو اس کے ساتھ باورچی خانے کے مسائل پر ہی گفتگو کی جاسکتی

ہے۔“ آپ نے اچھے خاصے پروگرام کا بیڑہ غرق کر دیا۔ مل۔

لیکن ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ وہ عمران اُسے نہ لے اڑے۔“

اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ آپ مجھے اُتار رہے ہیں۔“ کیپٹن حمید نے

چونکتے ہوئے کہا۔

”وہ جس ٹائپ کا آدمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سر و نکٹ خود

شکیلا کا بازو پیچس کے ہاتھ میں دے کر کہیں گے کہ آپ عشق

کریں میں ذرا آشنائی کر لوں۔“ کرنل فریدی نے ہنستے

ہوئے کہا۔

"کس کا فون تھا۔ کرنل فریدی کی واپسی پر کیپٹن حمید نے چوک کر پوچھا۔

"شیلہ کا تھا۔ کہہ رہی تھی کہ سروکلٹ تو ساتھ نہیں آ سکے۔

اس لئے وہ ان کی بجائے اپنے ساتھ دو باڈی گارڈ لے آئی ہے۔ پوچھ رہی تھی کہ کیپٹن حمید کب ایرپورٹ پر پہنچیں گے۔ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ بتانا نہیں چاہتے تو اتنی لمبی تقریر کی کیا ضرورت تھی؟ کیپٹن حمید نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ اور دوبارہ رسالہ کھول لیا۔

اور پھر ایگری میا کے بین الاقوامی ایرپورٹ پر جہاز کے پہنچنے تک کیپٹن حمید رسالے میں ہی مصروف رہا۔ کٹم اور دوسرے کاڈنٹز سے فارغ ہو کر کرنل فریدی جب کیپٹن حمید کو لئے ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھنے لگا ہی تھا کہ ایک خوب صورت ایگری میا لڑکی تیزی سے ان کے قریب آئی۔

"آپ کرنل فریدی ہیں۔ لڑکی نے مسکراتی ہوئی نظروں سے کرنل فریدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کرنل فریدی نہیں ہیں کرنل کو سٹ ہیں۔ البتہ میرا نام کیپٹن حمید ہے۔ فرمائیے۔ کیپٹن حمید نے جلدی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"میں کرنل آرٹلڈ کی بھتیجی ہوں۔ روز میری۔ آئیے۔ ادھر تشریف لے آئیے۔ میری کار موجود ہے۔" لڑکی نے مسکراتے

ہوئے کہا۔

"ادھ یقیناً ہو۔ کرنل آرٹلڈ کی اب طبیعت کیسی ہے۔

کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب سے انہیں آپ کی آمد کی اطلاع ملی ہے بے حد خوش ہیں۔ بس ہر وقت آپ کی ہی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ روز میری نے جواب دیا۔ اور کرنل فریدی مسکرا دیا۔

"اور یقیناً جب سے آپ کو میری آمد کی اطلاع ملی ہوگی آپ

بھی خوش ہوں گی۔" کیپٹن حمید نے کہا۔

"ہاں۔ انکل آرٹلڈ آپ کا بھی ذکر کر رہے تھے۔ کہ کیپٹن حمید کی ساری زندگی ناکام عشق کرنے میں گزری ہے۔" روز میری نے ایک سیاہ رنگ کی شاندار کینڈلک کی طرف بڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ جس کے ساتھ ایک باؤسی ڈرائیور بڑے مودبانہ انداز میں کھڑا تھا۔

"واقعی درست کہہ رہے تھے۔ لیکن اب یہ یقیناً کامیاب ہو جائے گا۔" کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور

روز میری اس کا مطلب سمجھ کر بے اختیار کھلکھلا کر منہ پٹی۔ دوسرے لمحے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید تو کار کی عقبی نشست

پر اور روز میری ڈرائیور کے ساتھ دالی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اور جدید ماڈل کی کینڈلک ایگری میا کی فراخ سڑکوں پر تیزی سے پھسلنے لگی۔

"انکل بتا رہے تھے کہ آپ دنیا کے سب سے بڑے جاسوس ہیں۔" روز میری نے بچوں کے سے انداز میں مڑ کر کرنل فریدی

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
 "ارے نہیں۔ آپ کے انکل کو غلط فہمی ہے۔ ان کے سارے
 کارناموں کی پشت پر میرا نام ہے۔ بس دراصل میں ذرا پلٹی
 وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑتا۔" کیپٹن حمید نے فوراً ہی جواب
 دیتے ہوئے کہا۔
 "پشت پر کس کا نام لکھا جاتا ہے۔ اب اتنی سی بات تو مس
 روز میری بھی جانتی ہوں گی۔" کرنل فریہی نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔
 اس سوال پر واقعی گھوم گیا تھا۔
 "اس لئے برخوردار کہتے ہیں کہ بولنے سے پہلے سوچ لیا کہ دیکھیں
 تم تو طوفان میں بن جلتے ہو۔ شادش کا لچ کی روایت سے کہ وہاں
 ساٹھ سال سے کم کی عمر کا ٹیکچر ارہو ہی نہیں سکتا۔" کرنل فریہی
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن حمید نے اس طرح منہ بنالیا۔
 جیسے کوئین کی اکھیں۔ بس بارہ گویاں دانتوں کے نیچے آگئی ہوں۔
 اُسی لمحے ڈرائیور نے کار ایک محل نما کو بھیج کے پچانک پر دوک
 دی اور مخصوص انداز میں مارن دینے لگا۔

انکل آپ سے مل کر کتنے خوش ہوں گے میں اس کا تصور کر رہی
 ہوں۔" روز میری نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "آپ کے انکل بہت شاندار انسان ہیں۔" کرنل فریہی نے
 مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 اُسی لمحے پچانک خود بخود کھل گیا۔ اور ڈرائیور کا راندہ لیتا گیا۔
 اب روز میری سیدھی موٹر چڑھ گئی تھی۔ لیکن کیپٹن حمید کا منہ اُسی طرح
 بنا ہوا تھا جیسے ابھی تک کوئین کا اثر باقی ہو۔

ادھر روز میری بڑی طرح کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور کیپٹن حمید
 نے سمتی سے ہونٹ پیچھتے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے
 کرنل فریہی کو دیکھا۔
 "ہمارے کالج میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ کہ فرسٹ ایئر
 کے سٹوڈنٹس کی پشت پر لکھا جاتا ہے۔ میں سمجھ گئی۔"
 روز میری ابھی تک کرنل فریہی کے ہنرے کا لطف لے رہی
 تھی۔
 "آپ کالج میں پڑھتی ہیں۔ کون سے کالج میں۔" کیپٹن حمید
 نے فوراً ہی نیا موضوع چھیڑتے ہوئے کہا۔
 "شارٹن کالج میں۔ فورٹھ ایئر کی سٹوڈنٹ ہوں۔" روز میری
 نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "ادھر۔ شارٹن کالج۔ اچھا اچھا۔ بڑا خوب صورت کالج ہے۔ میں
 نے بھی اس میں ٹیکچر دیئے ہیں۔" کیپٹن حمید نے حسب عادت

اس کی طرف بڑھا۔

"میجر۔ میرا نام جانسن ہے۔" — نوجوان نے قریب آکر
مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔

"اودہ جانسن۔ گلیڈ ٹو میٹ یو۔" — میجر پرمود نے مسکراتے
ہوئے اس کی طرف مصلحتی کسے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"یقیناً یوسر۔" اودہ تشریف لائے۔ "کار موجود ہے۔"
جانسن نے اسی طرح مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔ اور ساتھ ہی ایک طرف
اشارہ کر دیا۔

"دیکھو جانسن۔ مجھے یہ رسمی فزوں سے الجھن ہوتی ہے۔ اس
لئے میرے ساتھ رہتے ہوئے سیدھے سادھے لفظ ہی استعمال
کیا کرو۔" — میجر پرمود نے بڑے بے تکلفانہ انداز میں کہا اور
جانسن اس بار کھل کر ہنس پڑا۔

"شکریہ میجر۔" ویلے جب مجھے کرنل ڈی نے اطلاع دی
کہ آپ میرے جہان نہیں گئے تو یقیناً کیجئے خوشی کے مارے
میں ساری رات سو نہیں سکا۔" — جانسن نے بڑی بے تکلفی
سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔ یہاں ایجر میا میں بھی رات ہوتی ہے۔ اور تم جیسے خوبصورت
نوجوان سوتے بھی ہیں۔ یہ میرے لئے واقعی نئی خبر ہے۔"
میجر پرمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس بار جانسن کے قہقہے نے واقعی ارد گرد موجود لوگوں کو
چوکیدیا۔

ایک یمیا کے بین الاقوامی ایرپورٹ کے کسٹم اور
دوسرے کاونٹرڈوں سے خارج ہوتے ہی میجر پرمود ہاتھ میں ہتھلے
ہوئے بریف کیس سمیت تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف
بڑھنے لگا۔ وہ ابھی ابھی بلگارینہ سے آنے والی فلائٹ پر یہاں
پہنچا تھا۔ اس وقت اس کے جسم پر بہترین تماش کا اور انتہائی قیمتی
کپڑے کا گرم سوٹ تھا۔ آنکھوں پر چوڑے شیٹوں لیکن ہلکے
سرخ لکڑی کے عینک نے اس کی وجاہت میں واقعی بے حد اضافہ کر
دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہال میں موجود تقریباً ہر رنگ و نسل کی
لوکیں اور عورتیں مسلسل اُسے دیکھ رہی تھیں اور ان سب کے چہروں
پر اشتیاق کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن میجر پرمود کسی کی طرف متوجہ
ہوئے بغیر بیرونی دروازے سے گزر کر ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھے
ہی لگا تھا کہ ایک سائیڈ سے ایک نوجوان ایک میٹنی تیز قدم اٹھاتا

”اگر ایسا ہوا تو میجر میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ مقابلہ آپ جیت جائیں گے۔“ جانسن نے جھٹتے ہوئے کہا۔

”ارے ایسی بات نہیں۔ یہاں مجھ سے بھی بڑے بڑے دھاکہ قسم کے ایکٹس اکٹھے ہوں گے۔ تم ساتھ تو چلو۔ دیکھ لینا“ میجر پرمود نے جھٹتے ہوئے جواب دیا۔

”ظاہر ہے۔ کانفرنس میں تقریریں تو ہوں گی۔ میں نے سوچا کہ میجر پرمود تو خشک ٹائپ آدمی ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ تقریریں نہ کر سکیں اور بلکارتیہ کی ہنسی اڑے۔ میں نے بھاگ دوڑ شروع کر دی۔ لیکن اب آپ سے ملنے کے بعد مجھے اپنی تقریر زیادہ خشک لگنے لگی ہے۔“ جانسن نے کہا۔

یہاں تقریروں کی بجائے ادارے کے مقاصد سکس ہوں گے۔ اور اس کا لائحہ عمل تیار ہوگا۔ اس لئے یہاں اس پیشہ کے ٹائپ ماہرین کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔“ میجر پرمود نے جواب دیا۔ اور جانسن نے سر ہلا دیا۔

مکتوڑی دیر بعد کار ایک رہائشی کالونی کی ایک پھوٹے سائز کی کھٹی کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ اور پورچ میں جا کر رک گئی۔ کھٹی کا رتبہ تو تھوڑا تھا۔ لیکن طرز تعمیر انتہائی شاندار اور آرام دہ تھی۔

”میں یہاں اکیلا رہتا ہوں۔ ساتھ ہوٹل سے کھانا وغیرہ منگو لیتا ہوں“ جانسن نے کہا تو میجر پرمود نے سر ہلا دیا۔

”مجھے ایک فون کرنا ہے۔“ میجر پرمود نے کہا۔ تو جانسن اُسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ جہاں فون موجود تھا۔

”آپ واقعی اپنی شخصیت کی طرح خوب صورت مزاج کے مالک ہیں۔“ جانسن نے ایک کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”تعارف کا شکریہ۔“ میجر پرمود نے فرٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور جانسن محسوس کر ڈیا تو لوگ سیٹ پر بیٹھا اور کار ایک جھلک سے آگے بڑھ گئی۔

”میجر۔ یہ کانفرنس آخر کس مقصد کے لئے ہو رہی ہے۔ سنا ہے۔ دنیا بھر کے ٹائپ سیکرٹ اور ملٹی ایجنٹس اس میں شریک ہو رہے ہیں۔“ جانسن نے کار آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا۔

”مجھے تو کرنل ڈی نے صرف اتنا بتایا ہے کہ اقوام متحدہ کے تحت کوئی مستقل ادارہ قائم کیا جا رہا ہے۔ جس میں ہر ملک کی نمائندگی ہوگی۔“ باقی تفصیلات کا تو مجھے علم نہیں“

میجر پرمود نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

یہ تو مجھے بھی معلوم ہے میجر۔ بلکہ یہاں موجود اس پیشے سے متعلق ہر فرد کو معلوم ہوگا۔ لیکن ایسی کانفرنسوں میں براہ راست ٹائپ ایکٹس تو شریک نہیں ہوتے۔ میرے خیال میں انتظامی افسر ان ہی طے کر لیتے۔ اور پھر ایک نمائندہ منتخب کر کے بھیج دیتے۔“

جانسن نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”شاید عالمی مقابلہ حسن کی طرح عالمی مقابلہ ایکٹس بھی اس کے

پر دو گرام میں شامل ہو۔“ میجر پرمود نے کہا۔ اور جانسن ایک

بار پھر منس پڑا۔

میجر پرمود نے جیب سے چھوٹی سی ٹیلی فون بک نکالی اور اس پر
ممبر چیک کر کے اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے
شروع کر دیئے۔

”یس۔ رانس ہاؤس۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی
ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

”میں میجر پرمود بول رہا ہوں۔ رانس سے بات کرائیں۔“
میجر پرمود نے باوقار لہجے میں کہا۔

”یس سر۔“ بولنے لگی۔ ”دوسری طرف سے
کہا گیا۔ اور چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز رسیور پر سنائی دی۔
”ہیلو میجر۔ میں رانس ہوں۔ آپ بخیریت پہنچ گئے ہیں۔“
دوسری طرف سے نرم لہجے میں کہا۔

”ہاں۔“ کیا رپورٹ ہے۔“ میجر پرمود نے پوچھا۔
”صرف ایک واقعہ نوٹس میں آیا ہے۔ پاکیشیا کے علی عمران
جن طیارے میں اپنے ساتھیوں سمیت آرہے تھے۔ دہلی دوران
سفر ایک بوڑھے ایئر مین کو ریو اور سمیت کچلوا گیا۔ اس کے
اسٹے کی نشاندہی عمران کے ساتھی صفدر نے کی۔ ریو اور کے علاوہ
اس سے اور کچھ نہ ملا۔ لیکن ایرپورٹ پر اترتے ہی اس بوڑھے کو
گولی مار دی گئی اور قاتل فرار ہوئے ہیں کامیاب ہو گیا ہے۔
بوڑھا جن کا غذا پر سفر کر رہا تھا وہ بھی جلی ثابت ہوئے ہیں۔
رانس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہہیں نہ کہیں کوئی چکر موجود ہے

میجر پرمود نے کہا۔

”یس سر۔۔۔ اور ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔
نیدرلینڈ کے کرنل فریدی کرنل آرنلڈ کے محل میں رہائش پذیر
ہیں ان کی بھتیجی روز میری انہیں ایرپورٹ رسیور کرنے لگی تھی۔
سر رانس نے کہا۔

”تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے۔ جو کہتا ہے کرنل
آرنلڈ سے کرنل فریدی کے ذاتی تعلقات ہوں۔“ میجر پرمود
نے کہا۔

”وہ تو ہیں جناب۔ یہاں سب کو معلوم ہے۔ لیکن میں نے جو
تحقیقات کی ہیں اس کے مطابق وہ ڈرائیور جو انہیں ایرپورٹ
سے لے کر آیا ہے وہ اس کے بعد سے غائب ہے۔ کرنل آرنلڈ
نے باقاعدہ پولیس میں اس کی گزارش کی رپورٹ درج کرائی ہے۔
رانس نے جواب دیا۔

”اوہ۔ یہ واقعی چونکا دینے والی بات ہے۔ تم ایسا کر دکھائی
دے گی طرح اس ڈرائیور اور اس بوڑھے کے متعلق مکمل چھان بین
کر دو۔“ میجر پرمود نے کہا۔

”میرے آدمی کام کر رہے ہیں۔ جلد ہی رپورٹ بھی مل جائے
گی۔ لیکن سر آپ نے یہاں آنے سے پہلے مجھے اس کام
کا ہدایت کیوں کی تھی۔ کیا آپ کو کوئی اطلاعات ملی ہیں۔“
رانس نے پوچھا۔

”ہاں۔ کرنل ڈی کو ایک غیفہ اطلاع ملی تھی کہ کوئی بین الاقوامی تنظیم

ایشیہ کے ٹاپ ایجنٹس کو انوکھا کرنا چاہتی ہے سیکھ یہ اطلاع انتہائی مبہم تھی۔ اس لئے متعلقہ حکومتوں کو یہ اطلاع نہیں بھیجی گئی۔ البتہ کرنل ڈیسی نے مجھے بریف کر دیا تھا تاکہ میں اپنے طور پر ہوشیار رہوں۔ میجر پرمود نے جواب دیا۔

”لیکن ہمیں ہوشیار رہنے کے لئے کیوں کہا گیا۔ ہمارا اس تنظیم سے کیا تعلق۔“ رانس نے کہا۔

”تعلق بن جاتا ہے۔ کیونکہ کرنل فریدی، علی عمران کے ساتھ میرا نام بھی شامل تھا۔“ میجر پرمود نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”ادہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ ٹھیک ہے۔ اب میں اپنی کوششیں تیز کر دوں گا۔“ رانس نے کہا۔ اور میجر پرمود نے اور کے کہہ کر رسیور رکھ دیا۔

گنگو کے دوران جانسن کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ اس لئے میجر پرمود رسیور رکھ کر اٹھا اور جانسن کی تلاش میں کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ ایک سخت بند دروازہ کھلا اور جانسن اندر داخل ہوا۔

”سرمیں نے کھانا منگوایا ہے۔ آئیے۔“ جانسن نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

”ادہ اچھا۔ میں بس یہی کہنے والا تھا۔“ میجر پرمود نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ جانسن کے پیچھے چلتا ہوا ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

دستک کی آواز سنتے ہی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر چوٹک پڑا۔ وہ ایک فائل کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اس نے ہاتھ بٹھا کر ٹیبل لیمپ آف کیا اور پھر فائل بند کر کے اس کا ٹیگ باندھا۔ اور فائل دروازے میں رکھ کر اس نے کہا۔

”یس۔ کم ان۔“ اس کی آواز اس کے جسم کی نسبت کہیں زیادہ بھاری تھی۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور نوجوان مائیکل اندر داخل ہوا۔ ”آؤ مائیکل بیٹھو۔“ ادھیڑ عمر نے میز کے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مائیکل صبر کرتا ہوا کرسی پر بیٹھ گیا۔

”مجھے اطلاع مل گئی تھی کہ تم مشن سے واپس آچکے ہو۔ میں تمہارا اشتہار ہی کر رہا تھا۔“ ادھیڑ عمر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

خصوصیات موجود نہیں ہوں گی۔ جن کی بنا پر ان کی شہرت ہے۔ وہ ذہانت، تیزی طراری، مستعدی، فوری فیصلہ کرنے کی صلاحیت سب کچھ مفقود ہو چکی ہوگی۔ اور وہ بالکل ایسے آدمی ہوں گے جیسے کہ عام لوگ ہوتے ہیں۔ اور عمر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ مائیکل کے بہرے پر ادھیڑ عمر کی بات سن کر بے پناہ حیرت کے آثار نمودار ہو گئے۔“
 ”ادماہ پر اس سے یہ ممکن ہو چکا ہے۔ یہ پر اس فور کارنر کے سائنسدان ادماہ کی بالکل جدید ترین ایجاد ہے۔ ابھی دنیا سو سال تک بھی اس پر اس کو نہیں سمجھ سکتی۔“
 ادھیڑ عمر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”لیکن کس طرح۔ اس کے کچھ اصول بھی تو ہوں گے۔“ مائیکل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”مجھے تفصیلات کا تو علم نہیں اور نہ ہی میں سائنسدان ہوں کہ ان تفصیلات کو سمجھوں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ ادماہ تیسویں کے تحت انسانی ذہن میں دس کھرب خلیے ہوتے ہیں۔ جن میں سے جب روشنی گزرتی ہے تو یہ خلیے کام کرتے ہیں۔ ہر خلیے کا علیحدہ علیحدہ کام ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ذہانت کے خلیے، تیزی طراری کے خلیے، مستعدی کے خلیے، موت کے سامنے ڈٹ جانے کے خلیے وغیرہ وغیرہ۔ ان کے سائنسی ہم تو علیحدہ ہیں۔ میں تو ہمیں مثال کے طور پر بتا رہا ہوں۔ ہر آدمی

ہاں۔ میں چولیس کو چھوڑنے گیا تھا۔ رپورٹ تو میں نے پہلے ہی بھجوا دی تھی۔ اب گریٹ چیف باس نے کیا فیصلہ کیا ہے۔“
 مائیکل نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”گریٹ چیف باس نے ایک بالکل نیا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس کے فیصلے کے مطابق کام کا آغاز بھی ہو چکا ہے۔“

ادھیڑ عمر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور مائیکل چونک پڑا۔
 ”اچھا کیا نیا فیصلہ کیا ہے۔“ مائیکل نے چونک کر پوچھا۔

”گریٹ چیف باس نے ٹاپ سائنسدانوں سے مشورے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ کرنل فریدی، علی عمران اور میجر پروتینوں کو اغوا کر کے پوائنٹ تھرٹین پر لے جایا جائے گا۔ جہاں ان تینوں کے ذہنوں کے خلیات جدید ترین مشینوں سے کور کرنے کے بعد مخصوص خلیات باہر نکال لئے جائیں گے۔ اور اس کے بعد ان خلیات کو سپر ایکٹس کے ماڈل ذہن میں پہنچا دیا جائے گا۔ اس کے بعد ان تینوں کو واپس بھجوا دیا جائے گا۔“
 ادھیڑ عمر نے کہا۔

”کیا مطلب۔ میں سمجھا نہیں۔ واپس کیسے بھجوا دیا جائے گا۔ کیا ان کی لاشیں بھیجی جائیں گی۔ لیکن کیوں۔“ مائیکل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”لاشیں نہیں۔ انہیں جیتی جاگتی حالت میں بھیجا جائے گا۔ وہ بالکل اسی طرح نارمل ہوں گے۔ انہیں ذرہ برابر بھی محسوس نہ ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ لیکن اب ان میں دو

کے ذہن میں یہ کمر بوں غلیبہ بیک وقت کام نہیں کرتے۔ اس لئے وہ عام سطح پر رہتے ہیں۔ لیکن بعض ذہنوں کے خاص خاص خیلوں میں قدرتی طاقت موجود ہوتی ہے۔ جنہیں ادنا ہوا پاس میں پیش و ن کا نام دیا گیا ہے۔ یہ پیش و ن ان خیلوں سے علیحدہ کر کے کسی اور ذہن میں پہنچا دی جائے تو وہی صلاحیتیں ان کے ذہن میں بھی اسی مقدار میں پیدا ہو سکتی ہے۔ کرنل فریڈی علی عمر ان اور میجر پرودہ کے ذہنوں میں پیش و ن اپنی انتہائی طاقت میں موجود ہے۔ یہ قدرتی چیز ہے۔ اسے ابھی تک مصنوعی طور پر ایجاد نہیں کیا جاسکا۔ ادنا ہوا پاس کے تحت ایک مصنوعی محلول ان کے ذہنوں میں انجکٹ کیا جائے گا۔ اس محلول کی یہ خاصیت ہے کہ یہ پیش و ن کی پوری مقدار اپنے اندر جذب کر لیتی ہے۔ اس کے بعد مشین کے ذریعے یہ محلول واپس باہر نکالا جائے گا تو پیش و ن ان لوگوں کے غلیات سے علیحدہ ہو کر اس محلول کے ذریعے باہر آجائے گا۔ اور پھر یہ محلول سپر سیکرٹ مردوس کے گریٹ انجینس کے ذہنوں میں مستقل طور پر انجکٹ ہو جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تینوں افراد کے پیش و ن ایک ذہن میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اور وہ ذہن ان تینوں کی صلاحیتوں کا مجموعہ بن جائے گا۔ جب کہ یہ تینوں عام انسان رہ جائیں گے۔ وہ پیش و ن ان کے ذہنوں سے غائب ہو جائے گی۔ یہ سارا پراسس مخصوص مشینری سے ہوگا۔ اور بعد میں کسی کو اس کا علم بھی نہ ہو سکے گا کہ ان کے

ساتھ ایسا ہوا ہے۔" ادیٹر عمر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
"ادہ واقعی یہ حیرت انگیز پراسس ہے۔ اس طرح کوئی ٹیکہ بھی نہ ہوگا۔ اور فورکار نرز کا مقصد بھی مل ہو جائے گا۔ ویری گیٹ" مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ ابھی فورکار نرز دنیا کے سامنے نہیں آتا چاہتی۔ اور اگر یہ لوگ مستقل طور پر غائب ہو جاتے یا انہیں ہلاک کر دیا جاتا تو تینوں حکومتیں المٹ ہو جاتیں۔ اور پھر ان تینوں کی بین الاقوامی پوزیشن بھی ہے۔ اس لئے لازماً بڑے پیمانے پر بھاگ و دوڑ شروع ہو جاتی۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس طرح فورکار نرز کے متعلق کسی کے علم میں آجاتا۔" ادیٹر عمر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔
"میرے خیال میں ان تینوں کے اعزاء کا مشن ہمارے سیکشن کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ اس لئے آپ کو اتنی تفصیلات کا علم ہے" مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔ بلیک اینڈ وائٹ گروپ ہی یہ مشن مکمل کرے گا۔ میں نے ابتدائی کام شروع کر دیا ہے۔ لیکن اب تک جتنا کام ہوا ہے اس میں سے پندرہ باتیں ہمارے خلاف جاتی ہیں۔ اس لئے مجھے تمہارا انتظار تھا۔" ادیٹر عمر نے کہا اور اس کی بات سن کر مائیکل بے اختیار چونک پڑا۔
"ہمارے خلاف جاتی ہیں۔ کیا مطلب۔" مائیکل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
"میں نے ان تینوں کی نگرانی کا کام شروع کر لیا تھا۔ علی عمران

ہی نہیں ہے۔ اس لئے وہ کریں مارتے رہیں، انہیں کچھ علم نہ ہو سکے گا۔ باقی رہا کرنل فریدی والا آرتھر۔ اس کے متعلق ابھی تک رپورٹ نہیں ملی۔ میرا آئیڈیا ہے کہ اس سے کوئی حقاقت ہوئی تو کرنل فریدی نے اسے کو کر لیا ہوگا۔ لیکن تم جانتے ہو کہ آرتھر پر جیسے ہی تشدد ہوگا اس کا ایس۔ وی نظام کام شروع کر دے گا۔ اور وہ ذہنی طور پر بلائینڈ ہو جائے گا۔ اس لئے مجھے اس کی طرف سے بھی کوئی فکر نہیں ہے۔" ادھیڑ عمر نے جواب دیا۔

"میں ان آدمیوں کی بات نہیں کر رہا بلکہ ان ایجنٹوں کی بات کر رہا ہوں۔ یہ اب ذہنی طور پر ہوشیار ہوں گے۔" مائیکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے ان کے اغوا کا ایک جامع منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ یہ لوگ ہمارے پاس صرف دو گھنٹے رہیں گے۔ اور اس کے بعد واپس پہنچا دیئے جائیں گے۔" ادھیڑ عمر نے کہا۔

"کیا منصوبہ ہے۔ مجھے بتائیے۔" مائیکل نے چونکتے ہوئے کہا۔

"یہ کافرئس البرٹ ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔ ان تینوں کے ڈپلیکیٹ لیبارٹری میں تیار ہو چکے ہیں۔ میٹنگ کے دو سیشن ہوں گے جن کے درمیان دو گھنٹوں کا وقفہ ہے۔ اور سیکورٹی کے سخت کوئی آدمی بھی البرٹ ہال سے باہر نہ جائے

کی نگرانی آرجر کر رہا تھا۔ صرف نگرانی۔ لیکن اس احمق سے ایک حقاقت ہوگئی۔ اور وہ ریڈ اور سمیت اس طیارے میں سوار ہو گیا جس میں علی عمران اپنے دو ساتھیوں سمیت سفر کر رہا تھا۔ پھر شاہد علی عمران کی تیز نظروں نے ریڈ اور کو چیک کر لیا، چنانچہ اس کے ساتھی کی نشاندہی پر گارڈز نے اسے پکڑ لیا۔ اور مجھے ایرپورٹ پر اسے ہلاک کرانا پڑا۔ اور ایرپورٹ سے میں نے سوئچر کے ذمے ان کی نگرانی لگا دی۔ اب سوئچر کے آدمی کامیابی سے اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کرنل فریدی کی نگرانی کے لئے آرتھر کی ڈیوٹی لگائی گئی اور وہ کرنل آرنلڈ کے ڈیوٹی کے روپ میں دماں پہنچ گیا لیکن ایرپورٹ سے کرنل آرنلڈ کی کوٹھی پہنچنے کے بعد آرتھر کی کھنٹ غائب ہو گیا اور کرنل آرنلڈ نے اس کی گمشدگی کی باقاعدہ رپورٹ درج کرائی ہے اور آرتھر کی طرف سے ابھی تک جبرٹ کو روک کر کوئی اطلاع نہیں ملی چنانچہ اب جسکین یہ کام سرانجام دے رہا ہے۔ البتہ میجر پرمود والا سلسلہ درست ہے جانشین جید ہوشیار ہے کام کر رہا ہے۔" ادھیڑ عمر نے کہا اور مائیکل بڑی طرح ہونٹ کاٹنے لگا۔

"باس۔ آپ نے بے حد جلدی کی ہے۔ آپ کو ابھی طرح علم تھا کہ یہ تینوں انتہائی تیز طرار لوگ ہیں۔ پھر آپ نے ان کی نگرانی کا کام عام ایجنٹوں کے سپرد کر دیا۔ اب وہ لازماً ہوشیار ہو گئے ہوں گے۔ اور ہمارا کام زیادہ مشکل ہو گیا ہوگا۔"

مائیکل نے کہا۔

"اوہ۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ان لوگوں کو اصل بات کا علم نہیں ہے۔ آرجر ہلاک ہو چکا ہے۔ اور آرجر کا سر سے بیک گراؤ نہ

”ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ میری موجودگی میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوگی۔ میں سارا مشن سمجھ گیا ہوں۔“ مائیکل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور کے۔۔۔ جا کر جیکب سے چارج سنبھال لو۔ ہتھار سی عدم موجودگی میں دہی کام کر رہا ہے۔ میں گریٹ چیف باس کو اطلاع دے دیتا ہوں۔“ ادھیڑ عمر نے کہا۔ اور مائیکل سر ہلاتا ہوا اٹھا اور کمرے کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

گا۔ بلکہ البرٹ ہال کے ساتھ کمرے انہیں آرام کے لئے وقف کئے گئے ہیں۔ پہلے سیشن میں شرکا کے ساتھی بھی شامل ہوں گے۔ لیکن دوسرا سیشن خصوصی اور خفیہ سیشن ہے جس میں صرف بیڈز شامل ہوں گے۔ اور پہلے سیشن کی تجویزوں پر متفقہ لائحہ عمل طے ہو گا۔ پہلے سیشن کے بعد ان کے ساتھی پہلے جائیں گے۔ اور یہ لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند ہو کر اپنی اپنی فائصل تجویزیں سوچیں گے۔ میں نے ان تین کمروں جن میں کرنل فریسی۔ علی عمران اور میر پرودہ ہوں گے۔ خصوصی انتظامات کرائے ہیں۔ جیسے ہی یہ لوگ کمروں میں پہنچیں گے۔ اصل آدمی دہان سے خفیہ راستوں سے نکال کر اڈاٹھ پراسس کے لئے پوائنٹ پر پہنچ جائیں گے۔ ان کی جگہ ڈپلیکیٹ لے لیں گے تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔۔۔ دو گھنٹوں بعد جب پراسس مکمل ہو جائے گا تو ڈپلیکیٹ کو نکال لیا جائے گا۔ اور ان تینوں کو دہان پہنچا دیا جائے گا۔ بس وہ یہی سمجھیں گے کہ انہیں منہ آنکھی رکھی اور ہمارا مشن مکمل ہو جائے گا۔۔۔ ادھیڑ عمر نے جواب دیا۔

”گڈ۔ یہ واقعی اچھی تجویز ہے۔“ مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”تمام انتظامات مکمل ہیں۔ اور اس مشن کے انچارج تم ہو گے تم اب ایسا کرو کہ جا کر ان انتظامات کو اچھی طرح چیک کرو۔ اور پھر اس مشن کو مکمل کر دو۔“ ادھیڑ عمر نے کہا۔

ویشنر کا جس کا سب سے ذہین سائنسدان - ایک ملاقات میں اس نے اس آئیڈے پر مجھ سے ذاتی طور پر ڈسکس کیا تھا۔ اس سے مجھے شک پڑا کہ اس تنظیم کی طرف سے ہماری نگرانی ہو رہی ہے۔

چونکہ یہ بال پوائنٹ ٹرانسمیٹر بنا رہا تھا کہ سر رافیل نے آخر کار اسے ایجاد کر لیا ہے۔ چونکہ میں اس تنظیم کو چھوگانا چاہتا تھا۔ اس لئے جہاز پر چڑھتے ہوئے میں نے دیوالہ اس بوڑھے کی عجیب میں منتقل کر دیا۔ تاکہ یہ پکڑا جائے۔ اور میں یہ بال پوائنٹ حاصل کر سکوں۔ اب یہ اتفاق ہے کہ اس کی سیٹ مہربانے ساتھ تھی اور جو لیب اصرار کر کے واپس بیٹھ گئی۔ اور پھر ایک نئی بات یہ ہوئی کہ ایر پورٹ پر اس بوڑھے کو گولی مار دی گئی۔ اور میرا پروگرام خراب ہو گیا۔ ورنہ اس ٹرانسمیٹر کی وجہ سے مجھے اس بوڑھے سے جو نئے والے لنک کا پتہ چل جاتا۔ اور اس تنظیم کا کوئی اہم آدمی سامنے آ جاتا۔ مجھے اس انتہائی اقدام کی توقع تھی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ہماری نگرانی بہر حال اب بھی ہو رہی ہوگی اور میں اب نئے آدمی کو تلاش کر کے اس لنک کو ڈھونڈھنا چاہتا ہوں۔ میرا پروگرام یہ ہے کہ اس ٹرانسمیٹر میں معمولی سی ٹیکنیکی تبدیلی کر کے میں اسے اس آدمی کی عجیب تنگ پہنچی دوں جو ہماری نگرانی کر رہا ہے۔ اس طرح لنک خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لئے تمہیں میں بعضی راستے سے بھیج دلا ہوں تاکہ وہ آدمی چپکے طور پر۔۔۔ اس دوران میں اس میں اپنی مرضی کی تبدیلی کر لوں گا۔

فرائیڈ نے کہا۔

سکا۔ چنانچہ بین الاقوامی سطح پر تمام اہم ممالک کے سربراہوں کی ایک
غنیہ میٹنگ ہوئی جس میں سپر پاورز بھی شریک ہوئیں اور ہر براعظم
کے اہم ممالک بھی۔۔۔ اور وہاں یہ فیصلہ ہوا کہ ایسے خدشات
کے خاتمے اور ان کے مقابلے کے لئے بین الاقوامی پلیٹ فارم
اقوام متحدہ کے تحت ایک مستقل ادارہ قائم کیا جائے جس میں ہر
ملک کی سیکرٹسریٹس اور ممبرز کے اہم نمائندے شامل ہوں۔ جن
کی سرپرستی وہ حکومت کرے گی۔۔۔ اور پھر مستقل بنیادوں پر ایسی
تحقیقوں کے خلاف کام ہو سکے۔ چنانچہ طے ہو گیا۔ اور حکومتوں
کی طرف سے ٹاپ ماہرین کو بھیجا گیا۔ یا کشمیر کی طرف سے ایکٹو
کی نمائندگی ہم کر رہے ہیں۔۔۔ جب کہ نیدرلینڈز سے کوئل
فری سی خود آیا ہے۔ اس طرح بلگرانیہ سے میجر پر پود آیا ہے۔ اور
اس طرح ہر ملک کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔ یہ سب مل کر
اس ادارے کو کالاً کچھ عمل طے کریں گے۔ اور اس کے بعد نمائندے
منتخب کر کے بھیجے جائیں گے۔۔۔ عمران نے کہا۔

”اوہ ٹیکس ہے۔ اب ہمیں بھی تو پتہ چلا کہ چکر کیسا ہے۔“

اس بار جولیا اور صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دونوں اٹھ کر میری و فی دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ جب کہ عمران مسکراتا ہوا اور اس کمرے سے نکلی کر راہداری سے گزرتا ہوا ایک تہہ خانے میں آگیا۔ اس تہہ خانے کے ایک حصے میں باقاعدہ درکشاپ قائم تھی۔ یہ اڈہ ایک جرمیا میں موجود پاکیشیا کے فارن اڈوں میں سے ایک تھا اور عمران نے یہاں آنے سے پہلے اسے خالی کر لیا تھا تاکہ وہ یہاں اطمینان سے کام کر سکے۔

اس نے درکشاپ کے سٹول پر بیٹھ کر بال پوائنٹ کو کھولا۔ اور پھر اس کے اندر موجود خفیہ اور جدید ترین ٹرانسمیٹر کو مختلف مشینوں کے ذریعے چیک کرنے لگا۔ وہ بڑے الجھاک سے کام میں مصروف تھا اور پھر کام کرتے کرتے ایک مشین کی ریڈنگ پڑھتے ہی وہ برسی طرح چونک پڑا۔ اس نے کاغذ پر یہ ریڈنگ لکھی۔ اور پھر بال پوائنٹ کو واپس اسمبل کرنا شروع کر دیا۔ بال پوائنٹ کو اسمبل کرنے کے بعد اس نے وہ ریڈنگ والا کاغذ اٹھایا۔ اور تہہ خانے کے دوسرے کونے میں موجود الماریوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے ایک الماری میں سے دنیا کا جغرافیہ کی نقشہ نکالا اور اُسے میز پر پھیلا کر اس پر بھجک گیا۔ وہ کاغذ پر موجود ریڈنگ کو بار بار دیکھتا اور پھر نقشے کو غور سے دیکھنے لگتا۔ چند لمحوں بعد اس نے لاطینی ایکرمیا کے مغربی حصے میں ایک علاقہ کے گرد پینل سے لمبا وائر ڈال دیا۔ اور غور سے اُسے دیکھ

لگا۔ پھر سر ہلاتے ہوئے اس نے وہ ریڈنگ والا کاغذ اٹھایا۔ اور اُسے آگ لگا کر جلادیا اور نقشہ واپس الماری میں رکھ کر وہ بال پوائنٹ اٹھائے لیبارٹری سے نکلا اور راہداری میں سے ہوتا ہوا واپس ڈرائنگ روم میں آگیا۔ وہیں صفدر اور جولیا دونوں موجود تھے۔ عمران کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی۔

”ہم نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے کوئی نگرانی نہیں ہو رہی“ جولیا نے عمران کو دیکھتے ہی کہا۔

”اچھا۔ کمال ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ بہتہاری آمد کو کوئی ہیبت ہی نہیں دی گئی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”کیا مطلب۔۔۔ میری آمد کی کیا ہیبت۔“ جولیا نے سمجھنے والے لہجہ میں کہا۔

”بہ ذوق لوگ ہیں۔ ورنہ تم جیسی خوب صورت حسینہ کی آمد کے بعد تو اس کو کتنی کسے باہر زیارت کرنے والوں کے ٹھٹھے کے لٹے لگ جاتے چاہئیں تھے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”تم پھر بگو اس پر اترا آئے۔“ جولیا نے مصنوعی غصے اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”میں اب ایک ادبیات سوچ رہا ہوں۔“ صفدر نے اب تک خاموش بیٹھا تھا زبان کھولتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ یہاں آتے ہی باا آدم ہی نہ لگا ہو گیا۔ تمہیں گنتی بھول گئی۔ ایک اور کا مطلب ہے دوسری۔“ عمران

سچ لو۔ میں اور صفدر بازار جا رہے ہیں۔ میں تمہارے لئے سوٹ
خرید کر لاتی ہوں۔ اور تم نے وہی سوٹ پہن کر کل بین الاقوامی
مینگ میں جانا ہے۔ ورنہ میں تمہیں گولی مار کر خودکشی کر لوں گی
جولیا نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”وہاں اس مینگ میں خواتین بھی ہوں گی۔ اور اگر ان میں
سے کسی کو یہ سوٹ پسند آ گیا تو۔۔۔“ عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

”خواتین نے اس سوٹ کا کیا کرنا ہے۔ میں۔۔۔“ عمران سوٹ
کی بات کر رہی ہوں۔۔۔ جولیا بے چہکار تہمتیں لگاتے ہوئے کہا۔
”میں بھی تو اس سوٹ میں ہوں گا۔“ عمران نے کہا۔
اور صفدر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

”اب اتنے گلفام بھی نہیں ہو۔ خواہ مخواہ کی خوش فہمی ابھی
نہیں جوتی۔“ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا اور صفدر کا
ہاتھ پکڑے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ اور ان کے جانے کے بعد
وہ اٹھا اور اس نے ٹیلی فون اٹھا کر اپنی گود میں رکھا۔ اور
سیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔
”یس۔۔۔ آرلنڈ یاؤس۔۔۔“ چند لمحوں بعد ایک آواز
سنائی دی۔

”میں علی عمران بول رہا ہوں۔ یہاں کرنل فریہ سی ہوں گے
ان سے بات کرائیے۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے

نے کہا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔
”آپ ٹانے کی کوشش نہ کریں۔ آپ نے دراصل ہمیں کوا
سے باہر نکلنے کے لئے یہ چکر چلایا ہے۔ تاکہ آپ اطمینان
اس بال پوائنٹ کے ذریعے کوئی چکر چلا سکیں۔“ صفدر
نے کہا۔

”بال پوائنٹ کے ساتھ چکر۔ کمال ہے۔ اب بیچاری بے جان
چیزوں کے ساتھ بھی چکر چلنے لگ گئے ہیں۔ یہ لو اسے تم رکھا
لو۔ میں تو سمجھتا تھا اس میں ٹرانسمیٹر ہوگا۔ لیکن یہ تو بالکل
سادہ ہے۔۔۔“ عمران نے منہ ملتے ہوئے کہا۔ اور
ہاتھ میں پکڑا ہوا بال پوائنٹ صفدر کی طرف بڑھا دیا۔
”کیا مطلب۔۔۔ یہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھتے تھے۔“

صفدر نے حیران ہو کر کہا۔
”نہیں۔۔۔ اس کی شپ وہی ہے۔ ورنہ یہ عام بال پو
ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”اوہ۔ اس کا تو مطلب ہے کہ آپ کا تعمیر کردہ سارا
ریت کا ثابت ہوا۔“ صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔
”ریت سے بھی زیادہ بے کار۔ اب تو مجھے افسوس ہو
ہے کہ وہ بے چارہ بوڑھا مفت میں مارا گیا۔“ نجانے کون
عمران نے کہا۔

”مجھے تمہاری کسی بھی بات پر اعتماد نہیں۔ تم جب چاہو
بات کو اپنی مرضی سے پلٹ لیتے ہو۔ بہر حال میری ایک با

میں کہا۔
 "یس سر۔۔۔ ہولڈ آن کیجیے۔۔۔ دوسری طرف سے
 کہا گیا۔ اور عمران مسکرا کر خاموش ہو گیا۔
 "یس۔ کرنل فریدی سیپینگ۔۔۔ پندرہ لمحوں بعد
 کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔
 "کرنل صاحب۔۔۔ میں نے لوکیشن چیک کر لی ہے۔ لاطینی
 ایکرمیا کا مغربی حصہ سامنے آیا ہے۔۔۔ عمران نے
 سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "اچھا۔ گڈ۔ تو وہ بال پوائنٹ کام آئی گیا۔ میری بھی نگرانی
 جو رہی تھی۔ کرنل آرنلڈ کا ڈیوڑا اس کام پر تعینات تھا۔ میں نے
 اس کا میک اپ چیک کر لیا تھا۔۔۔ لیکن اُسے کور کرنے کے
 بعد جیسے ہی میں نے اس سے پوچھ گچھ شروع کی۔ اس کا ذہن
 یک لمٹ بلائینڈ ہو گیا۔ اور مجبوراً کرنل آرنلڈ کو اس کی لاش
 ہی غائب کرانا پڑی۔ اور پولیس میں اس کی گمشدگی کی رپورٹ
 درج کرادی گئی ہے۔ ورنہ یہاں کی پولیس مسئلہ کھڑا کر دیتی"
 کرنل فریدی نے جواب دیا۔
 "مجھے ایک اور شک پڑ رہا ہے۔ یہ میلہ ہمارے کبیل غائب
 کرنے کے لئے منعقد کیا جا رہا ہے۔۔۔ عمران نے کہا۔
 "میں تمہاری بات سمجھ گیا۔ اس کا مطلب ہے میٹل کے
 دوران ہمیں ہوشیار رہنا ہوگا۔" کرنل فریدی نے
 ہنستے ہوئے کہا۔

"وہ کیا کہتے ہیں جیب پاکٹ سے ہوشیار۔ بس ایسی ہی
 صورت حال ہوگی۔" عمران نے کہا۔
 "میں نے کیپٹن حمید کو اس لئے البرٹ مال کا راؤنڈ لگانے
 بھیج دیا ہے۔ مجھے یقین ہے جو کچھ ہوگا وہیں ہوگا۔"
 کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "ہمارے ساتھ تو جو ہوگا سو ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ کیپٹن حمید
 کے ساتھ اب تک بہت کچھ جوچکا ہوگا۔" عمران نے کہا۔
 "کیا مطلب۔۔۔ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے"
 کرنل فریدی نے پوچھتے ہوئے کہا۔
 "جو آج تک مجنوں کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ میں نے سنا ہے
 کہ اس مال کے انتظامات کے لئے ایکرمیا کی حسین ترین
 لڑکیاں تعینات کی گئی ہیں۔" عمران نے کہا۔ اور دوسری
 طرف سے کرنل فریدی بے اختیار تہقیر مار کر ہنس پڑا۔
 "میں نے اُسے سمجھا دیا ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ ڈیوٹی میں لڑکیاں
 حارج نہیں ہوتیں۔" کرنل فریدی نے کہا۔
 "لوکیوں میں ڈیوٹی حارج ہوگی تو۔" عمران نے کہا۔ اور
 کرنل فریدی ایک بار پھر ہنس پڑا۔
 "اس حرج کو میں دور کرنا جانتا ہوں۔ تم یہ لوکیشن کل کافر نس
 میں آؤٹ کر دو گے۔" کرنل فریدی نے کہا۔
 "ارے نہیں کرنل صاحب۔ تقاریر نے میں مجھ جیسے کمزور
 کی آواز کس نے سنی ہے۔ دماغ تو بڑے بڑے لال بھکڑا کٹھن

ہوں گے۔ — عمران نے کہا۔
 "اوه۔ اس کا مطلب ہے تم ان سے مٹ کر کام کرنا چاہتے ہو۔ — کرنل فریڈی نے چونک کر کہا۔
 "فی الحال تو میں یہاں تفریح کرنے آیا ہوں۔ جویا ساتھ ہے۔
 وہ میرے لئے سوٹ خریدنے گئے تھے۔ اسے میرا خصوصی تیار کردہ سوٹ تعلقا پسند نہیں آیا۔ — عمران نے کہا۔
 "میں سمجھ گیا کہ تم ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکے۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ اگر کوئی فیصلہ کر دو تو مجھے بتا دینا۔ میں ہتھاراکمیل ساتھ دوں گا۔ — کرنل فریڈی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 "یعنی جویا کے لئے سوٹ میں آپ بھی حصہ دار بننا چاہتے ہیں۔ کم از کم میں یہ رقابت برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے گڈ بائی۔ — عمران نے مصنوعی طور پر غصیلے انداز میں کہا اور ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

میجر پر مود نے گھنٹی بجتے ہی ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا لیکن رسیور اٹھاتے ہی وہ برسی طرح چونک پڑا۔ کیونکہ اس کے حواس کانوں میں ایک ایسی آواز پڑی تھی جیسے کسی اور نے بھی کہیں رسیور اٹھالیا ہو۔ اور میجر پر مود نے ہونٹ بھیجنے لئے۔

تھیلو ہیلو — میں رانس بول رہا ہوں۔ — دوسری طرف سے رانس کی آواز سنائی دی۔
 "یس — پر مود بول رہا ہوں۔ — میجر پر مود نے ہونٹ کاٹتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔
 "اس ڈرائیور اور بوڑھے دونوں کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ — ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ کسی خلائی سیارے سے یہاں آئے ہوں۔ کوئی بھی ان کا واقف نہیں ہے۔ میں نے

رسیور اٹھائے کھڑا تھا۔ اس کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ میجر پرمود تیزی سے واپس مڑا اور پھر بیچوں کے بل دوڑتا ہوا وہ واپس پہلے دالے کمرے میں آیا اور اس نے میز پر رکھا جہاں رسیور اٹھا لیا۔ ابھی رسیور پر خاموشی طاری تھی۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ میں رانس بول رہا ہوں“۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے رانس کی آواز سنائی دی۔

”یس۔۔۔ میں سن رہا ہوں“۔۔۔ میجر پرمود نے جواب دیا۔

”سر۔۔۔ رپورٹ کے مطابق علی عمران نے آرنلڈ کاؤنٹس میں کرنل فریدی سے بات کی ہے۔ اور اس بات چیت میں دو تین چیزوں کا ذکر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ علی عمران نے کرنل فریدی کو بتایا ہے کہ اس نے لوکیشن چیک کر لی ہے۔ یہ لوکیشن لاطینی ایکریمیا کی مغربی سائیڈ کا علاقہ ہے۔ جس کے جواب میں کرنل فریدی نے بتایا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ بال پوائنٹ کام آگیا۔ اس کے بعد کرنل فریدی نے علی عمران سے پوچھا۔

ہے کہ کیا وہ کل کا نفرنس میں یہ لوکیشن آڈٹ کرے گا تو علی عمران نے انکار کر دیا۔ اس پر کرنل فریدی نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ علیحدہ ہٹ کر کام کرنا چاہتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس نے آفر کی کہ وہ عمران کے ساتھ مکمل تعاون کے لئے تیار ہے۔ لیکن عمران بات ٹال گیا۔ اس کا ل سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ کرنل فریدی نے اس ڈرائیور کا میک اپ چیک کر لیا تھا۔ لیکن جب ڈرائیور سے پوچھ گچھ کی تو اس کا ذہن بلائفٹ ہو گیا۔ اور پھر

بڑھنے کی لاش کا چہرہ بھی چیک کر لیا کہ شاید وہ میک اپ میں ہو۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہے۔ دسے ایرٹ ہال میں آج کرنل فریدی کے ساتھی کمیشنر حمید کو گھوسٹے دیکھا گیا ہے۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی خاص چیز کی نگرانی کر رہا ہو۔۔۔ رانس نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ کرنل فریدی محتاط ٹائپ آدمی ہے۔ اس لئے اس نے پہلے اپنے طور پر چکنگ ضروری سمجھی ہوگی۔ عمران کے متعلق کیا رپورٹ ہے۔“۔۔۔ میجر پرمود نے پوچھا۔

”وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نہیں نکلا۔ میں نے اس کا فون ٹیپ کر لیا ہے۔ ابھی تک اس کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں ملی۔ ایک منٹ۔ رپورٹ آرہی ہے۔ ہولڈ آن کریں“۔

دوسری طرف سے رانس نے کہا۔ اور پرمود نے سر ہلاتے ہوئے رسیور اتنی آہستگی سے رکھا کہ اس کے رکھنے کی آواز پیدا نہ ہو۔ اور پھر خود وہ دبے قدموں آگے بڑھتا ہوا دروازے

سے باہر نکل کر راہداری میں آیا اور دیوار کے ساتھ چلتا ہوا راہداری کے آخری کمرے کی طرف بڑھتا گیا۔ راہداری کے آخری کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔ میجر پرمود اس طرح چل رہا تھا کہ ملکی سی آواز بھی پیدا نہ ہو رہی تھی۔ اور پھر اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر ذرا سا سر آگے کیا اور کھلے دروازے میں سے اندر جھانکا۔ اور دوسرے لمحے اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ کمرے کے کونے میں جانسن ماتھے میں

انہی اور طوفان کی طرح آتی ہے۔" میجر پرمودہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور جانسن نے سر ہلادیا۔

جانسن کی پیروی میں میجر پرمودہ راہداری میں گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا جو واقعی ایک آرام دہ خوابگاہ تھی۔

"او۔ کے۔ ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ اب دو گھنٹے تک تو مجھے

ہوش ہی نہیں رہے گا۔" میجر پرمودہ نے کہا اور لباس اتارنے لگا۔ جانسن کمرے سے باہر چلا گیا۔ میجر پرمودہ نے

لباس اتارا اور پھر راہداری میں موجود ٹائٹ سوٹ پہن کر وہ

بستر پر دراز ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے کے

تاثرات سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ گہری نیند سو گیا

ہو۔ لیکن اس کی آنکھوں میں معمولی سی درز موجود تھی۔ اور اس

نے جان بوجھ کر چہرہ دروازے کی طرف ہی رکھا تھا۔ اور

پھر اس کی توقع تھی عین مطابق دس منٹ بعد دروازہ آہستہ سے

کھلا اور جانسن بڑے محتاط انداز میں اندر داخل ہوا۔ اس نے

قریب آکر غور سے میجر پرمودہ کو دیکھا۔

"سر۔ آپ کی کال ہے۔" اس نے ذرا اونچی

آواز میں کہا۔ لیکن میجر پرمودہ جان بوجھ کر خاموش پڑا رہا۔

دو تین آوازیں دینے کے بعد جانسن واپس مڑا اور باہر نکل

کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ میجر پرمودہ اُسی طرح خاموش پڑا رہا۔

اس کے کان پر دروازے کی طرف ہی لگے ہوئے تھے۔ اور پھر

کمری آرنلڈ نے اس کی لاش ہی غائب کر کے پولیس میں اس کی

گمشدگی کی رپورٹ درج کرا دی ہے۔" رانسن نے

تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ایسی ہی اطلاع ان دونوں کو بھی پہنچ

چکی ہے۔ اور وہ اس پر اپنے اپنے طور پر کام کر رہے ہیں۔

ٹھیک ہے کرنے دو انہیں کام۔" میرا خیال ہے ہمیں کسی

قسم کی مداخلت کی ضرورت نہیں ہے۔" میجر پرمودہ نے

کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے مسیور رکھ دیا۔ مسیور

رکھ کر وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور اس طرح انگوٹیاں لینے لگا جیسے

اُسے شدید نیند آرہی ہو۔

چند لمحوں بعد جانسن مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"اوہ سر۔ آپ کو شاید نیند آرہی ہے۔" جانسن نے

مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ مجھے شدید نیند آرہی ہے۔ میں دو گھنٹے سونا چاہتا

ہوں۔" میجر پرمودہ نے زور سے انگریزی لیتے ہوئے کہا۔

"آئیے سر۔ میں آپ کو خواب گاہ میں لے چلتا ہوں۔"

جانسن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور میجر پرمودہ کی تیز نظروں

نے فوراً اس کی آنکھوں میں پیدا ہونے والے اطمینان کے

تاثرات نوٹ کر لئے۔ اور وہ مسلسل انگوٹیاں لیتے ہوئے

اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرے ساتھ یہ بڑی مصیبت ہے کہ جب نیند آئے تو

چند لمحوں بعد اس کے حساس کانوں میں قدموں کی جاتی ہوئی آواز ابھری تو اس نے آنکھیں کھولیں اور انتہائی احتیاط سے اٹھ کر بستر سے نیچے اترا۔ پھر اس نے انتہائی برق رفتاری سے ٹائٹ سوٹ اتار کر دوبارہ اپنا لباس پہنا۔ اور دو بے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دروازہ آہستگی سے کھول کر باہر جھانکا تو راہداری خالی تھی۔ وہ باہر آیا۔ اور احتیاط سے آگے بڑھتا گیا۔ لیکن چند لمحوں بعد اس کی سیرت کی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے تمام کمرے دیکھ ڈالے جانس کہیں موجود نہ تھا۔ بیرونی دروازہ بھی اندر سے بند تھا۔ اس سے یہی مطلب نکالا جا سکتا تھا کہ جانس سے عمارت کے اندر پریمود نے ہونٹ بھینچے اور پھر وہ ایک بڑے کمرے میں آگیا۔ اب اس کے ذہن میں کسی تہہ خانے کا تصور ابھرا آیا تھا۔ اور تہہ خانے کا تصور ابھرتے ہی وہ اس کمرے میں آگیا۔ کیونکہ اس کمرے کی ساخت ایسی تھی کہ اگر کوئی تہہ خانہ ہو سکتا تھا تو اس کمرے کے نیچے ہو سکتا تھا۔ اس نے کمرے کے فرش پر بیٹھا جو قالین کونوں سے اٹایا کر کوکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر دائیں طرف کے کونے کو اٹھاتے ہی وہ چونک پڑا۔ وہاں فرش کی ٹائیل دوسری ٹائیلوں سے ذرا سی ابھری ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔ پریمود نے آہستگی سے ٹائیل پر ہاتھ رکھ کر اُسے دبایا تو سامنے دالی دیوار درمیان سے پھٹ کر دونوں سائیڈوں میں غائب ہو گئی۔ اور نیچے جاتی ہوئی سیرٹھیاں صاف دکھائی دینے لگیں۔ پریمود آگے بڑھا۔ اور

آہستگی سے سیرٹھیاں نیچے اترتا گیا۔ اس نے تیسری سیرٹھی پر جیسے ہی قدم رکھا۔ اس کے عقب میں دیوار برابر ہو گئی۔ سیرٹھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا جو بند تھا۔ میجر پریمود اس دروازے پر پہنچا تو اُسے دوسری طرف سے جانس کی آواز سنائی دی اور میجر پریمود نے کان دروازے کے ساتھ لگا دیئے۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ زیر و بھرتی مٹانگ۔۔۔ اور۔۔۔ جانس کی مدہم سی آواز سنائی دی۔"

اور میجر پریمود نے ہونٹ کاٹتے ہوئے دروازے کو ذرا سا دبایا۔ دروازہ اندر سے بند نہ تھا اس لئے تھوڑا سا کھل گیا۔ اور میجر پریمود نے اندر جھانکا تو اس نے جانس کو کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ سامنے میز پر ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا۔

"یس۔۔۔ مائیکل اسٹینڈنگ اور۔۔۔ ایک آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی۔"

"۔۔۔ ایک اہم رپورٹ دینی ہے اور۔۔۔ جانس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔"

"تم کہاں سے کال کر رہے ہو۔ میجر پریمود کہاں ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے سخت لہجے میں پوچھا گیا۔"

"میں اپنے پوائنٹ سے بات کر رہا ہوں۔ میجر پریمود ادھر خواجگاہ میں انتہائی گھری نیند سو رہا ہے۔ میں نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے۔ رہے فکر میں اور۔۔۔ جانس نے جواب دیا۔"

اس نے لوکیشن چیک کر لی ہے۔ اور یہ لوکیشن لاطینی ایجوکریٹو کی مغربی سائیڈ کا علاقہ ہے۔ جس پر کرنل فریدی نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ لوکیشن کا نفرنس میں آؤٹ کرے گا۔ اور کسی بال پوائنٹ کا حوالہ بھی دیا گیا کہ وہ کام آگیا۔ لیکن علی عمران نے لوکیشن آؤٹ کرنے سے انکار کر دیا جس پر کرنل فریدی نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ وہ ہٹ کر علیحدہ کام کرنا چاہتا ہے۔ اور اس سلسلے میں اپنے اتحادی کا یقین دلایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کرنل فریدی کا اسسٹنٹ کمیشنر حمید البرٹ بال کی چیکنگ کے لئے گیا ہوا ہے اور۔۔۔ جانسن نے کہا۔

”اوہ۔ یہ واقعی انتہائی اہم اطلاع ہے۔ آرٹھر علی عمران کے تعاقب میں تھا۔ اور اس کے پکڑے جانے پر اُسے گولی مار دی گئی۔ وہ ٹرانسپیر بال پوائنٹ اُسی کے پاس ہوگا۔ ہمیں اس بارے میں اطلاع نہ ہتی ورنہ وہ بال پوائنٹ اس سے حاصل کر لیا جاتا۔ اور بال کی چیکنگ کا مطلب ہے کہ صورت حال ان عینوں کے علم میں ہے۔۔۔ ٹھیک ہے۔ میں گریٹ جین باس سے بات کرتا ہوں۔ اب ہمیں پلاننگ شاید تبدیل کرنی پڑے۔ بہر حال تم میجر پرودہ کی سخت نگرانی کرتے رہو اور پوری طرح ہوشیار رہنا۔ وہ بے حد تیز آدمی ہے اور۔۔۔ مائیکل نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔۔۔ میجر پرودہ کا میں نے مکمل اعتماد حاصل کر لیا ہے اور۔۔۔ جانسن نے بڑے اعتماد بھرے

ٹھیک ہے۔ بتاؤ کیا رپورٹ ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے مطمئن رہے میں جواب دیا گیا۔

”سہ۔ میجر پرودہ کا خاص آدمی رانس یہاں موجود ہے۔ میجر پرودہ کے پاس کرنل ڈی کو خفیہ اطلاع ملی تھی کہ کوئی بین الاقوامی تنظیم ایشیا کے بڑے ایجنٹوں کو اغوا کرنا چاہتی ہے۔ جس میں پالیسیا کے علی عمران۔ نیدرلینڈ کے کرنل فریدی اور بلگاریہ کے میجر پرودہ کا نام شامل ہے۔ اس لئے وہ بے حد محتاط تھا۔ اور اس نے یہاں آنے سے پہلے رانس کو تحقیقات پر تعینات کر دیا تھا۔ ابھی تھوڈی دیر پہلے رانس نے اطلاع دی ہے کہ کرنل فریدی اور علی عمران کو بھی ایسی ہی اطلاعات ملی ہیں۔ کرنل فریدی کو اپنے ڈرائیور پر شک ہوا۔ اس نے اس کا میک اپ چیک کر لیا تھا۔ لیکن پوچھ گچھ شروع ہوتے ہی وہ آدمی بلائیڈ ہو گیا۔ چنانچہ کرنل آرنلڈ جس کے پاس کرنل فریدی ٹھہرا ہوا ہے اس نے اس کی لاش غائب کرا دی۔ اور پھر پولیس میں مجسٹری کی رپورٹ کرا دی اور۔۔۔ جانسن نے کہا۔

”یہ ہمیں معلوم ہے۔ اور کچھ اور۔۔۔ مائیکل نے سخت بات میں جواب دیا۔

”نیں۔۔۔ اہم اطلاع یہ ہے کہ علی عمران نے کرنل فریدی کا لال کیا ہے۔ اور رانس نے اس کا لال کو چیک کر کے میجر پرودہ رپورٹ دی ہے کہ علی عمران نے کرنل فریدی کو بتایا ہے۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ میجر پرمود کا لنگ اور۔۔۔“ میجر پرمود نے فریکوئنسی سیٹ کرتے ہی کہا۔ اس نے بلگاریہ میں اپنے بے کمرل ڈی کی فریکوئنسی سیٹ کی تھی

”یس۔۔۔ کمرل ڈی انڈنگ اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد کمرل ڈی کی مخصوص بھاری آواز سنائی دی۔

”۔۔۔ میں ایکریٹیا سے بول رہا ہوں۔“ میجر پرمود نے کہا۔ اور اس نے اب تک کی تمام اطلاعات تفصیل سے کمرل ڈی تک پہنچا دیں۔

”اوه۔ اس کا مطلب ہے کہ نہ صرف اطلاع درست تھی بلکہ جظیم باقاعدہ کام بھی کر رہی ہے اور۔۔۔“ کمرل ڈی نے کہا۔

”یس۔۔۔ میں نے ان کے ہیڈ کوارٹر کی فریکوئنسی معلوم کر لی ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں ان پر ابھی ٹوٹ پڑوں اور۔۔۔“ میجر پرمود نے کہا۔

”ابھی تک اس تنظیم کی اس ساری کارروائی کا اصل مقصد تو ماننے نہیں آیا۔ کہ یہ چاہتی کیا ہے۔ تم ایسا کرو کہ ڈائریکٹیشن ابھی مت کرو۔۔۔“ درنہ ہو سکتا ہے یہ لوگ کہو فلاج اجائیں۔ رائسن کو یہ فریکوئنسی بتا کر اُسے ہدایت کر دو کہ وہ اس کی صحیح لوکیشن ٹریس کرے اس کے بعد اس مائیکل کا پتہ چل جائے تو اس سے صحیح صورت حال سامنے آ سکتی ہے۔ اس کے بعد سوچ سمجھ کر کوئی اقدام کیا جانا چاہیے اور۔“

”بچے میں جواب دیا۔ اور میجر پرمود نے ہونٹ پیچھنے لگے۔

”او۔۔۔ کے۔۔۔ اور اینڈ آل۔۔۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

جانسن نے ٹرانسمیٹر آف کرتے کرتے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ میجر پرمود نے ہاتھ میں موجود ریوالتور کا ٹریگر دبا دیا۔ ایک دھماکہ ہوا اور جانسن کا جسم اچھل کر ٹرانسمیٹر والی میز پر منہ کے بل گرا۔ اُسے چیخنے کی بھی مہلت نہ ملی تھی۔ گولی نے اس کی کھوپڑی کو کھنکھنے کے فرش پر پھینک دیا تھا۔ میز سے ٹکرا کر جانسن کا مردہ جسم کرسی سمیت پہلو کے بل نیچے فرش پر گر گیا۔

میجر پرمود نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ کھولا اور تیر کی طرح اڑتا ہوا ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھا۔ اس کا ہٹن ابھی آت نہ ہوا تھا۔ اس لئے ٹرانسمیٹر پر موجود فریکوئنسی صاف نظر آ رہی تھی۔ میجر پرمود نے جھک کر فریکوئنسی چیک کی اور پھر ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ہٹن آت ہوتے ہی فریکوئنسی بھی خود بخود زبرد ہو گئی۔ اس لئے میجر پرمود نے ٹرانسمیٹر آف ہونے سے پہلے ہی جانسن کی کھوپڑی اڑا دی تھی تاکہ وہ فریکوئنسی چیک کر سکے۔

وہ چند لمحے خاموش کھڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس پر فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ ٹرانسمیٹر کی ساخت دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ انتہائی لاٹک ریج ٹرانسمیٹر ہے۔ حالانکہ جسم کے لحاظ سے وہ اتنی لانگ ریج کے ٹرانسمیٹر سے انتہائی چھوٹا نظر آ رہا تھا۔

”سنو۔ جانسن غلط آدمی تھا۔ اس نے تمہاری بتائی ہوئی معلومات اس فرکیوئی پر کسی باس مائیکل کو دی ہیں۔ مجھے چونکہ تمہاری رپورٹ لکھی تھی کہ پوچھ گچھ ہوتے ہی کرنل فریڈی کے ڈرائیور کا مائیکل بلیک ہو گیا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے براہ راست پوچھ گچھ سے گریز کیا۔ اس طرح یہ فرکیوئی اور مائیکل کا نام سامنے آیا ہے۔ میں نے کرنل ڈی سے بات کر لی ہے۔ اس کی ہدایت ہے کہ فی الحال ہمیں اس تنظیم کے کوائف اور ان کی کارروائی کا اصل مقصد معلوم کرنا ہے۔ اس لئے اب یہ کام تم نے کرنا ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری نگرانی لازماً ہوگی۔“ میجر پرمود نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں چیک کرتا ہوں۔ ویسے مائیکل کا لہجہ نے سنا ہو؟۔ کیا آپ اس لہجے میں بات کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میں ایک مائیکل کو جانتا ہوں۔ جو سکتا ہے کہ وہی ہو۔“ انسن نے جواب دیا۔

”اس کا لہجہ کچھ اس طرح کا تھا۔“ میجر پرمود نے مائیکل کے لہجے کی نقل کرتے ہوئے کہا

”اوہ۔ بالکل ٹھیک ہے سر۔ یہ وہی مائیکل ہے۔ میں پہچان لیا ہوں۔ اب یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو جائے گا۔“ رانسن کی مسرت بھری آواز سنائی دی۔

”کون ہے یہ۔“ میجر پرمود نے چونک کر پوچھا۔

”سر۔ یہ نوجوان آدمی ہے۔ اور یہاں ایک میا میں ایک گروپ

کرنل ڈی نے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔ میں آپ کا اشارہ سمجھ گیا ہوں۔ اب میں مائیکل کو بھی کوہ کر لوں گا اور تنظیم کا اصل مقصد بھی سامنے آ جائے گا اور۔“ میجر پرمود نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”انتہائی محتاط رہنا۔ یہ کوئی عام تنظیم نہیں لگتی اور۔“

دوسری طرف سے کرنل ڈی نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں سر اور۔“ میجر پرمود نے کہا۔

اور پھر دوسری طرف سے کرنل ڈی کی طرف سے ادا کئے گئے اور اینڈ آف کے الفاظ سنتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر آف کیا اور تیز قیصر قدم اٹھاتا تہہ خانے سے نکل کر واپس پہلے والے کمرے میں آیا اور وہاں سے ٹیلی فون والے کمرے میں پہنچ گیا اس نے رسیور اٹھایا اور رانسن کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔ رانسن سپیکنگ۔“ چند لمحوں بعد رانسن کی آواز سنائی دی۔

”میجر پرمود۔“ ایک ٹرانسمیٹر فرکیوئی نوٹ کر دے

میجر پرمود نے کہا۔ اور پھر اس نے وہی فرکیوئی دہرا دی جہ پر جانسن نے مائیکل سے بات کی تھی۔

”یس سر۔ میں نے نوٹ کر لی ہے۔“ رانسن کی آواز سنائی دی۔

بیک اینڈ وائٹ نامی کام کرتا ہے۔ پیشہ ور قاتل گروپ ہے یہ۔
یہ مائیکل اس کا بچہ راج ہے۔ اس کی بیوی جولین بھی اس کے ساتھ
رہتی ہے۔ مجھے اس کا شک نہ معلوم ہے۔ کننگسٹن روڈ پر
واقعہ کننگ پلازہ کے خلیفہ نمبر چوبیس میں ان کی رہائش ہے۔
رانسن نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ویہی گڈ رانسن۔ ویہی گڈ۔ میرا خیال ہے۔ یہ مائیکل
چونکہ باس ٹاپ آدمی ہے۔ اس لئے اس کا ذہن بلائٹ نہ ہو گا۔
ٹھیک ہے۔ میں ذرا اسے چیک کرنا چاہتا ہوں۔ تم صرف مجھے
یہ چیک کر کے فون کر دو۔ کہ یہ اس وقت کہاں موجود ہے۔“

بجبر پر موجود نے مسرت بھرے پہلے میں کہا۔
”ٹھیک ہے۔ میں ابھی اسے ٹریس کر کے آپ کو فون
کرتا ہوں۔“ رانسن نے جواب دیا۔ اور میجر پر موجود نے اوکے
کہتے ہوئے ریور رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک
ابھر آئی تھی۔

کیپٹن حمید البرٹ مل کا چکر لگانے کے بعد وہاں سے
نکلا اور سیدھا شیرٹن ہو مل پہنچ گیا جہاں قاسم رہائش پذیر تھا۔
البرٹ مل میں چونکہ کوئی خاص بات اس کی نظروں میں نہ آئی تھی۔
اس نے اس سے سوچا کہ اطمینان سے جا کر کنٹرل فریڈی کو رپورٹ کر
دے گا۔

شیرٹن ہو مل کے شاندار مل میں داخل ہوتے ہی وہ چونک پڑا۔
کیونکہ ایک کونے میں موجود میز پر نہ صرف قاسم بیٹھا ہوا تھا بلکہ
اس کے گرد چار خوب صورت لڑکیاں بھی موجود تھیں اور قاسم
کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار تھے۔ کیونکہ چاروں
لڑکیاں اس طرح اس پر بچھا رہی تھیں جیسے ان کا بس نہ چل
رہا ہو کہ وہ قاسم کو اٹھا کر اپنی آنکھوں میں رکھ لیں۔
”واہ۔ اسے کہتے ہیں خوش قسمتی۔ اکٹھی چار چار۔“

قاسم نے فوراً ہی دونوں باتوں سے کان پکڑتے ہوئے اور لڑکیاں حیرت سے اُسے دیکھنے لگیں۔
 ”اچھا نامھرموں سے باتیں کرنا گناہ نہیں ہے۔“ لڑکیوں نے فرشتے کو دیکھ رہے ہوں گے۔“ کیپٹن حمید نے میں گناہ ہوتا ہوئے کہا۔
 ”ہی۔ ہی۔ ہی۔ میں نے پہلے ہی بندہ کیوں نکالنا ہے۔“ قاسم نے طنزیہ انداز میں منہ کیوں نکالنا ”بندہ دلت کو لیا ہے۔ کس کا۔“ کیپٹن حمید نے ہوتے ہوئے کہا۔
 ”ان فرشتوں کا۔ اور کس کا۔ میں نے ویٹر کو کہہ۔“ کیپٹن حمید کہ میرے کمرے میں وہ ظہور مہور شراب رکھ دے مہر رہا قاسم نے منہ ہوتے ہوئے کہا۔
 ”شراب ظہور۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے۔“ کیپٹن نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”کیا ہوتا ہے۔ وہ کیلہ کہتے ہیں چند مغد ہو سارے۔ اس لئے تو کہتا ہوں مولیٰ صاحب سے مسکد پوچھ لیا کرو۔ میں نے تو مولیٰ صاحب سے پوچھا تھا کہ فرشتے کیا پیتے ہیں۔ اس نے مجھے بتا دیا کہ فرشتے ظہور مہور اپیتے ہیں۔ اب بیٹھنی رہے ہوں گے کمرے میں۔“ قاسم نے کہا اور کیپٹن حمید بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔
 ”فرشتے تو نہ کچھ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو بیک

کیپٹن حمید نے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ تو لڑکیاں چونک کر اُسے دیکھنے لگیں۔
 ”ہی۔ ہی۔ ہی۔“ سارے ہل گڑھی کی طرح کیوں ہل رہے ہو۔ یہ تو اپنی قاسم کی بات ہے۔“ قاسم نے مسرت بھرے بلجے میں کہا۔
 ”قاسم کیا قاسم کی مونث کو کہتے ہیں۔“ کیپٹن حمید نے ایک خالی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”ارے ارے کس سالی چھکی بیگم کا نام لے دیا۔ اٹھو اٹھو یاں سے۔ فوراً بھاگو۔ تم جب بھی بولتے ہو سارے منخوسوں کے مافق بولتے ہو۔“ قاسم نے انجانی غصیلے بلجے میں کہا۔ کیونکہ قاسم کی مونث کا مطلب وہ اپنی بیگم ہی لے سکتا تھا جسے وہ چھکی بیگم کہت تھا۔
 ”یہ چھکی بیگم کون ہے۔“ ایک لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تم پوچھ رہو۔ یہ منخوس نام مت لو۔ ورنہ وہ ابھی یہاں نازل ہو جائے گی۔“ قاسم نے خوف زدہ سے انداز میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”یہ تو بتاؤ یہ پھنسا ئیں کیسے۔ اکٹھی چار چار واہ۔“ حمید نے لطف یتے ہوئے کہا۔
 ”سرم نہیں آتی۔ سارے گناہ وناہ کی باتیں کرتے۔ اندھیاں آگ کا کوڑا ماریں گے سارے۔ پھر تمہیں پتہ چلے گا۔ تو بہ تو بہ۔“

کیپٹن کیپٹن حمید نے کہا۔

دیکھنے لگیں۔ اودہ سارے جل لکڑے۔ میں تہااری پانگ ملنگ
ہی۔ تم مجھے کھرے میں بھیجا چاہتے ہو تاکہ میرے بعد
رہے جو۔ یہ تو ان کو لے اڈو۔ سارے میں جانتا ہوں تمہیں۔

مسرت بھرے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
"قاسم تلک کیا ہوتا ہے۔" کیپٹن حمید نے حیران
نے ایک خالی کرپو چھا۔

"ارے اسہ صوبہ صوبہ۔ وہ کیا کہتے ہیں ایک تو سارے تمہیں
سے۔ فوراً بھاگیں اور بن جاتے ہیں کپتان پستان۔" قاسم
بولتے ہوئے جاتے ہوئے کہا۔

قاسم کھوبہ۔ اودہ۔ تو تم پلاننگ کہہ رہے تھے۔
چھپکا جی حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس تم جاؤ۔ اب میں نے یاں سکول کول تو نہیں کھول رکھا۔
ہو نہ تمہیں انگریزی پڑھاتا رہوں۔ جاؤ۔ اٹھو۔ دفع مفع ہو جاؤ فوراً۔"
قاسم نے فیصلے بلجے میں کہا۔

"کمال ہے۔ یہ محترمت کیا کہیں گی کہ اب قاسم کو مہان
فوازی کے آداب ہی بھول گئے ہیں کہ تم نے کھانے کو پوچھا نہ
پینے کو۔" کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کیا کیا۔ یہ محترمت ہیں۔ لاجول ولا۔ اودہ صوبہ لاجول ولا
اللہ مہا پھر کرے۔ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ اٹھو تم سب مجھے
اللہ میاں سے مار کھلو انی ہے۔ اٹھو۔ جلدی۔ بھاگو۔ قاسم

ان عورتوں پر اُلٹ پڑا۔

"کیا مطلب۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" لڑکیوں نے
حیران ہوئے ہوئے کہا۔

"ارے اٹھو جلدی۔ محترمت سے بات کرنے میں گناہ ہوتا
ہے۔ اللہ میاں باپھی دے دو۔ مجھے بتانہ تھا۔" قاسم
نے کہا اور جلدی سے میز پر چہرہ دکھ کر ناک سے لکیریں نکالنا
شروع کر دیں اور لڑکیاں منہ بناتی ہوئی انھیں اور ایک دوسرے
کو مٹی خیز نظروں سے دیکھتی ہوئیں دوسری طرف چلی گئیں۔

"اب چلی گئی ہیں وہ۔ ویسے ہمیں زور دار۔" کیپٹن حمید
نے کہا۔

"لگ لگ کیا۔ سارے محترمت کو زور دار کہہ رہا
ہے۔ سارے گناہ گار۔ عاصی۔ ماصی۔ فوراً تو بھوکہ دو۔"

قاسم نے چونکتے ہوئے کہا۔
"ارے یہاں فلی ٹوٹی کو محترمہ کہتے ہیں۔ تم اپنے ملک والی
محترمہ سمجھ بیٹھے تھے۔ یا تم بھی پورے گھاڑ ہو۔" کیپٹن حمید

نے کہا۔
"لگ لگ کیا کہہ رہے ہو۔" قاسم نے

جڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔
"سچ کہہ رہا ہوں۔ پہلے مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا کہ یہاں محترمہ
کا مطلب کیا ہے۔" کیپٹن حمید نے منہ بناتے

ہوئے کہا۔

ایک زوردار فل فلوٹی تلاش کی تھی۔ بڑی زوردار۔ بالکل تہا ہے
جیسی۔ کیپٹن حمید نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔
”اچھا۔ کہاں ہے۔“ قاسم نے ادھر ادھر اشتیاق
بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”لیکن وہ تمہارا خالہ زاد وہ امحق عمران درمیان میں ٹپک پڑا۔
کہنے لگا کہ میں قاسم سے زیادہ امیر ہوں۔“ کیپٹن حمید
نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
”لگ۔ لگ۔ کیا۔ اس کی جرات مرّت کیسے ہوئی۔

میں اس کا خون پی جاؤں گا۔“ قاسم نے
بڑی طرح دھاڑتے ہوئے کہا۔

”اس نے اس فل فلوٹی کے ساتھ ڈیگورا کا پیر وگرام بنایا ہے۔
میں نے اُسے چیلنج کر دیا ہے کہ قاسم تم سے کم نہیں ہے۔
وہ وہاں نہ صرف خود کھانا کھائے گا بلکہ اپنے ساتھ مجھے بھی
کھائے گا۔“ فل ڈیز۔ تب پتہ چلے گا اس فل فلوٹی کو کہ اصل
امیر کون ہے۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔
”ڈیگورا۔ وہ کیا ہے۔“ قاسم نے چونکتے ہوئے
پوچھا۔

”ایک نیا ہوٹل کھلا ہے۔ بہت مہنگا ہے۔ وہاں بڑے
بڑے نواب ہی کھانا کھا سکتے ہیں۔“ کیپٹن حمید نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

”کھانا وانا سارے کیا کھانا۔ میں ہوٹل ہی خرید لیتا ہوں۔ بولو

”ادھ سارے۔ یہ ساری تمہاری نحوست نحوست ہے۔ اچھی بھلی
فل فلوٹیاں بیٹھی ہیں۔ وہ مجھے کہہ رہی ہیں کہ وہ مجھے ٹارٹ کلب
لے چلیں گی کہ سارے کے آم کی طرح تم نحوست نحوست ٹپک پڑے۔“
قاسم نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”کچا آم نہیں ٹپکتا۔ کچا ٹپکتا ہے۔“ کیپٹن حمید نے مسکراتے
ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے ویٹر کو بلانے کے لئے اشارہ کیا۔
”ٹپکتا رہے۔ سالا کچا کچا۔“ قاسم نے بڑا سا منہ بناتے
ہوئے جواب دیا۔

”ویٹر۔ جا کر قاسم صاحب کے لئے چائے لے آؤ اور میرے
لئے کافی۔ جاؤ۔“ کیپٹن حمید نے دیڑھے کہا اور ویٹر تیزی
سے واپس مڑا۔

”ارے سنو۔ ادھر آؤ۔“ قاسم نے یک لمخت
دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور ویٹر تیزی سے مڑا۔

”سارے صورت حرام۔ اس کا آرڈر کیوں سن رہے ہو۔ میرا سنو۔
کمرہ میں نے یہاں لیا ہے یا اسٹاس لئے جاؤ اس کے لئے چائے لے
آؤ اور میرے لئے کافی۔“ قاسم نے انتہائی غصیلے لہجے
میں کہا اور ویٹر سر جھٹکائے واپس مڑ گیا۔

قاسم چونکہ اس ہوٹل میں اکثر آکر کھڑھار تارہتا تھا۔ اس لئے
یہاں کاشف اس کی عادت اور طبیعت سے اچھی طرح واقف
تھا۔

”سنو قاسم۔ میں نے یہاں آتے ہی تمہارے مطلب کی

بچے میں کہہ اُسے معلوم تھا کہ اب قاسم چائے پینے پر اصرار کرے گا۔ اور اس طرح وہ اطمینان سے کافی پی لے گا۔
 ”تو تم بیو چائے مانے سائے مکھیاں تم پر گر گئیں گی“
 قاسم نے بڑے کراہت آمیز لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن حمید کو منہ بن گیا۔ اُسے خیال بھی نہ ملا تھا کہ مکھیوں کا لفظ سننے ہی قاسم لازماً پک جائے گا۔

”ارے ایک تو تم ایکرمیا آجالتے ہو۔ لیکن تمہیں یہاں کا محاورہ نہیں آتا۔ یہاں مکھیاں پتہ ہے کسے کہتے ہیں“۔ کیپٹن حمید نے فوراً ہی بغیر ہدایتے ہوئے کہا۔
 ”بس بس۔ بار بار نام مت لو۔ سارے کھلتے پیتے وقت بیٹھ بیٹھ نام نہیں لیتے“۔ قاسم نے منہ بند کرتے ہوئے کہا۔
 اور اطمینان سے کافی اٹھا کر پینے لگا۔ اب مجبوراً کیپٹن حمید کو چلنے کا کپ اٹھانا پڑا۔
 ”آپ کیپٹن حمید ہیں“۔ اُسی لمحے ایک سپر وائزر نے قریب آکر کیپٹن حمید سے پوچھا۔

”ہاں۔ کیوں“۔ کیپٹن حمید چونک پڑا۔
 ”آپ کا فون ہے“۔ سپر وائزر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن حمید سر ملاتا ہوا اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ اُسے حیرت تھی کہ یہاں کس کا فون آسکتا ہے۔
 ”یس“۔ کیپٹن حمید نے سیور اٹھلتے ہوئے کہا۔
 ”آپ کے لئے کرنل فریدی کا پیغام ہے کہ آپ فوراً ٹالسٹانی روڈ

کتنے میں ملے گا“۔ قاسم نے زوردار لہجے میں کہا۔
 ”ارے ارے۔ یہ غضب نہ کرنا۔ وہ فل فوئی ہوٹل خریدنے والوں سے بڑی نفرت کرتی ہے۔ بس کھانا کھاتے ہی وہ عمران کو چھوڑ کر تیر کی طرح ہماری طرف آئے گی۔ اور وہ منہ دیکھتا رہ جائے گا“۔ کیپٹن حمید نے اُسے ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ اچھا اچھا۔ یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ نہیں خریدتا ہوٹل۔ اپن نے سالا اس ہوٹل کا اجارہ ڈالنا ہے۔ تو چلو اٹھو۔ کہیں وہ سارا کھانا پہلے ہی نہ کھا جائے“۔ قاسم نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔
 ”ارے ارے بیٹھو۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ ابھی وہ کھانا پکھلنے کے لئے بازار سے سودا سلف لینے گئے ہوئے ہیں“۔ کیپٹن حمید نے کہا۔ اور قاسم بڑا سا منہ بنا کر بیٹھ گیا۔ اُسی لمحے دیٹر نے میز پر چائے اور کافی کے برتن لگائے شروع کر دیئے۔

”تمہیں جدید تحقیق کا توجہ ہو گا۔ ایکرمیا کا بہت بڑا سائنسدان ہے۔ اس نے تحقیق کی ہے کہ جو چائے پیتا ہے اس کی آنکھوں میں زبردست کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور فل فلوٹیاں مکھیوں کی طرح اس پر گرتی ہیں۔ اور جو کافی پیتا ہے۔ اس کی آنکھیں بچھ جاتی ہیں اور فل فلوٹیاں اس سے دور بھاگتی ہیں“۔ کیپٹن حمید نے چائے کا کپ بنا کرتے ہوئے بڑے سنجیدہ

پردہ واقع زرد رنگ کی بلڈنگ کے گیٹ پر پہنچ جائیں۔ ایک بھاری آواز نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ کیپٹن حمید کچھ پوچھتا دوسری طرف سے رسیور رکھا جا چکا تھا۔

کیپٹن حمید چند لمحے حیرت سے رسیور کو دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں کئی خدشات ابھر رہے تھے پھر اس نے کمریٹل دیا یا اور تیزی سے آؤنٹ ہاؤس کے منبر گھمانے لگا۔

”یس۔ آؤنٹ ہاؤس“ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جواب ملا۔

”کمرل فریڈی صاحب سے بات کرائیے۔ میں کیپٹن حمید بول رہا ہوں۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔

”کمرل صاحب ایک گھنٹہ ہوا کہیں گئے ہوئے ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور کیپٹن حمید نے شکریہ کہہ کر رسیور

رکھا اور پھر تیز قدم اٹھاتا واپس قاسم کے پاس پہنچ گیا۔

”کیا ہوا۔ کس کا پھون تھا۔“ قاسم نے چونک کر پوچھا۔

”اُسی فلوٹی کا تھا۔ کہہ رہی تھی کہ ٹارگٹ فی روڈ پر قاسم کو لے کر آجاؤ۔ فوراً۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔

”اسے یہ کون سا روڈ ہے۔ ایک تو سارے یہاں نام ہی عجیب و گریب ہیں۔“ قاسم نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ارے تم اٹھو تو سہی۔ یہاں کی فلوٹیاں وقت کی بڑی پابند ہوتی ہیں۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔ اور قاسم ایک جھجکے

سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیپٹن حمید نے اُسے ساتھ لینے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا تاکہ اس کی کار استعمال کر سکے۔ کیونکہ قاسم کی عادت تھی کہ وہ جہاں جاتا تھا سب سے پہلے نئی کار خریدتا تھا۔ اس لئے اُسے یقین تھا کہ باہر اس کی نئی جہاز سی سائز کی کار ضرور موجود ہوگی۔

اور واقعی تھا بھی ایسے ہی۔ سیارہ رنگ کی نئی شیور لیٹ کار واقعی کسی بکری جہاز سے کم نہ تھی۔

”تم ساتھ والی سیٹ پر بیٹھو۔ تمہیں روڈ کا علم نہیں ہے۔ میں چلاتا ہوں۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔

”واہ۔ نیو میو کار ہے۔ سارے تم پرانی بیٹیجی کار چلانے والے ہو۔“ قاسم نے منہ بنائے ہوئے کہا۔

”ارے میں تمہارا ڈرائیور بن جاؤں گا۔ اس طرح فلوٹی پر بڑا رعب پڑے گا تمہارا۔“ کیپٹن حمید نے کہا۔

”اوہ ہاں۔ رعب داب اچھا ہے۔ ٹھیک ہے چلاؤ سارے۔“

مگر ایک بات ہے کہیں تنخواہ منخواہ نہ مانگئے لگ جانا۔“

قاسم نے کہا۔ اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور کیپٹن حمید نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

”تمہاری فلوٹی کو خوب پتہ چلا کہ سیٹھ قاسم کتنوس آدمی ہے۔ ڈرائیور کو تنخواہ نہیں دیتا تو پھر بڑا کام خراب ہو جائے گا۔“

کیپٹن حمید نے اُسے چھڑتے ہوئے کہا۔

”ابے سارے صورت حرام۔ کپتان پستان بچ کر حکومت سے

تنخواہ منخواہ نہیں لے رہے۔ سالے سرکاری ڈرائیور۔
قاسم نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”میں تو اعزازی پاکستان ہوں۔“ کیپٹن حمید نے جواب دیا
”اجازی کیا مطلب۔ یہ اجازی کیا ہوتا ہے۔“

قاسم نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
”یہ مجازی خدا کا چھوٹا بھائی ہوتا ہے۔“ کیپٹن حمید نے
بہتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔ روکو روکو۔“ ایک لخت قاسم
نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے
سٹیرنگ پکڑ لیا۔ اور کیپٹن حمید نے بڑی مشکل سے تیز رفتاری سے
دوڑتی ہوئی کار کو ایک سیڈنٹ سے بچا کر سائیڈ میں موڑا۔

”کیا مصیبت ہے۔ آرام سے نہیں بیٹھ سکتے۔ ابھی ایک سیڈنٹ
ہو جاتا۔“ کیپٹن حمید کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔

”وہ تو سالے ہونا تھا تم کا بچہ کار ایک سیڈنٹ تو ہونا تھا سالے۔
مجازی خدا کا چھوٹا بھائی بنتا ہے۔ اٹھ معاہدے۔ اترو نیچے کا پھر
ماپھر۔ میری کار بھی گناہ گار ہو گئی ہے۔“ قاسم نے
پہلے سے بھی زیادہ غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور اب
کیپٹن حمید کو سمجھ آئی کہ قاسم کو یک لخت کیا ہو گیا ہے۔

”اے موٹی عقل کے دشمن۔ مجازی خدا شوہر کو کہتے ہیں جیسے
تم اپنی پھیلی گیم کے مجازی خدا ہو۔“ کیپٹن حمید نے غصہ
بلے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

ی۔ ی۔ ی۔ تو میں پھیلی گیم کا مجازی خدا ہوں
بے تو نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ میں اسے جہنم میں بھیج دیتا۔
آگ کے کوڑے مارنے کا کہتا۔“ قاسم نے خوشی
سے بہتے ہوئے کہا۔

”اور وہ سرعاصم کا کوڑا۔ وہ تو آگ کے کوڑے سے
بھی زیادہ سخت ہے۔“ کیپٹن حمید نے کار آگے
بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور قاسم سرعاصم کے کوڑے کا سنتے ہی اتنی تیزی سے
سمٹا جیسے کسی بڑے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے تو وہ
سمٹ جاتا ہے۔

”ادہ ادہ۔“ ڈیڈی کا نام مرت لو۔ ابھی کہیں سے آ
جائیں گے۔ وہ تو ٹائڈ میں بیٹھے ہوتے ہیں۔“ قاسم نے
گھبرائے ہوئے انداز میں یوں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔
جیسے ابھی کار کے کسی کونے سے سرعاصم کوڑا اہراتے
ہوئے برآمد ہو جائیں گے۔

”اچھا۔ ٹائڈی سینے لگ گئے ہیں۔ کمال ہے۔ اس عمر
میں ٹائڈی۔“ کیپٹن حمید نے چونکتے ہوئے کہا۔

”ٹائڈی۔“ وہ کیا ہوتی ہے۔“ قاسم نے بڑی
طرح چونکتے ہوئے کہا۔

”ارے بڑی زبردست غل غلوٹی ہوتی ہے۔ بالکل زردوارہ
کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ہے گی۔ اور جب تک کیپٹن حمید بھاگل تک پہنچا فاسم کا رلے
لو کہاں سے کہاں پہنچ گیا تھا۔

کیپٹن حمید اس مسلح نوجوان کی پیر دی میں چلتا ہوا عمارت کے
نذر ایک بڑے کمرے میں داخل ہوا تو کمرہ خالی تھا۔

”کہاں ہیں کرنل“ کیپٹن حمید نے حیرت سے مڑ کر مسلح
نوجوان سے پوچھا۔

”آپ تشریف رکھیں۔ وہ نیچے تہ خانے میں ہیں۔ انہوں نے
کہا ہے کہ ضرورت پڑتے ہی آپ کو نیچے بلا لیا جائے گا۔ میں
انہیں اطلاع کرتا ہوں۔“ نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور
ہاپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ لیکن جیسے ہی
کرسی پر بیٹھا اچانک کھشک کھشاک کی آواز کے ساتھ ہی کرسی کے
گردلوہے کی مضبوط راڈز ابھریں۔ اور کیپٹن حمید ان راڈز میں
اس بڑی طرح جکڑا گیا کہ اس کے لئے حرکت کرنا بھی مشکل ہو گیا۔
اسی لمحے دروازہ کھلا اور وہی مسلح نوجوان مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔
”یہ کیا ہے۔ کون جو تم“ کیپٹن حمید نے اُسے
دیکھتے ہی چیخ کر کہا۔

”ہمیں حکم ملا تھا کہ تمہاری کھوپڑی سلامت رہے۔ اس لئے
یہ ساری چکر بازی کرنی پڑی۔ ورنہ تمہیں وہیں ہوٹل میں بھی گولی
مار دی جاسکتی تھی۔“ نوجوان نے کرخت لہجے میں کہا۔ اور
پھر جیب سے ایک بوتل نکالی اور اس کا ڈھکن کھولنے لگا۔

”کہاں ہے۔ کہاں ہے۔ جلد ہی بتاؤ۔“ فاسم نے
ایک بار پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ فل فلوٹی کا لفظ واقعی
اس پر سبکی کی طرح اثر کرتا تھا۔

”وہ دہان نیدر لینڈ میں ہوتی ہے یہاں نہیں ہوتی۔ اور سر عام
کی تاڑی تو تمہاری اماں جان لگی۔ تم نے اس کا کیا کرنا ہے۔“
کیپٹن حمید نے جواب دیا۔

”اماں جان۔ لا حول ولا۔ اب اماں جان کا میں نے کیا کرنا ہے
سلام ہی کرنا ہے۔ چلو ٹھیک ہے۔ وہیں نیدر لینڈ میں جا کر
کرلوں گا۔“ فاسم نے بڑا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔
اُسی لمحے کیپٹن حمید کو زرد رنگ کی بڑی سی عمارت نظر آئی
اور اس نے کار کا رخ اس عمارت کے پھاٹک کی طرف موڑ دیا
پھاٹک پر ایک بادوردی آدمی کھڑا تھا۔

”آپ میں سے کیپٹن حمید صاحب کون ہیں۔ جلدی آیتے
کرنل صاحب اندر انتظار کر رہے ہیں۔“ اس آدمی نے
تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”کرنل صاحب۔ اوہ۔ مگر تم تو کبہر رہے تھے کہ وہ جو دار
فل فلوٹی۔“ فاسم کا منہ جو نفوں کی طرح پھیل گیا۔
”اب تمہاری قسمت۔ تم سے پہلے کرنل فریدی پہنچ گئے۔“
کیپٹن حمید نے جلدی سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

اور فاسم اتنی تیزی سے کھسک کر ڈورا توگ سیدٹ پر
بیٹھا جیسے اُسے ایک لمحے کی بھی دیر ہوگئی تو قیامت ٹوٹ

”تم ہو کون۔۔۔ اور کرنل فریدی کہاں ہیں۔“ کیپٹن حمید نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”ابھی تم کرنل فریدی کے پاس پہنچ جاؤ گے۔ اس کے بعد سب کچھ اُسی سے پوچھ لینا۔“ نوجوان نے کہا۔ اور بوتل کا ڈھکن کھول کر اس نے بوتل کا منہ کیپٹن حمید کی ناک سے لگانا چاہا۔ لیکن کیپٹن حمید کا سر تو حرکت کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے تیزی سے چہرہ ایک طرف کر لیا۔

”یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔“ نوجوان نے دانت پیسنے ہوئے کہا۔ اور اس نے بوتل پر ڈھکن لگایا۔ اور اُسے واپس جیب میں ڈال کر اس نے ایک تخت پوری قوت سے کیپٹن حمید کے چہرے پر زوردار ہتھکڑی چڑھ دیا۔ چٹان کی زوردار آواز نہ کمرہ گونج اٹھا۔

”تم۔ تمہیں اس کے لئے بھگتنا پڑے گا۔“ کیپٹن حمید نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ لیکن نوجوان نے بغیر کوئی جواب دینے دو سر ہتھکڑی پہلے سے بھی زیادہ قوت سے بڑھ دیا۔ اور پھر اس کے ہاتھ واقعی بجلی کی سی تیزی سے چلنے لگے۔ اور کمرہ مسلسل ہتھکڑوں کی آواز سے گونج اٹھا۔ کیپٹن حمید نے چہرہ بچانے کی بے حد کوشش کی۔ لیکن نوجوان نے اس کی ایک نہ چلنے دی۔ اور پھر آہستہ آہستہ کیپٹن حمید کے ذہن پر تار کی کاہرہ کھینچ گیا۔ اس نے اپنی قوت ارادی سے اس پر دے کو ہٹانے کی کوشش کی لیکن زوردار ہتھکڑوں نے واقعی بے حال کر دیا تھا۔ اور پھر اس کا



ماہیکار نے ٹرانسمیٹر آف کیا۔ اور پھر اس نے ایک ماہیگر پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ یکجہت ٹھٹھک پڑا۔ کیونکہ ٹرانسمیٹر پر موجود ڈانکوں پر ابھی تک فزکونی موجود تھے۔

”کیا مطلب۔۔۔“ جانشن نے ٹرانسمیٹر آف کیوں نہیں کیا۔ پھر اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اب اس کی تیز نظریں ٹرانسمیٹر کے ڈانکوں پر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر کی سائیڈ پر ہکا بوا ایک بٹن دبانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا تاکہ جانشن اس کی وجہ پوچھے کہ ایک تخت فزکونی نمبر آف ہو گئے اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیا اور دوبارہ ٹیلی فون کی طرف توجہ ہو گیا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے

ایسی آواز نکلی جیسے ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے تو مائیکل کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھرا آئی۔

”یس۔۔۔ رائس سپیکنگ۔۔۔ ایک آواز ٹرانسمیٹر سے ابھری۔

اور مائیکل ٹرانسمیٹر کے درمیان میں رکھ ہوئے ڈائل پر جھک گیا۔ دماغ چند منبر موجود تھے۔ وہ غور سے ان منبروں کو دیکھنے لگا جیسے انہیں ذہن میں محفوظ کر رہا ہو۔ پھر ٹرانسمیٹر سے میجر پرمود کی آواز سنائی دی۔ اور جیسے جیسے رائس اور میجر پرمود کی گفتگو آگے بڑھتی رہی مائیکل کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوتے گئے۔ جب گفتگو ختم ہوئی تو اس نے جلدی سے ٹرانسمیٹر آن کیا۔ اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اپنے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور منبر ڈائل کرنے لگا۔

”یس۔۔۔ چیف آف بلیک اینڈ ڈائنٹ۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

”میں مائیکل بول رہا ہوں مین پوائنٹ سے۔ باس انتہائی اہم اطلاعات ہیں۔۔۔ مائیکل نے کہا اور پھر اس نے جانس کی کال سے لے کر میجر پرمود کی پہلے کرنل فریڈی کو کی جانے والی کال اور پھر اس کی رائس سے ہونے والی تمام گفتگو لفظ بلفظ دہرا دی۔

”اوہ۔ ویوی بیٹ۔ مائیکل۔ یہ تو پورا پروگرام ہی تلمیذ ہو گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا تنظیم خفیہ نہیں رہی۔ اور یہ لوگ انتہائی

شروع کئے۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے بجلی سی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اور مائیکل ایک بار پھر بڑی طرح چونک پڑا۔ اس کی نظریں تیزی سے ٹرانسمیٹر کی طرف گھوم گئیں۔ اور پھر ڈائکون پر بدلتے ہوئے منبر دیکھ کر اس نے رسیور واپس کر ڈیل پر رکھ دیا۔ منبر اب رک چکے تھے۔ مائیکل نے جلدی سے میز کے نیچے لگا ہوا ایک بشن دبایا تو ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک تیز آواز ابھری۔

”میجر پرمود کاننگ اودر۔۔۔ اور مائیکل کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

”یس۔۔۔ کرنل ڈینی اینڈنگ اودر۔۔۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے ایک بھاری اور باوقار آواز سنائی دی اور مائیکل نے اس طرح سر ہلادیا جیسے اُسے ساری بات سمجھ آگئی ہو۔ اس نے جلدی سے میز کی دراز کھولی اور اس میں موجود ایک ٹرانسمیٹر نمناء نکالا۔ اور اس پر لگے ہوئے مختلف بٹنوں کو دبا کر اس نے ایک ناب گھائی اور پھر اس ٹرانسمیٹر نمناء کو میز پر رکھ دیا۔ کرنل ڈینی اور میجر پرمود کی گفتگو جاری تھی اور اب مائیکل خاموش بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر آف ہو گیا۔ اور اس کے فریکوئنسی ڈائل زبرد ہو گئے۔ تو مائیکل کی توجہ اس ٹرانسمیٹر نمناء کی طرف ہو گئی۔ وہ خاموش بیٹھا اُسے گھور رہا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد جب اس آواز سے

نے تیز بچے میں کہا۔

”میں باس۔۔۔ دوسری طرف سے مارٹی کی تیز آواز

ابھری۔

اور مائیکل نے ہاتھ بڑھا کر کریٹل دیا یا اور ایک بار پھر تیزی سے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔ جولین سیکلنگ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے

ہی جولین کی مترنم آواز سنائی دی۔

”جولین۔۔۔ ہماری رہائش گاہ نظروں میں آگئی ہے اور

شاید وہاں حملہ ہو۔ تم فوری طور پر وہاں سے ہر چیز صاف کر

کے زیر پوائنٹ پر شفٹ ہو جاؤ۔ فوراً۔ وضاحت بعد میں

کروں گا۔“ مائیکل نے کہا۔ اور پھر جولین کی بات سنے

بغیر اس نے رسیور رکھ دیا۔

”اب کھل کر سامنے آنا پڑے گا۔“ مائیکل نے رسیور

رکھ کر بوڈوائس ہونے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے میز کے

پائے کے ساتھ لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن پیر سے دبا دیا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک مسلح نوجوان اندر

داخل ہوا۔

”میں پوائنٹ کو کیمرہ فلائج کر ادر۔ سوٹی اور جیکر کو کہو کہ وہ

میں مشین پر خود ڈیوٹی دے۔“ مائیکل نے تیز آواز میں

آنے والے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ سر ہلاتا ہوا

والس مڑا اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

تیزی سے کام کر رہے ہیں۔ جولکیشن بتائی گئی ہے وہ ہمارے

سیکنڈ ہیڈ کو ادر کی ہے۔ مجھے گریٹ چیف باس سے

فوراً بات کرنی پڑے گی۔ ویسے تم اس رانس کا فوری

بندوبست کرو۔ یہ شخص سب سے زیادہ باخبر اور خطرناک دکھائی

دے رہا ہے۔“ باس نے تیز بچے میں کہا۔

”یس باس۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”میں گریٹ چیف باس سے بات کر کے ابھی تمہیں کال

کرتا ہوں۔“ باس نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم

ہو گیا۔

اور مائیکل نے ہاتھ بڑھا کر کریٹل دیا یا۔ اور دوبارہ نمبر ڈائل

کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔۔۔ مارٹی سیکلنگ۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی

ایک آواز ابھری۔

”مائیکل بول رہا ہوں مارٹی۔۔۔ رانس کو جانتے ہو کیپری

کلب والا رانس۔“ مائیکل نے سخت بچے میں کہا۔

”اوه۔ یس باس۔ ابھی طرح جانتا ہوں۔“ مارٹی نے

جواب دیا۔

”اُسے ابھی کیپری کلب میں کال کیا گیا ہے۔ وہ شاید کیپری

کلب سے نکل کر میری رہائش گاہ کی طرف جانے والا ہو گا۔

اُسے کلب سے نکلنے ہی کوئی سے اڑا دو۔ فوراً حرکت

میں آ جاؤ۔ اور مجھے مین پوائنٹ پر اطلاع دو۔“ مائیکل

خونک ہو سکتا ہے۔ — جیسن نے تیز بلجے میں کہا۔
 "ٹھیک ہے باس۔ میں کرنل فریدی اور اس کے ساتھی کیپٹن
 حمید کے اغوا کا بند و بست ابھی کرتا ہوں" — مائیکل نے
 مرلاتے ہوئے کہا۔
 "باس یہ خیال رہے کہ ان کے ذہنوں کو کوئی ضرب نہ پہنچے"
 جیسن نے کہا۔

"یس باس۔ میں سمجھتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں"
 مائیکل نے کہا۔ اور دوسری طرف سے اد۔ کے کے الفاظ سننے
 ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اور پھر اٹھ کر بیرونی دروازے کی
 طرف بڑھ گیا۔

اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور مائیکل نے رسیور اٹھا لیا۔
 "یس — مائیکل سپیکنگ" — مائیکل نے قدرے
 پاٹ بلجے میں کہا۔
 "جیسن" — دوسری طرف سے باس کی بھاری آواز
 سنائی دی۔

"یس باس۔ — مائیکل نے مؤدبانہ بلجے میں جواب دیا۔
 "چیف گریٹ باس سے میری بات جو گئی ہے۔ انہوں نے
 ہدایت کی ہے کہ اب خفیہ کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
 بلکہ ان تینوں کو ان کے ساتھیوں سمیت اغوا کر کے ٹرائیڈیشن سنٹر
 پہنچا دیا جائے۔" — گریٹ چیف باس دہاں خود پہنچ رہا ہے"
 جیسن نے تیز بلجے میں کہا۔

"گڈ باس۔ میں خود بھی اب یہی چاہتا تھا۔ اب خفیہ رہنے
 کی بجائے ہمیں کھل کر سامنے آ جانا چاہیئے۔" — مائیکل
 نے مسرت بھرے بلجے میں کہا۔

"چیف باس نے ہمارے سیکشن کو صرف کرنل فریدی اور
 اس کے ساتھی کیپٹن حمید کے اغوا کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ عمران
 اور اس کی ساتھی عورت جولیا اور مرد صفدر کے لئے زبردست
 کام کرے گا۔ جب کہ میجر پروود کے لئے سیکشن الیون
 ورک کرے گا۔ اور چیف باس نے حکم دیا ہے کہ کل کانفرنس
 سے پہلے یہ مشن مکمل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ سیکنڈ مہیڈ کو اردر
 کی کوکیشن کا عمران کو علم ہو جانا فور کارنرز کے لئے کسی بھی وقت

”کہاں ہوش آیا ہے کرنل۔ ہوش بے چارے جیٹ کی رفتار سے دوڑتے جا رہے ہیں۔ ویسے کرنل فریدی۔ یہ ورلڈ کانفرنس کی بجائے ایشیائی کانفرنس گئی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کم از کم اس پر اسراریت سے تو نجات ملی۔ اب پتہ لگ جائے گا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔“ کرنل فریدی نے مطمئن پہلے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”میں بتانا ہوں کرنل فریدی صاحب کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔“ میجر پرمود کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل فریدی نے چونک کر سر موڑا اور میجر پرمود کو دیکھنے لگا۔

”میجر صاحب نے اس بجیکٹ پر ڈاکٹر جیٹ کی موتی ہے۔ اس نے ان کا لیکچر واقعی مغز سے پڑ جو گا۔ واہ کیا خبر نہ ہوتا ہے مغز میں بھی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میجر پرمود ہنس پڑا۔

”تم کیا بتا رہے تھے میجر۔“ کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہمارے نمک کو جو اطلاع ملی تھی اس کے مطابق یہ لوگ ہمیں اغوا کر کے اپنی تنظیم کے لئے کام کرنے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔“ ان کا بیان یہ ہے کہ یہ ہمارے ذہنوں کو کنٹرول کر کے ہمیں اپنی تنظیم کے لئے استعمال کریں گے۔“ میجر پرمود نے سنجیدگی سے کہا۔

عمران کی جب آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے ارد گرد نظریں دوڑانی شروع کر دیں۔ اس کا جسم چڑے کی بلیٹس کے ساتھ ایک سٹرکچر مناتختے سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس جیسے کئی سٹرکچر اس کے دونوں اطراف میں موجود تھے۔ اور پھر اس کی نظریں جیسے جیسے ان سٹرکچر پر گئیں۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ جویا اور صفدر کے علاوہ دہان کیپٹن حمید۔ کرنل فریدی بھی موجود تھے اور سب سے آخری سٹرکچر پر میجر پرمود بھی اسی حالت میں پڑا ہوا تھا۔

”واہ۔ یہ کانفرنس تو یہیں شروع ہو گئی۔ بڑا اچھا انداز ہے اس کانفرنس کا۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”تمہیں ہوش آ گیا عمران۔“ ذرافا صلی پرمود کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔

بتا دوں کہ تم نے ہم پر ہاتھ ڈال کر اپنے دن کم کر لئے ہیں۔
کرنل فریدی کی تیز آواز سنائی دی۔

اب ہم کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ اس لئے اب سارا پروگرام
آپ کو بتانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ تو غور سے سنو۔ تمہاری
ذہنی صلاحیتیں اب فوراً کارنرز کے لئے استعمال ہوں گی۔ میں
صلاحیتوں کی بات کر رہا ہوں۔ ذہنوں کی نہیں۔ فوراً کارنرز
اس دنیا کی آئندہ حاکم ہوگی۔ اور اس کی سیکرٹ سروس پر ایکشن
پر مشتمل جوگی جن میں سے ہر ایکنٹ کے ذہن میں فریدی۔ عمران
اور پرومڈ کی مشترکہ صلاحیتیں موجود ہوں گی۔ باقی رہے تمہارے
ساتھی تو وہ ہمارے لئے بے کار ہیں لیکن ہم نے انہیں تمہارے
ساتھ اس لئے اغوا کیا ہے تاکہ ہمارا کام مکمل ہونے تک یہ لوگ
خواہ مخواہ آپ لوگوں کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرتے
وہیں۔ اُسی آواز نے جواب دیا۔

یار صلاحیتیں ہی یعنی یقین تو مجھے خطہ مکہ دینا تھا میں اپنے
بوجی سیلوان کی پکی ہوئی مونگ کی دال کی ایک جہنڈیا تمہیں بھجوا
دیتا۔ یہ سارا کھیل تو اس مونگ کی دال کا ہے۔ عمران نے
منہ پٹاتے ہوئے کہا۔

آپ لوگ تیار ہو جائیں۔ چیف گریٹ باس نے تم پر مہربانی کی
ہے۔ اس لئے تم زندہ اور صحیح سلامت واپس اپنے ملکوں میں
آ گئے۔ ورنہ ہم چاہتے تو تمہیں ہلاک کر کے تمہارے ذہن ہی
انجاری کھوپڑیوں سے نکال لئے جاتے۔ لیکن چیف گریٹ

واہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم جتنوں کو ارادوں کا باقاعدہ نفاذ
ہوگا۔ ظاہر ہے ذہنوں کو کنٹرول تو ہویاں ہی کر سکتی ہیں۔ ویسے
کرنل فریدی آپ کے لئے انہوں نے ضرور کوئی زبردست قسم
کی جوسی تیار کر رکھی ہوگی۔ عمران نے کہا اور کرنل فریدی
اور میجر پرومڈ دونوں ہنس پڑے۔
اسی لمحے کمرے کی ایک دیوار سے سائیں سائیں کی آواز
سنائی دینے لگی جیسے کوئی لاؤڈ سپیکر آن ہوا ہے۔ اور وہ سب
اس طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ تینوں کو پہلے ہوش آنا یہ بتانا ہے کہ آپ کے ذہن
واقعی بے پناہ طاقتور ہیں۔ اور میجر پرومڈ نے درست بتایا ہے
کہ ہم آپ کے ذہنوں کو اپنی تنظیم کے لئے استعمال کرنا چاہتے
ہیں۔ لیکن علی عمران کے فارمولے کے مطابق نہیں بلکہ سائنسی
طریقے سے۔ ایک بھاری آواز دیوار سے نکلتی ہوئی
سنائی دی۔

واہ۔۔۔ تو میسٹر ٹوب بی بی والا فارمولا استعمال کرنا
چاہتے ہو تم۔ عمران نے فوراً ہی جواب دیا۔
نہیں۔ اب آپ درست نتیجے پر پہنچے ہیں۔ اُسی آواز
نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔
تو اس کے لئے اتنے دردِ عمر کی کیا ضرورت تھی۔ کیپٹن جیو
ہی کافی تھا اس مقصد کے لئے۔ عمران نے کہا۔
تم جو کوئی بھی جو مسٹر اور تمہارا جو مقصد بھی ہے۔ لیکن یہ

لب سمجھنا سب سے مشکل کام ہے۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کر نل فریدی۔ یہ گورکھ دھندہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ اس نے کہا۔ تو یہاں سے چلنے کا پروگرام بنانا ہوں۔ — میجر پرمود نے سپاٹ بلبے میں کہا۔

ماشا! ماشا! ماشا! ماشا! اچھا پروگرام ہے۔ جا کر نیریت کا خط ضرور لکھنا۔ — عمران نے جواب دیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ کوئی مزید بات ہوتی کمرے کا سامنے اٹھتا دروازہ کھلا اور تین آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان تینوں نے ہاتھوں میں سپرے گئیں تھیں۔ اور ان کی پشت پر بڑے سے سرخ رنگ کے سلنڈر بندھے ہوئے تھے۔ جن کے

تھ یہ سپرے گئیں منسلک تھیں۔ ان تینوں نے اندر داخل تے ہی بجلی کی سی تیزی سے اپنی اپنی گنوں کا رخ عمران

نل فریدی اور میجر پرمود کی طرف کیا۔ اور دوسرے لمحے اھیارنگ کی گیس کی بو چھاڑ ان گنوں سے نکل کر ان تینوں کی

سے ٹکرائی۔ اور انہیں واقعی اپنے ذہن تاریکیوں میں ڈوبتے ہوئے۔ عمران نے اپنا سانس روکنے کی کوشش کی

گیس اتنی تیزی سے اس کی ناک کے اندر گھسی کہ بے اختیار مانس لینے پر مجبور ہو گیا اور سانس لیتے ہی اس کے ذہن

یک کی کا دبیز پردہ پڑنا لگا۔

بوس نے صرف تہا رہی صلاحیتیں حاصل کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور بس۔ اس کے لئے مشینری تیار ہو رہی ہے۔ جیسے ہی اوکے کا گھنٹا ملا۔ آپ تینوں کو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ اور پھر وہ

گھنٹوں بعد آپ آزاد ہوں گے۔ اُسی آواز نے انتہائی سرد بلبے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ایسا کھٹکا ہوا جیسے مائیک

ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں ہم کسی پاگل سا خندان کے جتنے چڑھ گئے ہیں۔ — میجر پرمود نے تنخ بلبے میں کہا۔

”نہیں میجر پرمود۔ یہ لوگ درست کہہ رہے ہیں۔ آج کی ساقی اس قدر ترقی کر چکی ہے کہ بظاہر ہر ناممکن کام ممکن ہو سکتا۔

کر نل فریدی نے سنجیدہ بلبے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ میں تو شک کر رہا ہوں کہ انہیں صرف ذہنی صلاحیتیں چاہیے

اور اپنے اندر تو بقول جولیا۔ ذوق ہے ہی نہیں۔ اس نے اپنا تومسہ حل ہو گیا۔ — عمران نے مسکراتے ہوئے

جواب دیا۔ ”اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ تہا را مطلب ہے کہ ہم اگر مائیک کو زیر

پوائنٹ پر لے جائیں تو یہ کچھ حاصل نہ کر سکیں گے۔ کر نل فریدی نے انتہائی سنجیدہ بلبے میں کہا۔

پوری دنیا میں ایک آپ کا دم ہے جو میرا مطلب سمجھ جا رہے۔ باقی تو سارے ہی پوچھتے رہتے ہیں کہ کیا مطلب کیا ہے۔ اور آپ جانتے ہیں بات تو کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس

ہجے میں کہا۔

"مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی سر۔ عمران صاحب کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ اب اس طرح باتیں کرتے ہیں جیسے ان کی ذہنی صلاحیتیں کمرہ ہو کر رہ گئی ہوں۔ ان میں وہ تیزی طراری اور جستی پھرتی سرے سے مفقود ہو گئی ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"تم اسے ٹو لو بلیک زیرو۔ اس سے اصل بات پوچھو۔ عمران کی یہ حالت تو انتہائی تشویش ناک ہے۔" سر سلطان نے کہا۔

"میں نے پہلے بھی کوشش کی ہے۔ لیکن کچھ چتہ نہیں چلا۔ اب میں دوبارہ کوشش کر لیتا ہوں۔" بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور سر سلطان نے اُسے مزید تاکید کرنے کے بعد رابطہ ختم کر دیا۔ بلیک زیرو نے رسیور رکھا اور پھر فون کے ساتھ منسلک ٹیپ کا بن آں کر کے وہ اٹھا اور آپریشن روم کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ عمران کے فلیٹ کی کال بیل بجارہا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا تو سلیمان کی شکل نظر آئی۔

"ادہ طاہر صاحب۔ آپ۔ آئیے۔" سلیمان نے سنجیدہ ہجے میں کہا۔

"کیا کر رہے ہیں عمران صاحب۔" بلیک زیرو نے

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتے ہی بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"ایکس ٹو۔" بلیک زیرو نے مخصوص ہجے میں کہا۔
"سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

"ہیں سر۔ میں طاہر ہوں۔" بلیک زیرو نے اس بار اپنی اصل آواز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"طاہر۔ یہ عمران کو آخر کیا ہو گیا ہے۔ جب سے وہ ورلڈ کافرنس سے واپس آیا ہے وہ اس قدر کا بل اور شست ہو گیا ہے کہ وہ عمران لگتا ہی نہیں۔ میں نے ابھی اُسے فلیٹ پر فون کیا ہے۔ لیکن اس نے کوئی بات کر۔ سے صاف انکار کر دیا ہے۔" سر سلطان نے تشویش

آج سعد حمان سے بات کریں گے۔ بلیک زیرو نے جان بوجھ کر اُسے چھڑتے ہوئے کہا۔

”کریں بات۔ میری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ویسے بھی آج کل ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا زمانہ ہے۔ اب تو شادی وغیرہ پرانی باتیں جو گئی ہیں۔“ عمران نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں کہا۔ اور بلیک زیرو نے سر ہلادیا۔

”اُسی لمحے سلیمان چائے کے برتن اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک پیالی بلیک زیرو کے سامنے رکھی اور دوسری عمران کی طرف بڑھا دی۔ ”یہ پیجئے۔ چائے پنی پیجئے“۔ سلیمان کے لہجے میں واقعی بے پناہ جھرومی تھی۔

”چائے۔“ میرا دل نہیں چاہ رہا۔ تم خود پی لو۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

اور سلیمان ہونٹ پیچھتتا ہوا چائے کی پیالی اٹھائے واپس مڑ گیا۔ بلیک زیرو نے اس کی آنکھوں میں تیرنی جوئی مٹی مٹایاں دھو کر محسوس کی تھی۔

”آخر یہ آپ کو ہو کیا گیا ہے۔“ بلیک زیرو نے اس پر براہ راست بات کرتے ہوئے کہا۔

”ہونا کیا ہے۔ بس کوئی کام کرنے کو جی ہی نہیں چاہتا ویسے میں بالکل ٹھیک ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔

”خاک ٹھیک ہیں۔ آپ تو بالکل بدل گئے ہیں۔“ میرا خیال ہے۔

اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

”بس چادر اوڑھے لیٹے پڑے ہیں۔ سوتے ہیں نہ جاگتے ہیں۔ کچھ درمیان سی کیفیت ہے۔“ سلیمان نے دروازہ بند کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا عمران کی خواجگاہ کی طرف بڑھ گیا۔

عمران واقعی بستر پر چادر اوڑھے لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں۔ لیکن وہ منگنی باندھے چھت کو گھور رہا تھا۔ اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی اور چہرے پر مرنوی سی تپائی ہوئی تھی۔ وہ کسی طرح بھی پہلے جیسا عمران نہ لگتا تھا۔

”میلو عمران صاحب۔“ بلیک زیرو نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ساری۔“ ملنے کو دل ہی نہیں چاہتا۔“ عمران نے جواب دیا۔ لیکن اس کی نظریں چھت سے نہ ہٹتی تھیں۔ اور بلیک زیرو مسکراتا ہوا سامنے رکھی کسی پر بیٹھ گیا۔

”سردسلطان کا فون آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ آپ نے ان سے فون پر بات کرنے سے ہی انکار کر دیا ہے۔“

بلیک زیرو نے کہا۔

”کیا بات کرتا۔ اب بات کرنے کے لئے باقی رہا ہی کیا ہے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”وہ کہہ رہے تھے کہ عمران یہ سارا ڈرامہ اس لئے کر رہا ہے تاکہ اس کی جلد از جلد شادی کر دی جائے۔ میرے خیال میں وہ

”سمجھ نہیں آرہی۔ جب سے وہ ورلڈ کانفرنس سے واپس آئے ہیں بس بستر پر پڑے ہیں۔ نہ سیدھی طرح بات کرتے ہیں نہ کوئی کام۔ میں نے سوچا کہ تم سے بات کروں۔ لیکن تمہارا لہجہ بھی بالکل اسی طرح کا ہے۔“ کیپٹن حمید نے الجھے ہوئے بلجے میں کہا۔

”میری طرف سے خیریت پوچھ لینا۔“ عمران نے پاٹ بلجے میں جواب دیا۔ اور رسیور رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ لیکن رسیور بلیک زبرد نے اچک لیا۔

”ہیلو کیپٹن حمید۔ میں ایجنٹ بول رہا ہوں۔ میں نے آپ کی کال اسٹنڈ کر لی ہے۔“ بلیک زبرد نے رسیور لیتے ہی ایجنٹ کی آواز میں بات کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ سر۔ میں تو خود آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آپ کا نمبر مجھے معلوم نہ تھا۔ یہ تو اچھا ہوا کہ آپ نے کال اسٹنڈ کر لی۔ یہ سر عمران کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کے بلجے میں وہ پرانی جھلک ہی موجود نہیں ہے۔“ کیپٹن حمید نے انتہائی مؤدبانہ بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے کرنل فریدی کے متعلق بتایا ہے۔ کیا کرنل فریدی بھی عمران کی طرح بدل گیا ہے۔“ بلیک زبرد نے ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”یس سر۔ ورلڈ کانفرنس سے واپس آنے کے بعد ان کی توجہ ہی بدل گئی ہے۔ بالکل کایا پلٹ چکی ہے۔ اعلیٰ حکام

ورلڈ کانفرنس کے دوران آپ کے ساتھ کچھ ہوا ضرور ہے۔ سرکاری طور پر بھی یہی رپورٹ ملی ہے کہ وہاں آپ خاموش بیٹھے رہے آپ نے کوئی بات ہی نہیں کی۔“ جولیا اور صفدر نے بھی یہی رپورٹ دی ہے۔“ بلیک زبرد نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ دوسرے کمرے سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور چند لمحوں بعد سلیمان ٹیلی فون اٹھائے اندر داخل ہوا۔

”نیدرلینڈ سے کیپٹن حمید کا فون ہے۔“ سلیمان نے ٹیلی فون میز پر رکھا اور رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”نیس۔ عمران پول رہا ہوں۔“ عمران نے اسی طرح بیٹھے بیٹھے رسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

”میں کیپٹن حمید بول رہا ہوں نیدرلینڈ سے۔“ دوسری طرف سے کیپٹن حمید کی آواز سنائی دی۔

”مجھے سلیمان نے بتا دیا ہے۔ فرمائیے۔“ عمران

کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”اوہ۔ اس کا مطلب ہے تمہیں بھی کرنل فریدی والی بیماری ہو گئی ہے۔ یہ آخر ہوا کیا ہے۔“ کیپٹن حمید نے انتہائی تیز بلجے میں کہا۔

”کیا ہو کرنل فریدی کو۔“ عمران نے بڑے سپاٹ بڑے میں پوچھا۔

”ٹھیک یوسر۔۔۔ ضرور معلوم کریں۔ مجھ سے کرنل فریدی صاحب کی حالت دیکھی نہیں جاتی۔“ کیپٹی حمید نے رو دینے والے لہجے میں جواب دیا۔

”ڈونٹ ڈری۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ گڈ بائی۔“
بلیک زیرو نے کہا۔ اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے ریسورکرٹیل پر رکھ دیا۔

عمران اُسی طرح خاموش پڑا ہوا تھا۔

”عمران صاحب۔ آپ کو کچھ یاد آتا ہے کہ وہاں ورلڈ کانفرنس سے پہلے آپ کے ساتھ کیا ہوا تھا۔“ بلیک زیرو نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے یاد یاد نہیں ہے۔ اور نہ ہی مجھے یاد کرنے کی ضرورت ہے۔“ عمران نے اُسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور بلیک زیرو ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اعلیٰ حکام سے بات کرتا ہوں۔ آپ ذہنی طور پر جیاریں۔ اب آپ کا علاج کرانا پڑے گا۔“
بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔ اور ہیرونی دروازے کی طرف مڑ گیا۔ اس کی بات کا عمران نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش پڑا رہا۔

بلیک زیرو وفیٹ سے نکلنا اور اس نے اپنی کار کا رخ سیدھا سررحمان کی رہائش گاہ کی طرف موڑ دیا۔ وہ اب ایک نئے انداز میں سوچ رہا تھا۔۔۔ بتوڑی دیر بعد اس کی کار سررحمان کے

بے حد پریشان ہیں۔ میں نے تنگ آ کر سوچا کہ عمران کو فون کر دوں شاید وہ اس مسئلے کا کوئی حل نکالے۔ لیکن اس کا لہجہ سنتے ہی میں سمجھ گیا کہ اس کی حالت بھی کرنل صاحب جیسی ہے۔

کیپٹی حمید نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
”تم کرنل فریدی کے ساتھ ورلڈ کانفرنس میں گئے تھے۔ کیا تمہیں کوئی ایسی بات معلوم ہے جو خلاف معمول ہوئی ہو۔“
بلیک زیرو نے پوچھا۔

”یہ سب۔۔۔ مجھے بے ہوش کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنی رہائش گاہ میں تھا۔ اور کرنل فریدی بھی وہیں موجود تھے۔ لیکن ان کی حالت بدل چکی تھی۔ میں نے لاکھ ان سے پوچھا لیکن وہ کچھ بتاتے ہی نہیں۔“
کیپٹی حمید نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنے اغوا اور بے ہوش ہونے کی تفصیل بھی بتا دی۔

”ایسی جی رپورٹ میرے ممبران نے بھی دی ہے۔ انہیں بھی ایک ہوشل کے کین میں چائے پیٹے ہوئے اچانک ہوش کر دیا گیا۔ اور جب انہیں ہوش آیا تو وہ اپنی رہائش گاہ پر تھے۔ اور عمران کی حالت بدل چکی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہاں ان کے ساتھ کوئی خاص کارروائی ہوئی ہے۔ ٹھیک ہے میں معلوم کرتا ہوں کوئی بات معلوم ہوئی تو میں تم سے بات کروں گا۔۔۔۔۔ بلیک زیرو نے نرم لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں شریک تھا اور یہ بھی سمجھ لیتے کہ انہیں واپس آئے ہوئے
 چھ روز گزر چکے ہیں۔ اس دوران میں نے اپنے طور پر ذہنی
 امراض کے بڑے ماہرین سے بھی عمران کا معائنہ کرایا ہے۔
 لیکن ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عمران ہر لحاظ سے بالکل نارمل
 ہے۔ لیکن اس کے باوجود عمران وہ پہلے جیسا عمران
 نہیں رہا۔ اب میں یہاں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ اماں بی کو
 اپنے ساتھ فلیٹ میں لے چوں شاید ان کی وجہ سے عمران
 کی ذہنی کیفیت بدل جائے۔ بلیک زیرو نے انتہائی
 سنجیدہ لہجہ میں کہا:

”اوہ۔ یہ تو آپ نے انتہائی تشویش ناک خبر سنائی ہے۔
 اماں بی کو پتہ چلا تو ان کی تو حالت بھی غیر ہو جائے گی۔ میں آپ
 کے ساتھ چلتی ہوں۔“ ثریا نے انتہائی پریشان لہجے میں
 جواب دیتے ہوئے کہا:

”آپ ضرور چلیں۔ لیکن میرا خیال ہے اگر آپ اماں بی کو بھی
 ساتھ لے لیں تو زیادہ بہتر ہے۔“ بلیک زیرو نے اپنی
 بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا:

”اور ثریا چند لمحے خاموش بیٹھی سوچتی رہی پھر وہ سر ہلاتی
 ہوئی اٹھی اور اندر چلی گئی۔“

”ارے کیا ہو گیا میرے بیٹے کو۔ ضرور اُسے کسی کلمہ ہوی کی
 نظر لگ گئی ہو گی۔“ نقوڑی دیر بعد ڈرائنگ روم میں اماں بی
 داخل ہوئیں اور طاہر احقر اٹھ کھڑا ہوا۔

پورچ میں پہنچ چکی تھی۔ اُسے معلوم تھا کہ سر رحمان دفتر میں ہوں
 گئے۔

”اماں بی سے کہو عمران کا دوست طاہر آیا ہے۔ اور آپ
 سے عمران کے متعلق ایک اہم بات کرنا چاہتا ہے۔“
 بلیک زیرو نے ملازم سے کہا۔ اور ملازم نے اُسے ڈرائنگ
 روم میں بٹھایا اور خود واپس چل پڑا۔

نقوڑی دیر بعد ثریا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو بلیک زیرو
 احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

”اوہ طاہر صاحب آپ۔“ حریت ہے۔ بھائی جان کے
 متعلق آپ نے کیا بات کرنی ہے۔ میں نے ملازم کو منع کر دیا
 ہے۔ ورنہ اماں بی تو بے حد پریشان ہو جاتیں۔“ ثریا
 نے کہا۔

”تشریف رکھیے۔ میں بتاتا ہوں۔“ طاہر نے کہا۔ اور
 ثریا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

”عمران صاحب حکومت کی طرف سے ایک بریڈیا ایک ورلڈ
 کانفرنس میں گئے تھے۔ اس کانفرنس میں دنیا بھر کے
 ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ مدعو تھے۔ وہاں سے واپسی پر
 عمران کی حالت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ وہ مسلسل اپنے فلیٹ
 میں بند ہے۔ اور ذہنی طور پر بالکل سپاٹ ہو چکا ہے۔ ابھی
 نقوڑی دیر پہلے یہ اطلاع ملی ہے کہ نیدرلینڈ کے مشہور جاسوس
 کرنل فریڈی کی بھی یہی حالت ہے۔ وہ بھی اس ورلڈ کانفرنس

باپ بیٹے میری تو بات ہی نہیں مانتے۔۔۔ اماں بی نے دانت
پیشے کے سے انداز میں کہا۔

ایکرمیہ لیا تھا عمران۔ دلوں سے آنے کے بعد یہ حالت ہوئی
ہے۔۔۔ بیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کافروں کے ملک میں۔ ادھر پھر تو یہ ہونا ہی تھا۔ اکلوتا بچہ
ہے۔ منتوں مرادوں والا۔ اس کا تو خون بھی میٹھا ہے۔ لاکھ کہا
ہے کہ گگے میں نظر کا تعویذ پہن لیا کرو۔۔۔ بس یہ موٹی انگریزی
تعلیم اس نے سارا بیڑہ غرق کر رکھا ہے۔ اب میں دیکھتی ہوں
کیسے نہیں پہنتا تعویذ۔“ اماں بی نے پیر پٹختے ہوئے
کہا۔

اُسی لمحے ثریا داپس آئی تو اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ
کے کپڑے کی ایک پرانی سی پوٹلی تھی۔

”دکھاؤ ادھر دکھاؤ۔ اس میں کالے بابا کا لکھا ہوا نظر کا
تعویذ بھی ہے۔ اک دم ٹھیک کر دے گا۔ ساری بُری بلائیں
ایک منٹ میں دفع ہو جائیں گی۔“ اماں بی نے پوٹلی کو اس

طرح بھینٹا جیسے اس میں سونا بنانے کا نسخہ ہو۔ اور اب بیک
زیرو دل ہی دل میں پچھتا رہا تھا کہ وہ کیوں اس طرف آیا۔ اُسے

یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ اماں بی اس طرح کا سلوک عمران سے
کرنے کا فیصلہ کریں گی۔ اس نے تو یہی سوچا تھا۔ کہ

شاید ماں کی ڈانٹ ڈپٹ سے عمران کا سویا ہوا ذہن جاگ
جائے۔ لیکن اب اُسے عمران کا حشر ہوتا صاف نظر آ رہا تھا۔

”اماں بی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ عمران بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔
لیکن بس وہ سُست اور کاہل ہو گیا ہے۔۔۔ بیک زیرو
نے سنجیدہ پہلے میں کہا۔

”سُست اور کاہل ہو گیا ہے۔ میں سمجھ گئی۔ ضرور اُسے
نظر لگ گئی ہے۔ ثریا وہ بہر دل والی پوٹلی پڑھی ہے میرے

صندوق میں۔ وہ اٹھالو۔ میں نے اسی لئے پڑھوا کر رکھا ہوا
تھا اسے۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ سبجانے کہاں گھومتا رہتا ہے

کسی کی بھی نظر لگ سکتی ہے۔ جلد ہی کرو۔ تم دیکھنا کیے یہ
نامراد سستی اور کاہلی دور ہوتی ہے۔“ اماں بی نے پیچھے

آنے والی ثریا سے مخاطب ہو کر کہا۔
”اماں بی اب آپ بھائی جان کو بہر دل کی دھونی دیں گی۔ طاہر بھائی
کیا کہیں گے۔“ ثریا نے منہ جاتے ہوئے کہا۔

”ارے تم لے تو آؤ۔ ایک تو موٹی یہ انگریزی تعلیم نے بھی
دماغ خراب کر رکھا ہے۔ جاؤ لے آؤ جلدی۔“ اماں بی

نے انتہائی غصیلے پہلے میں کہا۔
اور ثریا پیر پٹتی ہوئی داپس چلی گئی۔ طاہر کے لبوں پر مسکراہٹ

ابھر آئی۔ وہ ثریا کا مسکد سمجھتا تھا۔ طاہر ہے ایک پڑھا لکھا آدمی
اس قسم کے ٹوٹنے ٹوٹھوں پر کب یقین رکھتا تھا۔ لیکن اب

اماں بی کو کون سمجھا سکتا تھا۔
”ماں تو طاہر بیٹے۔ کب سے ہے اس کی حالت۔ میں نے لاک
بار کہا ہے کہ چھوڑو اس ڈربے کو۔ اور یہاں آجاؤ۔ ایک تو یہ

اور وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر منہں رہا تھا کہ ایکسٹو جس کی
دمشقت پوری دنیا کے مجرموں اور سیکرٹ ایجنٹوں پر چھائی ہوئی
ہے کی ناک میں جب ہرمل کی دھونی دبی جائے گی تو واقعی ایک
عجیب و غریب سچویشن پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اب وہ
مجبور تھا۔ تیرکان سے نکل چکا تھا۔ اور اب اماں بی کو کسی صورت
بھی نہ روکا جاسکتا تھا۔

دروازہ کھلا اور مائیکل مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ میز کے
پچھلے بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر باس اُسے دیکھ کر چونک پڑا۔
”کمراں مائیکل — میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔ کیا رپورٹیں
ہیں؟“ — ادھیڑ عمر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”باس۔ انتہائی دلچسپ رپورٹیں ہیں۔ تینوں گریٹ ایجنٹس
منہ چھپائے بستروں میں پڑے ہیں۔ اور وہاں کی حکومتیں ان
کی اس حالت پر سخت پریشان ہیں۔ ماسٹر ڈاکٹروں سے
جی ان کے معائنے کرائے گئے ہیں۔ لیکن کسی کی سمجھ میں
کوئی بات نہیں آرہی۔“ — مائیکل نے کسی پر ہنسنے ہوئے
کہا۔

”ہاں ابھی دو ہفتوں تک ان کی یہی حالت رہے گی۔ اس
مکے بعد یہ آہستہ آہستہ نارمل ہو جائیں گے لیکن ان میں وہ بات

"باس۔ بلگارنیہ کے کرنل ڈمی نے فورکارنرز کے خلاف باقاعدہ جدوجہد کا آغاز کر دیا ہے۔ اس کے پانچ ڈمی ایجنٹ ایکویمیا کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ کس نے اطلاع دی ہے۔" باس نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی بلگارنیہ سے ایس۔ ٹی۔ تقری کی کال آئی ہے۔ اس نے ان ایجنٹس کی تفصیلات بھی روانہ کی ہیں۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اوہ۔ گڈ۔ دو مفتوں تک فورکارنرز سامنے نہیں آنا چاہتی اس لئے تم ان پانچوں ایجنٹوں کو غائب کر دو۔ غائب کے معنی سمجھتے ہو۔" باس نے کرخت ہلچے میں کہا۔

"ہیں باس۔ میں سمجھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے تعلق کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکے کہ انہیں زمین کھا گئی ہے یا نہان۔" دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"گڈ۔ کرنل ڈمی لازماً ان کی طرف سے رپورٹوں کا انتظار کرتا رہے گا۔ اور اسی انتظار میں دو ہفتے گزر جائیں گے۔ اس لئے بعد نہ کرنل ڈمی رہے گا اور نہ اس کے ایجنٹ۔" باس نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

"باس۔ بلگارنیہ میں ہمارا کوئی آدمی غدار ہی کر رہا ہے۔ بلگارنیہ متینم کے متعلق خاصی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔" مائیکل

بہر حال اب کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کی وجہ سے ان کی شہرت قائم تھی۔" باس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"باس۔ ان کی وہ خصوصیات جن میں منتقل کی گئی ہیں ان کی کیا پوزیشن ہے۔" مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تجربات جاری ہیں۔ گریٹ چیف باس بتا رہے تھے کہ دو مفتوں بعد وہ بھی مکمل طور پر ایڈجسٹ ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد فورکارنرز اپنی اصل کارروائی کا آغاز کرے گا۔" باس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"مطلب یہ ہوا کہ دو مفتوں بعد پوری دنیا پر فورکارنرز کی حکومت ہوگی۔" مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں دو مفتوں بعد فورکارنرز اس دنیا کے اصل حاکم ہوں گے اور پھر قیامت تک فورکارنرز ہی حکومت کریں گے۔" باس نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ مائیکل کوئی بات کرتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"یس۔ چیف آف بیک اینڈ وائٹ۔" باس نے رسیور اٹھاتے ہی سرد ہلچے میں کہا۔

"باس۔ ایک اہم اطلاع ہے۔" دوسری طرف سے سنجیدہ آواز سنائی دی۔

"کیا اطلاع ہے۔ بولو۔" باس نے سرد ہلچے میں کہا۔

ہتھیار ڈال دیں گے۔" — باس نے جواب دیا۔ اور مائیکل نے اثبات میں سر ہلادیا۔

"میرا خیال ہے۔ سپر بادوز میں فورکارنرز کو اپنی براہ راست حکومتیں قائم کرنی پڑیں گی۔" — مائیکل نے چند لمبے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ یہ ہائی لیول کی باتیں ہیں۔ گریٹ چیف باس نے آخر دو مہفتوں کا وقت دیا ہے تو وہ انتظامات بھی تو کر رہا ہوگا۔ تم ان تینوں کے متعلق دو مہفتوں تک مسلسل رپورٹیں لیتے رہنا۔" — باس نے کہا۔

"ادھر باس۔ اب ان کا کیا ہونا ہے۔ یہ تو ختم ہو چکے ہیں۔" مائیکل نے کہا اور کسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پھر بھی خیال رکھنا۔ چیف گریٹ باس نے خاص طور پر اس کی ہدایت کی ہے۔ کیونکہ سائنسدانوں نے جب ان کی لٹرنسپلٹیشن کی ہے تو انہوں نے چیف باس کو بتایا ہے کہ یہ تینوں بے مثال ذہنوں کے مالک ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کے طاقت ور ذہن باوجود زبرد ہونے کے اپنی عام اینجنوں سے پھر بھی زیادہ کام کریں۔ اس لئے ان کی طرف سے محتاط رہنا چاہیے۔" — باس نے کہا۔

"اور۔ کے باس۔ ٹھیک ہے۔ ہمارے آدمی دماغ موجود ہیں۔ اور وہ مسلسل سیکشن کو رپورٹیں دے رہے ہیں۔ میں انہیں مزید ہوشیار رہنے کا کہہ دوں گا۔" — مائیکل نے

نے کہا جو اس دوران خاموش بیٹھا تھا۔

"ہاں۔ میجر پرمود کے متعلق ہتھاری رپورٹ ملتے ہی میں نے اس طرف فوری توجہ کی تھی۔ یہ ایس۔ ٹی۔ بھری کا اسسٹنٹ ریش تھا۔ اُسے گولی مار دی گئی ہے۔" — باس نے

جواب دیا۔
"لیکن باس اگر وہ ختم ہو چکا ہے تو پھر کرنل ڈی کو فورکارنرز کا علم کیسے ہوا۔ جب کہ آپ نے بتایا تھا کہ گریٹ چیف باس نے ان تینوں کے ذہنوں سے فورکارنرز کے متعلق تمام معلومات مشاوری ہیں۔" — مائیکل نے کہا۔

"یہ شاید پرانی معلومات کی بنا پر کام ہو رہا ہے۔ بہر حال ہمیں اب فکر کی ضرورت نہیں ہے۔ دو مہفتوں کی تو بات ہے یہ وقت تو پلٹ چکے ہیں گزر جائے گا۔" — باس نے جواب دیا۔

"باس۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر دنیا کی حکومتیں نبھانے کے لئے کیا منصوبہ بندی کی جائے گی۔ کیا دنیا پھر کی تمام حکومتیں ختم کر دی جائیں گی۔" — مائیکل نے کہا۔
"نہیں۔ پہلے اعلان کیا جائے گا۔ کہ اب دنیا پر فورکارنرز کی حکومت ہے۔ اور اُسی کی ہدایات پر دنیا کی حکومتیں کام کریں گی۔ اس کے بعد جس حکومت نے فورکارنرز کو تسلیم نہ کیا اُسے تباہ کر دیا جائے گا۔" — اس طرح گریٹ چیف باس کو یقین ہے کہ دو چار ملکوں کی تباہی کے بعد سب لوگ لازماً

جواب دیا۔ اور پھر سلام کر کے واپس دروازے کی طرف
مرگ گیا۔



ہوں۔ دشمن نمبر ایک ہے۔ قاسم نے برا سامنہ
باتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں شعلے اگل رہی تھیں۔ کیونکہ
سرعام صبح وقت ہوٹل میں اس کے کمرے میں پہنچے
تھے اس وقت وہ دو فل فلوٹیوں سے بیٹھا گپ شپ کر رہا
تھا۔ اور ظاہر ہے اس کے بعد سرعام کے کمرے
کو حرکت میں آنے سے کون روک سکتا تھا۔

”جور۔ وہ بتا رہے تھے کہ کرنل فریدی بیمار ہیں۔ نہ کام
کرتے ہیں نہ بات کرتے ہیں۔“ جن نے سہمے ہوئے
ہلچے میں کہا۔

”کرنل صاحب بیمار ہیں۔ اچھا۔ ہوتے رہیں۔ وہ بھی
میرے کون سے دوست دوست ہیں۔ بس بہ وقت ڈانٹتے
وہتے ہیں۔“ قاسم نے جواب دیا۔

”جور۔ آپ۔ تیمارداری کے لئے نہ جائیں گے۔ یہ تو
ثواب کا کام ہے۔“ جن نے کہا۔

”میں جادوں گا۔ مغز ٹھیک ہے مہار۔ مجھے نہیں چاہیے
یہ ثواب مواب۔ ارے۔ کیا کہہ رہے ہو۔ ثواب کا کام
حاصلے تو نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ وہ مولیٰ صاحب کہہ
رہے تھے کہ ثواب کا کام ضرور کرنا چاہیے۔ اللہ میاں جنت
میں جو رہیں وہیں دیتا ہے۔“ قاسم کی ذہنی رو بکھنت
وسری طرف پلٹ گئی۔

”جور۔ اب بتانے تو آیا ہوں۔ اور جور جو ایسی بات بتائے

”ابے کیا ہے۔ کیوں اونٹ کی طرح منہ اٹھائے اندر چلے
آ رہے ہو۔“ قاسم نے اپنے ملازم جن کو کمرے
میں داخل ہوتے دیکھ کر انتہائی غصیلے ہلچے میں کہا۔
”جور وہ پکستان صاحب کا پیغام دیتا ہے۔“ جن نے
رکوع کے بل جھکتے ہوئے کہا۔

”پکستان۔“ جو نہہ۔ مرحوں کا حقو بڑا باندھ دوں گا۔ جو
اب تم نے اس کا نام جہان سے نکالا ہوں۔ وہ میرا دشمن نہ
ایک ہے۔ سالہ مجھے ایگر میاں لے گیا کہ فلی فلوٹیاں ملو اڈوں کو
اور پھر خود غائب ماتب ہو گیا۔ اور ساتھ ہی ڈیڈی کو بھی
اطلاع کر دی۔ اور وہ پھسکی بیگم کو لے کر واپس پہنچ گئے۔

”ابے۔ کیا حال ہے کرنل مرل صاحب کا۔“ قاسم نے ملازم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”جناب۔ وہ اندر لیٹے ہوئے ہیں۔ کپتان صاحب بھی موجود ہیں۔“ ملازم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔

قاسم سر ہلانا ہوا ادھر چل پڑا۔ اس نے اپنے چہرے پر اداسی کے تاثرات پیدا کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اور اس کی بقول تھکی لٹک گئی۔ اور آنکھیں کسی بوڑھے بکرے جیسی نظر آنے لگیں۔

”آؤ آؤ قاسم۔ کیسے آئے۔“ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تم سے سالے کو کئی بات نہیں کروں گا۔ تم میرے دشمن مشمن ہو سالے۔ ڈیڈی کو اطلاع کر دی۔“ قاسم حمید کو دیکھتے ہی ساری تیار داری وغیرہ بھول گیا۔ غصے سے اس کے مونٹے اور لٹکے ہوئے گال دھونکنی کی طرح پتو لٹے پٹکنے لگے۔

”میں نے اطلاع کر دی۔ ارے کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے تو علم ہی نہیں ہے۔ میں تو کرنل فریدی کی بیماری میں لگ گیا تھا۔“ کیپٹن حمید نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ ”تو کیا اب ڈیڈی بخوشی بخوشی ہو گئے ہیں۔ اور پھر ملازم اس پر قضا طی بخوشی کا کام ہو گا۔ وہ میرا دشمن مشمن ہے۔ اچھا میں

ثواب دالی اُسے انعام دیا تا ہے مجور۔“ جن نے اپنے اصل مقصد کی بات کرتے ہوئے کہا۔

انعام سب۔ تو انعام لے چکا۔ جب ڈیڈی کو ٹھے مارے جاتے تھے سانس نہ لے سکتا تھا۔ اب آگیا ہے انعام شتم لینے۔ دفع ہو باد۔“ قاسم نے غصیلے ہلچے میں کہا۔

”مجور۔ وہ ثواب مواب کا کام بتایا ہے۔“ جن نے ہاتھ جوڑتے ہوئے اپنی بات پر اصرار جاری رکھا۔ کیونکہ وہ قاسم کا مزاج شناس تھا۔

”اچھا اچھا وہ۔ ہاں تو بتایا ہے۔ اچھا جاؤ سالے جا کو مزے کر دو۔ اس منیم جی سے لو انعام۔ میں ذرا کرنل صاحب کے پاس ہو آؤں۔“ مولیٰ صاحب کہتے ہیں کہ ثواب مواب کے کام میں جلدی کرنا چاہیے۔“ قاسم نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور جن کے ہاتھ تیزی سے سلام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ اب وہ منیم جی سے لمبی رقم وصول کرے گا۔

قاسم نے اپنی کار کرنل فریدی کی کوٹھی کے وسیع پورچ میں روکی اور پھر نیچے اترا آیا۔ کرنل فریدی کے ملازم چونکہ اُسے ابھی طرح جانتے تھے۔ اس لئے ملازم نے جلدی سے قریب آکر سلام کیا۔

ہو کر کہا۔ اور حمید بے اختیار ہنس پڑا۔

”تم حجاب سمجھ رہے ہو۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ جین کی اماں کی آنکھیں ہی ایسی تھیں۔ گنگا پیر نے دھونی دی۔ تو سچ باندھا۔ وہ بڑھی ٹھیک ہو گئی۔ اک دم۔“ قاسم نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”ارے چھوڑو۔ کوئی ذہنی بیماری ہے۔ تم بتاؤ۔ سرعام کیسے پہنچ گئے ایکرمییا۔“ حمید نے بات ٹالتے ہوئے کہا۔

”وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ پھٹکی ٹیکم بھی ساتھ تھیں۔ بس فل فلوٹیاں تو بھاگ گئیں سالی۔ نامراد۔ بے دھیا۔ پہلے کہہ رہی تھیں ہم ساری عمر مر ساتھ دیں گی۔“ قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”پھر کتنے کوڑوں پر ہاتھ رکھا سرعام کا۔“ حمید نے مزے لیتے ہوئے کہا۔

”ہاں سارے تم مجھے لے رہے ہو۔ میرا تین روج ہدی چونا بھوپ بھوپ کر بر حال ہو گیا۔ ہاں وہ گنگا پیر۔ لے آؤں لے۔ ایمان سے کریں صاحب پر کوئی جبر دست جن کا سایہ لگے ہے مجھے۔“ قاسم بات کرتے کرتے پھر اُسی موضوع پر آ گیا۔

”اب تم مجھے بھی کوڑے کھلوانا چاہتے ہو۔ سرعام کا ہاتھ تو رک گیا ہو گا کرنل فریدی کا ہاتھ ہی نہیں رکنا سمجھے۔“

اس کی گردن توڑوں گا۔ سارے کے سر پر جوتے ماروں گا۔“ قاسم نے غصیلے ہجے میں کہا۔

”کون ہے۔ کیا شور مچا رکھا ہے۔ خاموش رہو۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔“ اچانک ایک طرف پلنگ پر لیٹے ہوئے کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔ لیکن اس کی آوازیں وہ رعب۔ دبدبہ اب نہ تھا۔ مضمکی سی آواز تھی جیسے کوئی انتہائی لاغر اور کمزور آدمی بول رہا ہو۔

”اوہ کرنل صاحب۔ آپ بیمار ہیں افتد کی مرچی۔ احتیاطاں جب چاہتا ہے۔ بیماری واری بھیج دیتا ہے۔“ قاسم کو کرنل فریدی کی آواز سننے ہی بیمار داری کا خیال آ گیا۔ چنانچہ اس نے فوراً ہی ہجے کو ہمدردانہ انداز میں بولتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی وہ پلنگ کی طرف بڑھ گیا جس پر کرنل فریدی لیٹا ہوا تھا۔

”بیمار داری کا شکریہ۔ اب تم جا سکتے ہو۔“ کرنل فریدی نے غصیلے ہجے میں کہا۔

اور قاسم اتنی تیزی سے مڑا جیسے اُسے لاکھوں دولٹے کا کوٹنگ لگا گیا ہو۔ حمید اس کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر آ گیا۔

”پھر یہی صاحب کی یہ حالت کب سے ہے۔ یہ تو کسی خوفناک جن کا سایہ ہو گیا ہے ان پر۔ گنگا پیر سے تو سچ لینا ہو گا۔“ قاسم نے باہر آتے ہی زاندارانہ ہجے میں حمید سے مخاطب

حمید نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

”تہا رہی رہی۔ میں تو سالے ہمدردی کر رہا تھا ورنہ مجھے کیا۔
میرا تو ثواب مواب پورا ہوا تھا۔“ قاسم نے بڑا سامنا
بناتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اور
حمید جھٹکا ہوا داپس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

قاسم نے کوٹھی سے کار نکالی اور اس کا رخ اپٹ دفتر
کی طرف کر دیا۔ اُسے اچانک دفتر کا خیال آ گیا تھا۔ وہ جب
سے ایگزیمیا گیا تھا دفتر گیا ہی نہ تھا۔

”حضور وہ گنگا پیر آیا بیٹا ہے۔ کہتا ہے۔ یہاں دفتر میں جن
آگئے ہیں وہ انہیں نکالنے آیا ہے۔“ چچا اسی نے اس
کی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے سرگوشیا نہ پہنچے میں کہا۔
”ارے باپ ارے۔“ جی من یہیں آگئے۔ ارے

سالے۔ اُسے کہو نکالے۔ انہیں کچھ پیسے دیے دے کر نکال
دے۔ سالے بھوکے منگے جی من ہوں گے۔ میں جا رہا
ہوں۔“ قاسم نے خوف زدہ سے پہلے میں کہا۔ اور
اس نے باہر نکلنے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے کار کو واپس
موڈ دیا۔ اور چچا اسی کے لبوں پر مسکراہٹ ابھرا آئی۔

”یہ سالے جن من آج کل ہمارے ملک کا دورہ موہ کر
رہے ہیں۔ شاید کہ نل پھر یہی کے سر پر بھی پہنچ گئے۔ اور
میرے دفتر بھی۔“ اشد معاف کرے۔“ قاسم
نے کار چلاتے ہوئے خوف زدہ پہلے میں کہا۔

اور ابھی اس نے چوک پر سے کار موڑی ہی تھی کہ ایک
آدمی نے فٹ پاتھ سے اُسے دیکھ کر ماتھ ہلایا۔ اور قاسم
اُسے دیکھ کر بری طرح چوک پڑا۔

”یہ سالہ ادھر کیسے ٹپک ٹپک پڑا۔“ قاسم نے
کار کو اس کی طرف لے جاتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔
اور پھر اس نے جیسے ہی کار روکی وہ آدمی جس نے
نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا جلدی سے دروازہ کھول کر اندر
بھاگ گیا۔

”قاسم صاحب شکریہ آپ مل گئے۔ میں تو آپ کے
دفتر جا رہا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ سیٹھ صلاح الدین نے
آپ کی فیکٹری خریدنے کی آخر کر دی ہے۔“ اس آدمی
نے تیز پہلے میں کہا۔

”کک۔ کک۔“ کیا کہہ رہے ہو۔ سیٹھ صلاح الدین
سالے کی یہ جرات مرآت کہ میری فیکٹری خریدے۔ سالے
جندہ زمین میں دفن کر دوں گا۔“ قاسم نے انتہائی
غصیلے انداز میں کہا۔

”آپ فکر نہ کریں۔ میں نے اس کا خاص آدمی توڑ لیا ہے۔
میں اس کے دفتر میں ایسا تعویذ ڈلوؤں گا کہ اس کا سارا دفتر
ہی تباہ ہو جائے گا۔“ بہت بڑا پیر ہے۔ جس کا تعویذ میں نے
لیٹا ہے۔ جادو ہے جادو اس کا تعویذ۔ پردہ ہے پتہ لیتا ہے
دس ہزار روپے۔“ اس آدمی نے کہا۔ اُسے قاسم

آدمی ہے۔ وجہ اعظم اس سے ڈر کر بات کرے ہے۔
 قاسم کو غصہ آگیا۔ لیکن اس نے کارِ آہستہ نہ کی تھی۔

”بالکل بالکل۔ بہت بڑے آدمی ہیں کرنل فریدی صاحب۔
 آپ مجھے اس چوک پر اتار دیں۔ میں پیر صاحب سے
 بات کرتا ہوں۔“ اس آدمی نے جلدی سے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

”ابے مہاراجی جان کیوں نکلی جا رہی ہے۔ کیا کوئی سالا
 جن من۔ اودہ اللہ توبہ۔ مولیٰ صاحب کہتے ہیں جن سُن
 لیتے ہیں۔ اللہ توبہ۔ تو کیا کوئی جن صاحب اب نفر آگیا
 ہے نہیں۔“ قاسم نے غصیلے لہجے میں بات کرتے
 کرتے یک لمحت جن کی شان میں گستاخانہ بات کرنے کی
 وجہ سے توبہ کرنی شروع کر دی۔

”آپ اب جا کہاں رہے ہیں۔“ اس آدمی
 نے کہا۔

”میں کرنل پھیری کی کوٹھی پر جا رہا ہوں۔ تم انہیں پیر کا
 بیڑہ متہ بتا دینا وہ خود اُسے بلا لیں گے۔ سی۔ سی۔ سی۔
 شکستی اچھی سیکم ہے۔“ رعب سے ہی کام چل جائے گا۔
 رقم بھی نہ لگے گی۔“ قاسم نے خود ہی اپنی سیکم پر اپنی
 تعریف شروع کر دی۔

اور اس آدمی کا رنگ اور زیادہ زرد پڑ گیا۔ اس نے
 دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پھر جیسے ہی ایک چوک

کی کمزوری کا شاید علم تھا اس لئے اس نے رقم اینٹھنے کے
 لئے یہ پیر چلایا تھا۔

”اچھا۔ کون سا پیر ہے۔ کیا گنگا پیر سے بھی بڑا ہے۔“
 قاسم نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

”جناب گنگا پیر تو اس کے پیروں کی خاک بھی نہیں۔ وہ
 جامو پیر ہے۔ جامو۔ سیٹھ صلاح الدین کا دفتر جامو کر دے
 گا۔“ اس آدمی نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”ارے اتنا بڑا پیر ہے۔ بے پلو مجھے اس کے پاس
 وہ اپنے کرنل پھیری پر جبر دست جن آگیا ہے۔ میں اُسے
 وٹاں لے جاتا ہوں۔“ قاسم کا ذہن پلٹ گیا۔

”کرنل فریدی۔ اودہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔“
 کرنل فریدی کا نام سنتے ہی اس آدمی کا رنگ زرد پڑ گیا۔

”ہاں پنج کہہ رہا ہوں۔ تم پلو اس جامو جامو پیر کے پاس
 کرنل پھیری می اچھا آدمی ہے۔ پیسے کی پرواہ نہ کرو۔“
 قاسم پر شاید ہمدردی کا زبردست دورہ پڑ گیا تھا۔

”اچھا آپ مجھے یہاں اتار دیں۔ میں جا کر پیر صاحب سے
 وقت لیتا ہوں۔ وہ بڑے پیر ہیں۔ آسانی سے وقت بخورے
 دیں گے۔“ اس آدمی نے گھبرائے ہوئے لہجے میں
 کہا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کی ساری سیکم فیل ہو گئی
 ہے اور اب وہ جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے۔

”ابے بڑا ہے تو اپنے گھر کا ہو گا۔ کرنل پھیری کی کوئی چھوڑ

پہ سرخ رنگ کی لائٹ کی وجہ سے قاسم نے کار روکی۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے دروازہ کھولا اور پھلانگ مار کر نیچے اتر گیا۔

"ارے ارے۔۔۔ قاسم نے یک لحظ چنچتے ہوئے کہا۔

"وہ پیر صاحب کے جن۔۔۔ وہ آ گئے۔۔۔ اس آدمی نے چنچتے ہوئے کہا۔ اور بجلی کی سی تیزی سے دوڑ کر فٹ پاتھ پر چلنے والے بجوم میں غائب ہو گیا۔

"اب سالا آئے میرے پاس۔ ہونہر۔۔۔ اس کو تویج کے دس ہزار دیتے رہو تو ٹھیک درنہ اس کو جن نظر آنے لگتے ہیں۔ کیا بتا رہا تھا۔ موجود پیر۔ ادہ۔ ٹھیک ہے۔ میں یہ نام کرنل پھریڈی کو بتا دیتا ہوں۔ انہیں ضرور اس کا پتہ معلوم ہوگا۔" قاسم نے کار آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ چونکہ اس کے ذہن میں یہ بات چٹھ گئی تھی کہ کرنل فریڈ پر کسی جن بھوت کا سایہ ہے۔ اس لئے اس نے جھدو میں ہی بات سوچنی شروع کر دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ کرنل فریڈی کی کوٹھی میں دوبارہ کار داخل کر کے پوچھ چک پچھ چکا تھا۔ اس نے کار روکی اور نیچے اتر کر دوبارہ اسی کمرے کی طرف چل پڑا۔ جہاں پہلے اس کی ملاقات کرنل فریڈی اور کمپشن حمید سے ہوئی تھی۔ سبکی اسی لمحے ایک سائیڈ سے کرنل فریڈی کا خاص

بوڑھا ملازم تیز تیز چلتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"حضور آپ ادھر ڈرائنگ روم میں بیٹھ جائیں۔ اندر وزیر اعظم صاحب موجود ہیں۔ کرنل صاحب سے ملنے آئے ہیں۔" ملازم نے کہا۔

"اچھا کیا وہ کسی بڑے پیر کو لے آئے ہیں۔" قاسم نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

"بڑے پیر کو لے۔۔۔ وہ کس لئے حضور۔۔۔" بوڑھے ملازم نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ادہ۔۔۔ تمہیں نہیں معلوم کرنل صاحب کی آنکھیں دکھی ہیں۔ تم نے پٹھی پٹھی سی۔ یہ جن کے سائے کی نشانی ہے۔ میں نے کہا بھی ہے کہ پیر نہ ہی جامو پیر ہی۔ وہ بڑا پیر ہے۔" قاسم نے بڑے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"ادہ۔۔۔ واقعی حضور آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھے بھی شک ہوا تھا مگر کرنل صاحب اور کمپشن صاحب کے ڈر کے مارے میں نے بات ہی نہیں کی۔ آپ مہربانی کریں حضور۔ کسی پیر کو لے آئیں۔ وہ میرے کوارٹر میں بیٹھ کر پڑھ لیں گے۔" بوڑھے ملازم نے انتہائی ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"ہوں۔۔۔ پاگل ہو گئے ہو۔ دماغ شماغ درست نہیں ہے۔ اب بڑا پیر تمہارے گندے سے کوارٹر موارٹر میں بیٹھ گا۔" قاسم نے غصے سے پھنکاتے ہوئے کہا۔

کے ملازم نہ جوتے تو سارے جندہ زمین میں دفن معفن کر دیتا۔ میری سارے توہین موہین کر رہے ہو۔ تم سے آخر میں اب جبروتی دھونی دوں گا۔ تمہارے سامنے۔" قاسم نے فحش سے پھنکار تے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں رکیں۔ میں ابھی جا کر لے آتا ہوں۔" ملازم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اور قاسم سر ہلاتا ہوا واپس پوریج کی طرف بڑھ گیا۔ ویرج میں اس سے آگے ایک سیاہ رنگ کی بڑی سی کار لہڑی تھی۔ اور اب قاسم نے دیکھا کہ اس کے اندر اب بادروسی ڈرائیور بھی بیٹھا ہوا تھا۔ ابھی وہ کار کے قریب پہنچا تھا کہ بڑے کمرے میں سے کیپٹن حمید ایک لمبے تونٹے می کے ساتھ باہر نکلا۔ اس آدمی نے نیلے کشن رنگ کا ٹ پٹنا ہوا تھا۔ وہ سیدھے اُسی سیاہ رنگ کی کار کی طرف گئے۔ اور پھر اس آدمی نے کیپٹن حمید سے ہاتھ ملایا اور کار اچھے گیلے دوسرے لمبے کار تیزی سے مڑی اور قاسم کے ساتھ سے گزرتی ہوئی بیرونی پھاٹک کی طرف بڑھ گئی۔

اور سے تم یہاں ہو۔ تم تو چلے گئے تھے۔" کیپٹن حمید قاسم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اسلے تمہیں تو ہمدردی ہمدردی نہیں ہے کرنل صاحب سے۔ تو ہے۔ آخر وہ کرنل پیری ہیں۔ میں انہیں دھونی دینے لئے کھڑا ہوں۔" قاسم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اچھا تو کیا ہے آپ اس بڑے پیرت تعویذ۔ میں چپکے سے کرنل صاحب کے سر ہانے کے نیچے رکھ دوں گا۔ ملازم نے نئی ترکیب سوچتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے سارے کرنل کے ملازم بھی جہین مہین ہیں۔ مگر وہ گنگا پیر تو سجانے کہاں جو گا اور وہ جاموئے اس کا تو پتہ ہی نہیں۔" قاسم نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اوہ حضور۔ مجھے یاد آ گیا۔ کرنل صاحب کی کوٹھی کے پیچھے بھی ایک پیر رہتا ہے۔ میری اماں اس کی بڑی مریدنی ہے۔ وہ تعویذ بھی دیتا ہے اور دھونی بھی دیتا ہے مریوں کی۔" ملازم نے یک لخت چمکتے ہوئے کہا۔

"دھونی مریوں کی۔" گردہ دھونی کرنل کو کیسے دو گئے قاسم نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ سمجھتے کریں حضور تو کام ہو سکتا ہے۔"

نے کہا۔

"مم۔ مم۔ ارے نہیں سارے۔ مجھ سے یہ دھونی نہیں جوتی۔ اگر وہ جبروت جن کرنل سے اتار کر مجھ ل گیا تو۔" قاسم نے بدکتے ہوئے کہا۔

"حضور آپ ڈرتے ہیں جن سے۔ آپ۔ آپ تو بہادر ملازم نے نفیاتی حربہ اختیار کیا۔

"ارے۔ مجھے کہہ رہا ہے۔ میں ڈروں گا۔ اگر تم کرنل

امتی آدمی۔" کیپٹن حمید نے حضور بخش کو دیکھتے ہی غصے سے چہچہاتے ہوئے کہا۔

"حضور۔ یہ خود کہہ رہے تھے کہ کرنل صاحب پر جن آگیا ہے۔ میں تو تیز اور دھونی لے آیا ہوں۔" ملازم نے کانپتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہے تو تیز اور دھونی۔ مجھے دکھانا۔" کیپٹن حمید نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور جیسے ہی ملازم نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پڑیا اس کی رٹ بڑھائی۔ کیپٹن حمید نے پڑیا پکڑ کر کھولی اس میں داقعی بٹ تو تیز اور ساتھ ہی ایک اور پڑیا تھی۔ اس پڑیا میں رن مرچیں تھیں۔ کیپٹن حمید کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت پا آیا اور اس نے مرچیں قاسم کی ناک کی طرف اچھال دی۔

"ارے ارے۔ یہ کیا۔" قاسم نے اچھلتے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے اُسے ایک زبردست چھیک آگئی۔ زبردست کہ جیسے کوئی بم پھٹ پڑا ہو۔

ابے سالے..... آچھیں آچھیں۔" قاسم کچھ کہنا چاہا۔ لیکن پھر اس پر مسس چھینکوں کا جیسے دورہ پڑا۔

یہ آپ نے کیا کیا جناب۔" ملازم نے خوف سے

کیا دینے کے لئے کھڑے ہو۔" کیپٹن حمید نے حیران

ہو کر پوچھا۔

"وہ ملازم مجھ پر بخش پیر سے توجہ اور دھونی لینے گیا ہے۔

وہ میری تو صحن موعین کر رہا تھا کہ میں کرنل پیر پیری کے جن سے

ڈرتا ہوں۔ میں نے اُسے کہا ہے کہ لے آؤ دھونی۔ میں خود دیتا ہوں۔" قاسم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ارے کیوں اپنی جان کے دشمن بن گئے ہو۔ جانتے تو ہو

کرنل فریدی کی عادت کو۔ تم بھاگو یہاں سے۔ میں اس حضور بخش

کی بھی خبر لیتا ہوں۔" کیپٹن حمید نے کہا۔

"ہوں۔" مجھے بھگا کر تم خود دھونی مونی دینے کی سوچ رہے ہو گے تاکہ کرنل صاحب تمہیں اچھا جانیں۔ نہیں میں خود

دوں گا دھونی۔" قاسم اپنی بات پراٹھ گیا۔

"دماغ تو نہیں خراب ہو گیا متبارا۔ اب کرنل فریدی کی

ناک میں دھونی دو گے۔ گولی مار دیں گے۔" کیپٹن حمید نے غصے سے آنکھیں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"جادو جادو۔ تمہیں کیا معلوم۔ انگریزی پڑھ لیتے ہو۔ تو سالے

اپنے آپ کو بھیجے فغان سمجھ لیتے ہو۔ ابھی دیکھنا دھونی دیتے ہ

کرنل پیر پیری ٹھیک ہو جائیں گے۔ وہ جہاں بھاگ جائے

گا۔" قاسم نے بھکارا بھرتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے ملازم تیز تیز چلتا ہوا دہاں پہنچ گیا۔

"حضور بخش۔ یہ تم نے قاسم کو کیا پتی پڑھا دی ہے

کرنل فریدی شاید قاسم کی زوردار چھینکوں کی آوازیں سن کر باہر آ گیا تھا۔

”اجتی آدمی۔ اس کی حالت بے حد خراب ہے۔ جاؤ فرسٹ ایڈ باکس لے کر آؤ۔ جلدی۔“ کرنل فریدی نے انتہائی غصے سے ہجے میں مڑ کر کہا۔ اور کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

”ادھر آؤ قاسم۔ ادھر آؤ۔ ابھی ٹھیک ہو جاؤ گے۔“ کرنل فریدی نے سہمہ روانہ انداز میں کہا۔ اور قاسم کا بازو پکڑ کر اُسے ڈرائنگ روم کی طرف لے گیا۔ قاسم اُسی طرح جھکے لے لے کر مسلسل چھینک رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کے صوفے پر قاسم کو لٹا کر کرنل فریدی

نے ملازم سے پانی منگوایا۔ اُسی لمحے فرسٹ ایڈ باکس اٹھائے کیپٹن حمید بھی اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر واقعی شہادت بھری مسکراہٹ دوڑ رہی تھی جیسے قاسم کو اس حالت میں پہنچا کر وہ واقعی لطف اندوز ہو رہا تھا۔

کرنل فریدی نے باکس کھولا اور اس میں سے ایک شیشی نکال کر اس کا ڈھکن کھولا اور جلدی سے اس نے قاسم کی ناک میں اس شیشی میں موجود محلول کے قطرے چسکا دیئے۔ اور پھر شیشی بند کر دی۔

اس محلول نے واقعی جادو جیسا کام دکھایا۔ قاسم کی چھینکیں بند ہو گئیں۔ لیکن وہ اس بُری طرح ٹانپ رہا

کا بچتے ہوئے کہا۔
”اس کے دماغ پر جی سوار ہو گیا تھا۔ اُسے نکال رہا تھا۔“ کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور پٹیا کا خالی کاغذ دھیں چھینک کر پٹتا ہوا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

قاسم کی بُری حالت تھی۔ وہ مسلسل چھینک رہا تھا۔ اور ہر چھینک کے ساتھ اس کا بھاری جسم اتنی تیزی اور جھٹکے سے جھٹکا جیسے زمین خون ناک زلزلے سے حرکت کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل پانی بہہ رہا تھا اور پھر جیسے پھٹنے کے قریب ہو گیا تھا۔ سرخ مروجوں نے واقعی اس کا شہرہ کر دیا تھا۔

ملازم بھاگ کر پانی کا جگ لے آیا اور اس نے پورا جگ چھینکے ہوئے قاسم کے چہرے پر چھینک دیا۔ اور قاسم کی چھینکوں کے تسلسل میں قدرے کمی آئی۔ لیکن اس کی حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔
”کیا ہوا تمہیں۔“ اچانک کرنل فریدی کی تیز آواز سنائی دی۔

اور قاسم نے کرنل فریدی کو دیکھتے ہی اور زیادہ زور سے چھینکنا شروع کر دیا۔
”یہ آپ کے دماغ پر چڑھا ہوا جن آثارنا چاہتا تھا۔“

نئے وہ نسخہ اس کے جن پر استعمال کر دیا۔
کیپٹن حمید کی آواز کرنل فریدی کی پشت سے سنائی دیا۔

تھا۔ جیسے اس کا سینہ ابھی کسی بم کی طرح پھٹ جائے گا۔
اس کی آنکھیں منہ ہی ہوئی تھیں اور چہرہ مسخ ہو کر سیاہ پڑ
گیا تھا۔

”اسے پانی پلا کر اس کی کونٹھی پر پھوڑاؤ۔“ کرنل فریدی
نے کیپٹن حمید سے کہا۔ اور خود تیز تیز قدم اٹھاتا ڈرائنگ
روم سے باہر نکل گیا۔

”میجر پر مود ذہنی جہانی ہر لحاظ سے بالکل ٹھیک اور
نارمل ہے۔“ بوڑھے ڈاکٹر نے عینک اتارتے
ہوئے کہا۔

”لیکن یہ سست اور ڈل کیوں ہو گیا ہے۔ اس سے
حرکت تو ایک طرف بات بھی تیزی سے نہیں کی جاسکتی۔“
کرنل ڈی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے تمام ٹیسٹ کر لئے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ
شاید ان کے جسم میں منیات کی کوئی خاص قسم انسٹ
کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے۔
لیکن ٹیسٹ بتا رہے ہیں کہ کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ ہر چیز نارمل
ہے۔“ ڈاکٹر نے جواب دیا۔
”آخر اس کے ساتھ کچھ کیا تو ضرور کیا ہے۔ لیکن کیا

کیا گیا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔ کاش وہ ہمیشہ مر نہ جاتا تو شاید کچھ پتہ لگ جاتا۔ کرنل ڈی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

مجھے اجازت دیجئے۔ بے فکر رہیے۔ میجر پرمود ہر لحاظ سے بالکل تندرست ہیں۔ باقی وہی سستی۔ کابلی تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کام کی زیادتی سے آدمی تھک جاتا ہے۔ اور اس طرح وہ سُست ہو جاتا ہے۔ جیسے ہی ان کے اعصاب کو آرام ملا یہ خود بخود ٹھیک ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور کرنل ڈی نے سر ہلادیا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد کرنل ڈی اپنی کرسی سے اٹھا۔ اور پھر کمرے کے بنگلی دروازے سے ہوتا ہوا ایک راہداری سے گزر کر ایک چھوٹے سے کمرے میں آگیا۔ یہاں بستر پر میجر پرمود لیٹا ہوا تھا۔ کرنل ڈی کی آمد کا کھٹکاسن کر اس نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اور پھر کرنل ڈی کو اپنے سامنے دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے اٹھنے کی رفتار اتنی سست تھی جیسے اُسے اٹھنے میں بے حد تکلیف ہو رہی ہو۔

لیٹے رہو میجر۔ کرنل ڈی نے سیاٹ لہجے میں کہا اور پھر ساتھ پڑھی کرسی گھسیٹ کر اس پر بیٹھ گیا۔
سر۔ میں شرمندہ ہوں۔ میں تو اٹھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن میرے اعصاب صبح طور پر کام نہیں کر رہے۔

میجر پرمود نے کہا۔
"لیکن ڈاکٹر کہتا ہے کہ تم ہر لحاظ سے بالکل ٹھیک ہو۔ تمام ٹیسٹ ہی بتاتے ہیں۔ تمہارے اعصاب بھی ٹھیک ہیں ذہن بھی اور جسم بھی۔" کرنل ڈی نے کہا۔
سر۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ میجر پرمود نے منہ بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہیں یاد نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟" کرنل ڈی نے سرد لہجے میں پوچھا۔

سر۔ صرف اتنا یاد ہے کہ میں اس مائیکل کا پتہ کمنے اس کی رہائش گاہ جانے کے لئے جیسے ہی اپنی رہائش گاہ سے نکلا۔ ایک چوک پر سرخ بتی کی وجہ سے میں نے جیسے ہی کار روکی۔ ایک لخت ایک ہاتھ میری ناک پر جم گیا۔ اس کے ساتھ ہی میرا ذہن تاریک ہو گیا۔ اور اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنی اُسی رہائش گاہ میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس درمیان کیا ہوا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میجر پرمود نے جواب دیا۔
"یہ رپورٹ تو تم پہلے بھی دے چکے ہو۔ لیکن تم نے اس سلسلہ میں تحقیقات کی کوشش نہ کی۔" کرنل ڈی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے رائس کو فون کرنے کی کوشش کی۔ لیکن رائس کا نہیں۔ اس کے بعد میرا دل ہی نہ چاہا کہ میں خود جا کر

”اوہ کرنل - خیریت۔“ دوسری طرف سے حیرت
 بھرے پہچے میں گیا۔
 ”آپ کو معلوم ہے کہ ایکرمہیا میں پوری دنیا کے ٹاپ
 سیکرٹ ایجنٹس کی ورلڈ کانفرنس ہوئی تھی“
 کرنل ڈی نے کہا۔
 ”ہاں کیوں“ ڈیفنس سیکرٹری نے حیرت
 بھرے پہچے میں پوچھا۔

”مجھے اطلاع ملی تھی کہ اس کانفرنس کے دوران کسی بین الاقوامی
 مجرم تنظیم کی طرف سے کوئی شہادت کی جا رہی ہے۔ بلکہ رنہ
 نیدر لینڈ اور پاکستان کے ایجنٹوں کے ساتھ۔“ لیکن یہ
 اطلاع بے حد مبہم تھی۔ چنانچہ میں نے میجر پرمود کو ہوشیار
 کر دیا تھا اور پھر دہاں واقعی ایسی باتیں سامنے آئیں جس سے
 ظاہر ہوتا تھا کہ کوئی خفیہ تنظیم اپنے کسی مقصد کے لئے کام
 کر رہی ہے۔ نیدر لینڈ کے کرنل فریدی اور پاکستان
 کے علی عمران اور ہمارے میجر پرمود تینوں کے خلاف
 کام ہو رہا تھا۔ لیکن پھر کانفرنس ہو گئی اور میجر پرمود واپس
 آگیا۔ لیکن کانفرنس کی طرف سے بھی سرکاری رپورٹ
 یہ ملی کہ میجر پرمود نے کانفرنس کی کارروائی میں قطعاً کوئی
 دلچسپی نہیں لی۔ میں اس رپورٹ پر بے حد حیران ہوا۔
 اور پھر جب میجر پرمود واپس آیا تو اس کی حالت دیکھنے والی
 تھی۔ وہ بے حد کاہل - شست تھا۔ اس میں پرانے

معلوم کردوں۔ میں نے کانفرنس بھی جیسے نیند میں اسٹنڈ کی
 ہے۔ میرا دہاں جانے اور کچھ بولنے کو قطعی دل نہ چاہ رہا
 تھا۔“ میجر پرمود نے جواب دیا۔

”ہوں۔“ اس کا مطلب ہے کہ تمہارے ساتھ ضرور
 کوئی انوکھا کام کیا گیا ہے۔ جس کی سمجھ ہمیں نہیں آ رہی۔
 میں نے اس بات کا کھوج لگانے کے لئے پانچ ایجنٹ
 بھیجے ہیں۔ لیکن ان کی طرف سے ابھی تک کوئی رپورٹ
 نہیں ملی۔“ کرنل ڈی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔
 میجر پرمود نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش پڑا رہا۔

”اوہ۔“ میرا خیال ہے۔ ہمیں نیدر لینڈ اور پاکستان کے
 بھی معلوم کرنا چاہیے۔ اگر اس عمران اور کرنل فریدی کی کا بھی
 یہی حال ہے تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی کوئی گہری سازش
 ہوئی ہے۔“ کرنل ڈی نے کہا۔ اور ایک بھٹکے سے
 کرسی سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دھارمی سے گزر کر
 واپس اپنے دفتر میں آگیا۔

اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر ڈائل
 کرنے شروع کر دیئے۔

”یس۔“ سیکرٹری ڈیفنس۔“ چند لمحوں بعد ہی رسیور
 سے ایک آواز ابھری۔

”کرنل ڈی بول رہا ہوں۔“ کرنل ڈی نے
 قدرے مؤدبانہ پہچے میں کہا۔

میر پرچود والی کوئی بات ہی نہ تھی۔ نہ جمانی لحاظ سے نہ ذہنی لحاظ سے۔ میں نے بڑے بڑے ماہر ڈاکٹروں سے اس کا معائنہ کرایا ہے۔ لیکن ہر ایک نے یہی رپورٹ دی ہے کہ وہ ہر لحاظ سے نارمل اور تندرست ہے۔ لیکن کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوتی ہے۔ کرنل ڈی نے کہا۔

"ادہ کرنل۔۔۔ آپ نے بڑی حیرت انگیز اور تشویش ناک خبر سنائی ہے۔ میر پرچود تو بلکہ دنیا کی ناک ہے۔ ڈیفنس سیکرٹری کی پریشانی سے پُر آواز سنائی دی۔"

"جی ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ میں نے اصل واقعہ کا سراغ لگانے کے لئے پانچ ایجنٹ بھیجے ہوئے ہیں۔ وہ ضرور اس بات کا کھوج لگالیں گے۔ لیکن میں نے فون اس لئے کیا ہے کہ جو اطلاع مجھے ملی تھی اس میں نیدرلینڈ کے کرنل فریدی اور پاکیشیا کے علی عمران کے نام بھی شامل تھے۔ آپ وہاں سے معلوم کریں کہ ان دونوں کی کیا پوزیشن ہے۔ کیا یہ حرکت ان تینوں کے ساتھ ہوئی ہے یا صرف میر پرچود ہی اس کا شکار ہوا ہے؟"

کرنل ڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ لیکن جن آدمی نے آپ کو پہلے اطلاع دی تھی آپ نے اُسے دوبارہ استعفا کیوں نہیں کیا۔" ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

"اُسے گولی مار دی گئی ہے۔ اور قاتل کا باوجود کوشش

کرنل ڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ لیکن جن آدمی نے آپ کو پہلے اطلاع دی تھی آپ نے اُسے دوبارہ استعفا کیوں نہیں کیا۔" ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

"اُسے گولی مار دی گئی ہے۔ اور قاتل کا باوجود کوشش

کرنل ڈی نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ لیکن جن آدمی نے آپ کو پہلے اطلاع دی تھی آپ نے اُسے دوبارہ استعفا کیوں نہیں کیا۔" ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

کرنل ڈی نے کہا اور سیور رکھ دیا۔

اس کے بعد اس نے ایک طرف پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس پر فریکوئنسی سیٹ کر کے اس کا بٹن دبایا۔
"ہیلو ہیلو۔ کرنل ڈی کا لنگ۔ زبرد زبرد تھری اور۔"

کرنل ڈی نے بار بار یہ فقرہ دوہرا کر شروع کر دیا۔ لیکن دوسری طرف سے خاموشی تھی۔ کال رسیو ہی نہ کی جا رہی تھی۔ کافی دیر تک مسلسل کال کرنے کے بعد آخر کار کرنل ڈی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار اور بھی زیادہ نمایاں ہو گئے تھے۔

"یہ لوگ آخر گئے کہاں۔ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ ایک بھی کال وصول نہیں کر رہا۔" کرنل ڈی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر پر ایک اور فریکوئنسی سیٹ کر فی شروع کر دی۔

"ہیلو ہیلو۔ کرنل ڈی کا لنگ راجر اور۔" کرنل ڈی نے نئی فریکوئنسی سیٹ کر کے بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔ راجر انڈنگ اور۔" چند لمحوں بعد ایک فائزر ٹرانسمیٹر سے سنائی دی۔

"راجر۔ زبرد زبرد تھری سے زبرد زبرد سیون تک ایک ٹھوس ٹن پراکٹر میا گئے ہوئے ہیں۔ لیکن ان کی طرف سے نہی اب اب کوئی رپورٹ آئی ہے اور نہ ہی وہ کال رسیو کر رہے ہیں۔"

معلومات حاصل کر لی ہیں۔ پاکیشیا کے علی غرالی اور نیدر لینڈ کے کرنل فریڈ کی بھی بالکل یہی پوزیشن ہے۔ دہاں کے اعلیٰ حکام بھی بے حد پریشان ہیں۔ دہاں بھی ماہر ترین ڈاکٹروں نے ان دونوں کو بالکل میچ۔ ٹارمل اور تندرست قرار دیا ہے۔
ڈیفنس سیکرٹری راشد نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ واقعی وہ اطلاع درست تھی۔ گہری سازش ہوئی ہے۔ لیکن ہوا کیا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ میرا خیال ہے۔ کوئی ایسی دوا ان کے خون میں انجکٹ کی گئی ہے۔ جسے کوئی ٹریس نہیں کر سکتا۔" کرنل ڈی نے کہا۔

"لیکن اس کا ردائی کا مقصد کیا ہے۔ وہ انہیں گولیاں بھی تو مار سکتے تھے۔" ڈیفنس سیکرٹری راشد نے کہا۔
"ہاں۔ بالکل مار سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ان تینوں کو زندہ ہونے کے باوجود لاشوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ بہر حال میں اس کا کھوج نکال لوں گا۔ یہ میرا چیلنج ہے۔" کرنل ڈی نے کہا۔

"میں نے صدر مملکت سے بات کی ہے۔ وہ بھی یہ رپورٹ سنا کر بے حد پریشان ہو گئے ہیں۔ ان کا بھی آپ کے نام خصوصی پیغام ہے کہ آپ فوراً اس سازش کا کھوج نکالیں۔" ڈیفنس سیکرٹری نے کہا۔

"یس۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔ اچھا تعینک یو۔"

تم ایسا کرو کہ پیش سیکشن کے ذریعے انہیں ٹرین کر کے مجھے رپورٹ دو کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور۔۔۔ کرنل ڈی نے کمرخت بلجے میں کہا۔

سر۔ اگر وہ یہاں آتے تو مجھ سے رابطہ ضرور کرتے۔ لیکن مجھے تو ابھی تک اطلاع ہی نہیں ہے اور۔۔۔ راجہ نے حیرت بھرے بلجے میں کہا۔

تم معلوم کرو۔ ان کا مشن ایسا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے تم سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور۔۔۔ کرنل ڈی نے سخت بلجے میں کہا۔

ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی کام شروع کر دیتا ہوں۔ جیسے ہی پتہ لگائیں آپ کو کال کروں گا اور۔۔۔ راجہ نے جواب دیا۔

او۔ کے۔ اور اینڈ آل۔ کرنل ڈی نے قدرے مطمئن بلجے میں کہا۔ اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

کال بیل کی آواز مسلسل سنائی دے رہی تھی۔ اور عمران جو کہ بستور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ چند لمحے تو یہ آواز برداشت کرتا رہا۔۔۔ پھر اس نے بجائے سلیمان کو آوازیں دینے کے کافوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس آواز سے برمی طرح بیزار ہو رہا ہو۔

سرے نامراد۔۔۔ تم نے کیا کر دیا میرے بچے کو۔ تمہیں پتا یہاں رکھا ہے۔ خود مشنڈا ہوتا جا رہا ہے کھا کھا کر ہانڈہ کھنے کی آواز کے ساتھ ہی عمران کو اماں کی کی غصیلی اور قہقہہ کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بجیم صاحبہ۔ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ وہ ایکرمینا لپھے بھلے لئے تھے واپس آئے تو یہ حال ہے۔۔۔ سلیمان کی قہقہہ کی آواز سنائی دی۔

طرف دیکھنے لگا۔

”ہوں۔ طبیعت ٹھیک نہیں۔ شکل دیکھی ہے اپنی آدھے بھی نہیں رہے۔ وہ کہاں ہے مشنڈا سلیمان“

اماں بی نے غصے سے چیخنے ہوئے کہا۔
”نچ۔۔۔ جی بیگم صاحبہ۔ میں آپ کے لئے چائے بنا رہا ہوں۔۔۔ سلیمان نے فوراً ہی دروازے پر نمودار ہوتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ارے لعنت بھیجو اس موٹی چائے پر۔ یہی چائے پلا پلا کر تو تم نے اس کا دنگ روپ ہی جلادیا ہے۔ کتنا گورا چٹا تھا۔۔۔ اور اب کیا حال ہے۔ جلی ہوئی کڑھی جیسا رنگ ہو گیا ہے۔ خیردار جواب تو نے چائے کا نام لیا۔ جاؤ جا کر کھائے دیکھا کہ لے آؤ۔ میں اسے دھونی دیتی ہوں۔ ابھی یہ ٹھیک ہو جائے گا۔“ اماں بی نے تیز لہجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پوٹھی کھولنی مشروع کر دی۔

”اماں بی پلیز۔۔۔ یہ آپ کیا کر رہی ہیں۔۔۔“ عمران نے لونی کا سنتے ہی ایک نکتہ پریشان ہوتے ہوئے کہا۔
”خاموش بیٹھنا۔۔۔ ورنہ جو تیروں سے کھوپڑی پھیلی کر لگی۔ بچپن میں بھی تہیں اسی طرح نگرنگ جاتی تھی۔ تو ہرل دھونی سے تو ٹھیک ہوتا تھا۔ ابھی دیکھنا کیسے نظر اترتی ہے۔“ اماں بی نے عمران کا کان پکڑتے ہوئے کہا۔

”تم نے اُسے امام ضامن نہیں باندھا ہوگا۔ ماں ہوتی تو اس کا صدقہ اتارتی اور پھر بھیجتی۔ دیاں موٹی کا فریمیں بس نگرنگ دی ہوگی۔ کہاں ہے۔ میں دیکھتی ہوں کیسے ٹھیک نہیں ہوتا۔۔۔ اماں بی کی انتہائی عطفیلی آواز سنائی دی۔ اور عمران نے بے اختیار دو دو ہاتھوں سے اپنا سر تمام لیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے شدید ذہنی کوفت ہو رہی ہو۔

اور پھر چند لمحوں بعد اماں بی کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے پیچھے ثریا اور سب سے آخر میں بلیک زیر و تھا۔
”اوہ۔۔۔ واقعی۔ یہ تو آدھا بھی نہیں رہا۔ میں پہلے ہی کہتی تھی اس کے باپ کو کہ اکھوتا بچہ ہے۔ اس کی شادی کر دو۔ ورنہ کوئی گوری چڑھی والی میم چٹ گئی تو ساری عمر روتے گزر جائے گی۔“ لیکن انہیں تو اپنے دفتر کے سوا اور کچھ نظری نہیں آتا۔ کیا ہوا تمہیں۔ کس نے نگرنگی ہے“

اماں بی نے پریشان لہجے میں کہا۔ اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھی۔

”اماں بی۔ آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ نظر کیسی۔ بس ویسے ذرا طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ ظاہر نے آپ کو اطلاع دی“

”گی۔۔۔“ عمران نے انتہائی سخت نظروں سے بلیک زیر و گھورتے ہوئے کہا۔

"یہ میز کچھن گھر رکھوا سے اس پر۔ چلو عمران آگے ہو کر
بھک جاؤ اس پر" — اماں بی نے کسی شجہہ باز کی طرح
باقاعدہ سچویشن سیٹ کرتے ہوئے کہا۔
"اماں بی۔ آپ" — عمران نے آخری بار احتجاج
کرنے کی کوشش کی۔

"میں جو کہہ رہی ہوں وہی کہو" — اماں بی نے انتہائی
فصیلے لہجے میں کہا تو عمران ذرا سا آگے ہوا۔ اور اس
نے سر نیچے میز پر رکھے ہوئے دیکھنے کو نکل کر پھیکا دیا۔ اس
کی آنکھوں سے واقعی شدید بے بسی کا اظہار ہو رہا تھا۔

بیک زبرد بے اختیار ہنسن پڑا۔ اُسے اب اس
عجیب و غریب سچویشن پر واقعی ہنسی آ رہی تھی کہ پاکیشیا
یکرٹ سر دوس کے چیٹ کو دھونی دہی جا رہی ہے۔

اماں بی نے پوٹلی گولی اور پھر اس میں سے کافی مقدار
ہرمل کے دانے نکال کر انہوں نے کونوں پر پھینک دیئے۔
جواہرٹ کی آواز ابھری — اور اس کے ساتھ ہی کونوں

سے کثیف سا دھواں نکلا اور کمرہ کسی نامانوس سی بو سے
گھرا۔ یہ دھواں سیدھا جھکے ہوئے عمران کی ناک میں
گھس گیا۔ اماں بی مسلسل ہرمل کے دانے کونوں پر

پھینکتی جا رہی تھیں۔ اور کمرے میں پھیلی ہوئی بو تیز سے تیز تر
ہوتی جا رہی تھی۔ اب عمران کو جھینگیں آنے لگ گئی تھیں۔
اماں بی نے اس کا سر مضبوطی سے پکڑ کر پھیکا یا ہوا تھا۔

"اماں بی پلیر۔ یہ دھونی دو فی کاچر بھڑیں۔ بھائی جان کی
طبیعت واقعی بے حد خراب لگتی ہے۔ کسی اچھے ڈاکٹر کو
دکھائیں انہیں۔" — ثریا نے جو خاموش کھڑی تھی مدافعت
کرتے ہوئے کہا۔

"تم چپ رہو۔ خردوار جو تم نے میرے محلے میں بولنے
کی کوشش کی۔ ڈاکٹر کیا کریں گے نظر کے محلے میں۔"
اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور ثریا جو نٹ چباتی
ہوئی خاموش ہو گئی۔

"اماں بی۔ یہ ظاہر ہے حماقت کی ہے کہ آپ کو خواہ مخواہ
میرے خلاف بھڑکا دیا ہے۔ میں ٹھیک ہوں بالکل ٹھیک
ہوں۔" — عمران نے ایک بار پھر اماں بی کو سمجھانے کی
کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔ میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتیں۔ میں نے تہہ
پیدا کیا ہے۔ تم نے تو مجھے پیہ انہیں کیا۔ مجھے معلوم
تہیں کسی گھڑی کا فری کی نظر لگ گئی ہے۔" — وہ کہا۔

مرگیا سلیمان — اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں
کہا۔

"لے آیا ہوں بیگم عاجہ۔" — اُسی لمحے سلیمان۔
اندراغل ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے
تھا۔ جس میں کافی مقدار میں بڑے بڑے کوئٹے پڑے
خوب دھک رہے تھے۔

اور وہ مسلسل بہرل کے دانے دیکھتے ہوئے کونکوں پر بیٹھا رہی تھیں۔

بلبلک زبرد۔ ثریا اور سلیمان خاموش کھڑے یہ عجیب و غریب تماشا دیکھ رہے تھے۔ اماں بی نے اس وقت تک ہاتھ نہ رکھا جب تک ان کی پوٹنی بالکل خالی نہ ہو گئی۔ عمران چپکے چپکے بڑا حال ہو گیا تھا۔

”بس کافی ہے۔ لے جاؤ انہیں۔“ اماں بی نے سلیمان سے مخاطب ہو کر کونکوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور سلیمان نے آگے بڑھ کر کونکوں کا ٹرے اٹھایا اور مسکراتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

”اب یہ تعویذ پہن لو۔“ اماں بی نے ایک اور چھوڑی سی پوٹنی سے کمرے میں بندھا ہوا تعویذ نکالتے ہوئے کہا۔

”اماں بی۔ یہ سلیمان کے گھے میں ہونا چاہیے۔ اسی کی تال گنتی ہے مجھے۔ جب بھی تو چھی نظروں سے دیکھتا ہے۔“

سیدھی آکر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھیں میڑھی جا عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو یہ سلیمان لگا رہا ہے نظر میرے بچے کو۔“ اُسے۔ اماں بی نے فوراً چومنے سے منع کیا۔

”سلیمان۔ ارے ادا سلیمان۔ جلدی آؤ۔ اماں تیری تو چھی نظریں سیدھی کرنا چاہتی ہیں۔“ عمران نے

چپنے ہوئے کہا۔

اور ایک طرف کھڑے بلبلک زبرد کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔ کیونکہ اب عمران کی آنکھوں میں وہ پہلے جیسی چمک بھی لوٹ آئی تھی۔ اور اس کی آواز میں بھی وہ تیزی اور کٹ موجد تھی۔ جو اس سے پہلے یکسر مفقود ہو چکی تھی۔

”جی بیگم صاحبہ۔“ سلیمان نے فوراً ہی واپس آتے ہوئے کہا۔

”تم کیوں عمران کو تو چھی نظروں سے دیکھتے ہو۔ بتاؤ مجھے۔ کیوں دیکھتے ہو۔“ اماں بی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

”بیگم صاحبہ۔ یہ خود کہتے ہیں کہ مجھے تو چھی نظروں سے دیکھو۔ تب مجھے سیدھا نظر آتا ہے۔“ سلیمان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

”اسے سیدھا نظر آئے یا الٹا۔ خبردار اگر اب تم نے تو چھی نظروں سے دیکھا۔ یہ وہ تعویذ تم پہنؤ۔ اگر تم نے اسے اتار تو جو تیروں سے کھو چڑھی توڑ دوں گی۔“ اماں بی نے غصے سے پھینکارتے ہوئے کہا۔ اور ہاتھ میں پکڑا ہوا تعویذ سلیمان کی طرف بڑھا دیا۔

سلیمان نے خاموشی سے تعویذ پکڑا۔ اور اُسے جیب میں ڈالنے لگا۔

”عمران بچہ کہتا ہے۔ جب لڑکیاں بڑی ہو جائیں تو ان کے دماغ میں خرابی آجاتی ہے۔ میں ابھی جا کر مہتاب سے اپ سے بات کر تی ہوں۔ لیکن انہیں تو مومے فتر کے علاوہ کسی چیز کا ہوش ہی نہیں۔ دفتر نہ ہوا سوکھی وگئی۔“ اماں بی۔ آپ کبھی دفتر گئی ہیں ان کے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ اس مومے فتر جانے کی۔“ اماں بی نے بھلا کر کہا۔

”اوه۔ تبھی آپ کو معلوم نہیں۔ اب میں کیا کہوں شرم قی ہے۔ آفر وہ ڈیڈی ہیں۔ ورنہ آپ اس ہال کئی کو بچھ لیں تو.....“ عمران نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

”کیسا کیا کہہ رہے ہو۔ اس عمر میں۔ میں ابھی اتنی ہوں۔ چل نہ لیا۔ میں بھی کہوں آخر یہ مواد فزکیوں جان سے چھٹ گیا ہے۔ ہر وقت دفتر بہر وقت دفتر۔“ اماں بی کا پارہ واقعی ساتویں آسمان تک پہنچ گیا۔

”اماں بی۔ وہ تو سیکرٹری ہے ان کی۔ ڈکیتیشن لیتی ہے ڈیڈی سے۔ یہ بھائی جان۔“ ثریا نے اماں بی کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

”کیسا کیا لیتی ہے۔ اوه۔ گھر میں جوان لڑکی بیٹھی ہے۔“

”ارے ارے کیا کر رہے ہو۔ گگے میں ڈالو۔“ اماں بی نے غصے سے چخنے ہوئے کہا۔ تو سیمان نے گہرا کر جلدی سے اُسے گھگھے میں ڈال کر گانٹھ دینی شروع کر دی۔ وہ اماں بی کے غصے سے بڑا ڈرتا تھا۔ اس لئے مجبوراً اُسے تعویذ پہننا پڑا تھا۔

”اب کیا حال ہے۔“ اماں بی نے سیمان کی طرف سے مطمئن ہوتے ہوئے عمران کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”اماں بی۔ اب تو دل کا چین۔ آنکھوں کا نور.....“ عمران نے باقاعدہ سیسنے پر ہاتھ دکھ کر جھکتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”دماغ کی خرابی.....“ ثریا نے ہنستے ہوئے لقمہ دیا۔

”دیکھا اماں بی۔ اب اس چیل کی شادی ہو جانی چاہیے۔ کہہ رہی ہے کہ اماں بی کی دماغ کئی خرابی رنگ لائے گی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا کیا۔ مجھے کہہ رہی ہے۔ کیوں۔“ اماں بی غصے سے ثریا کی طرف مڑی۔

”اماں بی۔ آپ بھی خواہ مخواہ بھائی جان کی باتوں میں آ جاتی ہیں۔ میں تو انہیں کہہ رہی تھی۔“ ثریا نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

”فورکار نرز۔ وہ کیا ہوتا ہے“۔ بلیک زیرو نے
نکتے ہوئے کہا۔

”ادہ ادہ۔ مجھے اب یاد آ رہا ہے۔ بالکل یاد آ رہا ہے۔
رنل فریدی اور میجر پرمود بھی وہیں موجود تھے۔ اور فورکار نرز
لے کبہ رہے تھے کہ وہ جلد ہی دنیا کے حاکم ہوں گے۔
وہ انہیں اپنی سیکرٹ سروس کے لئے ہمارے ذہنی
صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ ادہ۔ اس کے بعد کیا ہوا۔
مجھے تو اس کے بعد بالکل اندھیرا سمجھوس ہو رہا ہے۔“
ان نے دونوں باتوں سے سرکڑتے ہوئے کہا۔

”ذہنی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ کیا مطلب۔ یہ
پ کیا کہہ رہے ہیں کہیں۔“ بلیک زیرو نے بڑی
راج گھر کر کہا۔ اس کا بوجہ بتا رہا تھا جیسے اُسے عمران کی
ہنی حالت پر شک چڑھ گیا ہو۔

”ادہ۔ ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ یہ تو واقعی حیرت انگیز
ہم ہو گیا۔ ناممکن ممکن ہو گیا۔ تم نے کرنل فریدی اور میجر پرمود
ہاتھ کیا ہے۔ ان کی کیا پوزیشن ہے۔“ عمران نے
چک کر کہا۔

”ان کی بھی یہی پوزیشن تھیں۔ کیپٹن حمید کی کال آئی تھی۔
رنل فریدی بھی آپ کی طرح ڈل ہو گئے ہیں۔“

”فورکار نرز نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔
”ہو نہ ہو۔ اس کا مطلب ہے۔ یہ فورکار نرز والے

اور وہ اس کھوپڑی کو دے رہے ہیں۔ چلو ابھی چلو۔“
امان بی کے غصے کا گرات اور زیادہ بڑھ گیا۔ اور پیر پنتی
ہوئیں سیدھی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ نرینا انہیں
سمجھانے کی کوشش کرتی ہوئی ان کے پیچھے لگی۔

”اب مزہ آئے گا۔“ عمران نے منہ سے ہونٹے ہوئے کہا۔
اس کی آنکھوں میں شرارت کی جھلک موجود تھی۔
”عمران صاحب۔ کیا واقعی آپ کو لنگر لگ گئی تھی۔
مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔ آپ کی تو کایا ہی پلٹ گئی ہے۔“

بلیک زیرو نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔
”کایا پلٹ گئی۔ کیا مطلب۔ مم۔ مگر دائرہ ہی تو ہے۔
پیر کیسے پلٹ گئی۔“ عمران نے گہرا کر اپنے چہرے
پر ماتہ پھیرتے ہوئے ایسے کہا جیسے اُسے یک لخت
اپنی جنس بدلنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہو۔

”میں جنس کی بات نہیں کر رہا۔ آپ کی ذہنی حالت کی بات
کر رہا ہوں۔ مجھے واقعی یقین نہیں آ رہا۔“ بلیک زیرو نے
انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ واقعی بلیک زیرو۔ پھینکیں آنے کے بعد مجھے
یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے ذہن کے اندر کوئی
روشنی سی پھیل گئی ہو۔ ارے ادہ۔ وہ تم نے فورکار نرز
کے بارے میں کیا کیا۔“ عمران نے یک لخت سنجیدہ
لہجے میں کہا۔

تو باہر آجاتی ہوں گی۔ لیکن وہ اس قدر قی پر اسس کو نہیں روک سکتے۔ جس سے ذہن کے غیبات مسلسل بنتے رہتے ہیں۔ یقیناً قدرتی عمل کے تحت وہ صلاحیتوں والے غیبات ذہن میں دوبارہ تیار ہو گئے۔ لیکن اس پر اسس کی وجہ سے ذہن پر ایسا دباؤ پڑ جاتا ہوگا کہ وہ غیبات حرکت نہ کر سکتے ہوں گے۔ اور یہ ہرمل کے دھوئیں میں قدرتی طور پر ان غیبات کو متحرک دینے کی طاقت موجود ہے۔ مجھے کرنل فریدی اور میجر پرمود کو بھی اس جمود سے نجات دینی ہوگی۔ اب ان کی تو اماں بی نہیں ہیں۔ جو نظر اتارنے کے لئے انہیں ہرمل کی دھوئی دیں۔ عمران نے کہا۔

”تو اب کیا آپ ان دونوں کو خود جاکر ہرمل کی دھوئی دیں گے۔ بلیک زیرو نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

”ظاہر ہے۔ ان کے بھی جن اتارنے پڑیں گے مجھے۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن یہ فوراً کارنرز کا کیا ہوگا۔“ بلیک زیرو نے کہا۔

”تمہیں یاد ہے کہ ایکرمیسا جانے سے پہلے کرنل فریدی کا فون آیا تھا کہ اُسے اطلاع ملی ہے کہ کوئی تنظیم اس کا نفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتی ہے۔ اور پھر راستے میں ایک بوٹے کے پاس مجھے ٹرانسمیٹر بال پوائنٹ نفر آیا تو میں نے اُسے اڑالیا۔ اور اس سے میں نے ایک لوکیشن چیک کر لی تھی۔ میرا

دل ہے۔ میری کرنل فریدی سے ہونے والی بات چیت کا بی بی پتہ چل گیا اور انہوں نے فوراً ہی ہم تینوں کو قابو کر لیا۔

ہذا کرنل اور میجر پرمود کے جن اتارلوں۔ پھر اس کارنرز کے جن بھی اتاروں گا۔ اگر اماں بی میری نفر نہ اتارتیں انہوں نے تو مجھے زندہ درگور کر ہی دیا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے سیلمان کو انا دسی۔ پہلی آواز پر ہی سیلمان دروازے پر نمودار ہوا۔

”ارے وہ تعویذ کہاں ہے۔ کیا پھر مجھے نظر لگانے کا ادھ ہے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”وہ میں نے سنبھال کر رکھ لیا ہے۔ بڑا کارگر تعویذ ہے۔

بیٹھ فیاض آئے گا تو اُسے پہناؤں گا۔ ویسے آپ کا چہرہ مل گیا ہے۔ اماں بی کی دھوئی نے واقعی کام دکھایا ہے۔

سیلمان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہاں۔ ماؤں کا یہی فائدہ ہوتا ہے۔ اچھا تم ایسا کرو۔

کار جاکر کو دو کو ہرمل خربہ لاؤ۔“ عمران نے کہا۔

”ہرمل خربہ لاؤں۔ وہ کیوں۔“ سیلمان نے حیران تے ہوئے کہا۔

”وہ کرنل فریدی اور میجر پرمود کے جن اتارنے ہیں۔ میرا تو بے چارہ کوئی کمزور سا ہوگا۔ تھوڑے سے دھوئیں سے ہی بھاگ گیا۔ کرنل اور میجر کے جن اتارنے کی طرح

گھبرائیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”تو کیا ان کو بھی نگرگ گئی ہے۔۔۔ سیمان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”اب ہم جیسے کنواریوں کے ساتھ یہی ہوگا۔ میرے پاس تو اچھا نسخہ آگیا ہے۔ اب تم تنخواہ مانگ کر دکھانا۔ پورے ایک کلو ہرل کی دھونی دوں گا تمہاری ناک میں“ عمران نے کہا۔ اور بلیک زیرو قہقہہ مار کر ہنسنے پڑا۔

”عمران صاحب۔۔۔ یہ ہرل ہے کیا۔ اب تک میں نے اس کا نام تو سنا تھا۔ لیکن اس کی یہ عجیب و غریب صفت آج دیکھی ہے“۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اُسے تمہیں ہرل کا نہیں معلوم۔ بھائی یہ بڑی قدیم دوا ہے۔ فارسی میں اسے اسپنڈ کہتے ہیں۔ اب تک تو یہی سمجھا جاتا تھا کہ یہ قدرتی جراثیم کش ہے۔۔۔ اس کے دھوئیں سے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ کبھی تحقیق اس بارے میں بے حد محدود ہے اور جب کوئی بات سمجھ میں نہ آئی تو یہی سمجھا گیا ہوگا کہ بس یہ جراثیم کش ہے۔۔۔ حالانکہ صدیوں سے اسے جن آئدے کے لئے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ دماغی غلیات میں جہود اور گرد بڑھ جانے کو ہی جن آجانا کہتے ہوں گے۔۔۔ اور اس اسپنڈ میں یہ قدرتی خاصیت ہے کہ یہ دماغی غلیات کو درست کر دیتا ہے۔ اس طرح آدمی ٹھیک

ہو جاتا ہوگا اور لوگ یہی سمجھتے ہوں گے کہ جن آکر گیا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بالکل ایسا ہی ہوگا عمران صاحب۔ اب بات سمجھ میں آ رہی ہے۔۔۔ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہاری ناک میں بھی دھواں پہنچا ہوگا اسی لئے تو بات سمجھ میں آنے لگی ہے۔ تم ایسا کرو کہ انجیر میا میں فارن ایکٹ کو الٹ کر دو۔۔۔ میں کوئی فریبی اور میجر پر مود سے نمٹ کر اس خوراک رنز کے جن بھی لگے مانتوں آنا دنا چاہتا ہوں“

عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو سر ہلاتا ہوا اٹھا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ عمران بڑھی آئی شیوپرہ ہاتھ پھیرتا ہوا باقیہ دردم کی طرف بڑھ گیا۔

”جور۔ وہ تو ثواب کا کام ہے۔ مولیٰ صاحب نے بھی آپ کو بولا تھا۔ جور۔“ جن نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔
 ”ابے چوپ۔ اب پھر بول رہا ہے۔ اس ثواب مواب نے اپن کا بیڑہ گرتی کر دیا۔ میری حالت دالت دیکھ رہے ہو۔ یہ ہے وہ ثواب مواب جس کا مشورہ تم نے دیا سائے۔ چھینک چھینک کہ میرا دماغ ہی خالی ہو گیا۔ اب ٹن ٹن بج رہی ہے کھوپڑی۔ اب اسے تو بھرے گا یا مہتھارا باپ بھرے گا۔ بول۔“ قاسم کا غصہ واقعی عروج پر تھا۔

اور جن بے چارے کا جسم واقعی خوف سے کانپنے لگا۔ اُسے معلوم تھا کہ قاسم جب اتنے غصے میں آئے تو پھر اس کی غیر نہیں ہوتی۔ قاسم کا چہرہ واقعی سو جا ہوا تھا۔ لیکن اب اُسے اصل بات معلوم ہی نہ تھی۔ کہ آخر قاسم کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ اور اتنی جرات اس میں نہیں تھی کہ وہ قاسم سے اصل بات پوچھ کر کھنی ٹھیکیا بہانا نہ بنا۔
 ”جور۔ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ اب ثواب بھرنے کے لئے بہت سی جگہ بن گئی۔ اور ثواب جتنا زیادہ ہوگا اتنی ہی زیادہ حوریں ملتی ہیں۔“ جن نے فوراً ہی بات بناتے ہوئے کہا۔

”بہت سی حوریں۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔“ پھر تو ٹھیک ہے۔ سالی کو بچنے دو ٹن۔ جاؤ۔ لے آؤ ثواب جاؤ جلدی“

”کہاؤ“ ہے وہ جن۔ بلاؤ اسے۔ ابھی اور اسی وقت۔ سالانہ نام لگا رکھا تھا۔ لعنت ہے اس پر۔ دیتا ہوں اسے انعام منعام۔“ قاسم نے بڑی طر دھاڑتے ہوئے کہا۔
 اور دو کمرے لئے جن کا نپتا ہوا مانتھ جوڑے اند داخل ہوئے۔

”جور۔ مجھ سے کیا غلطی ہو گئی ہے۔“ جن نے بڑے ہنسے ہوئے لہجے میں کہا۔ کیونکہ وہ قاسم کی وہ سے اندازہ لگا چکا تھا کہ قاسم واقعی بے حد غصے میں۔
 ”گھٹی۔ سائے تم سے گھٹی نہیں گھٹا ہو گیا ہے۔ تم۔ مشورہ دشورہ دیا تھا تاکہ کرنل پیریہ کی تیمارداری کر آؤں قاسم نے اُسی طرح دھاڑتے ہوئے کہا۔

گنگا پیر کی دس دھونیاں نہ دیں تو میرا نام قاسم نہ ہوگا۔
قاسم نے انتہائی ہٹلے ہوئے انداز میں اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

تم فکر نہ کرو۔ جتنی حوریں کہو گے اپورٹ کرادوں گا۔
آج کل حوروں سے بڑی دوستی ہے اپنی۔ لیکن یہ یکپہنہ جید
آج صورت حرام کیسے ہو گیا۔ اور یہ پیر۔ دھونی۔ یہ کیا
چکر ہے۔۔۔۔۔ عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

ہی۔ ہی۔۔۔۔۔ ذرا آگوشی سی حوریں منگنا۔ ایسا نہ ہوسالی
ٹاجک مابک۔ سنیک سلائی حوریں۔ منگوالو۔ تشکوں کے
ماقی۔۔۔۔۔ قاسم نے شرمائے ہوئے انداز میں ہنستے
ہوئے کہا۔

ارے تم سے بھی ڈبل۔ سپیشل آرڈر ہوگا۔ تم فکر نہ
کرو۔۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بس ٹھیک ہے۔ تم واقعی میرے خالہ جاد ہو۔ وہ تو
اب میرا دشمن نمبر ایک ہے۔ میں نے بول دیا ہے۔ گنگا پیر
کو۔ وہ دھونیاں تیار کر رہا ہے۔۔۔۔۔ قاسم نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

لیکن ہوا کیا۔ تہہ را چہرہ بھی سو جا ہوا ہے۔۔۔۔۔ عمران
نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

وہ اس جہن نامراد نے کہا کہ تیار داری ثواب مواب
ہوتی ہے اور ثواب سے حوریں ملتی ہیں۔ تمہیں معلوم ہے

قاسم کی ذہنی روح حسب توقع پلٹ گئی اور جہن نے اطمینان کا
سانس لیا اور تیزی سے باہر کو پیکا۔

ابے کھالی جا رہا ہے۔ سائے کوئی برقی تولے لے لے کس
میں لائے گا ثواب مواب۔ اگر کہیں گر گیا تو وہ حوریں.....
قاسم کو خیال آیا تو وہ چیخ پڑا۔

اُسی لمحے جہن دوبارہ اندر داخل ہوا۔

”جور۔ وہ آپ کے خالہ جاد آئے ہیں وہ عمران صاحب“
جہن نے اندر آتے ہی تیز بچے میں کہا۔

خالہ جاد۔۔۔۔۔ ادہ۔ یہ کہاں سے ٹپک پڑا اس وقت
وہ حوریں اس کے سامنے آگئیں تو۔ ارے کہاں ہے۔

میں اس سے جان چھڑاؤں۔ وہ تو ایک نمبر خالہ جاد ہے۔ ایک
بھی حور نہیں رہنے دے گا۔۔۔۔۔ قاسم نے بوکھلائے
ہوئے انداز میں کہا۔ اور جلدی سے اٹھ کر باہر کی طرف پکے
لگا۔

لیکن کسی لمحے دروازہ کھلا اور عمران اندر آ گیا۔

”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ“ یا اخی القاسم
عمران نے اندر آتے ہی بڑے فصیح و بلیغ انداز میں کہا۔

”ٹھیک۔ ٹھیک۔ کیا تمہارے ہاتھ لگ گئیں۔ ادہ
اب کیا کروں۔ ایک تو سارے جب بھی حوروں حوروں کا سکوپ
نتا ہے تم ٹپک پڑتے ہو۔ یا وہ صورت حرام کیتان۔ اس

سے تو میں اب پوچھوں گا۔۔۔۔۔ اگر اس کی ٹانگ میں

کرنل فریدی پر جبر دست جن آگیا۔ میں نے کہا بھی کہ گنگا پیر سے تو بچ لے لو اور دھوئی۔ مگر وہ صورت حرام حمید مانا ہی نہیں۔ پھر کرنل کا طالع ہم ہے ناں وہ مجبور بخش وہ دھوئی لے آیا۔ اس صورت حرام نے بجائے کرنل فریدی کو دینے کے میری ناک میں گھسیٹ دیا۔ وہ سرخ مروجوں والی دھوئی۔ میری چھینکتے چھینکتے حالت خواب ہو گئی۔ وہ تو کرنل فریدی نے دوا ڈالی تو میں ٹھیک ہوا۔ لیکن اب کھوپڑی سالی خالی ہے۔ ٹن ٹن بچ رہی ہے۔ جن کہہ رہا تھا کہ وہ ثواب لے آتا ہے۔ اس سے کھوپڑی بھر جائے گی تو جو رہیں موریں بہت ملیں گی کہ تم آن چیکے۔ قاسم نے اپنے مخصوص انداز میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا "ارے پھر تو کام بن گیا۔ میں بھی کہہ رہا تھا کہ آخر کالے شاہ نے تمہارا نام کیوں لیا تھا۔" عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

"کالے شاہ نے۔ وہ کون بزرگ ہے۔" قاسم نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"بہت بڑا بزرگ ہے۔ اک دم بڑا۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ صرف قاسم ہی کرنل فریدی کا جن آتا رہ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑا نیک آدمی ہے۔ چنانچہ میں تمہارے پاس آیا ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہی۔ ہی۔ میں کیا نیک میک ہوں۔ میرا باب ذرا

بھی نیک میک نہیں تھے۔ ہی۔ ہی۔" قاسم نے انکار ہی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "کیوں۔ تم غریبوں کو خیرات نہیں دیتے۔" عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"خیرات۔ اودہ ہاں۔ دیتا ہوں دیتا ہوں۔ مولیٰ صاحب لے جاتے ہیں۔ اک دم پانچ ہزار لے گئے تھے۔ کہتے تھے کہ گریبوں کو دینی ہے۔" قاسم نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"بس پھر تم نیک تو ہو۔ چلو اٹھو۔" عمران نے کہا۔ "کہاں۔" قاسم نے چوکاک کر پوچھا۔

"کرنل فریدی کا جن نکالنے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے بابا بابا۔ میں باج آیا اس نیک میک ہونے سے۔ وہ پیر دھوئی دے دی اس صورت حرام نے تو۔

..... قاسم نے فوراً ہی کانوں کے ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"اب تو تمہیں جانا ہو گا بزرگ کالے شاہ کا حکم ہے۔ اور اس کا حکم نہ مانے جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ تمہیں گرمی لگ ہی ہے۔" عمران نے بڑے سنجیدہ بیچے میں کہا۔

"گرمی۔ اودہ۔ ہاں ہاں۔ ان۔ ان۔ گرمی تو بہت ملک رہی ہے۔" قاسم نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

کی کوٹھی کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ عمران ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا تھا۔

”غور سے سن لو۔ گرہ بڑھ جو۔ جیسے ہی تم کرنل فریدی کی کوٹھی میں پہنچو گے۔ کالے شاہ کی روح تم میں آ جائے گی۔ اور تم کالے شاہ بزرگ بن جاؤ گے۔ اور میں تنہا دامریہ۔ بس تم نے حکم دینا ہے کہ کرنل فریدی کو دھونی دو۔ اور پھر کرنل فریدی یا کیپٹن حمید کچھ بھی کہے۔ تم نے کسی کی بات نہیں سننی۔ آخر تم کالے شاہ بزرگ ہو گے۔ باقی میں جیسا کہتا رہوں۔ تم نے میری تائید کرنی ہے۔ اگر تم نے کوئی غلطی کر دی تو اُسی لمحے جل کر راکھ ہو جاؤ گے۔“ عمران نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ شرارت کی وجہ سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ آیا تو تھا کرنل فریدی کے ذہنی غیبات بہرل کے دھوپ سے متحرک کر کے۔ لیکن راتے میں اس نے سوچا کہ اگر یہ کام پورے ڈرامے سے ہو تب ہی لطف آئے گا۔ چنانچہ اس نے اس کے لئے قاسم کو استعمال کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایڈ پورٹ سے اترتے ہی وہ سیدھا قاسم کی رہائش گاہ پر پہنچا تھا۔ اب یہ اوریات تھی کہ قاسم بے چارہ پہلے ہی کرنل فریدی کا جن امارے کے چکر میں سرخ مروج کی دھونی دے چکا تھا۔

”مم۔ مم۔ مم۔“ مگر وہ میں.....“ قاسم

”توجہ دی سے کہو۔ کالے شاہ بزرگ معاف کر دو۔ میں کرنل فریدی کا جن امارے کو تیار ہوں۔ جلدی کرو۔ ورنہ ابھی آگ بھڑک اٹھے گی۔ ابھی کالے شاہ نے تھوڑے کوٹے ڈالے ہوں گے۔“ عمران نے کہا۔

”ادہ ادہ۔ کالے شاہ بزرگ۔ تم بہت اچھے بزرگ ہو۔ بہت بڑے۔ مات کر دو۔ میں کرنل فریدی کی کیا اس کے باپ دادا کا جن بھی اماروں کا۔ مات کر دو۔“ قاسم نے فوراً ہی گڑگڑا کر معافی مانگنی شروع کر دی۔

”بس اب گرمی دور ہو گئی ہو گی۔ ہو گئی ناں“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”گرمی۔ ادہ ہاں۔ اب تو گرمی نہیں ہے۔ مگر یہ جن۔ ادہ کہیں وہ جن صا جب مجھ پر چڑھ گئے تو.....“ قاسم نے خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ جن کی جرأت ہے کہ کالے شاہ کا نام لو اور تم پر چڑھے اس نے مرنے ہے۔ ساری زندگی گزر جائے گی اُسے تم پر چڑھتے چڑھتے۔ چلو جلدی کرو کہیں پھر گرمی نہ لگ جائے۔“ عمران نے کہا۔

”ہاں ہاں۔ چلو چلو۔“ قاسم نے کہا۔ اور اتنی تیزی سے دروازے کی طرف پیکا جیسے اگر اُسے ایک لمبے کی بھی دیر ہو گئی تو واقعی وہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی کار تیز رفتار سے کرنل فریدی

پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالے اکڑا کر ڈکڑ جلتا ہے۔

”ارے تم پھر آگے۔ ابھی تمہیں عقل نہیں آئی۔“ اُسی لمحے دروازے سے کمپٹن حمید نے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔

”بھٹ جاؤ۔ نامراد۔ صورت حرام۔ بے ویہا۔ کالے شاہ کے سامنے سے بھٹ جاؤ۔ ورنہ جل جلا کر خاک ہو جاؤ گے۔ ارے کیا ہو جاؤ گے۔ ایک تو سالے یہ لفظ بھی عین موقع پر بھول جاتے ہیں۔“ قاسم نے ایک لمخت گرہ بڑا کر عمران کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

”راکھ۔ کوئلہ۔ جو مرضی آئے کہہ دو۔ کالے شاہ کا جوجی چاہے کہہ سکتا ہے۔“ عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”ٹاں۔ جل جلا کر سالے کو لہ مولہ ہو جاؤ گے۔“ قاسم نے ایک بار پھر ادبچی آواز میں دھاڑتے ہوئے کہا۔

”ادہ تم عمران۔ یہ تم اسے ساتھ لے آئے ہو۔“ کمپٹن حمید نے ہونٹ پھینچتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے۔ کیا شور مچا رکھا ہے تم نے“ اچانک دروازے سے کرنل فریدی کی غصیلی آواز سنائی دی۔

”بب۔ بب۔ باب۔ باب۔ لے۔ ادہ ڈڈ۔ ڈڈ۔ ڈیڈی

نے خوف سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے نہیں مت کرنا۔ ورنہ وہ کالے شاہ بڑے جلائی بزرگ ہیں۔“ عمران نے کہا۔

اور قاسم نے یوں سر ہلادیا جیسے وہ اب باقی ساری زندگی کالے شاہ بٹنے پر تیار ہو چکا ہو۔

تھوڑی دیر بعد کرنل فریدی کی کوٹھی آگئی۔ اور قاسم نے کار کھلے پھاٹک میں سے اندر موڑ دی۔

”تیار ہو جاؤ۔ تم کالے شاہ ہو جلائی بزرگ۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور قاسم نے کار روکتے ہی آنکھوں کو پھیلانے کی کوشش کی اور گال پھللا لئے تاکہ واقعی اس کا چہرہ جلائی نظر آئے۔

”ہو۔ ہو۔ ہو۔ کالے شاہ آگیا ہے۔ اب دیکھتا ہوں کیسے جن رجتا ہے۔“ قاسم نے کار سے باہر نکلتے ہی سینہ پھللا کر زور سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

اور عمران مسکرا دیا۔ واقعی قاسم میں ایکٹنگ کی بہترین صلاحیتیں موجود تھیں۔

”شاباش۔ یہ ہوئی نابات۔“ عمران نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اور قاسم اس طرح سینہ پھللائے دھم دھم کرنا کرنل فریدی کے کمرے کی طرف بڑھنے لگا جیسے پنجابی فلموں میں ڈاکو میرد

م۔ م۔ م۔ قاسم نے بڑی طرح گھبرائے ہوئے
 پہلے میں کہا۔
 "اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر کار میں بیٹھا اور اس نے
 کار اتنی تیزی سے موڑی کہ عمران اس کے نیچے آتے ہوئے
 بال بال بچا۔

"ارے ارے۔ کالے شاہ بھاگ گیا ارے وہ جن"
 عمران نے چخنے ہوئے کہا۔ لیکن قاسم تو کار سمیت پلک
 پلکنے میں ہوا ہو گیا۔
 "سنو۔ تم کیسے آتے ہو۔" کرنل فریدی نے
 ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

جب کہ کیپٹن حمید خاموش کھڑا غور سے عمران کو دیکھ
 رہا تھا اس کی آنکھوں میں حیرت کے تاثرات تھے۔

"میں نے سوچا تھا کرنل فریدی کا جن خاصا زبردست ہو
 گا۔ اس لئے میں اس کے مقابلے کا جن پکڑ لایا تھا۔ لیکن
 آپ نے اُسے بھگا دیا۔ اب اگر جن نے کشتی کے لئے
 لکارا تو کیا ہو گا۔" عمران نے منہ سناتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔ کیپٹن حمید عمران کو کسی ہوٹل میں کمرہ
 لے دو۔ اس نے بکواس سے باز نہیں آنا۔ اور میری طبیعت
 ٹھیک نہیں ہے۔" کرنل فریدی نے ایسے پہلے میں
 کہا۔ جیسے اُسے عمران کی دماغی موجودگی بے حد ناگوار گذر
 رہی ہو۔

رے۔ لگ۔ لگ۔ کرنل فریدی۔ قاسم نے
 کرنل فریدی کی آواز سننے ہی بڑی طرح خوف زدہ ہوتے
 ہوئے کہا، اس کا پھلا ہوا سینہ یک لخت اس طرح پچک
 گیا جیسے غبارے میں سے ہوا نکل جاتی ہے۔
 "ارے۔ تم کالے شاہ ہو۔ بڑے بزرگ۔" عمران
 نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"م۔ م۔ م۔ مگر وہ کرنل پھریدی۔ نہ بابا۔ میں باز آیا۔
 یہ کالے پٹے شاہ بننے سے۔ کرنل پھریدی بڑا سخت آدمی
 ہے۔" قاسم نے انتہائی گھبرائے ہوئے ہاتھوں میں
 کہا اور تیزی سے واپس کار کی طرف پلٹا۔
 "قاسم۔ ادھر آؤ۔" اچانک کرنل فریدی نے
 کہا۔

"نچ۔ نچ۔ م۔ م۔ میرا قصور مصور نہیں ہے۔ اس
 خالہ جادو نے کہا تھا کہ کالے شاہ کی روح جن جادو۔ ایمان
 سے۔ م۔ م۔ میرا قصور نہیں ہے۔" قاسم
 نے گلے کھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔ عمران اب تم بچکا نہ سوکتوں پر اتر
 آئے ہو۔ قاسم اب اگر تم کو کشتی میں لفر آئے تو گوئی مار
 دوں گا۔" کرنل فریدی نے غصے سے ہونٹ کاٹتے
 ہوئے کہا۔

"نچ۔ نچ۔ جی۔ اچھا۔ بالکل گولی کیا توپ مار دینا۔

منت پر اتر آیا۔

”اب چاہے آپ غصہ کریں یا منت کریں۔ یہ دھونی تو آپ کو لینی ہی پڑے گی۔ آپ فاسم کو تو ڈرا کر بھگا سکتے ہیں۔ مجھے نہیں۔“ — عمران نے یک لخت انتہائی سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”کیا بکواس ہے۔ کیا سب پاگل ہو گئے ہیں۔“ کرنل فریدی نے غصے اور بھلاہٹ بھرے بلجے میں کہا۔ اور پیر بچھا ہوا واپس کمرے میں چلا گیا۔
”اگر یہ کوئی مذاق ہے۔ تو تمہیں اس مذاق کی بڑی نیت ادا کرنی پڑے گی۔“ کیپٹن حمید نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا:

”سنو۔ میں صحیح کہہ رہا ہوں۔ میں پاکشیا سے آیا بھی اسی لئے ہوں۔ فاسم کو تو میں ساتھ اس لئے لایا تھا تاکہ کرنل فریدی کا صحیح ذہنی رد عمل چیک کر سکوں۔ اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ ان پر بھی اوثاہ پراس استعمال کیا گیا ہے۔ اور اس کا توڑ اماں بی کے پاس تھا۔“
امران نے سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”کون سا پراس؟ کیا کہہ رہے ہو؟“ — کیپٹن حمید نے چوک کر پوچھا۔

”یار۔ ایک تو نیکی کا زمانہ نہیں رہا۔ نیکی کرنے سے پہلے اس کی وضاحت کرتے رہو۔ اس کے حق میں دلائل دو۔“

”میرا بھی یہی حال تھا۔ اگر اماں بی میری نفرت امانے کے لئے دھونی نہ دیتیں تو میں بھی پڑا تھا بستر پر۔ سلیمان کی آواز بھی مجھے بڑی ملتی تھی۔ آپ کا قصور نہیں ہے۔ اس فورکار نے جی ہی ایسے چڑھا لئے ہیں ہم پر۔“
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہیں فون کیا تھا۔ اس وقت تو واقعی تمہارا لہجہ شدید بیزاری لئے ہوئے تھا۔ اور تمہارے چیخنے بتایا تھا کہ تم کسی چیز میں دلچسپی نہیں لے رہے۔ لیکن اب تو تم بالکل ٹھیک نظر آ رہے ہو۔“ کیپٹن حمید نے حیرت بھرے بلجے میں کہا۔

”وہ اس وقت کی بات تھی۔ یہاں کوئلے تو ہوں گے جاکر ذرا کچھ کوئلے دھکا کر لے آؤ۔ میں کرنل فریدی کا جی بھی اتار دوں۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”شٹ اپ۔ یہ تم نے کیا تماشہ لگا دکھا ہے۔“
کرنل فریدی نے انتہائی غصیلے بلجے میں کہا۔

”دھیرج دھیرج جن صاحب۔ شانتی۔ ورنہ اماں بی کو بلا لاؤں گا۔ پھر جوتیاں بھی ساتھ پڑیں گی۔“ — عمران نے کہا اور کیپٹن حمید بے اختیار ہنسنے لگا۔

”خبردار۔ اگر تم نے کمرے میں قدم رکھا۔ آئی۔ ایم۔ سوہی عمران پلیر۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ خدا کے لئے چلے جاؤ۔“ — کرنل فریدی نے پھٹے غصے سے کہا۔ پھر وہ

سامنے سر نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے مجبوراً یہ دھونی برداشت کرنی پڑی۔ لیکن جانتے ہو پھر کیا ہوا۔ اس دھونی نے میرے دماغ میں روشنی بھر دی۔ اور میرے ذہن پر چھایا ہوا جھوٹ ختم ہو گیا۔ مجھے ایک ٹھوس نایا ہے کہ کرنل فریدی کا بھی یہی حال ہے۔ اور تہہ داروں کا تھا۔ چنانچہ میں سیدھا یہاں آ گیا۔ اب تم ایسا کرو کہ بہت سے کونٹے دھکا کر لے آؤ۔ ہمیں کرنل فریدی کو زبردستی یہ دھونی دینی ہو گی۔ یہی ان کا علاج ہے۔ عمران نے خلاف معمول انتہائی سنجیدہ ہلچل بنی کہا۔

اور کیپٹن حمید کے ہنسنے پر اے تاثرات ابھر آئے جیسے اُسے عمران کے کہنے ہوئے ایک لفظ پر بھی یقین نہ آیا ہو۔

کیا بکواس ہے۔ کیا تم مجھے بھی اپنی طرح احمق سمجھتے ہو۔ کیپٹن حمید نے غراتے ہوئے کہا۔

”تہہ داری مرضی۔ اگر تم اسے بکواس سمجھ رہے ہو تو ٹھیک ہے۔ پھر کرو کہ کرنل فریدی کا علاج۔“ عمران نے پیڑھ بدلتے ہوئے کہا۔ اور واپس پھاٹک کی طرف مڑ گیا۔

”سنو عمران۔ کیا تم واقعی صحیح کہہ رہے ہو“ کیپٹن حمید کی حالت واقعی عجیب ہو رہی تھی۔ اُسے عمران کی

اتنی دیر میں نیکی بے چاری انتظار میں کھڑی کھڑی سوکھ کر کاشا ہو جاتی ہے۔“ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
”دیکھو عمران۔ کرنل فریدی کی حالت واقعی خراب ہے۔ یہ تو اب اللہ کر باہر آنے لگے ہیں اور ان کی آواز میں بھی کچھ رعب وغیرہ پیدا ہوا ہے۔ ورنہ ان کی تو یہ حالت تھی کہ بس چھت کو پر دے کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہتے تھے۔ اور جو مرضی آئے کہہ دو جواب ہوں ہاں سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ اور تم ایسی حالت میں اگر مذاق کرنے آ گئے ہو تو..... کیپٹن حمید نے دندھے ہوئے ہلچل میں کہا۔ اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔
”اے۔۔۔ اچھے بچے روتے نہیں ہیں۔ میں تہہ داری حالت سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ایک بین الاقوامی خفیہ تنظیم فورکارنڈ کا یہ سب کیا دھرا ہے۔ اس نے کرنل فریدی۔ میجر پروماد اور بچا اپنا نشانہ بنایا ہے۔ اور ایک جدید پراسس کے تحت ہمارے ذہنوں سے صلاحیتیں نکال لیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ بچانے والا مارنے والے سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیے ہمارے ساتھ ہوا۔ اماں بی کو جب میری حالت کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنی سادگی سے یہی سمجھا کہ مجھے کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے زبردستی میری ہرل کی دھونی دی۔ تم جانتے ہو کہ میں اماں بی کے

باتوں پر بالکل یقین نہ آیا تھا۔ لیکن عمران کی بدلی ہوئی حالت دیکھ کر اُسے پھر خیال آجانا کہ شاید وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہو۔
 ”واقعی تو نہیں۔ کیونکہ واقعی مؤنث ہے۔“ واقعہ ٹھیک رہے گا۔ چلو کچھ رعب داب تو پڑتا ہے اس لفظ کا۔

عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
 ”ٹھیک ہے۔ میں لے آتا ہوں کوئلے۔ لیکن یہ سوچ لو۔ اگر یہ مذاق ثابت ہوا تو میں حقیقتاً تمہیں گولی مار دوں گا۔ کیپٹن حمید نے کہا۔

”یہ بے نیکی کا صلہ۔ چلو ٹھیک ہے۔ دو چار گولیاں تمہاری بھی کھالوں گا۔ اب کیا کیا جائے۔ آخر تم کوئلہ خریدی کے اسٹنٹ ہو۔“ اور کوئلہ خریدی کی میں عزت کرتا ہوں۔
 عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جس میں کوئلہ خریدی غائب ہوا تھا۔ جب کہ کیپٹن حمید مہر بھگتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔
 کوئلہ خریدی ایک آرام کسی پر آنکھیں بند کئے نیم دراز تھا۔ عمران کے قدموں کی آواز سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

”واقعی بڑا زبردست جن ہے۔ جس نے اتنے سخت پتھر میں سوراخ کر دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے سامنے والی کسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”دیکھو عمران۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے

کچھ کرنا تو ایک طرف بات کرنے کو ہی جی نہیں چاہتا۔ یوں لگتا ہے جیسے میرے ذہن پر کوئی پردہ سانسنا ہوا ہو۔ ذرا کوئی اونچی آواز میں بولے تو میرے سر میں شدید درد ہوتا ہے اور اب تم آگئے ہو مجھے تنگ کرنے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم مجھے تنگ نہ کر دو۔“ کوئلہ خریدی نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اس لئے تو کہہ رہا ہوں کہ جن بڑا زبردست ہے۔ ایسے آپ کی مہمت ہے کہ آپ اتنی باتیں تو کر لیتے ہیں۔ میں تو اس سے چوتھائی بات بھی کرنا گوارا نہ کرتا تھا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مجھے معلوم ہے تم باغ نہیں آؤ گئے۔“ کوئلہ خریدی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی دوبارہ اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے اب اس نے پھر کبھی آنکھیں نہ کھولنے کا حتی فیصلہ کر لیا ہو۔ اور عمران اس کو خاموش سن بیٹھا رہا۔ البتہ اس نے کوئلہ خریدی کی جیب سے ایک پکیٹ نکال کر میز پر رکھ دیا۔

”یہ کیا ہے۔“ کوئلہ خریدی نے کاغذ کی کھڑکڑاہٹ سنتے ہی آنکھیں کھول کر پوچھا اس کے بچے میں شدید ہراسی اور اکٹاہٹ موجود تھی۔

”یہ جن بھگانے کا سامان ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“ کرنل فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔
 کیپٹن حمید اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ملازم نے ایک انگلیٹھی اٹھائی ہوئی تھی۔ جس میں کونکے دہک رہے تھے۔
 ”یہ کیا ہے آئے جو تم۔“ کرنل فریدی نے چونک کر انگلیٹھی کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 ”آپ خاموش بیٹھے رہیں۔“ عمران نے یک لخت انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
 اور کرنل فریدی چونک کر عمران کو اس طرح دیکھنے لگا جیسے اُسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ کہ عمران اس کے لئے ایسا اہم بھی اختیار کر سکتا ہے۔
 لیکن عمران نے کرنل فریدی کی طرف دیکھے بغیر میز پر پڑا ہوا کیپٹ اٹھایا اور اس میں موجود اسپنڈ کے دانے اس نے انگلیٹھی میں دھکتے ہوئے کونکوں میں انڈیل دینے دوسرے لمحے تڑا تڑا مٹ کی آواز کے ساتھ ہی کثیف دھویں کا ایک جھولا سا اٹھا۔ اور حیرت سے اس عمل کو دیکھتے ہوئے کرنل فریدی کی ناک سے جا کھرایا۔ کرنل فریدی۔ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوا ہی تھا۔ کہ عمران نے انگلیٹھی اٹھا کر اور اوپر کر دی۔ اور کرنل فریدی کا چہرہ اس کثیف دھویں میں چھپ سا گیا۔

”ارے ارے بٹاؤ اسے کیا.....“ کرنل فریدی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا لیکن فقرہ مکمل ہونے سے پہلے سے زوردار چھینک آئی۔
 ”وہ کیا جن۔“ یہ پھینکیں نہیں۔ بھاگتے ہوئے جن کی بغیں ہیں۔“ عمران نے خوشی سے پیچھے ہوئے کہا اور اس نے انگلیٹھی اور زیادہ اونچی کر دی۔
 کرنل فریدی کو اب مسلسل پھینکیں آ رہی تھیں اور وہ اس دھویں سے جتنا بھی بچنے کی کوشش کرتا عمران انگلیٹھی کو اور زیادہ اس کے چہرے کے نزدیک کر دیتا۔
 کیپٹن حمید مونٹ بیٹھنے خاموش کھڑا تھا۔ اس کے ہنسنے پر شدید الجھن کے تاثرات تھے۔ اُسے دراصل اب یقین نہ آ رہا تھا کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ واقعی مذاق نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس نظر کوئی وی پریش کیا جائے کہ دنیا کے عظیم ترین جاسوس کرنل فریدی کا جن نکالا جا رہا ہے تو یہ شاید اس دور کی سب سے حیرت انگیز اور دلچسپ مودی قرار دی جائے۔
 ”ارے بٹاؤ اسے کیا مصیبت ہے۔“
 کرنل فریدی نے بُری طرح چھینکتے ہوئے زور سے پاتھ اٹھا۔ لیکن عمران نے بجلی کی سی تیزی سے انگلیٹھی مٹالی۔
 ”بڑا زبردست جن ہے۔ اتنی آسانی سے تھوڑی جائے۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور ایک بار پھر

نے اُسے ڈل کر کے رکھ دیا تھا۔ واقعی ختم ہو گئی ہے۔
 ”اچھا۔ مجھے تو زکام ہو رہا ہے۔ اس لئے مجھے تو بو
 نہیں آرہی۔“ عمران نے کیپٹن حمید کی طرف معنی خیز
 نظروں سے دیکھتے ہوئے کرنل فریدی کا فقرہ کیپٹن حمید کی
 طرف اچھا لایا تھا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔
 ”وہ کیا کہتے ہیں بی مینٹ کی کو زکام۔ اس محاورے
 کا آج مطلب سمجھ میں آیا ہے۔“ کرنل فریدی نے
 ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ جن نے جاتے جاتے شاید آپ کی آنکھوں
 پر لمبہ صاف کر دیا ہے کہ اب مرد تو مونث نظر آتے
 آتے اب محاورے بھی مونث یاد آرہے ہیں۔“ عمران
 نے کہا اور کرنل فریدی ہنس پڑا۔

”دیئے یہ نسخہ خوب ہے۔ میرے ذہن میں روشنی سی
 محسوس ہو رہی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی جامد
 چیز اچانک ایک جھٹکے سے متحرک ہو گئی ہو۔“ اوہ
 ”اوہ۔ مجھے اب یاد آرہا ہے کہ وہ فورکار نر ز کی بات چیت
 کے بعد وہ سیرے گنوں والے اندہ آئے اور اس کے
 بعد تو کچھ یاد نہیں آرہا۔“ دیئے پہلے تو یہ بھی یاد نہ تھا۔
 ”اب یاد آرہا ہے۔“ کرنل فریدی نے یک لخت
 سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”ابھی تو آپ کو سیما فی خزانے کا نقشہ بھی یاد آجائے

انگلیشی آگے کر دی۔ پورے کمرے میں بہرل کی ٹانفوس
 سی تیز بڑھیل گئی تھی۔

عمران نے اس وقت تک انگلیشی نہیں ہٹائی جب
 تک کہ دھواں کونوں سے نکلتا رہا۔ اب کرنل فریدی کی
 پھینکیں بھی ختم ہو گئی تھیں۔ اور وہ آنکھیں بند کئے لیٹا
 ہوا بلے بلے سانس لے رہا تھا۔

عمران نے انگلیشی ایک طرف رکھ دی۔ اور پھر
 کیپٹن حمید سے مخاطب ہوا۔

”یار بڑے بے مردت قسم کے آدمی ہو۔ اتنا بڑا
 جن نکالا ہے میں نے اور کوئی خاطر خدمت ہی نہیں ہے
 اس سے تو بہتر تھا کہ قاسم کا گنگا پیر ہی آجاتا۔ دو
 کالے بکرے تو لے ہی مارتا۔“ عمران نے
 مسکراتے ہوئے کہا۔

”جہاں بودالا بکرا موجود ہو وہاں بے چارے عام
 بکروں کی کیا حیثیت ہے۔“ کرنل فریدی نے
 یک لخت آنکھیں کھول کر مسکراتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن حمید اتنے زور سے اچھا جیسے اس کے پیروں
 تلے ایٹم بم بھٹ گیا ہو۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پیشی جا
 رہی تھیں۔ کیونکہ کرنل فریدی کی آنکھوں میں موجود چمک ادھ
 گالوں پر ابھر آنے والی روشنی کے ساتھ ساتھ اس کا
 یہ فقرہ بتا رہا تھا کہ اس کے ذہن پر چھائی ہوئی دھند جس

شرمندہ کر دیا۔ اور وہ تیزی سے سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

”مثنیٰ کا تیسرا زاد یہ ویسے ہی جن آلود ہے۔ اب اس کا جن اتا رہنا آپ کے ذمے“ — عمران نے کہا۔
 ”تیسرا زاد یہ — کیا مطلب۔ اودہ کہیں تم میجر یوود کی بات تو نہیں کر رہے“ — کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔

”اُسی کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کرنل وہ میجر۔ اس لئے یہ فوجی معاملہ ہے۔ کم از کم مجھ جیسا سول میں مداخلت کرنا اچھا نہیں لگتا۔ البتہ یہ اسپتال میں اس کے حصے کا بھی لے آیا تھا۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ — میرا خیال ہے۔ ہمارے ساتھ اودھا پر اسس استعمال کیا گیا ہے۔ ویسے اس کا یہ انتہائی حیرت انگیز علاج دریافت ہوا ہے“ — کرنل فریدی نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

اور عمران بڑی طرح چونک پڑا۔

”ارے۔ میرے خیال میں دھواں کچھ زیادہ ہی چلا گیا ہے دماغ میں۔“ — عمران نے کہا۔
 ”کیا مطلب۔“ — کرنل فریدی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”کار آخر امان بی کا نسخہ ہے۔ بڑے بڑے جن دوڑ جلتے ہیں غزالے چھوڑ کر۔“ — عمران نے کہا۔

”ماں واقعی دنیا کی بہت بڑی نعمت ہے“ — کرنل فریدی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”ارے تو اس میں اداس ہونے والی کون سی بات ہے۔ آپ کیپٹن حمید کو کہنا شروع کر دیجئے۔ ان کی شکل بھی کچھ کچھ والدہ محترمہ جیسی ہی ہے۔“ — عمران نے کہا۔ اور کرنل فریدی قہقہہ مار کر منہ پڑا۔

”تم پھر اپنی کبوا اس پر اتر آئے۔“ — کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”حمید۔ تم نے خاسم کے ساتھ بے حد زیادتی کی ہے۔

ورنہ اس نے واقعی غلوس اور ہمدردی ہی ظاہر کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے گٹکا پیر کا تعویذ چلا نہیں۔ اور۔“ — عمران پیر کا تعویذ چل گیا ہے۔ جاؤ اُسے منالاد“ — کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ پیر ہے۔ میں تو اسے جو ان سمجھ رہا تھا“ — کیپٹن حمید نے پیر کے معنی بزرگ لیتے ہوئے عمران پر فخر جت کیا۔
 ”جو انی سمجھ میں کیسے آتی ہے۔ شاید اس کا تجربہ تمہیں خاصا ہے۔“ — عمران نے کہا۔
 اور کرنل فریدی کے زور دار قہقہہ نے کیپٹن حمید کو

”مطلب یہ کہ اب آپ کو بھی اس قدر جدید سائنسی
تھیوریوں کا پتہ لگ گیا ہے۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔ اور
کرنل فریدی ہنس پڑا۔

”ادناہ تو غائب ہو گیا تھا لیکن میں نے ذاتی طور پر اس
کی تھیوری پر خود بھی ریسرچ کی تھی۔ لیکن ابھی تجربات کی
نوبت نہیں آئی تھی۔۔۔۔۔ صرف تھیوری پر ہی کام ہوتا
رہا۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔۔۔ تو یہ سب کچھ آپ کو سکھانے کے لئے اس
سائنس دان نے کیا ہے۔ تاکہ آپ کو اصل تجربہ ہو سکے
عمران نے جواب دیا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔
”اچھا یہ بتاؤ کہ اس فورکارنر کا اس سارے ڈرائے
سے اصل مقصد کیا ہوگا۔ وہ ہمیں ہلاک بھی تو کر سکتا تھا۔
کرنل فریدی نے یک لخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”جہاں تک میرا انجوم تپاتا ہے۔ فورکارنر دنیا پر
حکومت کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے۔ اور اس کے لئے
اس نے کوئی خاص سیکرٹ ایجنٹ منتخب کئے ہیں اور
اگر واقعی ہمارے ساتھ ادناہ پر اس استعمال ہوا ہے
تو پھر لازماً ہم مینوں کی مخصوص صلاحیتوں کو ان سیکرٹ
ایجنٹوں میں انجکٹ کیا جائے گا۔۔۔۔۔ اور وہ سیکرٹ
ایجنٹ عمران۔ فریدی۔ پرمود۔ مشترکہ سیکرٹ ایجنٹ
کہلانے کے صحیح طور پر متعارف ہوں گے۔“ عمران

نے کہا۔ اور کرنل فریدی مسکرا دیا۔

”ان لوگوں نے ہمارے ساتھ یہ حرکت کر کے اپنی موت کو
خود آواز دی ہے۔۔۔۔۔ کرنل فریدی نے یک لخت سنجیدہ
ہوتے ہوئے کہا۔

”ارے چوڑیں فریدی صاحب۔ اتنا غصہ نہیں کیا کرتے
یہ حرکت کر کے دراصل انہوں نے ہمیں خوب صورت انداز
میں خواجہ تحسین پیش کیا ہے۔“ عمران نے کہا۔

”یہ بات نہیں عمران۔ میں اپنی ذات کی حد تک نہیں سوچ
رہا۔ ان کی یہ حرکت ہمارے ملک کے خلاف تھی۔ ہم
اپنے اپنے ملکوں کی سلامتی کے لئے کام کرتے ہیں۔ اور
ہمیں دماغی طور پر ڈل کر کے انہوں نے دراصل ہمارے
ملکوں کی سلامتی کے خلاف خوف ناک سازش کی ہے اور
اس کی قیمت انہیں چکانی پڑے گی۔“ کرنل فریدی
نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”جو قیمت ملے اس میں سے تھوڑا سا حصہ مجھے بھی
بجواد دیجئے گا۔ آج کل سلیمان کے باورچی خانے کا خرچ
کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے
ہوئے اٹھ کر کہا۔

”ارے تم کہاں چل دیئے۔ بیٹھو۔“ کرنل فریدی
نے چونکتے ہوئے کہا۔
”نہیں۔ میں اب چلتا ہوں۔ درندہ اماں بی پھر ہر مل کی

پوٹلی اٹھائے وارد ہو جائیں گی۔ اور اس بار دھویں کے ساتھ ساتھ جوتیاں بھی چل سکتی ہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرنل فریدی ہنس پڑا۔

"اچھا چلو میں خود تمہیں ایر پورٹ چھوڑ آؤں"

کرنل فریدی نے کہا۔
"آپ نے اپنا علیہ دیکھا ہے۔ اور جب تک آپ کا علیہ ٹھیک ہو گا جہاز پائسٹیا پنچ چکا ہو گا۔ اس لئے مجھے اجازت دیں۔" عمران نے کہا۔

"تو کیا تم واقعی اس فورکارنز کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے۔" کرنل فریدی نے عمران کے ساتھ چلتے ہوئے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"یہ کام ایک ٹوکا ہے۔ میں تو حکم کا غلام ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے قاسم کی بحری جہاز ہنا کار کوٹھی میں داخل ہوئی۔ اور کرنل فریدی کے چہرے پر مسکراہٹ رہ گئی تو کار کے دروازے کھلے۔ اور قاسم اور کیپٹن حمید دونوں اکتھے ہی باہر نکلے۔

"بھاگ گیا وہ جن کرنل پیریدی صاحب نے کن کے تعویذ سے بھاگا۔" قاسم نے کرنل فریدی کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارا گنگا پیر آگیا تھا۔ کہنے لگا مجھے سیٹھ قاسم

نے بھیجا ہے۔ یعنی تمہارا بہت بہت شکریہ۔" کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گنگا پیر۔" ادھ دیکھا کیشان پتھان۔ تم کہہ رہے تھے کہ بکرا پیر نے بھگایا ہے جن۔" قاسم نے اس طرح فخریہ انداز میں کیپٹن حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جیسے گنگا پیر اُسی کا نام ہو۔ اور کرنل فریدی اس کی تعریف کر رہا تھا۔

"وہ گنگا پیر یہ بھی کہہ گیا ہے کہ ہاتھی کی قربانی دینی پڑے گی۔ ورنہ ایک کی بجائے دو جن آجائیں گے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاتھی کی۔" ادھ۔ اتنا زبردست جن تھا۔ مم۔ مگر

وہ سالا ہاتھی مانتی کہاں سے آئے گا۔ کیا اچھریکہ جانا پڑے گا۔" قاسم نے حیرت بھرے انداز میں کہا۔ "آج کل افریقہ جانے کی ضرورت نہیں۔ اب تو ہاتھی کاروں پر سوار ہوتے پھر رہے ہیں۔" کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کاروں پر سوار ہاتھی۔ مم۔ مگر میں نے تو نہیں دیکھے۔" قاسم ظاہر ہے یہ مذاق آسانی سے کہاں سمجھنے والا تھا۔

"قاسم۔ یہ تمہارے متعلق کہہ رہے ہیں۔" کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میرے یعنی اپن کے متعلق کیوں“ — قاسم نے پھلکا ہوئے عمران اور کیپٹن حمید کی طرف غصیلی نظروں سے دیکھتے کہا۔

”ارے۔ میں نے کب کہا ہے۔ میں تو تمہیں گریٹ قاسم کہتا ہوں۔“ — عمران نے کہا۔

”نہاں۔ تم مجھے کیسے کہہ سکتے ہو۔ تم تو میرے خالہ ہو۔“ — قاسم نے اثبات میں سر ہلاتے ہو

کہا۔ اور اس بار کرمل فریڈی اور کیپٹن حمید دونوں کے حلق سے بے اختیار زوردار جھنجھٹے نکلے اور عمران ہنس پڑا۔

چوٹ خاصی زوردار تھی۔ اور قاسم انہیں ہنستا دیکھ اس طرح حیرت بھرے انداز میں دیکھنے لگا۔ جیسے آ

سمجھ نہ آ رہی ہو کہ آخر یہ دونوں کس بات پر ہنس رہے ہیں۔

شیلو فونٹ کی گھنٹی بجتے ہی بلیک زیرو نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”ایکشنو۔۔۔ بلیک زیرو نے تیز لہجے میں کہا۔

”سلطان بول رہا ہوں۔“ — دوسری طرف سے

سلطان کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔

”یسی۔۔۔ میں ظاہر ہوں۔“ — اس بار بلیک زیرو

نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

”عمران کہاں ہے۔“ — سلطان کا لہجہ اُسی طرح

سنجیدہ تھا۔

”فلیٹ پر ہوں گے۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے۔“

بلیک زیرو نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”وہاں نہیں ہے۔ تم ایسا کر دو فوراً عمران کو تلاش کر گئے

مجھ سے بات کر ادا اس کی۔۔۔ سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

”بہتر سر۔۔۔ ویسے خیریت ہے۔ آپ کچھ پریشان لگتے ہیں۔“ بلیک زیدو نے کہا۔

”پریشان نہیں ہوں۔ بلکہ میں سوچ رہا ہوں کہ اگر عمران رضا مند ہو جائے تو پاکیشیا کی برتری کا ایک سبب موقعہ ملتا آیا ہے۔ اسے ملتا ہے نہیں جانے چاہیے۔“ سر سلطان نے کہا۔

”کیا مطلب سر۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔“ بلیک نے ابھڑے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں تمہیں تفصیل بتا دیتا ہوں۔ تم عمران کو راضی کرو۔ ایکرمیائی حکومت کو ایک خفیہ اطلاع ہے کہ ایک انتہائی خفیہ تنظیم جس کا نام فورکارنر ہے اس نے دنیا پر حکومت کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس منصوبہ کو عمل میں لانے کے لئے اس تنظیم کسی خفیہ لیبارٹری میں انتہائی خوفناک اسلحہ تیار کر رہی ہے۔ یہ ایسا اسلحہ ہے جو ایٹم بم اور ہائیڈروجن سے بھی سو سال آگے ہے۔ اور اس اسلحے کو دنیا جی زیدو دہم کہتے ہیں۔ انہوں کی کثیر تعداد انہوں تیار کی ہے۔ اور ساتھ ہی انہوں کو لے کر ٹارگٹ میں پھینکنے والے ایسے لاسچر بھی تیار کئے گئے

ن جو روشنی کی رفتار سے چلتے ہیں۔ اس طرح پک چھپنے یا یہ خوفناک بم نشانوں پر پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد شہر تو کیا پورا ملک صفحہ ہستی سے غائب ہو سکتا ہے۔ اس فورکارنر کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ حکومتوں کے اندر اندر وہ سپر پاور کی حکومتوں پر ہندو کہے گئے اور اس کے بعد پوری دنیا کی حکومتوں کو اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا۔ درحکومتیں ایک طرف وہ ملک کو ہی تباہ کر دیں گے۔ چنانچہ اس لانگ کے ملے ہی پوری دنیا کی حکومتوں میں شدید پریشانی لی ایک لہریں دوڑ گئی ہے۔ اور سپر پاورز ایکرمیائی، اگوان اور دوسیاہ تینوں نے انتہائی خفیہ طور پر یہ اعلان کیا ہے کہ اس تنظیم کا خاتمہ کرنے والی ٹیم کو تینوں ملک ہمارے اپنے ایک سال کا بجٹ دیں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اُسے اتنا اسلحہ بھی دیا جائے گا کہ وہ اس کے لحاظ سے مہی سپر پاورز بن جائے گا۔ صدر ایکرمیائی ہن طور پر ہمارے صدر سے بات کی ہے۔ اور خواست کی ہے کہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کو اس تنظیم کے خلاف فوری حرکت میں لایا جائے۔ لیکن ظاہر ہے ان کے اصول بڑے سخت ہیں۔ اُسے جیسے ہی نام وغیرہ کا علم ہوگا۔ اس نے صاف انکار کر دینا ہے۔ لی صدر مملکت مصر جن کے پاکیشیا کو اپنے معاشی حالات

”ٹھیک ہے سہرا چھپا میں ابھی عمران صاحب کو ٹریس کر رہا ہوں۔“ — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”لیکن یہ ساری سپردِ رز ایشیائی ملکوں کے پیچھے کیوں بھاگ رہی ہیں۔ ان کے اپنے وسائل نہیں ہیں اس تغلیف کے خلاف کام کرنے کے۔“ بیک زبرد نے کہا۔

ہوگا۔ میں بعد میں کال کروں گا۔ عمران کے متعلق تم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے۔" بلیک زبرد نے نرم لہجے میں کہا۔

"اوسے کوئی کیس۔" جولیا نے چوہکتے ہوئے پوچھا۔

"ابھی طے نہیں ہوا۔ لیکن اگر طے ہو گیا تو شاید یہ سیکرٹ سروس کی تاریخ کا سب سے بڑا اور کٹھن ترین شکار ہوگا۔ میں نے عمران کے بارے میں پوچھا تھا۔" بلیک زبرد نے کہا۔

"نہ۔" عمران یہاں تو موجود نہیں ہے۔ لیکن تنویر نے بتایا ہے کہ عمران کو اس نے سردار کی رہائش گاہ سپر کلاونی میں داخل ہوتا دیکھا ہے۔" جولیا نے جواب دیا۔

"او۔ کے۔" بلیک زبرد نے کہا۔ اور ہاتھ بڑھا کر کہ پٹل دبا دیا۔ پھر اس نے تیزی سے سردار کی رہائش گاہ کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

سردار آج کل بیمار تھے۔ اس لئے طویل رخصت پر تھے۔ اس لئے وہ لیبارٹری کی بجائے اپنی رہائش گاہ میں آرام کر رہے تھے۔

"کیس۔" دارلہاؤس۔" رابطہ قائم ہوتے ہی کسی ملازم کی آواز سنائی دی۔

"فوراً اسے ٹریس کرو۔ صدر مملکت اس معاملے میں بے حد بے چین ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم سوچتے ہی رہ جائیں اور نیندر لینڈ اور بلگارینہ میں سے کوئی یہ انعام لے اڑے۔ فوراً اسے ٹریس کر کے میری بات کر ادا اس سے۔" سر سلطان نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زبرد نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا ہی تھا۔ کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ایکٹو۔" بلیک زبرد نے کریڈل سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے مخصوص لہجے میں کہا۔

"جولیا بول رہی ہوں۔" دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

"کیس۔" بلیک زبرد نے سرد لہجے میں کہا۔

"نہ۔ ایک درخواست ہے۔ اس وقت میرے فیلڈ میں تمام ممبرز موجود ہیں۔ اور مقصد کی تجویز ہے کہ ٹیم چند دنوں کے لئے شکار کا پروگرام بنائے۔ مالاپار کے جنگل میں آج کل شکار کا موسم زوروں پر ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو۔" جولیا کی منت بھری آواز سنائی دی۔

"شکار کا پروگرام تو ٹھیک ہے۔ لیکن شکار گاہ البتہ دوسری ہو سکتی ہے۔ تم سب ممبرز کو کہہ دو کہ وہ شکار کے لئے تیار ہو جائیں۔ لیکن یہ شکار بین الاقوامی مجرموں کا

ہے۔ آپ آجائیں۔ بلیک زیدو نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

اُسے معلوم تھا کہ اب عمران بھاگا آئے گا۔ ورنہ شاید اُسے یہاں آنے کا کہنے میں بھی ایک گھنٹہ صُرف ہوتا۔

اور واقعی بخوشی دیر بعد عمران دانش منزل پہنچ گیا۔

”ارے کیا ہوا۔ اس قدر امیر جنسی کال تو جنگ میں بھی نہیں ہوتی۔“ عمران نے آپریشن روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”ابھی جو ٹیب کا فون آیا تھا۔ وہ شکار کا پروگرام بنائے بیٹھے ہیں۔“ بلیک زیدو تے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شکار اور جویا۔ یعنی ابھی شکار میں کوئی دم خیم باقی رہ گیا ہے وہ تو بے چارہ بچانے کب سے ٹپ رہا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ تو شکار کیلئے کے لئے مالابار کا جنگل تجویز کئے بیٹھے تھے۔ لیکن میں نے انہیں کہا ہے کہ وہ انتظار کریں میں ان کے لئے ایک بڑی شکار گاہ تجویز کرتا ہوں۔ اور وہ شکار گاہ ہے فور کا رنوز۔ اور آپ اس شکار پارٹی کے لیڈر ہوں گے۔“ بلیک زیدو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔۔۔ یہ آج تم کیسی پہیلیاں بھجوا رہے ہو۔“ واقعی دانش غائب ہی نظر آتی ہے۔ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیدو نے سر سلطان سے ہونے

”یہاں علی عمران صاحب آئے ہوں گے۔“ بلیک زیدو نے اپنے اصل بلجے میں کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ وہ سر دادور کے کمرے میں ہیں۔ آپ کون صاحب ہیں۔“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ان سے میری بات کرائیں۔ میں طاہر بول رہا ہوں۔“ بلیک زیدو نے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب۔۔۔ بولڈ آن کریں۔“ ملازم نے مودبانہ بلجے میں کہا۔

اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عمران کی آواز رسیور پر سنائی دی۔

”کون سی مسجد سے بول رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”میں طاہر ہوں عمران صاحب۔“ بلیک زیدو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں کون سی مسجد سے بول رہے ہو۔“ عمران نے کہا۔

”آپ فوراً دانش منزل آجائیں۔ ایک انتہائی امیر جنسی مسئلہ ہے۔۔۔ بلیک زیدو نے سنجیدہ بلجے میں کہا۔

”کیوں کیا دانش گم ہو گئی ہے۔ اُسے ڈھونڈنا ہے۔“ عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

”دانش تو ایک طرف پوری دانش منزل ہی خطرے میں

کرنے شروع کر دیئے۔

"حضور بخش بول رہا ہوں۔" رابطہ قائم ہوتے ہی کرنل فریدی کے خصوصی ملازم کی آواز سنائی دی۔
"حضور تو بخشنے بخشنے ہیں۔ کرنل فریدی کا مسئلہ شک میں ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ عمران صاحب۔ آپ۔ صاحب تو کہیں جا رہے ہیں کار میں بیٹھ کر۔ ایک منٹ۔ میں دیکھتا ہوں۔" دوسری طرف سے ملازم نے عمران کی آواز پہنچاتے ہوئے جلدی سے کہا۔ اور رسیور کھلے جانے کی آواز سنائی دی۔
"یس۔ کرنل فریدی سپیکنگ۔" چند لمحوں بعد کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔

"فورکارنرز میں سے کون سے کارنر کی طرف آپ کی روانگی ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"اوہ عمران۔ میں نے تمہیں اس وقت بھی کہا تھا کہ میں اس فورکارنر سے اپنے اوپر کئے جانے والے حملے کا انتقام لوں گا۔ اور اب تو اس کا موقع بھی آگیا ہے۔" کرنل فریدی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ تو انعام کے لئے میدان میں اتار رہے ہیں۔ سنا ہے جیتنے والے کو سونے کا کپ دیا جائے گا۔"

عمران نے طنز لہجے میں کہا۔
"مجھے انعام وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں وہ حکومت کا کام

بلیک زیرو دینے کا قاعدہ بحث کرتے ہوئے کہا۔

"یعنی ہتیار اطلب ہے کہ یہ تین ملک انہوں نے بھی شکاگاہ کے طور پر چن رکھے ہیں۔" عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"ظاہر ہے عمران صاحب۔ آپ تو بہتر سمجھتے ہیں کہ کمزور ہمیشہ نشانہ بنتے ہیں۔ اگر فورکارنرز واقعی دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے تو وہ سپر پاورز کی حکومتوں کو تو بدل سکتا ہے۔ لیکن ان ملکوں کو کبھی تباہ نہ کرے گی۔ کیونکہ اصل سرمایہ اور طاقت تو انہی ملکوں کے پاس ہے۔ البتہ ان پاورز کو جھکانے کے لئے وہ کمزور ملکوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہوں نے یہی تین ملک ٹارگٹ کے طور پر منتخب کر رکھے ہیں۔ اور یقیناً اس لئے پیش بندی کے طور پر انہوں نے آپ کو کرنل فریدی اور میجر پرودینوں کو ذہنی طور پر مفلوج کرنے کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی۔ تاکہ وقت آنے پر ادھر سے کوئی موثر مقابلہ ہی نہ ہو سکے۔" بلیک زیرو دینے کا قاعدہ تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"واہ۔ تمہیں تو وکیل ہونا چاہیئے۔ نہ پھانسی چڑھتے بھی لوگ پھانسی چڑھ جاتیں۔ بہر حال ٹھیک ہے۔ میں کرنل فریدی سے بات کرتا ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میلی فون کارسیور اٹھا کر اس نے نمبر ڈائل

میں شامل نہ ہو۔ کیونکہ اس کام کرنے کا اپنا طریقہ ہے وہ ہمارے ساتھ ساتھ شاید نہ چل سکے۔ کنٹرل فریدی بنے جواب دیا۔

”ہاں۔ وہ جوانا کی طرح ناک کی سیدھ میں چلنے کا عادی ہے۔ تو ٹھیک ہے۔ پھر ایسا ہے کہ ہم تینوں اپنے اپنے طور پر کام کرتے ہیں۔ البتہ معلومات کا تبادلہ ہو سکتا ہے۔ اس طرح فورکارنرز کے کم از کم تین کارنرز تو کوہ ہو ہی جائیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ ویسے میرا خیال ہے۔ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اکیلا ہی اس تنظیم کے لئے کافی ہوں۔“ کنٹرل فریدی نے کہا۔ اور عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”جب کہ میرا خیال اور ہے۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے قاسم کو بھیج دیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ چاروں کارنرز کو کانوں سے پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دے گا۔“ عمران نے کہا۔

”اوہ۔ تم سمجھ ہو کہ میں طنز کر رہا ہوں۔ ایسی بات نہیں میں خلوص سے کہہ رہا ہوں۔“ کنٹرل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”سوری۔“ میرا نام خلوص نہیں علی عمران ہے۔ البتہ آپ کہیں تو میں خلوص تحفہ رکھ سکتا ہوں۔ لیکن پھر آپ کو

ہے۔ میں بھی اپنی حکومت کے ساتھ یہی طے کرتا ہوں کہ اگر فورکارنرز کے خلاف کام ہو گا تو بغیر کسی لاپرواہی کے صرف ملکی تحفظ کے لئے وہ نہ نہیں۔ البتہ میں نے سنا ہے کہ وہ میجر پرمود صاحب بھی یہ انعام حاصل کرنے کے چکر میں ہیں۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میری میجر پرمود سے تو بات نہیں ہو سکی۔ کیونکہ وہ کہیں گیا ہوا تھا۔ البتہ اس کے پاس کنٹرل ڈی سے بات ہوئی ہے۔“ کنٹرل ڈی نے مجھے بتایا ہے کہ میجر پرمود نے بھی انعام کے لاپرواہی میں فورکارنرز کے خلاف کام کرنے سے یکسر انکار کر دیا ہے۔ اس پر میں نے انہیں اپنی اطلاع پہنچائی تو انہوں نے کہا کہ میجر پرمود ملک میں یہ اطلاع پہنچا دوں گا۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ اب میجر پرمود بلگار تیر کے کروڑوں عوام کے تحفظ کے لئے ضرور اس تنظیم سے ملکا جائے گا۔“ کنٹرل فریدی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”دیویری گڈ۔“ واقعی بڑے بے نیاز لوگ ہوتے ہیں۔ یہ ایشیائی بھی چاہے بھوکے مر جائیں لیکن گھاس کھانے سے انکار کر دیں گے۔ تو پھر ایسا نہ کیا جائے کہ مل کو کوئی پروگرام بنایا جائے۔ مشترکہ کارنامہ۔ کیسا رہے گا۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن شاید میجر پرمود اس

ہوں، ————— عمران نے اپنے مخصوص ہجے میں بولنا شروع کر دیا۔

”ادہ۔ علی عمران صاحب۔ آپ۔ فرمائیے“

دوسری طرف سے کمر تل ڈھی کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی
جی۔ لیکن اچھے اسی طرح باوقار تھا۔

”شکریہ جناب۔ بے حد شکریہ۔ آپ جیسے چہین کے

منہ سے صاحب کا لفظ سن کر میرا سینہ چارہ اچرخ مزید بھول

لیا ہے۔ درندہ وہ ایک ہمارے چیف ہیں کہ اپنے

ادہ کسی کو صاحب کہنا صاحب بیگم دونوں کی توہین سمجھتے

۱۔ — عمران نے کہا۔ اور دوسری طرف سے کمرل ڈی

کے ہنسنے کی جگہ سی آواز سنائی دی۔

آپ لے فون کیسے کیا ہے — فرمائیے

”میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک بارہ سجدہ کیا ہے میں نے کہا۔“

یہ مسئلہ یہ ہے کہ پامیثیاب سے شروع ہوتا ہے۔
میرزا کا کہنا ہے کہ شروع ہوتا ہے۔ اس لئے کہ

اسکتا کہ آپ برمودا صاحب کا تبادلہ باکسٹرا فواد میں

اسلام نے آپ پر نبوت کا صاحب لا بادل پالیتیا فرمادیں۔
 ہم ان کے دندوں، ہم آواز تو موحیانہ، غم، اد، آج کے

میں اس دم دودھوں میں آواز نہ ہو جائیں گے۔ — اور آج سے
 یہ میں سم آواز تو بڑے کمال کی بات بن گئے۔ اب

تین تین لڑکیاں ہم آواز ہو کر گاتی ہیں۔ — عمران کی

ان حسب عادت رواں ہو گئی۔

”مطلب ہے کہ آپ میسر یہ مود سے بات کرنا چاہتے

$\frac{1}{2} \cdot \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$

ایک غزل نہیں پورا دیوان سننا پڑے گا۔ بھاگنے نہ دوں گا۔ — عمران نے کہا۔

”اد۔ کے۔۔۔ اب تم پڑھی سے اتر رہے ہو۔ اس

لئے خدا حافظ۔۔۔ دوسری طرف سے کرنل فریدی:

میتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اور عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے

رسیدہ رکھ دیا۔

”میرا خیال ہے کہ نئی فریدی خاصا ورک کر چکا ہے ہم

اس نے ایسی بات کی ہے۔" بلیک زیر دے

کہا: "میں نے یہ سب سنا ہے۔ یہاں تک کہ میں نے یہ سنا ہے کہ یہ سب سنا ہے۔"

ہجوم درک کیا ہو گا۔ جب کلاس درں لمے کا سب

پتہ چلے گا۔ — عمران لے مسکرائے ہوئے کہا۔ اے

تین ہی سہرے نمبر ڈالنا کہ نے تھوہر کر دئے۔

”سے۔۔۔ کرنل ڈی“ — دوسرے لمحے ہلکا رہا۔

یہاں آف میڈی سکرٹ تیرہ دس کمرہ، ڈس کی مخصوص بھرا

پوئی آواز سنائی دی۔

”جج۔ جج۔ جناب۔۔۔ سلام علیکم۔ میں دہلی میں

بول رہے ہوں جناب۔ یعنی ع سے علی اور ع سے عمران۔

البتہ یہ میرے ملک کا نام پر سے شمر دے ہو گیا ہے۔

اگر آپ حکم فرمائیں تو اسے پاکیشیل سے بدل کر علیشاہ

zeem Paksitani point

"عمران سن رہا ہے۔ فرمائیے۔" عمران نے ترکیب کی جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اوه۔۔۔۔۔ عمران بیٹے۔ تمہیں طاہر نے کچھ بتایا ہے۔" سلطان نے چونک کر پوچھا۔

"سب کچھ بول دیا ہے۔ اور میں نے سن لیا ہے۔" ران نے بڑے رد کھٹے سے پہچے میں کہا۔

"تو پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ دیکھو عمران بیٹے۔۔۔۔۔" سلطان نے کہنا شروع کیا۔

"جیسا دیکھ رہا ہے۔ اور سامنے ایک میز ہے جس کی دوسری طرف طاہر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے ایک قد آدم لاری ہے۔ اور لاری کے پیٹ آدھے کھلے ہوئے ہیں۔ اور آدھے بند ہیں اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" عمران کی بان چل پڑی۔

"تھیک ہے۔ میں سمجھ گیا۔ میں صدر مملکت کو کہہ دیتا ہوں کہ ایک سو نے فورکارنرز کے مقابلے میں آنے سے ہرانکار کر دیا ہے۔" سلطان نے انتہائی وقت اور سرد جھکے دار پہچے میں اس کی بات کاٹتے لائے کہا۔

"میکسر نہیں بلکہ دوسرے کہہ دیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض ہے۔ لیکن آپ نے میری بات سے کیسے اندازہ لگا لیا کہ فورکارنرز کے مقابلے میں نہیں آ رہا۔" عمران نے

ہیں۔ سوئی۔ وہ ایک اہم مشن پر روانہ ہو چکا ہے۔ کرنل ڈی نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔۔۔۔ روانہ بھی ہو گیا۔ تو پھر میں عرس اور قوالی کا بندوبست کر دوں۔" عمران نے کہا۔ لیکن دوسری

طرف سے بغیر کوئی جواب دیئے رسیورکھ دیا گیا۔ اور عمران نے مسکراتے ہوئے رسیورکھ دیا۔

"تو اس کا مطلب ہے پرورد سب سے تیز جا رہا ہے بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ ہے ہی تیز رفتار۔ اُسے مشن بتا دو۔ اور یہ روائت کر دو۔ اس کے بعد وہ ایسا ناک کی سیدھ بھاگے گا کہ ایک لمحے کے لئے بھی ادھر ادھر مڑ کر نہ دیکھے

گا۔" عمران نے سر ملاتے ہوئے جواب دیا۔

"تو اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔" بلیک زیرو نے اصل موضوع پر آتے ہوئے کہا۔

"جب کرنل فریدی اور میجر پرورد ٹریک پر دوڑ رہے ہوں تو مجھ جیسے آہستہ بھاگنے والے کو کون پوچھتا ہے۔

سب یہی پوچھیں گے کہ بھائی سبزی لینے جا رہے ہو۔" ریس میں دوڑ رہے ہو۔ عمران نے کہا۔

ساتھ ہی اس نے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"سلطان بول رہا ہوں۔" دوسری طرف سے سلطان کی آواز سنائی دی۔

لکھ دیا۔

”مجھے آپ کا فیصلہ سن کر بے حد خوشی ہوئی ہے۔ اب کرنل فریدی اور میجر پرمود دونوں کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ پاکشیا سیکرٹ سروس کس طرح کام کرتی ہے۔“

بیک زید نے مکرراتے ہوئے کہا۔
”مقصود تو فورکارنرز کا خاتمہ ہے۔ کام کوئی بھی مکمل کئے

بہر حال تم ٹیم کو فوری طور پر تیار ہی کا حکم دے دو۔ اور ایک خصوصی جہاز بھی تیار کرادو۔ یہ جہاز یہاں سے ایکرمیا سے شمال مشرق میں واقع ریاست تریچولی کے لئے تیار کرانا ہے۔ میں اس دوران تیار ہی کر لوں۔“ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”تریچولی۔“ لیکن آپ نے تو لاطینی ایکرمیا کے مغربی علاقے کی لوکیشن چیک کی تھی۔“ بیک زید نے بڑی طرح چوکتے ہوئے کہا۔

”ہاں کی تھی۔ لیکن جس آدمی نے اس فورکارنرز کی بڈنگ میں ہم سے بات چیت کی تھی اس کی آواز اور لہجہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔“ یہ آدمی تریچولی کی مشہور اہل الفڑ کا مالک اور مشہور بہ محاش الفرق ہے۔ تمہیں کاننگ گرنوالا لکھیں یاد ہوگا۔ اس کیس کے دوران اس سے عکراڈ ہوا تھا لیکن بعد میں وہ غائب ہو گیا تھا۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ اگر الفرق کو تلاش کر لیا جائے تو یقیناً فورکارنرز

اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”تو اس کا مطلب ہے کہ تم واقعی کام پر آمادہ ہو گئے ہو۔“ سر سلطان کے لہجے میں ایک لخت مسرت کا عنصر ابھر آیا۔

”جی ہاں۔ لیکن انعام کی خاطر نہیں بلکہ پاکشیا کے دس کروڑ عوام کے تحفظ کی خاطر۔“ عمران نے جواب دیا۔

”پاکشیا کے دس کروڑ عوام کے تحفظ کا کیا تعلق۔ یہ فورکارنرز تو سپر پاورز پر قبضہ کر لے گی۔ ہم جیسے چھوٹے ملک سے اس نے کیا لینا ہے۔“ سر سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

اور جواب میں عمران نے انہیں کرنل فریدی سے ملی ہوئی اطلاع کے ساتھ ساتھ اپنا اندازہ بھی بتا دیا کہ بڑی طاقتوں پر دہشت ڈالنے کے لئے فورکارنرز نے تین چھوٹے ملکوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔

”اوہ اوہ۔“ پھر تو صورت حال ہی بدل گئی۔ اب انعام وغیرہ تو ثانوی چیز رہ گئی ہے۔ پلیر عمران بیٹے۔ فوراً اس تنظیم کے خلاف کام شروع کر دو۔“ سر سلطان نے گہرا لئے ہوئے لہجے میں کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ خدا حافظ عمران نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رسیور

کے کسی اہم اڈے کا کلیو غل سکتا ہے۔ — عمران نے جواب دیا۔

"لیکن عمران صاحب۔ اس قدر بڑی تیغیم کا سربراہ ایک کاغذ تو نہیں ہو سکتا۔ — بلیک زیرو نے ہونٹ کاٹے ہوئے کہا۔

"تمہاری بات درست ہے۔ میں نے کب کہا ہے کہ وہ سربراہ ہے۔ لیکن جن انداز میں اس نے گفتگو کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاصا اہم عہدے دار ہے اور اس کا پتہ اس کی بار سے ہی زیادہ آسانی سے لگ سکتا ہے۔ — عمران نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا لیبارٹری کے طرف بڑھ گیا۔

بلیک زیرو نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور جو لیا کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

میجر پرمود بڑی بے چینی کے عالم میں ایک چھوٹے سے کمرے میں پھل رہا تھا۔ اس کے تہے پر مقامی میک اپ تھا۔ اور جسم پر اس نے ہلکے نیلے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ جس کے اندر اس کی مخصوص واسکٹ موجود تھی۔ جس میں بے شمار خفیہ جیسٹ تھیں۔ یہ میجر پرمود کی مخصوص جیکٹ تھی۔ اور اس کی ہر جیب میں اس نے عجیب و غریب قسم کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ جنہیں وہ ضرورت پڑنے پر استعمال کرتا رہتا تھا۔

اُسی لمحے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور میجر پرمود نے پھرتی سے آگے بڑھ کر رسیور اٹھالیا۔

"نیس۔ — زیرو زیرو سیون۔ — پرمود نے تیز لہجے میں کہا۔

سامنے پہنچ گیا۔ جیسے ہی اس نے کار ایک سائیڈ پر روکی ایک نوجوان ایکٹریس تیز تیز چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔
 ”سر۔۔۔ وہ ابھی اندر ہے۔ وہ سامنے سیاہ رنگ کی بڑی کار اسی کی ہے۔“ نوجوان نے کھرکی پر جھکتے ہوئے کہا۔
 یہ کیپٹن طارق تھا جس سے ابھی فون پر میجر پرمود کی بات ہوئی تھی۔

”شک ہے۔۔۔ میں یہیں رکتا ہوں۔ تم نے میری نگرانی کرنی ہے۔ بغیر ضرورت کے مداخلت مت کرنا، میجر پرمود نے کہا۔ اور طارق سر ہٹاتا ہوا واپس مڑ گیا۔
 میجر پرمود نے کار آگے بڑھائی اور پھر عمارت کے عقب سے چکر کاٹ کر وہ اس سیاہ رنگ کی کار کے عقب میں خاصے خاصے پرگ رگ گیا۔
 ابھی اُسے دماغ رکے ہوئے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی۔

کہ اس نے عمارت میں سے ایک بلے توڑنے ایکٹریس کو تیز تیز قدم اٹھاتے اس سیاہ کار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ اس سے دو قدم پیچھے دو بھاری جبروں والے نوجوان بڑے محتاط انداز میں چل رہے تھے اور ان کے دونوں ہاتھ ان کی جیبوں میں تھے۔ اور وہ بڑے چوکنے انداز میں ارد گرد کا جائزہ لے رہے تھے۔ البتہ وہ لمبا ایکٹریس بڑے بے نیازانہ انداز میں چل رہا تھا۔ جیسے اُسے

طارق بول رہا ہوں جناب۔ میں نے اس آدمی کو ڈھونڈ نکالا ہے جناب۔ وہ اس وقت رالف بار کے نیچے خفیہ خانے میں موجود ہے۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 ”اچھا۔۔۔ وہ دماغ کیا کر رہا ہے۔۔۔ میجر پرمود نے چونک کر پوچھا۔

”وہ جوئے خانے کے مالک رالف سے ملنے گیا ہے مجھے بس اتفاق سے وہ کار میں نظر آگیا تھا۔ اس کا ڈرائیور باہر کار میں موجود ہے۔“ طارق نے جواب دیا۔
 ”گڈ۔۔۔ تم وہیں ٹھہرو۔ میں خود آ رہا ہوں۔ اگر میرے پہنچنے تک وہ کہیں جائے تو تم نے اس کا تعاقب کرنا ہے اور پھر پیشی ٹرانسپیرٹ پر پھ سے رابطہ قائم کرنا ہے اب اس کو کسی صورت بھی ہاتھ سے جانے نہیں دینا۔“

میجر پرمود نے کہا۔ اور ایک جھٹکے سے ریور کرپڈل پر پھینک کر وہ دوڑتا ہوا کمرے سے نکل کر رادارسی میں دوڑتا ہوا باہر پورچ میں کھڑی سرنج جگ کی سپورٹس کار میں آ بیٹھا۔ اور چند لمحوں بعد اس کی سپورٹس کار انتہائی تیز رفتار سے سڑکوں پر دوڑتی ہوئی رالف بار کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

تقریباً دس منٹ کی مسلسل اور تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ رالف بار کی شاندار اور خوب صورت عمارت کے

کسی کی پرواہ نہ ہو۔ اور اُسے دیکھتے ہی میجر پر مود کے
لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر گئی۔ کیپٹن طارق نے اُسے
صحیح پہچانا تھا۔ وہ واقعی ایمبرے تھا۔ ایکرمیا کی سب
سے طاقت ور مجرم تنظیم راک ہیڈ کا سربراہ۔ میجر پر مود
ابھی چند گھنٹے پہلے اپنے ساتھیوں سمیت ایکرمیا پہنچا تھا۔ اور
اس نے یہاں آتے ہی سب کو ایمبرے کی تلاش پر
مامور کر دیا تھا۔ کیونکہ میجر پر مود کو یقین تھا کہ ایمبرے
ایک ایسا مجرم ہے جو ہمیشہ اپنا اپنا ڈھونڈنے کی کوشش کرتا
ہے۔ اس لئے لاڈا اُسے فوراً کارنرز کے متعلق معلومات
حاصل ہوں گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ خود ہی فوراً کارنرز
میں کسی اہم عہدے پر فائز ہو۔

ایمبرے اپنے باڈی گارڈوں سمیت سیاہ رنگ کی
کار میں بیٹھ گیا۔ اور پھر جیسے ہی سیاہ رنگ کی کار آگے
بڑھی میجر پر مود نے اپنی سرخ سپورٹس اس کے پیچھے ڈال
دی۔ اس نے کار خاصے خاصے پر رکھی ہوئی تھی۔ تاکہ
کسی کو شک نہ پڑ سکے۔ اور پھر مختلف سڑکوں پر سے
گزرتے ہوئے جب ایمبرے کی کار ایک رہائشی کالونی
میں داخل ہوئی تو میجر پر مود نے ہونٹ بیچنے لئے۔ چونکہ
رہائشی کالونی میں ٹریفک خاصی کم تھی۔ اس لئے پر مود
نے کار کی رفتار اور آہستہ کر دی۔ تھوڑی دیر بعد اس
نے طارق کی کار کو اپنے قریب سے خاصی تیز رفتار سے

دڑتے ہوئے دیکھا تو اس نے اطمینان بھرے انداز
میں ہلادیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ آہستہ آہستہ کار چلاتا ہوا کالونی
میں دوسرے چوک پر پہنچا تو ایمبرے کی کار غائب ہو چکی
تھی۔ لیکن اُسے معلوم تھا کہ طارق نے اُسے چیک کر
اچوگا۔ اس نے کار چوک کی ایک سائیڈ پر روک دی
اُسی لمحے ایک سائیڈ روڈ سے طارق کی کار نکلی۔ اور
زمی سے ایک سائیڈ پر جا کر روک گئی۔ میجر پر مود خاموش
بھاڑا۔ طارق کار سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا میجر پر مود
کی طرف آیا۔

”کوٹھی نمبر بارہ لائن نمبر تین“۔ طارق نے قریب سے
نورتے ہوئے کہا۔ اور اُسی رفتار سے آگے بڑھ گیا۔
میجر پر مود نے اس کے کافی آگے جانے کے بعد
کار کو موڑا اور پھر لائن نمبر تین کی سائیڈ میں ایک زیر تعمیر
لوہی کی ایک دیوار کی اوٹ میں اس نے کار روک دی۔
ور نیچے اتر کر وہ بڑے اطمینان سے چلتا ہوا لائن نمبر تین
میں داخل ہو گیا۔ اور پھر اُسے کوٹھی بارہ کا پھاٹک نظر
آگیا۔ یہ ایک قلعہ نما کوٹھی تھی۔ جس کی دیواریں بڑھی اونچی
قیں۔ اور اس کوٹھی کے بعض طرف سڑک نہ تھی۔ بلکہ
عمری کوٹھی کا عقب اس کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ لمحہ
لوہی نمبر تیرہ کے پھاٹک پر اُسے کرائے کے لئے خالی

تھا۔ اس لئے بھوکے کی بجائے غار رہا تھا۔ اور اس کی سرخ آنکھیں شعلوں کی طرح چمک رہی تھیں۔
جیسے ہی کہتے تھے میجر پر مود پر چھلانگ لگائی۔ میجر پر مود نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سائیلنسر لگے دیو اور کاٹر لگے دیو۔ اور ٹھک کی آواز کے ساتھ ہی گولی ٹھیک چھلانگ لگاتے ہوئے کتے کی پیشانی کے عین درمیان میں پڑی اور کتے کے منہ سے بیخ بھی نہ نکل سکی۔ گولی نے اس کی کھوپڑی کو ہزاروں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا تھا اور کتا ایک دھماکے سے باڑ کے اوپر گر گیا۔

میجر پر مود بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور باڑ کے پیچھے سے نکل کر دوڑتا ہوا عمارت کی عقبی طرف ایک کھلی ہوئی کھڑکی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کھڑکی میں سلاخیں وغیرہ موجود نہ تھیں۔ اس لئے میجر پر مود اچھلا اور دوسرے کتے وہ کھڑکی کو اس کر کے اندر ہاتھ روم میں پہنچ کر بیچے دبا گیا۔ کیونکہ اسی لمحے اسے ایک سائڈ سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز اس کھڑکی کی طرف بڑھتی ہوئی سنائی دی تھی۔ قدموں کی آواز ایک ثانیہ کے لئے کھڑکی کے پاس رکی۔ بھاگنے والا شاید کھلی ہوئی کھڑکی میں سے اندر بھاگ رہا تھا۔ اور پھر آواز آگے بڑھ گئی۔ قدموں کی آواز آگے بڑھتے ہی میجر پر مود سیدھا ہوا تو اسے ایک لمبا ترنکا آدمی اس

ہے کا بورڈ نظر آیا تو وہ چونک پڑا۔ اور تیز قدم اٹھاتا اس کو کھنٹی کی طرف چل پڑا۔ اس نے اس کو کھنٹی کے ذریعے ایمرے والی کو کھنٹی میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس کو کھنٹی کی دیواریں ایکویمیا کے عام طرز تعمیر کی طرح بہت چھوٹی تھیں۔ اس لئے میجر پر مود نے قریب پہنچ کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک ہی جھپ میں وہ دیوار پار کر کے اندر پہنچ گیا۔ کھنٹی واقعی خالی پڑی ہوئی تھی۔ اندر داخل ہونے ہی وہ باڑ کے پیچھے گورتا ہوا ایمرے والی کو کھنٹی کی مشترکہ دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اس دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا عقبی طرف پہنچ گیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ سامنے کے رخ لازماً ایمرے کے باڑی گارڈز موجود ہوں گے۔ مشترکہ دیوار کی بلندی کچھ زیادہ نہ تھی۔ اس لئے اچھل کر میجر پر مود نے دونوں ہاتھ دیوار کے کنارے پر رکھے اور بازوؤں کے بل اوپر اٹھاتا گیا۔ اس طرح پک بھینکنے میں وہ دیوار کے اوپر چڑھ کر لیٹ گیا۔ اس نے ایک لمحے میں دوسری طرف کا جائزہ لیا اور اپنی توقع کے مطابق عقبی طرف کسی کو نہ پا کر وہ آہستہ سے اندر کود گیا۔ اور باڑ کے پیچھے دبا کر بیٹھ گیا۔ ابھی وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک عمارت کی طرف سے ایک سیاہ دھبہ کا خوف ناک کتا کسی چیتے کی طرح اچھل کر اس کی طرف آیا۔ وہ مخصوص نسل کا کتا

تب ہو تے دیکھا جیسے سمندر میں سورج اترتا ہے۔ اور
 سمجھ گیا کہ راہداری کے اختتام پر سیڑھیاں ہیں۔ راہداری
 لی تھی۔ وہ تیزی سے باہر آیا اور پنجوں کے بل
 اڑتا ہوا ان سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ سیڑھیوں کے
 ختام پر ایک دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا۔ جیسے ہی پرمود
 اڑیوں پر پہنچا اچانک نچلے دروازے سے ایک آدمی
 وار ہوا۔ اب میجر پرمود کے پاس پھینے کی جگہ نہ
 تھی اس لئے اس نے ٹھیکر دبا دیا اور وہ آدمی جیتا ہوا
 بنے پیچھے نمودار ہونے والے آدمی پر پشت کے بل گرا۔
 وہ دونوں ہی دروازے میں گر پڑے۔ میجر پرمود
 نے پھلانگ لگائی۔ اور ایک ہی جست میں چار سیڑھیاں
 اتر ہوا وہ ان کے سر پر پہنچ گیا۔ اُسی لمحے نیچے دیا
 آدمی اپنے اوپر موجود گولی کھا کر پھڑکتے ہوئے آدمی
 اٹھا کر اٹھنے لگا۔ اور پرمود نے دیکھ لیا۔ کہ وہ
 برے تھا۔ میجر پرمود نے بجلی کی سی تیزی سے دیوار
 دستہ اس کی کھوپڑی پر رسید کر دیا۔ اور ایمبرے
 پر گر کر توڑ پھوٹنے ہی لگا تھا کہ میجر پرمود نے اچھل کر بوٹ
 اٹھا اس کی کینٹ پر جہادی۔ اور ایمبرے کا پھڑکتا
 جسم ساکت ہو گیا۔ دوسرا آدمی بھی اس دوران
 اچھلکا تھا۔ پرمود نے دیکھا کہ یہ ایک تہ خانہ تھا۔ جس
 دیواروں کے ساتھ ساتھ تین بڑی بڑی مشینیں نصب

بانڈی طرف جاتا دکھائی دیا۔ جس پر کتے کی لاش پڑی ہوئی
 صاف نظر آ رہی تھی۔ میجر پرمود نے ماتھے میں پڑا ہوا دیوار
 سیدھا کیا۔ اور پھر ٹھک کی آواز ایک بار پھر ابھری۔
 اور اس دوڑتے ہوئے آدمی کی کھوپڑی بھی ہزاروں ٹکڑوں
 میں تبدیل ہو گئی اور وہ اچھل کر منہ کے بل کتے کی لاش
 کے اوپر گرا۔ اور ساکت ہو گیا۔

میجر پرمود نے بڑے اطمینان سے کھڑکی کے نیٹ بند
 کئے اور پھر بائٹہ روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
 دروازے کے قریب پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے
 رکا۔ اس نے دوسری طرف آہٹ محسوس کرنے کی
 کوشش کی۔ لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔ میجر پرمود
 نے دروازے کو اتار دی طرف کھینچی تو دروازہ کھل گیا۔

میجر پرمود دیوار سینکھالے تیزی سے دوسری طرف کمرے
 میں گیا۔ یہ خواب گاہ تھی۔ اُسی لمحے اُسے باہر راہداری
 میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ میجر پرمود
 بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ اور کمرے کے
 دروازے کے ساتھ دیوار کے ساتھ چٹ کر کھڑا ہو گیا۔
 لیکن آنے والا دروازے کے سامنے رکے بغیر آگے
 بڑھتا گیا۔ ایک آدمی کے قدموں کی آواز تھی۔ اس
 لئے میجر پرمود نے دروازہ کو کھولا اور باہر جھانکا تو اس
 نے راہداری کے اختتام پر ایک سر کو اس طرح سینچے

کھول کر اس نے تیزی سے اُسے مشین پشٹل کے آگے فٹ کیا اور پھر کھڑکی کی درز سے اس نے مشین پشٹل سیدھا کیا اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور ٹھک ٹھک کی آوازیں کے ساتھ ہی تینوں مسلح افراد اچھل اچھل کر نیچے گرے۔ ان میں سے وہ نے پھوٹ کر اٹھنا چاہا۔ لیکن مشین پشٹل سے برستی ہوئی مسلسل گولیوں نے انہیں اٹھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ اور پرمود نے اس وقت ٹریگر سے انگلی مٹائی جب اُسے یقین ہو گیا کہ وہ تینوں ختم ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے کھڑکی کھولی اور اچھل کر باہر کود گیا۔ اس کے بعد وہ گھوم کر سامنے کے رخ آیا۔ لیکن ادھر کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس نے پوری کونٹھی دیکھ ڈالی۔ لیکن کونٹھی غالی پڑی تھی۔ وہ سیدھا پھاٹک کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے پھاٹک کھول کر باہر جھانکا تو اُسے دور ایک پنج پر طارق بیٹھا اخبار پڑھتا نظر آ گیا۔ وہ اخبار کی لوٹ میں سے اس طرف دیکھ رہا تھا۔ میجر پرمود نے ہاتھ لہرا کر اُسے آنے کا اشارہ کیا اور طارق نے اخبار تہہ کیا۔ اور اٹھ کر تیزی سے سڑک کر اس کے پھاٹک کی طرف بڑھ آیا۔

میں نے سب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تم کار لے کر اندر آ جاؤ۔ ہم ایمرے کو یہاں سے نکال لیتے ہیں۔

حقین۔ ایک طرف میز اور کرسی تھی۔ جس پر ٹیبل لیپ جل رہا تھا۔ اور کافی سادہ سی فائین پڑی ہوئی تھیں۔ میجر پرمود نے ایمرے کو گھسیٹ کر اندر کیا۔ اور پھر اپنی جیکٹ کی ایک جیب سے اس نے ناکوں کی باریک رسی کا گھٹا نکالا۔ اور بجلی کی سی تیزی سے اس نے ایمرے کے ہاتھ پشت پر کر کے باندھ دیئے۔ اور ساتھ ہی اس کے پیر بھی رسی سے جکڑ دیئے۔ اس کے بعد اس نے جیب سے رومال نکالا اور ایک ہاتھ سے ایمرے کا منہ جبراً کھول کر اس نے رومال کا کولا اس کے حلق میں ٹھونس دیا۔ اب وہ اس کی طرف سے مطمئن ہو چکا تھا۔ اس کے بعد وہ دوبارہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر آیا۔ اور بجائے راہداری میں جانے کے وہ وہیں اُسی خواب گاہ میں داخل ہو کر ہاتھ روم میں آگیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی ایمرے کو اس کتے اور گارڈ کی لاشوں کے متعلق بتانے آیا ہوگا اور لازماً دوسرے افراد بھی وہیں جمع ہوں گے۔ اس نے ہاتھ روم کی کھڑکی کو ذرا سا کھولا تو اُسے پاؤں کے پاس تین مسلح افراد کھڑے نظر آئے وہ بڑی حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے انہیں سمجھ نہ آرہی ہو کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ میجر پرمود نے جیکٹ کی جیب میں سے ایک مشین پشٹل نکالا اور دیوالور کے آگے لگا ہوا سیلینڈر

سیٹ پر بیٹھا۔ اور دوسرے لمحے اس نے کار پھانک کر طرف موڑ دی۔ جب کار پھانک سے باہر نکل گئی۔ تو میجر پر مود واپس اس عمارت میں گیا۔ وہ اب مکمل طور پر عمارت کی تلاشی لینا چاہتا تھا۔ لیکن عمارت کے ہر کمرے کی تلاشی لینے کے باوجود جب اُسے کوئی کام کی چیز نہ ملی تو اس نے جیکٹ کی اندرونی جیب سے ایک سنبھری پتی سی نکالی۔ اس کا کونا موڑا اور اُسے ایک درمیانی کمرے کے فرش پر پھینک کر وہ عمارت سے نکل کر تیزی سے دوڑتا ہوا پھانک کی طرف بڑھا۔ پھانک کو اس کے وہ باہر نکلا تو بڑے احمقانہ سے چلتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی تیز نظریں ارد گرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ لیکن کوئی آدمی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ لائن نمبر تین سے نکل کر سڑک کو اس کرنا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔

کار میں بیٹھ کر اس نے انجن شارٹ کیا اور اُسے واپس موڑ کر پچھلے چوک کی طرف بڑھ گیا۔ چوک پر پہنچ کر اس نے کار کی رفتار آہستہ کی۔ اور پھر ڈریش بورڈ کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا آلہ نکالا جس پر صرخ رنگ کا چھوٹا سا لمب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ اس کے نیچے سفید رنگ کا بشن لگا ہوا تھا۔ میجر پر مود نے ہونٹ پھینچتے ہوئے وہ بشن دبا دیا۔ بلتا بھٹا لمب ایک بھما کے سے ٹکرایک ہو گیا۔ اور اُسی لمحے میجر پر مود کو اپنے عقب سے

کیونکہ کسی بھی وقت کوئی یہاں آ سکتا ہے۔ جلدی کر دو۔ میجر پر مود نے کہا اور طارق سر ہلاتا ہوا واپس پلٹ گیا۔

میجر پر مود دوڑتا ہوا عمارت میں داخل ہوا۔ اور پھر سیڑھیاں اتر کر وہ اس کمرے میں آیا جہاں بے ہوش ایمبرے پڑا ہوا تھا۔ ایمبرے کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ ہوش میں تھا۔ لیکن منہ میں موجود رد مال کی وجہ سے وہ بولنے سے محذور تھا۔ میجر پر مود تیزی سے میز کی طرف بڑھا۔ اور اس نے اس پر موجود فائلوں کو کھول کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ سب منشیات اور سمگلنگ کے بارے میں تھیں۔ اس نے درازیں بھی چیک کر لیں۔ لیکن جب اُسے کوئی کام کی چیز نظر نہ آئی۔ تو وہ انہیں چھوڑ کر فرش پر پڑے ہوئے ایمبرے کی طرف بڑھا۔ اور اس نے ایمبرے کو اٹھا کر کاندھے پر لادا۔ اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا راہداری سے گزر کر باہر پورچ میں آگیا جہاں طارق کار لے کر کھڑا تھا۔ میجر پر مود کو دیکھتے ہی طارق نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور پر مود نے بندھے ہوئے ایمبرے کو دونوں سیٹوں کے درمیان خالی جگہ پر لٹا دیا۔

اسے پوائنٹ پر لے چلو۔ میں اپنی کار میں آ رہا ہوں۔ پر مود نے طارق سے کہا۔ اور طارق سر ہلاتا ہوا ڈرائیو گھر

ایک خوف ناک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اور میجر پریمود نے اطمینان بھرے انداز میں آلہ واپس ڈیش بورڈ میں رکھا اور کار آگے بڑھا دی۔ اُسے معلوم تھا کہ طاقت ور دائرے میں ہم نے پوری کوشش کی اینٹ سے اینٹ سبب دی ہوگی۔

کرنل فریدی کی جیب اوپنی نیچی خشک پہاڑیوں پر خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کرنل فریدی خود موجود تھا۔ جب کہ ساتھ والی سیٹ پر کیپٹن حمید بیٹھا تھا۔ کرنل فریدی کے پیچھے دو اور جیسپس لی آرہی تھیں۔

”آخر ان پہاڑیوں میں آکر آپ کو کیسے لگا۔ یہاں تو گھاس کا تنکا تک نظر نہیں آ رہا۔“ کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ان پہاڑیوں میں فورکار تو بڑا بڑا جمیڈ کوارٹر موجود ہے۔“ کرنل فریدی نے سر ہلاتے ہوئے خشک ہلچے میں جواب دیا۔

”لیکن کیا انہوں نے باقاعدہ اس کا بورڈنگ کیا ہوا ہوگا۔“

”اور کے۔۔۔ تم ایسا کر دو کہ تھری فائیو کے پاس پہنچ جاؤ۔ ہم ابھی وہیں پہنچنے والے ہیں اور اینڈ آف کرنل فریڈی نے کہا۔ اور ٹرانسمیٹر آن کر کے واپس جیب میں رکھا اور جیب کا رخ ذرا سا آگے جا کر دائیں طرف کو موڑ دیا۔۔۔ پیچھے آنے والی جیبیں بھی ان کے پیچھے ہی مڑ گئیں۔

”اس کا مطلب ہے آپ نے آدمی پہلے ہی یہاں بھیجے ہوئے تھے۔۔۔ کیپٹن حمید نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ تمہیں تو پڑھنا آتا نہیں۔ اس لئے کسی پڑھے لکھے آدمی کی ضرورت تو تھی جو بورڈ پر لکھا ہوا پڑھ سکے۔ کرنل فریڈی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور حمید ہنس کر خاموش ہو گیا۔

کرنل فریڈی نے ایک بڑے ٹیلے کی اوٹ میں جا کر جیب روک دی۔ اور پھر کیپٹن حمید کو نیچے اترنے کا اشارہ کر کے وہ اچھل کر جیب سے نیچے اتر آیا۔ پیچھے آنے والی دو جیبیں بھی رک گئی تھیں۔ اور اس میں سے چھ مسلح افراد باہر آ گئے۔

”تم سب لوگ یہیں روکو گے۔ میں اور زیرو تھری آگے جائیں گے۔۔۔ کرنل فریڈی نے مسلح افراد سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اور میں۔۔۔ کیپٹن حمید نے چونک کر پوچھا۔

جواب اس طرح اُسے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔

کیپٹن حمید نے ناخوش گوارہ لہجے میں کہا۔

”شاید لگایا ہوا ہی ہو۔۔۔ کرنل فریڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن حمید نے منہ بنا لیا۔

اُسی لمحے کرنل فریڈی کی جیب سے ٹوں ٹوں کی آواز نکلیں۔ تو کیپٹن حمید چونک پڑا۔ کرنل فریڈی نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور چھوٹا سا مائیک جیسا آلہ نکال کر منہ سے لگا لیا۔ ٹوں ٹوں کی آوازیں اس میں سے نکلی رہی تھیں۔

کرنل فریڈی نے انگوٹھے سے اس کی سائڈ کا بٹن دبایا

”ہیلو ہیلو۔۔۔ زیرو تھری کا لنک اور۔۔۔ اس مائیک منا آلے میں سے آواز برآمد ہوئی۔

”یس۔۔۔ ہارڈ اسٹون اینڈ ٹاگ یو۔۔۔ کرنل فریڈی نے ننگے جالے میں جواب دیا۔

”سر۔۔۔ تھری سکس پوائنٹ پر ایک ٹیلے کے پیچھے دو مسلح افراد دیکھے جا رہے ہیں اور۔۔۔

زیرو تھری کی آواز سنائی دی۔

”کیا اسلحہ ہے ان کے پاس اور۔۔۔ کرنل فریڈی نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”سر۔۔۔ عجیب ساخت کی گئیں ہیں جیسے ان گنوں سے گولیوں کی بجائے میزائل فائر ہوتے ہوں اور۔۔۔

زیرو تھری نے جواب دیا۔

ایک لمبی نالی کا ریوا اور نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ یہاں سے اُسے وہ ٹیڈ صاف نظر آ رہا تھا۔ جس کے پیچھے دو مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس واقعی عجیب ساخت کی گتیں تھیں۔ ان دونوں کی پشت کرنل فریدی کی طرف مٹی اور وہ بڑے اطمینان سے بیٹھے گپ شپ میں اس طرح مصروف تھے جیسے انہیں یہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

تھوڑی دیر بعد کرنل فریدی کو کیپٹن جمیہ اور زیرو تھری ایک ٹیلے کے پیچھے سے نکل کر آگے بڑھتے دکھائی دیئے۔ وہ انتہائی محتاط انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ لیکن ابھی وہ ٹیلے کی سائیڈ میں پہنچے ہی تھے کہ ٹیلے کے پیچھے بیٹھے ہوئے دونوں افراد باغی تخت چوٹے۔ اور پھر ان دونوں نے اتنی تیز رفتاری سے سائیڈ میں جو کہ پوزیشن سنبھال لی کہ کرنل فریدی جیسا آدمی بھی ان کی پھرتی اور تیزی پر حیران رہ گیا۔ زیرو تھری اور کیپٹن جمیہ اب ان کے سائیڈ میں آ جانے کی وجہ سے لازماً ان کی زد میں آ رہے تھے۔ لیکن کرنل فریدی خاموش پڑا رہا۔ وہ یہاں فائرنگ سے بچنا چاہتا تھا۔

”خبردار“۔ ایک تخت ان دونوں کی تیز چلتی ہوئی آواز سنائی دی۔

اور دوسرے لمحے انہوں نے پہلے جیسی پھرتی کے

”تم ہمارے ساتھ ہو گے“۔ کرنل فریدی نے کہا۔ اور اُسی لمحے ٹیلے کی اوٹ سے ایک نوجوان نمودار ہوا۔ اس نے جسم پر ٹیلے رنگ کا چست لباس پہنا ہوا تھا۔ یہ ایک فورس کا زیرو تھری تھا۔

”زیرو تھری تم اور کیپٹن جمیہ دائیں طرف سے پکڑ کاٹ کر پہنچو گے اور میں بائیں طرف سے۔ ہم نے ان چاروں افراد کو اغوا کر کے یہاں لے آنا ہے۔ اور پھر ان کے قتل و قحط کے مطابق یہاں سے دو آدمی ان کی جگہ لیں گے۔“ کرنل فریدی نے تفصیلی ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے سر۔“ زیرو تھری نے جواب دیا۔ ”تم نے انہیں انتہائی احتیاط سے اغوا کر کے یہاں لے آنا ہے۔ میں وہیں کھوں گا۔ اور بہت دیر واپس تک رد عمل چیک کروں گا۔“ کرنل فریدی نے کہا۔ اور ان دونوں کو روانہ ہونے کا اشارہ کر دیا۔

زیرو تھری اور کیپٹن جمیہ تیزی سے آگے پیچھے چلتے ہوئے ٹیلے کے پیچھے غائب ہو گئے۔ کرنل فریدی دوسری طرف سے گھوم کر آگے بڑھا۔ اور پھر اونچے نیچے ٹیلوں کے پیچھے بھاگتا ہوا وہ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھتا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اس کی ایک آگے بڑھی ہوئی چٹان کے نیچے لیٹ گیا۔ اس نے جیب سے

بہرے پر رکھ دیئے۔ کیپٹن حمید کا جسم بھی چونکہ دوسرا
 ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ بجلی کی سی تیزی سے قلابازی
 کھا کر سیدھا کھڑا ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس
 نے اچھل کر پوری قوت سے دونوں پیر جوڑ کر اس آدمی
 کے سینے پر مارے اور پھر کسی گیند کی طرح اوپر اچھلا۔
 اور وہ آدمی پیچ کر تڑپا۔ لیکن جیسے ہی وہ تڑپ کر
 سیدھا ہوا۔ اُسی لمحے کیپٹن حمید نے جو اس دوران
 ہوا۔ یہ تھا پوری قوت سے ایک بار پھر اس کے سینے
 پر دونوں پیر جوڑ کر جھپ کیا۔ اور پھر اچھل کر ایک طرف
 کھڑا ہو گیا۔ وہ آدمی اب ساکت ہو چکا تھا۔

ادھر زید و تقری اور اس آدمی کے درمیان ابھی تک
 لڑائی جاری تھی وہ ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے دہیں
 قلابازیاں کھا رہے اور کمر میں بدل رہے تھے۔ کیپٹن
 حمید نے اپنے شکار کے ہاتھ سے نکلی ہوئی عجیب ساخت
 کی گیند اٹھائی۔ اور پھر جیسے ہی وہ آدمی زید و تقری
 کو الٹا کر اوپر آیا۔ کیپٹن حمید نے پوری قوت سے
 اس کی کھوپڑی پر گن کا دستہ رسید کر دیا اور اس
 آدمی کے ہاتھ پر سیدھے ہو گئے۔ زید و تقری اُسے
 سیدھا پر اچھال کر اٹھ کھڑا ہوا۔

کمرل فریدی کے لبوں پر کیپٹن حمید کی پھرتی اور تیزی
 دیکھ کر مسکراہٹ رہ گئے تھے۔ کیپٹن حمید اور زید و تقری نے

ساتھ ہی پستے کی طرح اچھل کر اپنی عجیب ساخت کی گیندیں
 سائیڈ سے گھوم کر آگے بڑھتے ہوئے زید و تقری
 اور کیپٹن حمید پر تان لیں۔ زید و تقری نے تو تیزی
 سے ہاتھ اٹھا دیئے۔ لیکن کیپٹن حمید کا رد عمل اس
 سے قطعی مختلف نظر ہوا۔ اس نے پک جھپکنے میں
 ایک لمحت اچھل کر دونوں گھٹنوں کی ضرب اپنے سامنے
 والے آرمی کے پیٹ میں اس طرح ماری کہ وہ خود تو
 کو لہوں کے بل پیچے گرا۔ لیکن وہ آدمی ضرب کھا
 کر چیخا ہوا اپنے ساتھی سے کسی زور سے پھینکی ہوئی گیند
 کی طرح ٹکرایا۔ اور اُسی لمحے زید و تقری نے چھلانگ لگائی
 اور پیچے کرے ہوئے آرمی کو چھاپ لیا۔ کیپٹن حمید
 نے اپنے ہاتھ تپتے کر کے اپنے کو لہوں کو سنت زہن
 سے ٹکرانے سے بچانے کے ساتھ ساتھ اپنے پیچھے
 جسم کو بجلی کی سی تیزی سے اچھلا۔ اور پیچھے کر کے
 اٹھتے ہوئے آدمی کی گردن میں اس کی دونوں ٹانگیں کسی
 یقینی کی طرح پڑیں اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن حمید نے
 ایک لمحت کو لہوں کے بل اتلی قلابازی کھائی۔ اور
 اس کی ٹانگوں میں جڑا ہوا آدمی الٹ کر اس کے سر کے
 پیچھے آیا۔ دھماکے سے منہ کے بل جا گرا۔ اور اس کے
 منہ سے زوردار چیخ نکلی۔ اور وہ تڑپ کر سیدھا ہوا
 اور بے اختیار اس نے دونوں ہاتھ اپنے لہو لہان

دونوں گئیں اٹھا کر بنی میں شکا میں اور پھر جھک کر ان دونوں کو اٹھا کر کاندھوں پر لادا اور تیزی سے ٹیلے کے پیچھے گھوم کر کرنل فریدی کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ کرنل فریدی کی نظریں اسی جگہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور پھر چند لمحوں بعد ہی وہ یہ دیکھ کر چونک پڑا کہ ٹیلے کی جہ میں سے ایک تختہ سا کھلا اور اس میں سے ایک مسلح شخص بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل کر اس طرف کو گھوم۔ جلدھر کیپٹن حمید اور زیر و بھڑکی گئے تھے۔ کرنل فریدی نے ایک تختہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے لمبی نال کے ریلووا کا ٹرگہر دبا دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی نال سے ایک شعلہ نکلا۔ اور وہ آدمی اچھل کر منہ کے بل زمین پر گرا اور بڑی طرح ہاتھ پیر مارنے لگا۔ ٹیلے کے نیچے ٹھکنے والا تختہ اب بند ہو چکا تھا۔

اس آدمی کے نیچے گرتے ہی کرنل فریدی بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور پھر اس نے چٹان سے نیچے گہرائی میں پھلانگ نکا دی۔ وہ پیروں کے بل نیچے گرا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ پیرا ٹروپک کے انداز میں دوڑنا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ ٹیلے کے سامنے کی طرف سے جانے کی بجائے سائیڈ کی طرف سے گھوم کر زمین پر پڑے ہوئے اس آدمی کے پاس پہنچا جو اب ساکت پڑا ہوا تھا۔ اور اس کی گردن کے اوپر

کھوپڑی کی پشت سے خون نکل نکل کر زمیں پر گر رہا تھا۔ کرنل فریدی نے جلد ہی سے اُسے کاندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچی۔ اور لپٹ آگئے لے جا کر اس نے انتہائی تیزی سے اس کا لباس اتارنا شروع کر دیا۔ چونکہ یہ آدمی قد و قامت میں کرنل فریدی سے ملتا جلتا تھا۔ البتہ جسم میں وہ قدرے کرنل فریدی سے بھاری تھا۔ اس لئے کرنل فریدی نے اس کا لباس اپنے لباس کے اوپر پہن لیا۔ اس طرح وہ لباس اس پر پوری طرح فٹ آگیا۔ اس آدمی نے سر پر ایک کیپ پہنی ہوئی تھی جو آگے کی طرف سے تو پی کیپ کی طرز کی تھی۔ لیکن پشت کی طرف سے وہ باف کیپ کی طرز کی بنی ہوئی تھی۔ اس آدمی کے گمے سے یہ کیپ اڑ کر دور جا گری تھی۔ کرنل فریدی نے وہ کیپ اٹھا کر سر پر ایڈجسٹ کی تو اس کا چہرہ قدرے چھپ گیا۔ کرنل فریدی نے کیپ پہننے کے بعد اس آدمی کو اٹھایا اور اسے اٹھا کر وہ دو تین ٹیلوں کے پیچھے لے لیا اور ایک کھائی میں اُسے پھینک دیا۔

اُسی لمحے اُسے دور سے دو آدمیوں کی جھلک دکھائی دی تو وہ تیزی سے ایک ٹیلے کے پیچھے ہو گیا۔ آنے والے تیزی سے لیکن خاص احتیاط سے چلتے ہوئے پہلے والے ٹیلے کے پیچھے سے نمودار ہو کر آگے

وئے مختلف پتھروں پر پیروں سے ضرب لگانا شروع کر دی۔ اور پھر جیسے ہی اس کا ہر ایک پتھر پر پڑا۔ ٹیلے کی ایک چٹان تختے کی طرح اٹھ کر اوپر کو ہلی گئی اور اندر جاتا ہوا ایک راستہ صاف نظر آنے لگا۔ کرنل فریدی آگے بڑھ گیا اس نے کیپ کو ذرا سا نیچے کر لیا تھا۔ کیپٹن حمید اس کے پیچھے اندر داخل ہو گیا۔ ان دونوں کے آگے بڑھتے ہی ان کے عقب میں چٹان خود بخود بند ہو گئی۔ راستے کا اختتام ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوا۔ جس میں ایک بڑی سی مشین نصب تھی جو چل رہی تھی۔ لیکن کمرے میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ مشین کی سکریں پر باہر کا منظر موجود تھا۔ جس پر ناٹک وہی مخصوص گنگ اٹھائے کھڑا تھا۔ کرنل فریدی سمجھ گیا کہ وہ جس کے لباس میں اندر آیا ہے وہی دراصل اس مشین کا آپریٹر تھا۔ لیکن اس کمرے کی تمام دیواریں بالکل سپاٹ تھیں۔ ان میں کوئی دروازہ موجود نہ تھا۔ کرنل فریدی تیزی سے اس مشین کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ مشین کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک نئی ایک بلب تیزی سے جل اٹھا۔ اور ساتھ ہی اس کے نیچے موجود باریک باریک سوراخوں سے کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی مشین چل پڑی ہو۔۔۔ اُسی لمحے سکریں پر بچھا کے سے منظر

بڑھے۔ کرنل فریدی نے انہیں ہانک کے اشارے سے فاصلے سے ہو کر اپنی طرف بلایا اور وہ دونوں گھومتے ہوئے دوسرے ٹیلوں کی آڑ میں ہو کر اس کی طرف آئے۔

”آپ اور اس لباس میں۔۔۔ کیپٹن حمید نے قریب آ کر حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے یقین تھا کہ اندر سے ان دونوں کو چپک کیا جائے گا اور وہی ہوا۔ ایک آدمی ٹیلے سے نکلا۔ اور میں نے اُسے گرا لیا۔ اب تم میرے ساتھ چلو گے یہ یہیں۔۔۔“ کرنل فریدی نے کہا۔

اور دوسرے آدمی نے جس نے میک اپ کیا ہوا تھا سر ہلا دیا۔ کرنل فریدی نے قریب آنے کے بعد باوجود میک اپ کے اُسے آسانی سے پہچان لیا تھا۔

”لیکن آپ بغیر میک اپ کے۔۔۔ کیپٹن حمید نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ بس تم میرے پیچھے مجھے کورور گیج۔“ کرنل فریدی نے کہا۔ اور تیزی سے اس ٹیلے کی طرف بڑھ گیا جس کے نیچے حصے سے وہ آدمی برآمد ہوا تھا۔ کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے چل دیا۔

کرنل فریدی نے ٹیلے کی جڑ کے پاس ابھرے

بدل گیا۔ اور اس پر ایک نوجوان کی تصویر ابھر آئی۔

”ہیلو — ون ایون۔ چیف باس باہر آرہے ہیں نوٹ کر لو۔“ اس نوجوان کے لب ہلے۔ اور اس کے ساتھ آواز ان باریک سوراخوں سے نکلی۔ اور پھر اس سے پہلے کہ کرنل فریڈی کوئی جواب دیتا۔ سکرین پر بھٹکے سے منظر بدل گیا۔ اب وہاں ایک راجداری کا منظر ابھرا تھا۔ اور ایک لمبا ترنکا آدمی اس راجداری میں تیز تیز چلتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک نوجوان ہاتھ میں برلیٹ کیس اٹھائے ہوئے تھا۔

کرنل فریڈی نے مڑ کر کیپٹن حمید کو اشارہ کیا۔ اور اس نے سر ہلا دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے کھسکتا ہوا کمرے کے دروازے پر جا کھڑا ہوا۔ صرف یہی ایک جگہ ایسی تھی جہاں سے اندرونی دروازہ نہ کھل سکتا تھا۔ ورنہ تو یہ راستہ کسی بھی طرف سے ٹک سکتا تھا۔ کرنل فریڈی مشین کے سامنے کھڑا رہا۔ البتہ اس نے پی کیپ اور زیادہ نیچے کی طرف جھکالی تھی۔ سکرین پر آنے والوں کے پہرے بڑے ہوتے گئے۔ اور پھر جیسے ہی وہ قریب پہنچے ایک سخت کھٹاک کی آواز سنائی دی۔ اور دائیں طرف دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا۔ اور پھر جیسے ہی وہ دونوں

اس دروازے سے باہر نکلے۔ کرنل فریڈی بجلی کی سی تیزی سے مڑا۔ اور آگے آنے والا آدمی جھپٹا ہوا چھل کر کمرے کے وسط میں جا کر اُسی لمحے کیپٹن ہاتھ لہراتا ہوا اس کی کپٹنی پر پڑا تھا۔ اُسی لمحے کیپٹن حمید نے جھپٹ لگایا اور اس کی زوردار فلائنگ گک پیچھے آنے والے کے سینے پر پڑی۔ اور وہ بھی پختا ہوا پھلی دیوار سے ٹکرایا اور پھر غالی ہوتی ہوئی بوری کی طرح دیوار کی جڑ میں ہی ڈھیر ہو گیا۔ کرنل فریڈی نے پہلے آدمی کے گم تے ہی اچھل کر لات گھمائی۔ اور ٹھٹھے کی کوشش کرتا ہوا آدمی ادھ کی آواز کے ساتھ ہی ایک دھماکے سے نیچے گر اور ساکت ہو گیا۔

کیپٹن حمید نے فلائنگ گک لگا کر الٹی فلا بازی لگھائی اور پھر جیسے ہی اس کا جسم سیدھا ہوا اس کے ہاتھ میں موجود گن کا دستہ دیوار کی جڑ میں اگڑوں۔ پیٹھ کے آدمی کے سر پر کھٹاک کی آواز سے پڑا اور پھلو کے بل گر گیا۔

اسے اٹھاؤ۔ ہمیں فوراً باہر نکالنا ہے۔ اتفاق سے چیف باس ہاتھ لگ گیا ہے۔ جلدی کرو۔

کرنل فریڈی نے تیز بے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جھک کر اس باس کو اٹھا کر کاندھے پر لا دیا۔ اور تیزی سے کھسکے دروازے سے بیرونی راستے کی طرف دوڑ

ساتھ ہی نہ صرف سکریں تاریک ہو گئی بلکہ اس مشین پر جلنے والے پھوٹے بڑے بلب بھی بند ہو گئے۔ مشین آف ہو چکی تھی۔ کرنل فریدی تیرتی سے واپس مڑا اور ایک بار پھر جھانکا جو ابہرہ دنی دروازے سے نکل کر بیٹے سے باہر آ گیا۔ دہان سے وہ واپس اسی بیٹے کی طرف آیا جس کی چٹان پر لیٹ کر اس نے چیکنگ کی تھی۔ لیکن چونکہ وہ چٹان خاصی بلند تھی۔ اس لئے وہ اوپر چڑھنے کی بجائے وہیں ایک چٹان کی سائیڈ میں ہو گیا۔ اس نے جلدی سے جیب سے وہی چھوٹا سا مائیک نمائندہ نکالا اور اس کا بٹن دبا دیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ مارڈاسٹون کالنگ اودر۔“

کرنل فریدی نے تیز بولے میں کہا۔ لیکن اس کی نظریں اسی بیٹے پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

”ریس۔۔۔ زیر دفایو اسٹنڈنگ اودر۔۔۔ دوسرے لمحے ایک آواز سنائی دی۔

”کیپٹن حمید اودر ناٹھ پہنچ گئے ہیں اودر۔“ کرنل فریدی نے پوچھا۔

”نوس۔۔۔ میں سرورہ آرہے ہیں۔ ان دونوں نے ایک ایک آدمی اٹھایا ہوا ہے اودر۔۔۔ زیر دفایو نے پوچھتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ تم ان دونوں کا خیال کمود۔ انہیں جیب میں ڈال کر ان کے ہاتھ پیر باندھ دینا اور کیپٹن حمید

پڑا۔ کیپٹن حمید نے بھی کبلی کی سی تیزی سے گئی کا ندھے سے نکلنا اور نہ صرف دوسرے آدمی کو اٹھا کر کا ندھے پر لاد لیا بلکہ اس نے اس کا ایک طرف پڑا ہوا بریف کیس بھی جھک کر اٹھالیا۔ اور پھر وہ کرنل فریدی کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اس کے پیچھے تک کرنل فریدی بیرونی راستہ کھول چکا تھا۔ چنانچہ وہ دونوں ہی بیٹے سے باہر نکل آئے۔

”اسے اٹھاؤ۔ اور میپوں کی طرف چلو۔ جلدی۔“

کرنل فریدی نے چیف بائس کو باہر کھڑے ناٹھ کے کا ندھے پر منتقل کرتے ہوئے کہا۔

اور ناٹھ اُسے اٹھا کر کیپٹن حمید کے ساتھ بیٹے کی سائیڈ سے گھوم کر بھاگ پڑا۔

کرنل فریدی ان کے جاتے ہی واپس اس کھلتے سے اندر داخل ہوا اور دوڑتا ہوا واپس اس کمرے میں پہنچا۔ دہان پہنچ کر وہ سیدھا اس مشین کی طرف بڑھا جو ابھی تک چل رہی تھی۔ اس نے اس کی ایک بڑی تاب کو گھمایا تو سکریں پر منظر بد لنے لگے۔ وہ اس کو مسلسل گھماتا گیا۔ اور پھر جیسے ہی منظر پر وہ نوجوان نظر آیا جس نے اُسے چیف بائس کے آئے کی اطلاع دی تھی۔ کرنل فریدی نے اس تاب کے نیچے لگا ہوا ایک بٹن پر پریس کر دیا۔ اس کے

ہو۔ ابھی اس سنٹر سے لوگ باہر آئیں گے۔ اور کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔ کرنل فریدی چٹان کی اوٹ میں کھڑا ٹیلے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن ٹیلے کا وہ تختہ بند تھا۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا کرنل فریدی کے دل میں بے چینی سی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے خیال کے مطابق اب تک کسی نہ کسی کو باہر آ جانا چاہئے تھا۔ اسی لمحے جیب میں موجود ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی دیں اور کرنل فریدی نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ٹرانسمیٹر کو باہر نکال لیا۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔ زبرد فائیو کالنگ ادور۔۔۔ ٹرانسمیٹر کا بیٹن آن ہوتے ہی زبرد فائیو کی تیز آواز سنائی دی۔“

”ایس۔۔۔ ہارڈ اسٹون ادور۔۔۔“ کرنل فریدی نے ہونٹ بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

”۔۔۔ پوائنٹ سکس ون سے دس مسلح افراد نمودار ہوئے ہیں اور وہ ٹیلوں کی اوٹ لیتے ہوئے آپ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں مخصوص ساخت کی گتیں ہیں اور۔۔۔ زبرد فائیو نے کہا۔ اور کرنل فریدی اس کی اطلاع پر بے اعتیاد اچھل پڑا۔

”ٹھیک ہے۔ اور اینڈ آل۔“ کرنل فریدی نے تیز بلج میں کہا۔ اور پھر بجلی کی سی تیزی سے اس نے ٹرانسمیٹر پر ساتھ والا دوسرا بیٹن دبایا۔

اور باقی سب ساتیوں کو میرے پاس بھیج دو۔ انہیں کہنا کہ وہ شمال کی طرف سے گھوم کر آئیں اور چوتھے ٹیلے کی سائیڈ سے جو کہ میرے پاس پہنچیں۔ فوراً جلدی۔ اور اینڈ آل۔“ کرنل فریدی نے کہا۔ اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اُسے جیب میں ڈال لیا۔

ٹیلے کا وہ تختہ بند ہو چکا تھا۔ لیکن کرنل فریدی کو یقین تھا کہ اندر موجود افراد باہر آئیں گے۔ چونکہ اُسے معلوم نہ تھا کہ اندر کتنے افراد موجود ہیں۔ اس لئے اس نے اس مشین کو بند کر کے دراصل انہیں باہر موجود گروہ کا کاش دیا تھا۔

چیف باس کے قابو میں آ جانے کے بعد وہ اب اس خفیہ سنٹر کو مکمل طور پر چیک کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس مشین سے ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ یقیناً کوئی اہم ترین سنٹر ہے۔

اور چند لمحوں بعد اُسے ٹیلے کے عقب سے کیپٹن حمید کی بجلی سی آواز سنائی دی۔ وہ کرنل فریدی کا نام لے رہا تھا۔

”ایس۔ کم ان۔“ کرنل فریدی نے ادبھی آواز میں کہا۔

اور پھر کیپٹن حمید ٹیلے کی سائیڈ سے نکل کر آ گیا۔

”کیپٹن حمید۔ سب لوگوں کو لے کر ادگر د پوزیشنیں لے

اب وہ ٹارگٹ والا ٹیلہ قریب آ گیا تھا۔ اس لئے ان کی رفتار اور آہستہ ہو گئی تھی اور وہ بلی سے بھی زیادہ محتاط نظر آ رہے تھے۔ لیکن ظاہر ہے نہ ہی کرنل فریدی ان کی نفروں میں آ سکتا تھا اور نہ ہی کیپٹن حمید اور اس کے ساتھی کیونکہ وہ جنوبی سمت میں پھپھے ہوئے تھے۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے وہ دس دس ٹیلوں کے پیچھے سے نکل کر اس ٹارگٹ والے ٹیلے کے پاس پہنچ گئے۔ کرنل فریدی مطمئن تھا کہ جس آدمی کا لباس اس نے پہن رکھا ہے۔ اس کی لاشیں بھی جنوبی سمت میں کھائی میں تھیں۔ اس لئے وہ بھی انہیں نظر نہ آ سکتی تھی۔ اور دو پہرے دار تو ظاہر ہے چھپوں شکے پاس ہوں گے۔

وہ دس افراد ادھر ادھر دیکھتے ہوئے ٹیلے کی طرف بڑھ گئے۔ کرنل فریدی کی نظریں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ اور اس کے کان انہی کی طرف تھے۔

”یہاں تو کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ وہ پہرے دار کہاں گئے۔“ اس نوجوان کی آواز کرنل فریدی کے کانوں میں پہنچی۔

”ہو سکتا ہے چیف باس انہیں اپنے ساتھ لے گیا ہو۔“ ایک اور آدمی نے کہا۔

”لیکن پھر وہ مشین بند کر کے یہ راستہ کیوں کھوڑ کر آیا گیا۔“ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”ہیلو ہیلو۔“ مارڈاسٹون اور۔۔۔ کرنل فریدی نے انتہائی تیز لہجے میں کہا۔

”ایس۔۔۔ حمید اسٹینڈنگ اور۔۔۔ دوسرے لمحے کیپٹن حمید کی آواز سنائی دی۔

”حمید۔ ہمیں ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ دس افراد شمالی طرف سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر جنوب کی طرف سمٹ جاؤ۔ جلدی کرو۔ وہ پہنچنے ہی والے ہوں گے اور اینڈ آف۔“ کرنل فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے جیب میں ڈالا اور اس جہان کی ادٹ سے نکل کر کسی لومٹری کی طرح دوڑتا ہوا اس ٹیلے کی سائیڈ سے ہو کر ادھر چڑھنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ ایک ایسی جگہ پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں سے وہ شمالی سمت میں آنے والوں کو بھی چیک کر سکتا تھا اور اس ٹیلے کو بھی دیکھ سکتا تھا جو اس کا ٹارگٹ تھا۔

چند لمحوں بعد ہی دس مسلح افراد انتہائی احتیاط سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مختلف ٹیلوں کے پیچھے سے نمودار ہوئے۔ سب سے آگے والے کو دیکھتے ہی کرنل فریدی چونک بڑا۔ یہ اُسی نوجوان کی تصویر تھی جس نے چیف باس کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نما آلہ تھا۔ چونکہ

دبا دیا۔ دوسرے لمحے گھن کی نال کے سرے پر نیلے رنگ کا شعلہ سا چمکا۔ اور ہلکی سی سر کی آواز کے ساتھ ہی اس جگہ جہاں وہ نوجوان اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ نیلے رنگ کا تیز دھواں سا بھر گیا۔ یہ دھواں اس قدر گہرا تھا۔ کہ وہ سب لوگ اور ٹیلہ تک اس دھواں میں چھپ گیا۔ کرنل فریدی حیرت سے اس دھواں کو دیکھنے لگا۔ اور چند لمحوں بعد ہی دھواں غائب ہوا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دلوں اس نوجوان سمیت سب افراد کی لاشیں اس طرح جلی ہوئی پڑی تھیں جیسے انہیں زندہ جلا دیا گیا ہو۔ کرنل فریدی نے ہونٹ بھیجے۔ اور پھر نیچے اترنے لگا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ رکا اور اس نے جیب سے وہی ٹرانسمیٹر باہر نکالا اور اس کا ایک بٹن دبا دیا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ مارڈ اسٹون کا لنگ اودر"

کرنل فریدی نے تیز بے میں کہا۔

"ییس سر۔۔۔ زیرو فائو اسٹنڈنگ اودر"

دوسری طرف سے زیرو فائو کی آواز سنائی دی۔

"وہ دونوں آدمی جنہیں کیپٹن حمید اور ناتھ نے پہنچایا تھا۔ کس پوزیشن میں ہیں اور"۔ کرنل فریدی نے سخت بے میں پوچھا۔

"سر۔۔۔ دونوں ہوش میں آگئے تھے۔ لیکن میں نے

اور کرنل فریدی نے اس طرح سر ہلایا جیسے ان کی دوسرے راستے سے آنے کی وجہ وہ اب سمجھا ہو۔ مشین کے بند ہو جانے سے ادھر کا راستہ کلوز ہو گیا تھا۔ اس لئے انہیں کسی دوسرے دروازے سے نکل کر ادھر آنا پڑا تھا۔

"آپ ٹرانسمیٹر پر چیف باس سے بات کریں۔ تب صورت حال کا پتہ لگے گا۔" ایک اور آواز نے کہا۔

"میں نے کوشش کی ہے۔ لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا۔" اُسی نوجوان کی آواز سنائی دی۔ وہ ابھی تک بڑے چوکنے انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

"میں اندر جا کر مشین آن کر تا ہوں۔ تم لوگ ارد گرد کے ٹیلوں کو دور دور تک اچھی طرح چیک کرو۔ ہیڈ کوارٹر کو خالی بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔ ہو سکتا ہے کوئی اہم پیغام اس دوران آجائے۔" نوجوان نے تیز بے میں کہا۔ اور پھر وہ اس سختہ کھولنے والی جگہ کی طرف مڑ گیا۔

لیکن اب کرنل فریدی کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی اہم مواصلاتی رابطہ سفر ہے۔ اور اس وقت خالی ہے۔ اس نے آہستہ سے کانہ سے لٹکی ہوئی وہ عجیب ساخت کی گئی اتاری۔ اور پھر اس کی نال کا رخ ان لوگوں کی طرف کر کے اس نے ٹریگر

وہ بغیر ڈرائیور کے کچھنچ کر ساتھ آگئی تھیں۔

”ان دونوں کو اتار دے۔ پہلے میں ان سے کچھ بات چیت کروں۔“ — کرنل فریدی نے کہا۔

اور دو افراد نے جلدی سے آگے بڑھ کر ایک جیب میں پڑے ہوئے دونوں بے ہوش اور بندھے ہوئے افراد کو پہنچے اتار دے۔

”اس باس کو ہوش میں لے آؤ۔ لیکن بکھرو۔ وہ بریٹ کیس کہاں ہے۔ جو اس دوسرے کے ہاتھ میں تھا۔“ کرنل فریدی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”یہ ہے سر۔“ — زید و فاتیو نے جیب سے ایک بریٹ کیس اٹھا کر کرنل فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

کرنل فریدی نے بریٹ کیس اس کے ہاتھ سے لیا۔ اور پھر غور سے اس کے تالوں کو دیکھنے لگا۔ تالے بالکل منفرد ساخت کے تھے۔

”مجھے دیکھیے۔ میں کھول دیتا ہوں۔“ — کیپٹن حمید نے جو کرنل فریدی کے قریب کھڑا تھا آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

لیکن دوسرے لمحے کرنل فریدی کا بازو تیزی سے گھوما۔ اور وہ بریٹ کیس فضا میں اڑتا ہوا — ایک ٹیلے کے اوپر جا کر اڑا۔

انہیں دوبارہ بے ہوش کر دیا ہے۔ ویسے میں نے ان کے ہاتھ پیر باندھ رکھے ہیں اور — زید و فاتیو نے جواب دیا۔

”او۔ کے۔“ — تم ایسا کرو کہ جیبوں کو ٹوچیں کہ کے پوائنٹس کسٹی تقری پر آجاء۔ اور اینٹ آل۔“

کرنل فریدی نے کہا۔ اور ساتھ ہی وہ بیٹن آف کر کے اُسے واپس جیب میں ڈال لیا۔ اور نیچے اتر کر اس ٹیلے کی طرف بڑھ گیا جس کے سامنے دس جلی ہوئی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد کیپٹن حمید بھی باقی ساتھیوں کے ساتھ واپس پہنچ گیا۔

”ارے یہ کیا ہوا۔ یہ تو جہاں گئے ہیں۔“ — کیپٹن حمید نے حیران ہو کر کہا۔

”ہاں۔“ — یہ اس مخصوص گن کا کمال ہے۔ شاید کوئی خاص قسم کی ریزنگت ہیں۔ اس میں سے۔ خاصی خوف ناک چیز ہے۔“ — کرنل فریدی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور تھوڑی دیر بعد دو جیبیں بھی ٹیلوں کی اوٹ سے نکل کر ان کے قریب پہنچ کر رک گئیں۔ زید و فاتیو آگے والی جیب کی ڈرائیونگ سیٹ پر تھا۔ جب کہ پچھلی جیبوں کو اس کے ساتھ ٹوچیں کر دیا گیا تھا۔ اس طرح

یہ کیا کیا آپ نے۔ کیپٹن حمید نے حیرت سے چونک کر پوچھا۔

لیکن اس کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس شیلے کے گرد غبار سا پھیل گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خوف ناک اور انتہائی طاقتور بم پٹا ہو۔ دھماکے کی زوردار آواز پہاڑیوں میں گونج اٹھی تھی۔

”کیا مطلب؟“ کیپٹن حمید کی آنکھوں میں واقعی شدید حیرت کے تاثرات تھے۔

”ہم بال بال پتہ گئے ہیں کیپٹن۔ میں نے تالوں کے اندر ایک تخت جل اٹھنے والے باریک سے بلب دیکھ لئے تھے۔ اگر ایک لمحہ اور یہ بلب چمک نہ جوتے

تو یہ ٹھیک ہمارے ہاتھوں میں پھٹتا۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ ہمیں کہیں سے چمک کر لیا گیا ہے۔ اس لئے فوراً یہاں سے نکل چلو۔ چلو اٹھاؤ انہیں جیپوں میں

ڈالو۔ کرنل فریڈی نے تیز بھجے میں کہا اور اس کے سارے ساتھی بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئے۔

کرنل فریڈی۔ اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ اور اس نے جیب کا انجنی سٹارٹ کر دیا۔ اس کے

ساتھیوں نے جیپوں کو تیزی سے علیحدہ کیا۔ اور پھر ان بے ہوش افراد کو جیپوں میں ڈالنے کے لئے انہوں

نے جیسے ہی انہیں اٹھایا۔ ایک لمختہ دو دھماکے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی انہیں اٹھانے والے دونوں افراد چھینے ہوئے ایک طرف جا گئے۔ اور کرنل فریڈی نے ہونٹ بیچنے لئے۔ کیونکہ دونوں بے ہوش افراد کے جسم اس طرح ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئے تھے جیسے ان کے جسموں کے اندر طاقتور ڈائنامیٹ پھٹ گیا ہو۔ انہیں اٹھانے والے ایک طرف گرے ضرور تھے لیکن انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا تھا۔ اور وہ نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

”جلدی کرو۔ نکلو یہاں سے۔“ کرنل فریڈی نے چہچہاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب آگے بڑھا دی۔

باقی افراد بھی بجلی کی سی تیزی سے جیپوں میں سوار ہوئے اور چھپیں غامض تیز رفتاری سے آگے بڑھیں۔ پھر جیسے ہی انہوں نے دو شیلے کر اس کے اچانک ان کے عقب میں ایک خوف ناک گرد گردابٹ کی آواز آئی۔ اور پھر ایک کان بھاڑ دھماکہ ہوا۔ اور جیپیں اس بڑی طرح ڈولیں کہ انہیں بڑی مشکل سے کنٹرول کیا گیا۔ ورنہ وہ لازماً الٹ جاتیں۔ عقب میں جہاں وہ کنٹرول تھا۔ گردوغبار کا بادل فضا میں اس طرح بلند ہوا تھا۔ جیسے کسی آتش فشاں کے اچانک پھٹنے سے لاوا آسمان کی

”کس طرح بے ہوش کیا تھا ادور“ — کرنل فریدی نے پوچھا۔

”سر۔ گلاوبا کہ۔ کیونکہ ان کے سروں پر پہلے ہی گومڑا بھرے ہوئے تھے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ مزید ضرب لگنے سے کہیں یہ ہلاک ہی نہ ہو جائیں ادور“ — زبرد فایتو نے جواب دے کر کہا۔ لیکن اس کے بھجے سے حیرت کا عنصر واضح طور پر نمایاں تھا۔ شاید اُسے اس سوال جواب کی سمجھ نہ آ رہی تھی۔

”ٹھیک ہے۔ اور اینڈ آل“ — کرنل فریدی نے جواب دیا۔ اور ٹرانسیر آف کر کے دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

”آپ کیا سوچ رہے ہیں“ — ساتھ بیٹھے ہوئے کیمپٹن حمید نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ ان دونوں کے جسموں میں کوئی کاشنشن موجود تھا۔ یا ہو سکتا ہے کہ کسی ایک کے جڑے میں ہو“ — اور اس نے ہوش میں آتے ہی جب اپنے آپ کو بندھا ہوا دیکھا تو اس نے وہ بٹن آن کر دیا۔ اس طرح کسی جگہ سے ساری لوکیشن چیک ہو گئی۔ اگر مجھے پہلے اس کا خیال ہوتا تو میں ان کی تلاش ہی لے لیتا“

”کرنل فریدی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”اور اب“ — کیمپٹن حمید نے کہا۔

طرف اٹھتا ہے۔ اس بناء میں آگ کے نیلے شعلے بھی موجود تھے۔

کرنل فریدی نے ہونٹ پیچھ لئے۔ یہاں آتا نہ صرف بے کار گیا تھا بلکہ شاید وہ اب خود بھی نگرانی میں آگئے تھے۔ کیونکہ جس طرح وہ بریٹ کیس۔ دونوں آدمی اور وہ سنہرے تباہ ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ کہیں سے انہیں باقاعدہ چیک کیا جا رہا ہے۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ یہ چیکنگ پہلے کیوں نہیں ہوئی۔ حالانکہ ان دونوں بے ہوش افراد کو قابو میں آنے خاصی دیر ہو چکی تھی۔ سوچتے سوچتے اچانک اُسے ایک خیال آیا تو اس نے سیرک پر ایک ماتہ رکھا۔ اور دوسرے ماتہ سے ٹرانسیر نکال کر اس کا بٹن دبا دیا۔

”ہیلو۔ مارڈ اسٹون کانگ زبرد فایتو ادور“

کرنل فریدی کا ہجر خاصا سخت تھا۔

”یس سر ادور“ — دوسری طرف سے زبرد فایتو کی آواز سنائی دی۔ وہ کچھلی پیسوں میں سے کسی ایک سے بول رہا تھا۔

”زبرد فایتو“ تم نے انہیں دوبارہ کس وقت بے ہوش کیا تھا ادور“ — کرنل فریدی نے پوچھا۔

”سر۔ آپ کی کال آنے سے چند لمبے پہلے ادور

زبرد فایتو نے حیرت بھرے بھجے میں کہا۔

”اب تائیں ٹائیں فٹ۔ اچھا خاصا اہم ترین کیلو ملا تھا۔ جو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے۔“ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

اور کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے جیب سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر کرنل فریدی کی طرف بٹھا دیا۔ ”یہ لیجئے۔ کیلو میں دیتا ہوں۔“ کیپٹن حمید کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

”یہ کیا ہے۔“ کرنل فریدی نے چونک کر کارڈ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ بڑی طرح چونک بڑا۔ کیونکہ کارڈ پر ایک میمیا کے ایک مشہور کلب ڈیا ناکلب کا نام ہاتھ سے لکھا ہوا تھا اور نیچے ایک فون نمبر تھا۔

”یہ کارڈ اسس باس کی جیب سے نکلا ہے۔ میں نے اس کی تلاشی لی تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی خاص چیز نہ تھی۔“ کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”واہ۔ یہ بات ہوئی نا۔ یہ ایک میمیا کی فضا تھیں راس آرہی ہے۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”راس آجاتی تو یوں ویران پہاڑیوں میں دھکے کھاتا پھرتا۔“ کیپٹن حمید نے منہ لبورتے ہوئے کہا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار منہ پڑا۔

”تم نے واقعی ضمانت سے کام لیا ہے۔ اس لئے میری طرف سے اجازت ہے۔ تم دل بھر کر تفریح کر سکتے ہو۔“ کرنل فریدی نے کہا۔

”تفریح۔۔۔ اور آپ کرنے دیں گے۔“ کیپٹن حمید نے اُسی طرح منہ لبورتے ہوئے کہا۔ ”کیوں۔۔۔ میں تو تمہیں خود اجازت دے رہا ہوں۔“

کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ”اور آپ کیا کریں گے۔“ کیپٹن حمید نے پوچھا۔ ”ظاہر ہے۔ میں نے تو کام کرنا ہے۔“ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”تو پھر میری تفریح ہو چکی۔ اب آپ خود سوچئے اگر میں ساتھ نہ ہوتا تو آپ تو ہاتھ ملتے اطمینان سے واپس آ جاتے۔“ کیپٹن حمید نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار منہ پڑا۔

لیکن اُسی لمحے انہیں اپنے سروں پر ایک عجیب سی گونج سنائی دی۔ اور کرنل فریدی نے چونک کر دنڈ سکرین سے اوپر آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک سرخ رنگ کا طیارہ آگے کی طرف جا کر تیزی سے گھوم کر واپس ان جیلوں کی طرف آرہا تھا۔

”آڈٹ۔“ کرنل فریدی نے یک لخت چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے

جیب کو بریک مارے۔ اور باہر ایک ٹیلے کی طرف
پھلاگ لگا دی۔

کیپٹن حمید بھی آڈٹ کا لفظ سنتے ہی انتہائی تیزی
سے دوسری طرف پھلاگ لگا چکا تھا۔ دوسرے لمحے
خوف ناک دھماکے ہوئے۔ اور ان دونوں کو یوں
مسموم ہوا جیسے بم عین ان کی پشت کے اوپر پھٹے ہوں
طیارے کی گونج ان خوف ناک دھماکوں کی آوازیں دب
گئی تھی۔

یہ ایک بڑا دل کھرہ تھا۔ جس میں دیواروں کے
ساتھ ساتھ بڑی بڑی مشینیں نصب تھیں۔ ہر مشین کے
اوپر پو پو ہیں پو ہیں ایچ کی سکرین نصب تھیں جو ساری کی
ساری روشن تھیں۔ ہر مشین کے سامنے سفید کوٹ
پہنے ہوئے ایک ایک آپریٹر بیٹھا ہوا تھا۔ دل کے
ایک کونے میں اندھے تیشے کا بنا ہوا ایک بڑا سا کیبن
تھا۔ جس کے دروازے پر سرخ رنگ کا ایک بڑا
سادا تارہ بنا ہوا تھا۔

ایک مشین کے سامنے بیٹھا ہوا آپریٹر ایک لمحت مشین
کا ایک سرخ رنگ کا کلب جلتے پوچھ نک پڑا۔ اس وقت
سکرین پر ایک بڑے سے کھرے کا منظر نظر آ رہا تھا۔ جس
میں ایک بڑی سی مشین چل رہی تھی۔ لیکن دلوں کوئی

آدمی نہ تھا۔ سرخ رنگ کا بلب جلتے ہی اس آپریٹر نے انتہائی پھرتی سے مختلف بجلی دبا دیئے تو سکرین پر تیز بھاکے ہونے شروع ہو گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی سکرین پر مختلف مناظر تیزی سے بدلنے لگے۔

چند لمحوں بعد ایک چھوٹے سے کمرے کا منظر سکرین پر ابھر آیا۔ اور اس منظر کو دیکھتے ہی آپریٹر اس بڑی طرح سے اچھلا کہ سٹول پر سے گر گئے گرتے بچا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے مشین کی سائیڈ پر رکھا ہوا انٹرکام کارسیور اٹھالیا۔

"باس باس۔ پوائنٹ زیر وزیر دیون کے تہہ خانے میں ایمرے بندھا ہوا پڑا ہے۔" آپریٹر نے تیز ہجے میں کہا۔

"کیا کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" رسیور پر ایک چیختی ہوئی آواز ابھری۔

"باس۔ آپ خود چیک کر لیں۔ ریڈ کاشن ملنے پر میں نے چیک کیا ہے۔" آپریٹر نے کہا۔

"میں آ رہا ہوں۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آواز آنی بند ہو گئی۔

آپریٹر نے جلدی سے رسیور رکھ دیا۔

اُسی لمحے کیبن کا دروازہ کھلا اور ایک لمبوترے چہرے والا نوجوان بھاگتا ہوا اس آپریٹر کی طرف آیا۔

"یہ دیکھئے باس۔ اودہ۔ یہ کون اندر داخل ہو رہا ہے۔" آپریٹر نے اُسی لمحے اس تہہ خانے میں داخل ہوتے ہوئے ایک آدمی کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہا۔

"جلدی سے میک اپ چیکو آن کرو۔ یہ جب تک کمرے میں ہے اسے چیک کیا جاسکتا ہے۔"

اس لمبوترے چہرے والے باس نے بیچ کر کہا۔ اور آپریٹر کے ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے مشین پر چلنے لگے۔ اس وقت وہ آدمی تھک کر فرش پر پڑے بندھے ہوئے ایمرے کو اٹھا کر کاندھے پر لاد رہا تھا۔

مشین کی سکرین پر ایک سخت سرخ روشنی سی پھیلی گئی۔ جیسے سکرین پر سرخ رنگ کی سلائیڈ چڑھا دی گئی ہو۔

"اودہ اودہ۔" یہ تو میجر پر مود ہے۔ بلکانیہ کا مجبہ پر مود۔" اس لمبوترے چہرے والے باس نے

حیرت سے چیختے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے واپس کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔ کیبن میں آکر اس نے جلدی سے میز پر رکھی ہوئی ایک مشین کے مختلف بجلی دبا دیئے۔ اور سائیڈ پر موجود مائیک پر چیخنے لگا۔

"ہیلو ہیلو۔ آپریشن روم دن زیر و کالنگ دن دن اور۔"

"کیس۔ دن دن انڈنگ یو۔ کیا بات ہے اور۔" چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز سنائی دی۔

فوری طور پر ایکشن گروپ کو حرکت میں لا کر نہ صرف ایمبرے کو اس سے چھڑا دے بلکہ جو سکے تو اس میجر پر مود کو بھی اغوا کرالو۔ مزید ہدایات میں گریٹ چیف باس سے بات کر کے دوں گا اور اینڈ آف۔۔۔ دوسری طرف سے تیز لہجے میں کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

لمبو ترے چہرے والے نے جلدی سے مشین کے بٹن آف کئے اور پھر دوڑتا ہوا کیبن کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ وہ دوبارہ اسی آپریٹر کی طرف دوڑ پڑا تھا۔

”باس۔۔۔ میں نے ساری کوٹھی چیک کی ہے وہ میجر پر مود کو کھٹی کے کمروں میں گھومتا رہا ہے۔ باس عقبی طرف چار لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ کتا بھی ہلاک ہو چکا ہے۔۔۔ اور اب میجر پر مود پھانک سے باہر نکل گیا ہے۔ اس نے باس ایمبرے کو باہر پورچ میں کھڑے ایک اور ایکریبی کے حوالے کیا ہے۔ جس نے اُسے کار میں ڈالا ہے اور پہلے ہی باہر لے گیا ہے۔ آپریٹر نے باس کے پہنچتے ہی پوری رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

”ہو نہہ۔۔۔ اس کار کا نمبر کیا تھا۔۔۔ باس نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ اور

”سر۔۔۔ زیر و زبر و ایون میں ایمبرے کو باندھ کر ڈال دیا گیا۔ اور ابھی ایک آدمی نے اندر داخل ہو کر اسے اٹھایا۔ میک اپ چکنگ مشین سے چیک کیا گیا تو سر۔۔۔ انتہائی حیرت انگیز منظر سامنے آیا ہے اور۔۔۔ دن زیر و کے لہجے میں بے پناہ گھبراہٹ مچتی۔

”دن زیر و۔ المینان سے بات کرو۔ کون تھا وہ۔ اور ایمبرے کو کس طرح باندھا گیا اور۔۔۔ دوسری طرف سے مرد لہجے میں کہا گیا۔

”سر۔ وہ بلگاریہ کا میجر پر مود تھا۔ میں نے اُسے خود دیکھا ہے اور۔۔۔ نو جوان نے جواب دیا۔

”کیا کیا تم ہوش میں ہو۔ بلگاریہ کا میجر پر مود اور یہاں۔ وہ تو بلگاریہ میں ذہنی طور پر مغلوب ہوا پڑا ہے۔ اور پھر زیر و زبر و ایون میں وہ کیسے پہنچ گیا اور۔۔۔ اس بار دوسری طرف سے بھی پیچ کر پوچھا گیا۔

”یس باس۔۔۔ یہی تو حیرت کی بات ہے۔ میں نے اُسے خود دیکھا ہے۔ اور سر وہ بالکل الٹ اور ٹھیک ٹھاک نظر آ رہا ہے اور۔۔۔ لمبو ترے چہرے والے نے کہا۔

”اوہ۔۔۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے گریٹ چیف باس سے بات کرنی ہوگی۔ تم اس کی کوکیش چیک کرو۔ اور

"یہی باس۔۔۔ زاکورا اسٹڈنگ یو اودر"

اس نوجوان کے لبوں میں حرکت ہوئی اور ایک سپاٹ سی آواز مشین سے نکلی۔

"زاکورا۔۔۔ زیر دزیرو ایون سے ایمبرے کو اغوا کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی زیر دزیرو ایون کو بھی تباہ کر دیا گیا ہے۔ اور یہ کارروائی کرنے والا بلکاریہ کا مشہور ڈی ایجنٹ میجر پرود ہے۔ اس کا ایک ساتھی بھی ہے۔ ان دونوں نے ایکریمیں میک اپ کیا ہوا ہے۔ ایمبرے کو جس کا میں نے پایا گیا ہے۔ اس کا نمبر

آئی۔یو۔ٹی۔سکس۔زیرد۔سکس۔نہری۔فور۔ہے۔ تم فوراً اپنے گروپ کو حرکت میں لے آؤ۔ تم نے اس کار کو تلاش کر کے ایمبرے کو رہا کرنا ہے۔ اور

ساتھ ہی ان دونوں کا خاتمہ بھی کرنا ہے۔ چیف باس کا حکم تو یہ ہے کہ میجر پرود کو اغوا کیا جائے۔ لیکن تم اغوا کے چکر میں مت پڑو۔ ایمبرے کو رہا کرنا انہیں اڈا۔اور۔اور۔سنو۔ اگر چوٹن خراب ہو تو بے شک ایمبرے کو بھی بچانے کی کوشش نہ کرنا۔

لیکن ان دونوں کا خاتمہ ضروری ہے اودر۔ دن زیرو نے چپتے ہوئے تفصیلی ہدایات دیں۔ "ٹھیک ہے باس۔ میں سمجھ گیا۔ آپ بے فکر رہیں۔ سب کام ٹھیک ہو جائے گا اودر۔" دوسری طرف

آپرٹر نے ایک نمبر بتا دیا۔

اُسی لمحے مشین سے زوردار گونج پیدا ہوئی۔ اور وہ دونوں چونک کر مشین کو دیکھنے لگے۔ سکرین پر اس وقت وہی بڑا بل نذر آ رہا تھا۔ جس میں وہ بڑی سی مشین موجود تھی۔ لیکن گونج کے ساتھ ہی سکرین یک لخت ایک جھا کے سے تاریک ہو گئی۔ اور ساتھ ہی مشین پر جلنے والے چھوٹے چھوٹے مختلف رنگوں کے کئی بلب خود بخود بجھ گئے۔

"اودہ سر۔۔۔ زیر دزیرو ایون کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ آپریٹر کے ہالے میں اس بار خوف تھا۔

"ہاں۔۔۔ میں نے دیکھ لیا ہے۔ باس نے سر ہٹھکتے ہوئے سر دہلے میں کہا۔ اور دوبارہ بھاگتا ہوا کہیں میں پہنچ گیا۔ میز کے پیچھے پڑی ہوئی کرسی پر وہ یوں اچھل کر بیٹھا جیسے اگر اُسے ایک لمحے کی بھی دیر ہو گئی تو کرسی اس کے نیچے سے غائب ہو جائے گی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے سامنے میز پر رکھی ہوئی مشین کے مختلف بشن دبانے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد اس مشین کے درمیان موجود سکرین پر اس نے ایک نوجوان کی تصویر ابھرتے ہوئے دیکھی۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ دن زیرو کا لنگ اودر۔" لمبو ترے پہرے والے نے چیخ کر کہا۔

"یہ ہم کہیں غلط جگہ تو نہیں آگئے۔ باہر بورڈ تو الگ ہی
بار کا ہی لگا ہوا ہے۔ لیکن یہاں نہ تو منشیات کا دھواں
بھرا ہوا ہے۔ اور نہ وہ مخصوص شکلیں نظر آ رہی ہیں"
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس دوران وہ کاؤنٹر
کے پاس پہنچ گئے تھے۔
"جی فرمائیے۔" ایک لڑکی نے کاروباری انداز
میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔
"آپ کی شادی ہو چکی ہے۔" عمران نے بڑے
معصوم سے لہجے میں پوچھا۔
"جی۔ کیا مطلب۔" لڑکی نے بڑی طرح چونکتے
ہوئے پوچھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار
ابھر آئے تھے۔

"کس کا مطلب۔ آپ کا یا شادی کا۔ سیکرٹری۔ یہ
مطلب بتانے کا کام تم سنبھالو۔" عمران نے مڑ کر
ساتھ کھڑے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور
صفدر مسکرا دیا۔

"یہ لارڈ سرگم ہیں۔ آپ بتا دیں کہ شادی شدہ ہیں
یا نہیں۔ بس لارڈ خوش ہو جائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے
اس خوشی میں یہ سارا بار ہی آپ کو بخش دیں۔" صفدر
نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور اس بار مسکرانے کی بارہی عمران کی تھی۔ صفدر

نے واقعی اُسے گھن شروع کر دیا تھا۔ حالانکہ وہ بے حد
سنجیدہ آدمی تھا۔ لیکن عمران جانتا تھا کہ جب وہ جگت بازی
پر اتر آئے تو بڑے کاٹ دار فترے اس کے منہ سے
نکلنے لگتے ہیں۔

"لارڈ سرگم۔ یہ کیسا نام ہے۔" دیسے میں شادی
شدہ نہیں ہوں۔۔۔ لڑکی نے اس طرح جواب دیا۔

جیسے اب اُسے یقین آگیا ہو کہ عمران کا دماغی توازن درست
نہیں ہے۔ یادہ قصے کہانیوں میں جن احمق نوابوں کے
قصے پڑھتی تھی۔ یہ بھی اُسی زمرے میں شامل ہے۔

"اچھا۔ کمال ہے۔ اس کے باوجود فرمائش۔ اگر آپ
ریہرسل میں اتنی تیز ہیں تو پھر اصل پارٹ میں تو بچارے
شوہر کی خیر نہیں۔" عمران نے کہا۔

"میں نے کب آپ سے کوئی فرمائش کی ہے۔"

اس بار لڑکی نے پوری دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"آپ نے ابھی تو کہا ہے کہ فرمائیے۔ اور فرمائیے

کا لفظ فرمائش سے نکلا ہے۔ بلکہ فرمائش نے فرمائیے

کو لگ آؤٹ کر دیا ہے۔۔۔ دیسے مجھے الگ الگ

ذوق کی داد دینی چاہیے۔ جس نے آپ جیسی خوب صورت

کاؤنٹر گول تعینات کی ہیں۔ انہیں کہئے کہ لارڈ آئے ہیں۔

میں ذاتی طور پر انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں"

عمران کی زبان چل پڑی۔ لیکن بات اس نے اپنے مقصد

کی کردی تھی۔

”اودہ — آپ الفزڈ رائٹ کی بات کر رہے ہیں۔
لڑکی نے چونکتے ہوئے کہا۔

”رائٹ نہ سہی رائگ سہی۔ ویسے رائگ منبر پر بٹنے
خوب صورت رومانی مکالمے بولے جاتے ہیں۔ اگر انہیں
کلکتہ کر لیا جاتے تو دنیا کا سب سے خوب صورت
رومانی ڈرامہ وجود میں آ جاتے۔“ — عمران نے سر
ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور اس بار دونوں لڑکیاں
بے اختیار ہنس پڑیں۔

”آپ شاید کافی عرصے بعد تشریف لائے ہیں۔ پہلے
اس بار کے مالک الفزڈ رائٹ صاحب ہوتے تھے۔
لیکن وہ اسے فردخت کر چکے ہیں۔ اب اس کے
مالک ناداک کے رالف بوٹل کے مالک سر رالف ہیں۔
لڑکی نے عمران کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔
”وہ کہاں گئے ہیں“ — صفدر نے جلدی سے
پوچھا۔ کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ عمران نے لازماً نیا
تقصہ چھیڑ دینا ہے۔

”معلوم نہیں جناب۔ ہمیں تو معلوم نہیں ہے۔ ہم تو
ناداک ہیں سر رالف کے بوٹل سے تبدیل ہو کر یہاں
آئی ہیں۔“ — لڑکی نے جواب دیا۔
”تبدیل ہو کر۔ اودہ۔ پہلے آپ کیا تھیں۔“ — عمران

نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔
”پہلے — پہلے بھی ہم کا ڈنٹر گول تھیں۔ کیوں“
لڑکی کی سمجھ میں شاید بات نہ آئی تھی۔

”اودہ۔ تو پھر تبدیلی کیا ہوئی۔ میں سمجھا آپ دماں کا ڈنٹرین
تھیں۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
اور اس بار دونوں لڑکیاں کھکھکھک کر ہنس پڑیں۔ عمران
کے لفظ تبدیلی کا مطلب وہ اب سمجھی تھیں۔
”آپ بتا سکتی ہیں کہ ہمیں الفزڈ صاحب کا موجودہ پتہ
کہاں سے ملے گا۔ ہم نے انتہائی ضروری کام سے
ملنا ہے۔“ — صفدر نے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ شاید اولڈ جیز جانتے ہوں۔ انہیں
دنیا بھر کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ ساڈانا بار میں
بیٹھتے ہیں۔ لیکن آپ کو ایک دھکی کا جام انہیں پلا کا
پڑے گا۔“ — لڑکی نے ہنستے ہوئے کہا۔
”میں انہیں یہیں نہ لے آؤں۔ ایک کی بجائے دو دو
جام موجود ہیں۔“ — عمران نے کہا۔

اور لڑکیاں ایک لمحے تو خاموش رہیں جبے عمران کے
فقرے پر غور کر رہی ہوں۔ پھر ایک لمحت کھکھکھک کر ہنس
پڑیں۔
”ایسی خوب صورت تعریف کے لئے شکریہ“
لڑکیوں نے کہا۔

”مطلب واضح ہے — وہ یہاں سے جا چکا ہے۔
اور یقیناً وہ ناراک ہی گیا ہوگا۔“ — عمران نے سر
ہلاتے ہوئے کہا۔

”تو پھر اب ناراک جانا ہوگا۔ ہم نے خواہ مخواہ اتنا لمبا
سفر کیا۔ یہ بات تو ٹیلی فون پر بھی معلوم کی جاسکتی تھی۔“
صفدر نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”لیکن ابھی ایسا ٹیلی فون ایکساڈ نہیں ہوا جن پر ان لڑکیوں
کی تصویریں بھی آجائیں اور جو لطف براہ راست ملاقات
میں ہے۔ وہ تصویر میں نہیں ہے۔“ — عمران نے
ٹیمٹھ عاشقوں جیسے ہلچے میں کہا۔

”کیا بات ہے۔ آپ ان لڑکیوں میں ضرورت سے
زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں۔“ — صفدر نے کار آگے
بڑھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

”بس اسی لفظ کی حدود کا تو سارا جھگڑا ہے۔ میری
لغت میں ضرورت بڑا محدود سا لفظ ہے۔ اور تمہارے
ہاں اس لفظ کی سرحدیں بڑی دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔“
عمران نے کہا اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آپ کا رویہ دیکھ کر مجھے
یوں نفرا آتا ہے جیسے آپ کسی بین الاقوامی تنظیم کے
خلاف کام کرنے کے لئے یہاں آنے کی بجائے صرف
تفریح کرنے آئے ہوں۔“ — صفدر نے کہا۔

”آئیے لارڈ سرگم۔“ — صفدر نے عمران کا بازو
پکڑ کر اُسے واپس گھسیٹتے ہوئے کہا۔

”جس کا سر ہی گم ہو وہ لارڈ کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ
لینڈ لارڈ ضرور بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ لینڈ کا معنی خوبصورت
لڑکی ہو۔“ — عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ لیکن
صفدر اُسے بازو سے پکڑے گھسیٹتا ہوا بار سے باہر
لے آیا۔

”آپ خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں۔ مطلب کی
بات کیا کریں۔“ — صفدر نے باہر نکل کر کار کی طرف
بڑھتے ہوئے کہا۔

”یاد میں نے سنا ہے لڑکیاں مطلب کی بات بھی ایسے ہی
فردوں میں سختی ہیں۔ یہ بھی بات پر جو تیاں پڑتی ہیں۔“
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور صفدر ہنس پڑا۔
”میرا خیال ہے جو لیب کو اب آپ کے ساتھ رکھنا
پڑے گا۔ ورنہ اگر آپ نے ہر لڑکی کے سامنے اس
طرح مطلب کی بات شروع کر دی تو ہمیں سالوں تک
جائیں گے الفرڈ کو ڈھونڈھنے میں۔“ — صفدر نے
کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”اب شاید اُسے ڈھونڈھنا ہی نہ پڑے۔“
عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب۔“ — صفدر نے چونک کر پوچھا۔

براہ راست بات کر دی۔ کہ الفڑ کا پتہ کیا ہے۔ وہ کہاں مل سکتے ہیں۔ ہمیں اس سے انتہائی ضروری کام ہے۔ اس کے بعد کبھی الہام دالی بات باقی رہ جاتی ہے۔ وہ الفڑ کوئی فلم سٹار تو نہ تھا کہ ہم نے اس سے نئی فلم کا معاہدہ کرنا تھا۔ وہ ایک مجرم ہے۔ اور اگر دو اجنبی اس کی تلاش میں آئیں گے تو لازماً ان کا تعاقب بھی ہوگا۔ نگرانی بھی ہوگی۔" عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور صفدر کے چہرے پر شرمندگی کے آثار ابھر آئے۔ اب اُسے واقعی اپنی اس حرکت پر شرمندگی ہو رہی تھی۔ اور اب وہ سمجھا تھا کہ عمران کی باتیں بظاہر کتنی ہی بے مقصد نظر آ رہی ہوں ان کے پس منظر میں ضرور کوئی اہم مقصد ہوتا ہے۔

"اوہ۔۔۔ آئی۔ ایم۔ وی پی سوری۔ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ میری ان باتوں کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے۔" صفدر نے شرمندہ سے ہلچے میں کہا۔

"ایسی شرمندگی کی بھی کوئی بات نہیں۔ اب ہم اطمینان سے الفڑ راتھ یا راگ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس اولڈ جمیز کو جام نہ پلانا پڑے گا۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ بچت کتنی اچھی عادت ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس تم میں اور مجھ میں یہی فرق ہے۔ تم بین الاقوامی تنظیم میں بد صورت لوگوں کو ہی شامل سمجھتے ہو۔ جب کہ میں اس میں حسن کا خاندہ بھی رکھ لیتا ہوں۔" عمران نے کہا اور اس بار صفدر واقعی چونک پڑا۔

"اوہ اوہ۔ اب میں سمجھا تو آپ ان لڑکیوں کو واقعی مشکوک سمجھ رہے ہیں۔ لیکن آخر کس بات پر؟"

صفدر نے حیران ہو کر کہا۔

"اگر یقین نہ آ رہا ہو تو بیک مر میں اپنے پیچھے آنے والی سمرخ گاڑی کو دیکھ لو۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور صفدر نے چونک کر بیک مر میں دیکھا۔ واقعی ایک سمرخ جنگ کی کاربجہ فاصلے پر ان کے پیچھے آ رہی تھی۔

"یہ تو الہام دالی بات ہو گئی۔ ہم ایک گھنٹہ پہلے ایئر پورٹ پر اترے ہیں۔ اور ان لڑکیوں نے ہمیں پہلی بار دیکھا ہے۔ کیا ان کو ہمارے متعلق پہلے سے اطلاع تھی؟" صفدر نے چونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"جناب صفدر یا راجگ بہادر صاحب۔۔۔ یہ سارا آپ کے مطلب کی بات کا نتیجہ ہے۔ میں انہیں یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ ہم الفڑ کی تلاش میں آئے ہیں۔ بس ایسے ہی مر رہے پوچھ رہے ہوں۔ لیکن تم نے

”خاموش رہو۔ لارڈ کے بچے۔ ورنہ ابھی ڈھیر کر دوں گا۔“ عمران کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔
 ”لارڈ کے بچے۔“ واہ سیکرٹری۔ دیکھا۔ اسے ہمارا اشجرہ نصب بھی صحیح طور پر آتا ہے۔ دیری گڈ۔ اسے کہتے ہیں قدر دانی۔“ عمران بھلا کہاں بانڈا لے والا تھا۔

لیکن صفدر ہونٹ بیٹھے خاموشی سے سرخ رنگ کی کار کے پیچھے کھڑا جاتا ہوا آگے بڑھا جا رہا تھا۔
 ”یہ احمق آدمی ہے شیکل۔ اس لئے زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ صفدر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اچھا۔“ یہ واقعی ہماری معلومات میں اضافہ ہے۔ کہ یہاں احمق کو شیکل کہتے ہیں۔ سیکرٹری نوٹ کر لو۔“ عمران نے کہا۔

”یہ۔“ یہ خاموش نہیں رہے گا۔ میں.....“ شیکل نے غراتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔
 ”اب اگر اس کی زبان چلے تو بے شک گولی مار دینا۔“ شیکل کے ساتھی نے کہا۔
 ”پلیز لارڈ آپ خاموش رہیں۔“ صفدر نے

اور پھر اس سے پہلے کہ صفدر عمران کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ اچانک سرخ رنگ کی کار تیزی سے ان کی سائیڈ میں آئی۔ اور پھر اس نے سائیڈ دباتے ہوئے صفدر کو کار روکنے پر مجبور کر دیا۔
 ”لو بھئی۔“ بچت کھانا شروع ہو گیا۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور صفدر نے اس طرح سہ ہلاتے ہوئے کار ایک سائیڈ میں روک دی۔ جیسے وہ عمران کی بات سمجھ گیا ہو۔ اس کی کار رکتے ہی سرخ رنگ کی کار بھی ان کے سامنے رکی۔ اور دوسرے لمحے اس میں سے دو مسلح آدمی بجلی کی سی تیزی سے نکلے۔ اور پھر وہ اس طرح پھیلی سیٹ پر سوار ہو گئے۔ جیسے صفدر نے کار ہی انہیں بٹھانے کے لئے روک دی ہو۔

”خبردار۔ اس سرخ کار کے پیچھے کار چلاتے جاؤ ورنہ ابھی گولیوں سے بھون ڈالیں گے۔“ ان دونوں نے صفدر اور عمران کی گردنوں سے ریوالورز کی نالیں لگاتے ہوئے انتہائی کم خت لہجے میں کہا۔

”واہ سیکرٹری۔“ دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا یہ لوگ لارڈ کی قدر ضرور کریں گے۔ اب دیکھو پائلٹ اور باڈی گارڈ سب کچھ مہیا ہو گئے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تلاشی لی۔

"کچھ نہیں ہے" — چند لمحوں بعد شیکل کی آواز سنائی دی۔

"بھیک ہے — چلو تم آگے" — اس آدمی نے صفدر اور عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر وہ صفدر اور عمران کو گھر کے میں لئے عمارت کے اندر داخل ہوئے۔ راہداری کے اختتام پر سیڑھیوں سے اتر کر وہ ایک بڑے مال کمرے میں داخل ہوئے۔ "بیٹھ جاؤ ان کمریوں پر" اور شیکل تم انہیں رسیوں سے باندھ دو" — اُسی آدمی نے کہا۔

اور وہ دونوں چند لمحوں میں ہی رسیوں سے بندھ گئے۔ لیکن عمران اس طرح اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے یہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہو۔ صفدر بھی خاموش تھا۔

"اب باس کو اطلاع کر دو" — اس آدمی نے کہا۔ اور شیکل تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ "کتنی تنخواہ دیتے ہو اس بے چارے کو"

عمران نے بڑے ترس کھانے والے ہلچے میں پوچھا۔ "کیسے — کس کی بات کر رہے ہو" — اس ایڈر نما آدمی نے چونک کر پوچھا۔

"اس بے چارے شیکل کو۔ سارے کام اُسی کے

جلدی سے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور عمران نے اس طرح سر ہلا دیا جیسے واقعی اب اس نے نہ بولنے کی قسم کھالی ہو۔

سرخ رنگ کی کار مختلف سڑکوں سے گردتی ہوئی ایک ویران سی سڑک پر پہنچی اور پھر ایک سائیڈ روڈ پر گھوم گئی۔ صفدر بھی خاموشی سے اس کی پیروی کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک فارم نماد سیع و عریض عمارت کے کچاؤنڈ میں پہنچ گئے۔ سرخ کار رک گئی تھی۔ اور اس میں سے دو اور مسلح افراد نکل کر ان کی کار کی سائیڈ میں آ گئے تھے۔

"نیچے اتر دو" — پیچھے بیٹھے ہوئے شیکل نے تیز ہلچے میں کہا۔

"آؤ سکمر ٹری" — یہاں ضرور ہمارے اعزاز میں کوئی سماجی تقریب منعقد کی جا رہی ہے" — عمران نے کار سے اترتے ہوئے بڑے اطمینان بھرے ہلچے میں صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور صفدر بھی خاموشی سے نیچے اتر آیا۔

شیکل — ان کی تلاشی لو — سرخ کاریں سے نکلنے والے ایک آدمی نے کہا۔

اور ان دونوں کے پیچھے کھڑے ہوئے شیکل نے جلدی سے آگے بڑھ کر بڑے ماہرانہ انداز میں ان کی

عمران کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”باس — یہ آدمی تو احمق سا لگ رہا ہے۔“

اس لیدر نے سرخ مونچھوں والے سے مخاطب ہو کر عمران کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”واقعی باس۔ یہ راستے میں بھی اسی طرح احمقانہ باتیں کر رہا تھا۔“ باس کے پیچھے اندر آنے والے شیشیل نے کہا۔

”ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ کیا یہ واقعی احمق ہے یا احمق بنا ہوا ہے۔ میک اپ واشر لے آؤ۔“ سرخ مونچھوں والے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور شیشیل سر ملاتا ہوا لال کے ایک کونے میں موجود المارے کی طرف بڑھ گیا۔

صفدر نے معنی خیز نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔ لیکن عمران خاموش بیٹھا رہا۔

”میک اپ واشر کی کیا ضرورت ہے۔ تم ویلے بھی ہمیں بتا سکتے ہو کہ تمہاری مونچھوں اور سر کے بالوں کا رچھ مصنوعی ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے اس باس سے کہا۔ اور وہ چونک کر ایک بار پھر عمران کو دیکھنے لگا۔

”زیادہ زبان مت چلاؤ۔ سمجھے۔ میں فضول باتیں برداشت نہیں کیا کرتا۔“ سرخ مونچھوں والے نے انتہائی

ذمے ڈال رکھے ہیں تم نے۔ تلاشی بھی شیشیل لے۔
رسیوں سے بھی وہی باندھے۔ اور باس کو بھی وہی اطلاع دے۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور وہ آدمی بے اختیار ہنس پڑا۔

”تمہیں اس سے بہت ہمدردی ہو رہی ہے۔“ اس آدمی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ابھی جب شیشیل ان کے سینوں میں گولیاں اتارے گا تو ان کی ساری ہمدردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔“ ایک اور آدمی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اچھا۔ تو جلدی کا کام بھی شیشیل ہی کرتا ہے۔ واہ اسے کہتے ہیں رزق حلال۔“ عمران نے کہا۔ اور اس بار وہاں موجود سب مسلح افراد قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ صفدر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

اُسی لمحے دروازہ کھلا۔ اور ایک لمبا توںگا آدمی جن کا سینہ کسی پہلو ان کی طرح پھولا ہوا تھا اندر داخل ہوا۔ اس کی سرخ رنگ کی بڑی بڑی مونچھیں ٹھوڑی کے نیچے تک رہی تھیں۔ سر کے بالوں کا رنگ بھی مونچھوں کی طرح گہرا سرخ تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی ہیئت خاصی عجیب و غریب سی لگ رہی تھی۔

”ہوں۔“ تو یہ ہیں وہ لوگ جو افراد کو تلاشی کر رہے تھے۔ اس سرخ مونچھوں والے نے صفدر اور

سنا ہے کوئی بڑے عہدیدار بن گئے ہو۔ میں نے سوچا چلو۔
میں بھی کسی اچھی سی نوکری کے لئے تمہاری سفارش کرادوں گا۔
عمران نے کہا۔

اور الفرڈ نے ہاتھ کے اشارے سے شیکل کو ایک
طرف ہٹنے کے لئے کہا۔ اور عمران سے مخاطب ہو کر بولا۔
”تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں کوئی عہدیدار بن گیا ہوں؟“
الفرڈ نے کہا۔

”ظاہر ہے۔ عہدیدار ہی اس بلجے میں گفتگو کرتے ہیں
یہ ٹھیک ہے۔ کسی موقع پر مائیک پر بول لیا کبھی مہربانی کی
تو براہ راست گفتگو بھی کر لی۔“ عمران نے مسکراتے
ہوئے اُسے اس بات حجت کا حوالہ دیا جو ادٹاہ پر اس
سے پہلے ہوئی تھی۔ اور جس آواز کو پہچان کر وہ الفرڈ
کے پیچھے یہاں تربولی پہنچا تھا۔

”ہونہہ۔۔۔ تو یہ بات ہے۔ ویسے تمہاری یادداشت
واقعی حیرت انگیز ہے۔ مجھے ذرا برابر بھی خیال نہ تھا کہ
تم اس طرح میری آواز پہچان جاؤ گے۔ ویسے یہ بتاؤ
عمران کہ تم ٹھیک کیسے ہو گئے۔“ الفرڈ نے ہونٹ
چباتے ہوئے کہا۔

”اماں بی نے نظر اتار دی۔ اماں بی کے پاس نظر اتارنے
کے بڑے اکیر سی نسخے ہیں۔ ویسے تمہاری ترقی پر میں
مبارکباد پیش کروں۔ اتنی بڑی بین الاقوامی تنظیم میں

کرنٹ بلجے میں کہا۔

”اس لئے وہ لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ پہلے الفرڈ رائٹ تھا
اب رائج ہو گیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے
ہوئے جواب دیا۔

”اذہ۔۔۔ میرے خیال میں اب میک اپ وائٹر کی
ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہیں ویسے بھی پہچان گیا ہوں۔
تم علی عمران ہو۔“ مونچھوں والے نے غصیلے بلجے
میں کہا۔

”واہ۔ اے کہتے ہیں بعیرت۔ ویسے تمہیں یہ مونچھیں
اور سر کے بال رنگنے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ کیا یہ
بارینچ کر بس اتنی ہی رقم ملی ہے کہ صرف مونچھیں اور
بال ہی رنگے جاسکیں۔ بڑا سستا سودا کیا ہے
پھر تو۔۔۔ عمران نے اُسی طرح شگفتہ بلجے میں کہا۔
اُسی لمحے شیکل المارمی سے ایک مشین جس کے
ساتھ ایک کیف نما آلہ لگا ہوا تھا۔ نکال کر دلوں پہنچ گیا۔
”تسلی ہو جانی چاہیے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ یہ
عمران ہی ہوگا۔“ مونچھوں والے نے جو یقیناً الفرڈ تھا۔
ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

”چھوڑو یار۔ خواہ خواہ وقت ضائع کرنے کا فائدہ۔ یہ
بتاؤ کہ آج کل کیا کر رہے ہو۔ ویسے بڑے بھائی یقیناً کر دو
مجھے تم سے ملنے کی بڑی خواہش تھی۔“ میں نے

ہے کہ تم جو اپنے آپ کو دنیا کے سب سے بڑے شاطر سمجھتے ہو۔ کتنی آسانی سے پوری پاکیشیا سیکرٹ سر دس سمیت ہمارے قبضے میں آ گئے ہو۔
الفرڈ نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔

”دیر ہی گڈ دیر ہی گڈ۔ واقعی سچ بولنا اس کو کہتے ہیں۔ بس میں تو اتنا معلوم کرنے آیا تھا۔ کہ تمہارا فورکار نرہ میں عہدہ کیا ہے۔ اب کم از کم یہ تو معلوم ہو گیا ہے کہ تم واقعی کبھی اچھے عہدے پر ہو۔ اس لئے میرا خیال ہے اب تمہیں باضابطہ مبارک باد پیش کر دی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس کی بات سن کر صفدر کا ڈھیلا جسم یک لخت تن گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب عمران ایکشن میں آنے والا ہے۔

”مبارک باد کا شکریہ۔ اب تم بھٹی کر دو۔ تمہارا اور تمہاری پاکیشیا سیکرٹ سر دس کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ بے فکر ہو۔ وہ بھی تمہارے پیچھے پیچھے پہنچ جائیں گے۔“ — الفرڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنی سائیڈ پر ایک مسل آدمی کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی ٹین گن اُسے دے دے۔ اس آدمی نے آگے بڑھ کر ٹین گن الفرڈ کے ہاتھ میں دی۔

اتنا بڑا عہدہ حاصل کر لینا واقعی ہمت کی بات ہے۔ ورنہ تم جیسے غنڈے تو سرگرموں پر عورتوں کے پرس اڑانے میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔“ — عمران نے بڑے طنز سے ہلچے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔“ — پہلے تو ہم نے تمہیں پھوڑ دیا تھا۔ اور صرف مفلوج کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ لیکن اب تم زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔ اور یہ بھی سن لو کہ تم اپنے پورٹ پر اترنے سے پہلے ہی ہماری نفروں میں آچکے تھے۔ ہمیں اطلاع مل گئی تھی کہ تم پاکیشیا سیکرٹ سر دس کی ٹیم لے کر پاکیشیا سے چل پڑے ہو۔ لیکن جب تمہارے جہاز نے تروپولی کا رخ کیا تو ہم چونک پڑے۔

تمہاری یہاں آمد کا مقصد ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ حالانکہ کرنل فریڈی اس جگہ پہنچا تھا جو لوکیشن تم نے بال پوائنٹ ٹرانسمیٹر سے چیک کر کے اُسے بتائی تھی۔ اور میر پرمود براہ راست ناداک پہنچ گیا۔ لیکن تم ادھر آ گئے۔ اور پھر جب تم اپنے ساتھیوں کو پھوڑ کر الفرڈ باد میں پہنچے۔ اور تمہارے ساتھی نے بتایا کہ تم مجھے تلاش کر رہے ہو تو میری سمجھ میں یہ بات نہ آئی تھی کہ آخر تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ میرا تعلق فورکار نرہ سے ہو سکتا ہے۔ لیکن اب تمہاری بات سن کر مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ اور مجھے حیرت

کھول لئے ہیں۔ ورنہ شین گنوں سے مسلح دوسرے افراد یقیناً اسے کسی سے اٹھنے کی بھی مہلت نہ دیتے۔

”ارے۔ اب یاد آیا کہ میرا تو دل ہی نہیں ہے۔ اس لئے مجبور ہی ہے۔“ عمران نے اچانک تیز ہلچل میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک لخت شین گن کی نال کو اس انداز میں جھکا دیا کہ شین گن الفزڈ کے ہاتھ سے نکلی اور ساتھ ہی وہ کسی لٹو کی طرح گھوم گیا۔ اور دوسرے لمحے مال کمرہ شین گن کی مخصوص ٹرڈر ہاٹ اور الفزڈ کے ساتھیوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔

الفزڈ نے ایک لخت اچھل کر دروازے کی طرف چھلانگ لگانے کی چاہی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ چیخا ہوا منہ کے بل فرش پر گر گیا۔ عمران نے اس کی ٹانگوں پر گولیاں چلائی تھیں۔

”خبردار۔ اب اگر ذرا بھی حرکت کی تو چھلنی کر دوں گا۔“ عمران نے بیچ کر کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے انتہائی تیز رفتار سے ایک ہاتھ سے ڈھیلی رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔ کمرے میں موجود الفزڈ کے ساتھی ہلاک ہو چکے تھے۔ جب کہ الفزڈ منہ کے بل فرش پر گر گئے کے بعد بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔

ایک لمحے میں عمران رسیوں سے آزاد ہو کر دوڑتا ہوا الفزڈ کی طرف بڑھا اور اس نے جلدی سے الفزڈ کو

سنو۔ مجھے دھماکے سے بڑا خوف آتا ہے۔ اس لئے اگر مارنا ہی ہے تو اس کی نال میرے دل پر رکھ کر چلاؤ۔ کم از کم شور تو نہ ہوگا۔“ عمران نے منہ بند ہوتے ہوئے کہا۔

”ہا۔۔۔ بڑے بڑے بہادروں کے موت کو سامنے دیکھ کر اس طرح اس سخت ہو جاتے ہیں۔ بہر حال میں تمہاری آخری خواہش ضرور پوری کر دوں گا۔“ الفزڈ نے قہقہہ مار کر ہنسنے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ قدم بڑھاتا آگے آیا۔ اور اس نے شین گن کی نال بندھے ہوئے عمران کے سینے پر رکھ دی۔

”ارے ارے۔ میرا دل ذرا سا نیچے ہے۔ اسے بھائی تھوڑا سا نیچے کر دو۔“ عمران نے بڑے مطمئن ہوجے میں کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے بڑے اطمینان سے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ سامنے کر کے نال پر رکھے۔ اور اسے ایڈجسٹ کرنے لگ گیا۔ اس نے یہ سب

کچھ اس طرح اطمینان سے کیا تھا کہ شاید کسی کو بھی اس بات کا احساس نہ ہوا تھا کہ عمران کے ہاتھ آخر کس طرح کھ گئے۔ وہ سب اس بات پر حیران ہو رہے تھے کہ عمران خود ہی اپنی موت کو اتنے اطمینان سے ایڈجسٹ کر رہا ہے اور عمران کا شاید مقصد بھی یہی تھا کہ کسی کو آخری لمحے تک اس بات کا احساس نہ ہو سکے کہ عمران نے ہاتھ کیسے

”تم یہیں برآمدے میں رکو۔ میں نے پھوٹے کمرے میں ایک مخصوص ساخت کا ٹرانسمیٹر دیکھا ہے۔ شاید کوئی بات بن جائے۔“ — عمران نے کہا۔
اور صفدر سر ہلاتا ہوا برآمدے کے ایک ستون کی اوٹ میں رک گیا۔

عمران نے اس چھوٹے سے کمرے میں داخل ہو کر ایک سائیڈ پر رکھے ہوئے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھنے کی بجائے پہلے اس کمرے میں موجود سامان کی تلاشی یعنی شرودع کر دی۔ کیونکہ یہ کمرہ دفتر کے انداز میں سجایا گیا تھا۔ اس لئے عمران کو یقین تھا کہ یہاں سے کوئی نہ کوئی ایسی چیز ضرور مل جائے گی۔ جس سے فوراً کارنرڈ کے مسئلہ میں کوئی اہم کیلو مل جائے گا۔ لیکن پورا کمرہ چھان مارنے کے باوجود ایک بھی کاغذ ایسا نہ ملا جس سے کوئی پوائنٹ یا کلیو سامنے آتا۔

”کمال ہے بڑے محتاط لوگ ہیں یہ۔“ — عمران نے جونت چباتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔

ابھی وہ اس جدید ساخت کے ٹرانسمیٹر کو غور سے دیکھ ہی رہا تھا کہ یک لخت ٹرانسمیٹر کا ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ اور اس میں سے ٹوٹ ٹوٹ کی مخصوص آوازیں نکلنے لگیں۔ عمران اتنی دیر میں اس جدید

الٹایا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ الفرڈ کی آنکھیں پڑھ چکی تھیں اور اس کے منہ کے کونوں سے نیلے رنگ کی جھاگ کے بلبے نکل پڑے تھے۔ وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ اس کے دانت میں شاید کوئی زہر ملا کیپسول تھا۔ جو یا تو اس نے خود چبا لیا تھا یا پھر اچانک منہ کے بل نیچے گرنے کی وجہ سے وہ اپنی مخصوص جگہ سے نکل کر دانت کے نیچے آکر ٹوٹ گیا تھا۔ بہر حال الفرڈ ہلاک ہو چکا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اور سب سے پہلے اس نے دروازے کی اندر سے کنڈی لگا دی اور پھر صفدر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے صفدر کی رسیاں کھول دیں۔ اور صفدر نے آگے بڑھ کر ایک شیٹنگن چھپٹ لی۔

”آؤ۔۔۔ شاید عمارت میں اور آدمی ہوں۔“ — عمران نے کہا اور آگے بڑھ کر اس نے دروازے کی کنڈی آہستہ سے کھولی اور پھر دروازہ کھول کر وہ ذرا سا سائیڈ میں ہو گیا لیکن دوسری طرف خاموشی تھی۔ عمران باہر نکلا اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر راہداری میں پہنچ گیا۔ صفدر اس کے پیچھے تھا۔ چند لمحوں میں ان دونوں نے پوری عمارت چھان ماری۔ لیکن عمارت میں اور کوئی آدمی نہ تھا۔

”ٹھیک ہے سر اور۔۔۔ دوسری طرف سے
کہا گیا۔ اور عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر
آف کر دیا۔ ٹرانسمیٹر آف کر کے وہ میز پر رکھے ہوئے
ٹیلی فون کی طرف بڑھا ہی تھا تاکہ کوکھی میں موجود اپنے ساتھیوں
کو فون کر کے ان لوگوں کو قابو میں کرنے کی ہدایت دے
کہ ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر ٹوں ٹوں کی آوازیں سنائی
دیئے لیکن۔۔۔ عمران نے رسیور واپس رکھا اور تیزی
سے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھ گیا۔ فریکوئنسی ظاہر کرنے

”جیلو جیلو — بھری بھری کا لنگ ٹوٹا اور“
ایک بھاری آواز سنائی دی۔

”ٹوٹو — تم نے اب تک عمران کے بارے میں رپورٹ نہیں دی۔ جب کہ تمہیں کہا گیا تھا کہ فوری رپورٹ

”میں جیل میں بیٹھ گیا۔“ ٹیڈ نے کہا۔

”یس۔ ٹوٹا اینڈنگ اور۔“ عمران نے
 افریقہ کے بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”باس۔ ہم نے کوٹھی کے سامنے ٹارگٹ فٹ
 کر دیئے ہیں۔ اب آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ وہ
 لوگ ابھی اندر ہیں اور جو آدمی گئے تھے وہ بھی واپس
 نہیں لوٹے۔“ اب کیا حکم ہے اور۔“ ٹوٹیرد
 نے پوچھا۔

"تفصیل بتاؤ، ٹارگٹ فٹ کرنے کی ادھر۔۔۔ عمران نے پوچھا۔"

”شیر آپ کی ہدایت کے مطابق سامنے والی کوٹھی میں موجود دو افراد کو گولی مار کر ہلاک کر دیا سے اور ان کی دوسری منزل کی اس کھڑکی میں جو ان لوگوں کی کوٹھی کے بالکل فرنٹ میں ہے۔ ٹاپ شنگر فٹ کر دیا ہے اور “ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔ لیکن ہلچے میں ہلکی سی ہیرت کا تاثر موجود تھا جیسے اُسے اس وضاحت طلب کرنے کی سمجھ نہ آئی ہو۔

چاہتا تھا جس سے اس کے متعلق کوئی واضح کیوں مل جائے۔
 ”کیا کیا۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تم ہوش میں ہو۔
 جانتے ہو کس سے بات کر رہے ہو اور۔۔۔“ عمران
 کی توقع کے عین مطابق تھری تھری عمران کے لیے سے
 ہی آپ سے باہر ہو گیا تھا۔

”مجھے معلوم ہے جناب۔۔۔ لیکن آپ بھی یہ سوچ کر
 بات کیا کیجئے کہ آپ ٹوٹو سے بات کر رہے ہیں۔ آپ
 کا لہجہ ایسا ہے جیسے آپ کسی حقیر آدمی سے بات کر رہے
 ہوں۔ اور میں ایسا لہجہ برداشت کرنے کا عادی
 نہیں ہوں اور۔۔۔“ عمران نے پہلے سے زیادہ تلخ
 لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ہونہ۔۔۔ یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب فور فور ہی
 تم سے بات کرے گا اور اینڈ آف۔۔۔ دوسری طرف
 سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

لیکن عمران نے بجائے ہٹ آن کرنے کے ہاتھ بڑھا کر
 نیچے لگا ہوا ایک اور ہٹن دبا یا اور پھر ٹرانسمیٹر کا ہٹن آف کر
 دیا۔ اب وہ اس ٹرانسمیٹر کی ساخت کو اچھی طرح سمجھ گیا
 تھا۔ اس کے ہٹن آف کرتے ہی فریکوئنسی ڈائل پر ہند سے
 یک لخت غائب ہو گئے۔ لیکن دوسرے لمحے ایک بار پھر
 ہند سے نمودار ہونے لگ گئے۔ اور عمران کے ہوں
 مسکا اٹھ رہے تھے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔

دو۔ یہ لوگ انتہائی خطرناک ہیں اس لئے فور فور کو اس بارے
 میں بے حد تشویش ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے
 بولنے والے کا لہجہ بے حد کثرت اور نکلتا تھا۔

”باس۔ مجھے احساس ہے کہ یہ لوگ انتہائی خطرناک
 ہیں۔ اس لئے ہم نے انتہائی احتیاط سے ان کے گرد گھیرا
 ڈال لیا ہے۔ اور اب میں جین آپریشن کے لئے جانے
 ہی والا تھا کہ آپ کی کال آگئی۔ اور۔۔۔“ عمران نے
 ہونٹ دباتے ہوئے جواب دیا۔ اس نے لہجہ جان بوجھ کر
 قدرے مؤدبانہ رکھا تھا۔

”کیا مطلب۔۔۔ کیا ابھی تک تم نے انہیں ختم نہیں کیا۔
 حالانکہ تمہیں بہت پہلے ان کی ترقیاتی آمد کی اطلاع دے
 دی گئی تھی۔ تم کیا کر رہے ہو۔ جب کہ چیف گریٹ باس
 کا حکم ہے کہ جیسے ہی یہ ایئر پورٹ پر اتریں ان پر قیامت
 بن کر کوٹ پڑو۔ انہیں بالکل ایک لمحے کی بھی مہلت
 نہ دو۔ لیکن تم کہہ رہے ہو کہ ابھی تم نے ان کے گرد گھیرا
 ڈالا ہے اور۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے
 نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

”یہاں کی سوشل سروس میں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں۔ مجھے معلوم
 ہے کہ مشن کو کس طرح کامیاب کرنا ہے اور۔۔۔“

اس بار عمران نے جان بوجھ کر تلخ لہجہ بناتے ہوئے جواب
 دیا۔ وہ اب تھری تھری کے حلق سے کوئی ایسی بات اگوانا

بہر حال اس کا تعلق فیملڈ سے رہا تھا اس لئے کوئی بھی اسے پہچان سکتا تھا۔ اور میرا آئیڈیا بھی یہی ہے۔ کہ عمران ٹوٹو کی آواز ادناہ پر اس کے دوران گھٹکو میں پہچان گیا ہوگا۔

اس لئے وہ سیدھا تروپولی ٹیم لے کر پہنچا ہے۔ یہاں سے فاصلہ اتنا تھا کہ جس وقت مجھے عمران کے متعلق اطلاع ملی۔ اس وقت میں تروپولی خود نہ پہنچ سکتا تھا۔ ورنہ میں خود اس کے مقابلے میں جاتا۔ لیکن میں نے ٹوٹو کو مکمل ہدایات دے دی تھیں۔ لیکن اب ٹوٹو سے بات ہوتی ہے تو اس کا ہجو اور آواز تو وہی ہے۔ لیکن اس کا مجھ سے بات کرنے کا انداز بدلا ہوا تھا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اُسے ٹوٹو بننے میں مدد دی ہے۔ ورنہ اس قدر صلاحیتیں رکھنے کے باوجود وہ ابھی تک الغرڈ بار کا ایک عام غنڈہ ہی ہوتا۔ اس لئے کم از کم وہ صحیح دماغ ہونے تک مجھ سے ایسے انداز میں بات نہیں کر سکتا اور۔۔۔۔۔ تھری تھری نے کہا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اگر تمہیں اس قدر شک پڑ گیا تھا تو تم نے اس کو ریڈ وارننگ سے ختم کر دینا تھا اور۔۔۔۔۔ فور فور نے سخت ہلچل مچائی۔

”آپ میری عادت جانتے ہیں کہ میں جب تک پوری تحقیق نہ کروں قدم آگے نہیں بڑھاتا۔ میں آپ کو ٹیپ سنواتا ہوں آپ کمیوٹر پر چیک کر کے بتا دیں۔

”نوسہ۔۔۔۔۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ٹوٹو کے جسم میں اس لئے میں نے ماسٹ بلاسٹڈ ز نصب کیا ہوا تھا۔ کیونکہ

”اُسی لمحے ٹرانسمیٹر سے اُسی تھری تھری کی ہلکی سی آواز ابھری۔

”ہیلو ہیلو۔۔۔۔۔ تھری تھری کا لنگ فور فور باس۔ اٹ انا میر جینی اور۔۔۔۔۔ تھری تھری نے کہا۔

”یس۔۔۔۔۔ فور فور اٹنڈنگ۔ کیا میر جینی ہے تھری تھری اور۔۔۔۔۔ چند لمحوں بعد ایک کرخت اور انتہائی بھاری آواز سنائی دی۔

”باس۔۔۔۔۔ میں نے ٹوٹو کو کال کیا ہے۔ لیکن مجھے شک پڑ رہا ہے کہ یا تو ٹوٹو کا دماغ خراب ہو گیا ہے یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ ٹوٹو کی جگہ وہ عمران بول رہا ہو۔ کیونکہ عمران میں یہ خاص صلاحیت ہے کہ وہ جو ہو دوسرے کی آواز اور بھجے کی نقل کر لیتا ہے۔ میرے پاس وائس چیکنگ کمیوٹر نہیں ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو کال کیا ہے۔ میں وہ گھٹکو ٹیپ سے سنواتا ہوں آپ اسے وائس چیکنگ کمیوٹر سے چیک کریں اور۔۔۔۔۔ تھری تھری نے کہا۔

”اوہ۔۔۔۔۔ اگر ایسا ہے تو یہ انتہائی خطرناک بات ہے۔ اس عمران نے ٹوٹو سے لازماً سیکرٹس حاصل کرنے کی کوشش کی ہوگی اور۔۔۔۔۔ فور فور کے بھجے میں پریشانی تھی۔

”نوسہ۔۔۔۔۔ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ٹوٹو کے جسم میں اس لئے میں نے ماسٹ بلاسٹڈ ز نصب کیا ہوا تھا۔ کیونکہ

اس کے بعد اگر واقعی میرا شک درست نکلا تو خالی ریڈ وارننگ سے کام نہیں ہوگا۔ مجھے خود ترپولی جانا پڑے گا اور۔۔۔
تقری تقری نے کہا۔

”ادہ ہاں۔۔۔ وہ عمران واقعی انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ ٹھیک ہے۔ ٹیپ سٹوڈ اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے بعد ٹرانسمیٹر پر خاموشی طاری ہو گئی۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایک بار پھر کھڑا ہٹ کی آواز سنائی دی۔ اور پھر عمران کی ٹوٹو کی حیثیت میں بولے جانے والی تقری تقری سے ہونے والی گفتگو سنائی دینے لگی۔ عمران نے جلد ہی سے ٹرانسمیٹر کا وہ بشن آف کیا اور واپس دروازے کی طرف مڑا۔ تو اس نے صفر کو دروازے پر کھڑے دیکھا۔

”میں اس لئے یہاں آگیا تھا کہ آپ کو اندر آئے کافی دیر ہو گئی تھی۔“ صفر نے کہا۔

”ہاں۔ جلدی نکل چلو۔ جلدی کرو یہاں سے نکلو۔“

عمران نے تیز ہلچے میں کہا اور پھر بھاگتا ہوا وہ باہر کی طرف پلکا۔ لیکن وہ اپنی کار کی طرف جانے کی بجائے سرخ رنگ کی کار کی طرف بڑھ گیا۔ صفر بھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ عمران نے کار موڑی اور اُسے سجی کی سی تیزی سے پھاٹک کی طرف لے گیا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اس نے کار روکی اور صفر

کو پھاٹک کھولنے کا اشارہ کیا۔ صفر نے نیچے اتار کر لکڑی کا پھاٹک کھولا تو عمران کار باہر لے آیا۔ اور پھر صفر۔۔۔ یہی اس میں بیٹھا عمران نے کار کو یک لخت انتہائی تیز رفتار سے مین روڈ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

”آخر ہوا کیا۔ آپ اس قدر تیزی دکھا رہے ہیں۔“ صفر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ لیکن اس کے فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ان کے عقب میں یک لخت انتہائی خوف ناک دھماکہ ہوا۔ یہ دھماکہ اس قدر خوف ناک تھا کہ عمران کو تیز رفتاری سے دھڑکتی ہوئی کار۔ سنبھالنی مشکل ہو گئی۔ لیکن ظاہر ہے شیرنگ عمران کے ہاتھوں میں تھا۔ اس لئے کار باوجود خاموشی تیز رفتاری سے چلتے ہوئے برقی طرح ڈول جانے کے باوجود نہ ہی اٹی اور نہ کسی درخت سے ٹکرائی۔ اور چند ہی لمحوں میں مین روڈ پر پہنچ کر بائیں طرف کو گھوم گئی۔

”ادہ۔۔۔ تو آپ کو یہ خطرہ تھا۔“ صفر نے ہونٹ بھیچے ہوئے کہا۔

”خطرہ نہیں خطرناک کہو۔ اس قدر خوف ناک دھماکہ ہو اور تم نے ایک چھوٹا سا لفظ بول دیا خطرہ۔۔۔ عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور صفر بے اختیار ہنس پڑا۔ عمران نے ایک جگہ لگے ہوئے ٹیلی فون بوتھ کو دیکھتے

اپنے والی کار نہیں لی تھی۔ کیونکہ اُسے یہ لوگ یقیناً پہچانتے ہوں گے۔ پھر عبّی طرف سے ہم کو بھی میں داخل ہوں گے۔
عمران نے کہا۔

”کس کو بھی کی بات کر رہے ہیں۔ اس کے عقب میں تو دوسری کو بھی ہے۔“ صفر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”میں اس کو بھی کی بات کر رہا ہوں جس میں یہ لوگ موجود ہیں اور جہاں سے وہ ہمارے والی کو بھی کو مار گٹ بنا رہے ہیں۔“ عمران نے جواب دیا اور صفر نے سہملا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ جیسے ہی اس رہائشی کالونی کے پہلے چوک میں پہنچے جہاں وہ کو بھی موجود تھی کہ اچانک دور سے ایک خوف ناک دھماکا سنائی دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آگ کے خوف ناک شعلے آسمان کی طرف بلند ہوتے دکھائی دیئے اور عمران اور صفر دونوں کے چہرے یک لخت مسخ سے ہو گئے کیونکہ یہ شعلہ بالکل اُسی جگہ سے اٹھ رہے تھے جہاں ان کے ساتھی رہ رہے تھے۔

دھماکے کے ساتھ ہی کالونی میں موجود افراد کی بھاگ دوڑ شروع ہو گئی۔ عمران کا اڑا سنے آگے بڑھا جا رہا تھا اور پھر چند ہی لمحوں بعد ان کے بدترین خدشات درست ثابت

ہی کار کی رفتار آہستہ کی اور اُسے بوٹہ کے قریب جا کر روک دیا۔ کار سے اتر کر اس نے بوٹہ میں داخل ہو کر سکے ڈالے اور سیور اٹھا کر منبر ڈالنے کے لئے شروع کر دیئے۔ لیکن پھر اس سے پہلے کہ دوسرے طرف سے سیور اٹھا جاتا عمران کو ایک خیال آیا اور اس نے جلدی سے سیور رکھا اور اچھل کر بوٹہ سے نکلا۔ اور واپس کار میں آ بیٹھا۔ اور کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔

”جو لیا اور اس کے ساتھی شدید خطرے میں ہیں۔ پہلے میں نے سوچا کہ ٹیلی فون کر کے انہیں خبر کروں لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا ٹیلی فون بھی ٹیپ کیا جا چکا ہو۔“ عمران نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔

”وہ کیسے خطرے میں ہیں۔“ صفر نے چونکتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے مختصر طور پر ٹرانسمیٹر پر ٹوڈر دے ہونے والی گفتگو اُسے سنادی۔ اور صفر کے چہرے پر تشویش کی پرچھائیاں لہڑنے لگیں۔

”پھر آپ نے اب کیا سوچا ہے۔“ صفر نے کہا۔

”ہم کار عبّی طرف لے جائیں گے۔ اس لئے میں نے

ہوئے۔ وہی کوٹھی مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی۔ جس میں جویا اور اس کے ساتھی موجود تھے۔ کوٹھی سے آگ کا طوفان سا دپر کوٹھ رہا تھا۔ اور پوری کوٹھی تنکوں کی طرح بکھر چکی تھی۔

”ادہ اوہ — یہ کیا ہوا۔ کاش میں فون ہی کر دیتا“ عمران نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ اور صفدر کی حالت تو ایسی تھی کہ اس سے بات ہی نہ ہو رہی تھی۔ اس کی نظروں کے سامنے جویا اور اپنے سارے ساتھیوں کی جلی ہوئی اور کٹی پھٹی لاشیں پھرتی ہوئی نظر آرہی تھیں۔ اور اُسی لمحے عمران نے پوری قوت سے بریک لگائے اور زوردار جھٹکا لگنے سے صفدر کا ساکت ذہن یک لحظہ حرکت میں آیا اور اس کے لبوں سے بے اختیار آہ سی نکل گئی۔

کمرنل فریدی دھماکہ ہوتے ہی یک لحظہ اپنی جگہ سے اچھلا اور اس نے کسی پھر تیلے جہان کی طرح اچھل کر ٹیلے کی ایک ابدی ہوئی چٹان کے پیچھے چھلانگ لگا دی۔ اس کے باوجود اس کی پشت پر جیب کا ایک تھوڑا سا پورسی قوت سے آگرایا تھا۔ لیکن یہ حصہ کیلنوس کا بنا ہوا جیب کا دروازہ تھا۔ اس لئے کمرنل فریدی کے لئے وہ نقصان دہ ثابت نہ ہوا تھا۔ اگر کیلنوس کی بجائے یہ لوہے کا ہوتا تو جس قدر قوت سے یہ کمرنل فریدی کی پشت سے لگرایا تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی کے خاتمے کا باعث ضرور بن جاتا۔۔۔ پیارے کی گونج آگے سنائی دے رہی تھی۔ اور کمرنل فریدی چٹان کے تیلے پہنچے ہی تیزی سے مڑا۔ تو اس کے ہونٹ پھٹ گئے۔ اس

کی جیب سمیت پیچھے آنے والی ساری جیبیں بڑی طرح تباہ ہو کر ادھر ادھر بکھر گئی تھیں اور اس کی زبرد فورس کے آدمیوں کے ٹکڑے زمین پر اس طرح پھیلے ہوئے تھے جیسے دھان کسی نے خون کی ہولی کھیلی ہو۔

کیپٹن حمید کے سر پر شاید کوئی پرندہ لگا تھا۔ کیونکہ اس کے سر سے بہتا ہوا خون بھی فریدی کو نظر آ رہا تھا۔ اور کیپٹن حمید بھی اکڑوں جیٹھا اس طرح سر جھٹک رہا تھا جیسے وہ اپنے ذہن پر چھانے والے اندھروں کو جھٹکنے کی کوشش کر رہا ہو۔ طیارہ اب واپس آ رہا تھا۔ اور کرنل فریدی طیارے کو دیکھتے ہی اس کا ٹارگٹ سمجھ گیا۔ وہ گن تو جیب کے ساتھ ہی تباہ ہو چکی تھی۔ اور ریوالور کرنل فریدی کے اصل لباس کی اندرونی جیب میں تھا۔ اور اوپر اس نے وہ دوسرے آدمی کا لباس پہنا ہوا تھا۔ اس لئے جب تک وہ ریوالور نکالتا تب تک تو طیارہ کیپٹن حمید کو بھی ختم کر دیتا۔ اور اُسے بھی چنانچہ کرنل فریدی طیارے کو آتا دیکھ کر ایک لمخت چٹان کے پیچھے سے نکلا اور پھر وہ اس قدر تیزی سے دوڑتا ہوا کیپٹن حمید کی طرف بھاگا کہ شاید اپنی بلوری زندگی میں وہ کبھی اتنی تیزی سے نہ بھاگا ہوگا۔ اس نے دوڑتے دوڑتے ذرا سا جھک کر کیپٹن حمید کا بازو پکڑا۔ اور دوسرے لمحے وہ کیپٹن حمید کو جیسے فضا

میں اٹھائے اُسی تیز رفتاری سے بھاگتا ہوا سامنے والے ٹیلے کی طرف بھاگا۔ ابھی ٹیلہ دور ہی تھا کہ طیارے کی گونج اُسے اپنے سر پر سنائی دی۔ کرنل فریدی پہلے سے ہی ذہنی طور پر اس سچویشن کے لئے تیار تھا۔ کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ وہ چاہے جس قدر بھی تیز رفتاری دکھائے کیپٹن حمید کو گھبراتا ہوا بہر حال ٹیلے تک نہیں پہنچ سکتا۔ طیارے کی رفتار بے حد تیز تھی۔ لیکن اس کے ذہن میں ایک پلاننگ تھی اس لئے جیسے ہی طیارے کی گونج اُسے اپنے سر پر سنائی دی۔ کرنل فریدی نے دوڑتے دوڑتے ایک لمخت غوطہ لگایا اور کیپٹن حمید سمیت وہ یک لمخت جیسے کسی چیز کا زوردار دھکا کھا کر پیچھے ہٹ کر جا گیا۔ تیزی سے دوڑتے ہوئے اس طرح یکلخت پیچھے کی طرف اپنے جسم کو دھکیلتا اور وہ بھی اس صورت میں کہ کیپٹن حمید کا جسم بھی اس کے بازو کے زور پر ٹھک رہا ہو۔ تقریباً ناممکن ہی تھا لیکن کرنل فریدی جانتا تھا کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ اگر وہ دائیں یا بائیں کسی طرف بھی مڑتا تو لازماً طیارے سے ٹھٹ ہو جاتا۔ بس طیارے پر موجود افراد کو صرف اس بات سے دھوکہ دیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ کم از کم وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ اتنی رفتار سے دوڑتا ہوا آدمی اس طرح

خود بھی تیزی سے لیٹ کر پیچھے کی طرف کھسک گیا۔

اُسی لمحے طیارہ اس ٹیلے کے اوپر سے ہلٹ کر گزرا۔ اور پھر اُسے اس ٹیلے کی طرف بڑھتا دیکھ کر جس میں سے کرنل فریدی نکلا تھا۔ کرنل فریدی کے لبوں پر مسکراہٹ سی دوڑ گئی۔ اس نے ڈاج ہی ایسا نفیاتی دیا تھا کہ طیارے والے لازماً اس ڈاج میں آجانے تھے۔ اُسے معلوم تھا کہ طیارے والے ہی سمجھیں گے کہ وہ دوڑتا ہوا واپس اُسی ٹیلے کی طرف گیا ہوگا۔ لیکن گرنے کے بعد جب اس نے تالا بازی کھائی تھی تو اس کا رخ اُسی ٹیلے کی طرف ہی تھا اور طیارے والوں نے یقیناً یہی منظر دیکھا ہوگا۔ اس کے بعد ٹیلہ درمیان میں آگیا تھا۔ اب انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ کرنل فریدی مڑ کر واپس اس ٹیلے کی طرف آ گیا ہے۔

طیارے نے اس کے سامنے اس ٹیلے پر دو میزائل پھینکے اور خوف ناک دھماکوں کے ساتھ ہی پورا ٹیلہ جیسے صفحہ ہستی سے غائب ہو گیا۔ اور ہر طرف گود اور پتھروں کی جیسے آتشباری بہہ نکلی۔ کرنل فریدی نے انتہائی تیزی سے اپنے اصل لباس کے اندر سے ریواور نکالا۔ اور وہ طیارے کے پلٹنے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن طیارہ کافی دور آگے جا چکا تھا۔ اور

بیک گیر بھی لگا سکتا ہے۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کا جسم کچھ فاصلے تک اٹا ہو کر پیچھے گیا اور پھر وہ دونوں ایک دھماکے سے پشت کے بل نیچے گرے۔ لیکن نیچے گرتے ہی کرنل فریدی کا جسم یک لمخت کمان کی طرح مڑا اور وہ اسی تالا بازی کھاکر پیروں کے بل اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ اس نے کیپٹن حمید کا بازو اُسی طرح پکڑا ہوا تھا اس لئے کیپٹن حمید بھی اس کے ساتھ ہی تالا بازی کھا گیا۔

اُسی لمحے ایک خوف ناک دھماکا عین اُسی جگہ ہوا جہاں ایک لمحہ پہلے وہ دونوں موجود تھے۔ اور طیارہ اپنی تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ کیپٹن حمید کا جسم اب ڈھیلا پڑ گیا تھا اس لئے کرنل فریدی نے اُسے جھٹکا دے کر کانڈے پر ڈالا اور ایک بار پھر مڑ کر وہ بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اُسی ٹیلے کی طرف بڑھنے لگا جہاں وہ پہلے جا رہا تھا۔ طیارہ اب ٹیلے کی دوسری طرف جا کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔ اور کرنل فریدی کو معلوم تھا کہ اُسے واپس پلٹنے کے لئے کچھ وقت چاہیے تھا اور اس وقت کے دوران اس نے محفوظ جگہ پر پہنچنا تھا۔ چنانچہ جب وہ ٹیلے کی پتھریلی پٹنوں کے اندر داخل ہوا تو اس نے ایک باہر کو نکلی ہوئی چٹان کے نیچے کیپٹن حمید کو لٹایا اور پھر

سہ ہوتا جو اس کے پیچھے باہر نکلا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے حق سے بے اختیار حیرت بھری تیز آواز نکلی۔

”اوہ۔۔۔ یہ کیا ہوا۔۔۔ کیپٹن حمید نے کہا۔

”سارے ساتھی مارے گئے ہیں۔ وقت ہی نہ تھا انہیں چوکنا کرنے کا۔ ہم دونوں بھی بس قسمت تھی جو بچ گئے ہیں۔

انہوں نے آگے سے گھوم کر میزائل پھینکے ہیں۔۔۔ ورنہ اگر وہ پیچھے سے میزائل پھینکتے آتے تو شاید ہمارے ٹکڑے بھی ان ساتھیوں کے ساتھ یہاں پر سے ہوتے وہ دراصل

یقینی طور پر سب سے آگے والی جیپ کو مہٹ کرنا چاہتے تھے۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

”لیکن آپ نے دوسری طرف پھلانگ لگائی تھی۔ پھر

دوہر کیسے آگئے۔ اور وہ طیارہ کیسے چلا گیا۔ کیونکہ میں تو

کھلی جگہ پر گرا تھا۔۔۔ کیپٹن حمید کے ہاتھ میں حیرت تھی۔ اور کرنل فریدی نے اُسے مختصر طور پر اپنی اس جدوجہد کے

بارے میں بتا دیا جس کی وجہ سے وہ دونوں بچ نکلے تھے۔ اور کیپٹن حمید عقیدت بھری نظروں سے کرنل فریدی کو

دیکھنے لگا۔۔۔ کیونکہ یہ ناممکن کارنامہ کرنل فریدی ہی سہ انجام دے سکتا تھا ورنہ شاید وہ اگر کرنل فریدی کی جگہ ہوتا تو ایسا کبھی کہی نہ سکتا تھا

”جلدی یہاں سے نکل چلو۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ لازماً پوچھا لگ کر آئیں گے۔“ کرنل فریدی نے

بظاہر اس کے پلٹنے کے آثار نہ تھے۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے طیارہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ کرنل فریدی نے ہونٹ پیچھے ہوتے رہا اور واپس سائیڈ جیپ

میں ڈالا اور حمید کی طرف مڑ گیا۔ اس نے حمید کو بڑی طرح جھنجھوٹا شروع کر دیا۔ اور چند لمحوں بعد حمید

نے کہا ہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

”جلدی ہوش میں آؤ۔ ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔“

کرنل فریدی نے تیز ہاتھ میں کہا تو کیپٹن حمید تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”میرے سر پر کوئی چیز لگی تھی۔ میں نے کوشش تو کی تھی کہ ہوش سلامت رہیں۔ لیکن پھر مجھے ایسا محسوس

ہوا جیسے میں اچانک تیز مواد میں تیرتا پھر رہا ہوں اور میرے حواس ساتھ چھوڑ گئے۔“ کیپٹن حمید نے

اپنے سر سے رنے والے خون کو ہاتھ لگا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”جس کے خون میں عاشقی کے جراثیم فروز سے زیادہ تعداد میں داخل ہو جائیں وہ اسی طرح تیز مواد میں اڑتا

رہتا ہے۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن حمید بھی مسکرا دیا۔

”آؤ۔“ کرنل فریدی نے اٹھ کر چٹان کی اوٹ سے باہر نکلتے ہوئے کیپٹن حمید سے کہا۔ اور کیپٹن حمید

دوڑے پہلی کا پٹر بندی پر نمودار ہوئے۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ نزدیک آتے گئے۔ کرنل فریدی اور حمید دونوں چٹانوں کی اوٹ سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ پہلی کا پٹروں کی بندی کم ہونے لگ گئی تھی۔ اور پھر وہ ان کے سروں کے اوپر سے گزرا کر ٹیلوں کے پیچھے چلے گئے۔ ان کے آگے بڑھتے ہی کرنل فریدی تیزی سے چٹان کے پیچھے سے نکلا اور بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھنے لگا جدھر پہلی کا پٹر گئے تھے۔ ادھر ایک کافی اونچا ٹیلا تھا جس کے پیچھے دونوں پہلی کا پٹر چھپ گئے تھے۔ کیپٹن حمید سے دلوں نہ بیٹھا گیا۔ اور حالانکہ کرنل فریدی نے اُسے دہیں رکنے کے لئے کہا تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ کیسے رک سکتا تھا۔ چنانچہ وہ بھی تیز قدم اٹھاتا کرنل فریدی کے پیچھے چل پڑا۔ کرنل فریدی اس اونچے ٹیلے کی چٹانوں میں غائب ہو چکا تھا۔ جب کیپٹن حمید دلوں پہنچا تو اس نے کرنل فریدی کو ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں موجود پایا۔

”اوہ۔۔۔ تم آگئے۔“ کرنل فریدی نے اس کی آہٹ سن کر مڑ کر کہا۔

”ہاں۔۔۔ اور آپ بے فکر رہیں۔ اب میں آپ کے کانہ سے کونکلیٹ نہ دوں گا۔“ کیپٹن حمید نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور کرنل فریدی نے

کہا۔ اور کیپٹن حمید نے قدم تیز کر دیئے۔ کرنل فریدی اگر کیلا ہوتا تو لازماً دوڑتا ہوا آگے بڑھتا لیکن وہ جانتا تھا کہ کیپٹن حمید کے سر میں چوٹ آئی ہے۔ اس لئے اگر وہ دوڑا۔ تو ذہن پر دھمک پڑنے سے وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو سکتا ہے۔ اس لئے وہ دوڑنے کی بجائے تیز قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔

اور پھر وہ اس تباہ شدہ حصے سے کچھ دور ایک ٹیلے کے نیچے پہنچ کر رک گئے۔

”کیا ہوا۔۔۔ آپ رک گئے۔“ کیپٹن حمید نے کرنل فریدی کو رکتے دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ ہم بیدل ان پہاڑیوں کو عبور نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہاں رک کر ان کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا۔“ کرنل فریدی نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور جیب سے ریواور نکال کر ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور کیپٹن حمید بھی سر ملاتا ہوا ایک اور چٹان کے پیچھے دبک گیا۔

اور ابھی انہیں دلوں میں بیٹھے چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ دور سے پہلی کا پٹروں کی مخصوص آواز سنائی دینے لگی اور کرنل فریدی کے بوں پر مسکاہٹ رینگ گئی۔

”تم یہیں رکو گئے۔“ کرنل فریدی نے کیپٹن حمید سے کہا۔ اور اس کی نفیس اس طرف کو جم گئیں جدھر سے آواز کی گونج آتی سنائی دے رہی تھی۔ اور چند لمحوں بعد

ہلا دیا۔

ایک ہیلی کا پٹر فضا میں معلق تھا جب کہ دوسرا تباہ شدہ جیپوں کی سائینڈ میں زمین پر اتر رہا تھا۔ اور چار مسلح افراد ان جیپوں کے ٹیلے کو چیک کر رہے تھے۔
"کاش اس وقت شین گن ہوتی" — کیپٹن حمید نے کہا۔

"ہاں — لیکن اب ان میں سے ایک ہیلی کا پٹر اور ایک زندہ آدمی تو بہر حال مجھے چاہیئے۔"

کرنل فریدی نے سر د ہلچے میں کہا۔
اور اُسی لمحے اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریو اور کا پیپر کھول کر اُسے چیک کیا۔ اس میں چھ گولیاں تھیں — لیکن یہ ریو اور کافی جھوٹا تھا۔ اس لئے اتنی دور سے اس کی گولی شاید انسان کو تو زخمی کر لیتی لیکن ہیلی کا پٹر کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی۔

"آپ کیا سوچ رہے ہیں" — کیپٹن حمید نے سچوٹن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھتے جاؤ فرزند" — کرنل فریدی نے سر د ہلچے میں کہا۔ اور اس کے ہلچے میں ایسی بات تھی کہ کیپٹن حمید کو بے اختیار جھرجھری سی آگئی۔

کرنل فریدی ریو اور سنبھالے پتھر کی اوٹ سے باہر نکلا اور پھر کسی جنگی خرگوش کی طرح دوڑتا ہوا ساتھ والے

چھوٹے ٹیلے کے پتھر کی اوٹ میں دبک گیا۔ حمید وہیں بیٹھا رہا۔ البتہ اس نے ایک مناسب سا پتھر اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا تھا۔ اس وقت یہی ایک اسلحہ تھا۔ جو کارآمد ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس کی جیبیں خالی تھیں اور گین اور ریو اور گر چکے تھے۔
کرنل فریدی ایک لمحے کے لئے اس پتھر کے پیچھے رکا اور ایک بار پھر تیزی سے دوڑتا ہوا اس سے آگے والے ٹیلے کے پتھر کے پیچھے دبک گیا۔ اُسی لمحے ایک آدمی کے پیچھے کی آواز سنائی دی۔ وہ آدمی اُسی پتھر کی طرف اشارہ کر رہا تھا جس کے پیچھے کرنل فریدی گیا تھا۔ اس نے شاید کرنل فریدی کو دیکھ لیا تھا اور پھر وہ چاروں تیزی سے دوڑتے ہوئے اس ٹیلے کی طرف بڑھنے لگے۔ لیکن وہ پھیل کر آ رہے تھے۔ اور ان کے ہاتھوں میں ٹین گنیں تھیں — اور کیپٹن حمید نے ہونٹ پیچھنے لگے۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب کرنل فریدی پھنس گیا ہے۔ چونکہ وہ پھیل کر آ رہے تھے۔ اس لئے کرنل فریدی بیک وقت چاروں کو نشانہ نہ بنا سکتا تھا۔ اس نے تیزی سے پتھر دالا ہاتھ لہرایا۔ اور دوسرے لمحے پتھر اس کے ہاتھ سے گولی کی سی رفتار سے نکل کر ایک آدمی کی طرف بڑھا اور پھر وہ آدمی چپتا ہوا پھیل کر نیچے گر رہا تھا کہ باقی تینوں نے یک نخت اس کی طرف

ایک لمخت، رخ موڑا اور دوڑ کرتے ہوئے کیپٹن حمید کی طرف آنے لگا کہ کیپٹن حمید نے ایک لمخت لوہنگ چمپ لگایا۔ اور پھر جیسے وہ فضا میں اڑتا ہوا آگے جاگرا۔ اور ہیلی کاپٹر سے چھوڑے جانے والا میزائل اس کے عقب میں پیٹا اور ہیلی کاپٹر آگے بڑھ گیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے مڑا۔ لیکن اب کیپٹن حمید ایک شین گن تک پہنچ گیا تھا۔ اور پھر فضا شین گن کی فائرنگ سے گونج اٹھی۔ اُسی لمحے کیپٹن حمید کو اپنے عقب میں دھماکہ اور بیچ سنائی دی۔ اور کیپٹن حمید بجلی کی سی تیزی سے مڑا تو اس نے اپنے عقب میں ایک شین گن بردار کو نیچے گرتے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر جھٹکا کھا کر پہلو کے بل اڑتا ہوا دور جا رہا تھا۔ اور اس میں اب آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اور پھر کیپٹن حمید کو ہیلی کاپٹر سے ایک آدمی نیچے کودتا دکھائی دیا۔ اس نے شین گن سیدھی کی ہی تھی۔

”فائر مت کرنا حمید۔“ اُسی لمحے اُسے عقب میں سے کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل فریدی کی آواز سن کر وہ تیزی سے مڑا۔ تو اس نے کرنل فریدی کو تباہ شدہ ٹیلے کی سائیڈ میں موجود ٹیلے کے پیچھے سے نکل کر اپنی طرف دوڑتے دیکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک دھماکہ ہوا۔ اور ہیلی کاپٹر شعلہ

فائرنگ بول دیتے۔ اُسی لمحے اس پتھر کے پیچھے سے شعلے نکلے۔ اور دو آدمی بیچ کر نیچے گرے۔ اور تیسرے نے تیزی سے گھوم کر کرنل فریدی کی طرف فائرنگ کا رخ کیا۔ اور کیپٹن حمید کو دوسرا پتھر پھینکنے کا موقع مل گیا۔ اس نے ایک جھپٹے میں ایک اور پتھر اٹھا کر پھینک دیا۔ یہ پتھر بھی نشانے پر گیا۔ اور وہ چوتھا آدمی بھی اچھل کر ڈھیر ہوا ہی تھا کہ کرنل فریدی کو موقع مل گیا۔ نتیجہ یہ کہ وہ بھی گولی کھا کر تپ پٹنے لگا۔

فضا میں اڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر نے ایک لمخت غوطہ کھایا اور پھر اس کے نیچے موجود گن سے دو میزائل اڑتے ہوئے ٹھیک اس ٹیلے پر پڑے جہاں کرنل فریدی موجود تھا۔ اور ایک خوف ناک دھماکے سے پورا ٹیلہ ہی فضا میں بکھر گیا۔ یہ میزائل عین اس جگہ پھٹے تھے جہاں کرنل فریدی موجود تھا۔ ظاہر ہے کرنل فریدی کے زندہ بچ جانے کا ایک فی صد بھی چانس باقی نہ رہا تھا۔ اور کیپٹن حمید کے ذہن پر تو جیسے سرخ چادر سی پھیلی گئی۔ وہ سب کچھ بھول کر پتھر کے پیچھے سے نکلا۔ اور تیزی سے دوڑتا ہوا اس ٹیلے کی طرف بھاگ پڑا۔ جس کے پتھر اب فضا میں اڑ کر بارش کی طرح نیچے گر رہے تھے۔ اور وہ اڑتے ہوئے ہیلی کاپٹر نے

لیکن مجھے یہ خیال نہ رہا تھا کہ زمین پر کھڑے ہیلی کاپٹر میں بھی ابھی کوئی آدمی موجود ہو سکتا ہے۔
کیپٹن حمید نے کہا۔

کرنل فریدی نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے جھک کر بے ہوش پڑے آدمی کو اٹھا کر کاندھے پر لاد ا۔ اور حمید کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ زمین پر کھڑے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھ گیا۔
”تم اس کا خیال رکھنا۔ میں ذرا اس ہیلی کاپٹر کو چیک کروں۔ کہیں اس میں بھی نگرانی کا کوئی سٹم نہ ہو۔“

کرنل فریدی نے ہیلی کاپٹر کے عقب میں پہنچ کر اس آدمی کو زمین پر لٹایا۔ اور خود ہیلی کاپٹر کے بالکل ساتھ ساتھ احتیاط سے چلتا ہوا اس کے لگے حصے کی طرف بڑھتا گیا۔ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ والے حصے کے قریب پہنچ کر وہ رگ گیا۔ اور اس نے ذرا سا سر اٹکے نکال کر اندر جھانکا۔ وہ تیز نظروں سے ہیلی کاپٹر کی مشینری کو چیک کر رہا تھا۔ کچھ دیر تک بغور جائزہ لینے کے بعد وہ آگے بڑھا۔ اور پھر اچھل کر پائلٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور اس نے مشین کے پیچھے لگے ہوئے ایک علیحدہ ٹرانسمیٹر مآلے کا جھک کر بغور جائزہ لینا شروع کر دیا۔ یہ عام سا ٹرانسمیٹر تھا۔ البتہ یہ لاگت ریج ٹرانسمیٹر تھا۔ اس لئے کرنل فریدی نے

بات ہوا پٹانوں سے مکر گیا تھا۔

”اوہ۔۔۔ آپ زندہ ہیں۔ خدا کا شکر ہے۔“
کیپٹن حمید نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ لیکن کرنل فریدی اس کی بات کا جواب دیتے بغیر اس کے قریب سے کسی گجولے کی طرح دوڑتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔ اور پھر اس نے ایک لمبی جھلانگ لگا کر پیرامیٹر دینگ انداز میں ہیلی کاپٹر سے نیچے گرنے والے آدمی کو چھاپ لیا۔

کیپٹن حمید بھی مشین گن اٹھاتے ان کی طرف دوڑ پڑا۔ لیکن جب تک وہ دماں پھینکا کرنل فریدی اس آدمی کو بے ہوش کر کے سیدھا لٹا ہوا چکا تھا۔

”یہ کیا حاکم تھی۔ تم اس طرح کھلے میدان میں دوڑ پڑے تھے۔“ کرنل فریدی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کیپٹن حمید سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں سمجھا آپ ہٹ ہو گئے ہیں۔“ کیپٹن حمید نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

”تو تمہارا کیا خیال تھا کہ میں فائرنگ کے بعد احمقوں کی طرح اُسی شے میں بیٹھا رہوں گا۔ البتہ تم نے ایسی حرکت کی تھی کہ تم آسانی سے ہٹ ہو سکتے تھے۔“

کرنل فریدی نے ہونٹ بیٹھتے ہوئے کہا۔
”ہیلی کاپٹر کے فائر سے تو میں جمپ لگا کر بچ نکلا تھا۔“

المیٹان بھرے انداز میں سر ہلادیا۔ اور پھر دوبارہ پیچھے
اتر کر واپس پہلی کاپڑ کے عقبی حصے میں آگیا۔ جہاں وہ
آدمی ابھی تک بے ہوش پڑا ہوا تھا۔
”یہ شین گن مجھے دو اور ہم جا کر ایک اور اٹھالو“
کرنل فریدی نے سرد ہلچے میں کیپٹن حمید سے مخاطب
ہو کر کہا۔

اور کیپٹن حمید نے جلدی سے ہاتھ میں پکڑی ہوئی
شین گن فریدی کے ہاتھ میں تھا وہی اور خود اس طرف
بڑھ گیا جہاں لاشوں کے ساتھ شین گنیں پڑی ہوئی تھیں۔
کرنل فریدی نے شین گن کو نال سے پکڑا اور اس
نے اُسے کسی لاش کی طرح گھما کر زمین پر پڑے ہوئے
بے ہوش آدمی کے جڑے پر اس کا دستہ رسید کر
دیا۔ کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی نہ صرف اس
آدمی کا جبراً ٹوٹ گیا بلکہ وہ چیخ مار کر ہوش میں بھی آ
گیا۔

کرنل فریدی نے ایک لمحہ توقف کیا۔ اور وہ آدمی
چیتا ہوا اچھل کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ کرنل فریدی کا ہاتھ
ایک بار پھر حرکت میں آیا۔ اور اس بار دستہ
اس آدمی کی پسلیوں پر پوری قوت سے پڑا۔ اور وہ
کمر تک انداز میں چیتا ہوا اچھل کر نیچے گر ابا تھا کہ
کرنل فریدی نے اچھل کر پوری قوت سے اس کی

پسلیوں میں لات جما دی۔ اور وہ آدمی بڑی طرح پھڑکنے
لگا۔ اس کے حلق سے مسلسل چیخیں نکلی رہی تھیں۔

”سنو۔۔۔ اگر تم نے میرے سوالوں کے جواب
نہ دیئے تو اسی طرح ایک ایک بڑی توڑ دوں گا“
کرنل فریدی کا ہاتھ ساتھ ہی حرکت میں آیا اور شین گن
کا دستہ اس بار اس کے تڑپتے ہوئے بازو پر پڑا۔
”بب۔۔۔ بب۔۔۔ بتانا ہوں۔ مت مارو“

اس آدمی نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔
اور کرنل فریدی نے شین گن کو اچھالا۔ اور اُسے
دستے سے پکڑ کر اس کی نال اس آدمی کی کیپٹی سے
لگا دی۔

”کیا نام ہے متھارا۔ اور کس سیکشن سے تعلق ہے۔
جلدی بتاؤ ورنہ“۔ کرنل فریدی نے جھوٹے
کے سے انداز میں غراتے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میرا نام مٹھوٹی ہے۔ میرا نمبر زیرو
سکٹی ہے۔ اور میرا تعلق زیرو زیرو سے ہے“
اس آدمی نے بھیک مانتے کے سے انداز میں گونگناتا
ہوئے جواب دیا۔

”کہاں سے اڑے ہو۔ جلدی بتاؤ۔“ کرنل فریدی
نے پھاٹکھانے والے ہلچے میں کہا۔
”زیرو زیرو ہیڈ کوارٹر۔ تقری تقری ایونو۔ مشی گن سے

”اوہ اوہ — تو اب یہ واقعی ختم ہو گئے ہیں اور۔“

زیر و زید نے پوچھا۔

”ہیں سر — ان کی لاشیں میرے سامنے زمین پر بڑی ہوئی ہیں۔ سر یہ لوگ تو انتہائی خوف ناک ثابت ہوئے ہیں۔ مجھے اب شک یقین نہیں آ رہا کہ یہ مر کیسے گئے۔ لیکن سر یہ مر چکے ہیں۔ ان کے جسم

گوئیوں سے پھلنی ہوئے پڑے ہیں اور۔“

کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”پورے واقعے کی تفصیل بتاؤ۔ ایک ایک لفظ بتاؤ اور۔“ زیر و زید نے کہا۔

اور کرنل فریدی سمجھ گیا کہ وہ خاصا ذہین آدمی ہے۔

لیکن ظاہر ہے اُسے جواب دینے والا بھی کرنل فریدی

تھا۔ چنانچہ اس نے باقاعدہ پورا واقعہ سنانا

شروع کر دیا کہ کسی طرح وہ یہاں پہنچے اور پھر کس طرح

ایک ہیلی کاپٹر اوپر اڑتا رہا جب کہ دوسرا نیچے اترا۔

وہ خود ہیلی کاپٹر میں بیٹھا رہا۔ اس کے بعد کرنل

فریدی نے بالکل لفظ بلفظ وہ پورا سین سنا دیا جو گورا

تھا۔ البتہ آخر میں اس نے بتایا کہ اس نے شین گن

سے پہلے ایک آدمی کو ختم کیا۔ اور پھر دوسرے

آدمی نے فائر کھولا لیکن اس نے اُسے بھی گرا لیا۔

اوہ دیر ہی گڑ۔ زیر و زید سسٹی۔ تم نے بہت بڑا

”اوہ — تم لوگ دباں کیا کر رہے ہو۔ کوئی رپورٹ نہیں اور۔“ دوسری طرف سے انتہائی ٹھکانہ بلبے میں پوچھا گیا۔

”باس — یہاں حالات انتہائی خراب ہو گئے ہیں۔

جارا ایک ہیلی کاپٹر تباہ ہو گیا ہے۔ میرے علاوہ

باقی سب ہلاک ہو چکے ہیں۔ یہاں دو آدمی زندہ موجود

تھے اور پہاڑی ٹیلوں میں چھپے ہوئے تھے۔ بڑی

مشکل سے ان دونوں کا خاتمہ ہوا ہے۔ اور میں آپ

کو رپورٹ دیتے ہی والا تھا کہ آپ کی کال آگئی اور۔“

کرنل فریدی نے ٹوٹتی کے بلبے میں انتہائی مؤدبانہ

بلبے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”کیا — کیا کہہ رہے ہو نانسن۔ یہ کیسے ممکن ہے۔

زیر و زید نے رپورٹ وہی تھی کہ سب کا خاتمہ ہو

گیا ہے اور تم ہوش میں ہو اور۔“ زیر و زید

کی حلق کے بل پھینکے کی آواز سنائی دی۔

”سر — میں درست کہہ رہا ہوں۔ آپ خود آکر دیکھ

لیں اور۔“ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”اوہ — ان دو آدمیوں کا حلیہ بتاؤ جنہوں نے یہ

سب تباہی کی ہے اور۔“ زیر و زید نے پوچھا۔

اور کرنل فریدی نے اپنا ادراک پیش حمید کا حلیہ بتا دیا۔ اس کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

ٹرانسپیرٹ کر دیا۔

"شکر ہے۔ یہ کال کچھ دیر بعد آئی تھی۔ ورنہ تو بڑا مسکد بن جاتا۔" کرنل فریدی نے ہیلی کاپٹر سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"اس ٹھوکتی کو کیا سو بھی کہ ٹوں ٹوں سن کر ہی چیخ پڑا تھا۔" کیپٹن حمید نے کہا۔

"بس ذہنی دباؤ کہہ لو۔" کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اب کیا پروگرام ہے۔" کیپٹن حمید نے مہلاتے ہوئے پوچھا۔

"پروگرام کیسے۔ اب زید و زیدو آجائے تو پھر اس کے بعد پروگرام بن سکے گا۔ ویسے جو کہ دقامت اور

علیہ ٹھوکتی نے اس کا بتایا ہے وہ تو قدرے مجھ سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کتنے

آدمی ساتھ لے کر آتا ہے۔" کرنل فریدی نے ٹھوکتی کی لاش کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ادہ۔ میں سمجھ گیا۔ آپ اب اس جبرائیل کے میک اپ میں اس گریٹ چیف باس تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"

کیپٹن حمید نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"خاصے سمجھ دار ہو گئے ہو۔ ماشاء اللہ۔ کرنل فریدی نے مسکرا کر کہا۔ اور پھر جبکہ اس نے ٹھوکتی کی

کارنامہ سرا انجام دیا ہے بہت بڑا۔ ادہ زید و سکھی۔ تمہارا نام کیا ہے ادور۔" تعریف کرتے کرتے شاید زید و کو وہم پڑ گیا تھا۔

"ٹھوکتی سر ادور۔" کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اور میرا کیا نام ہے ادور۔" زید و زید و واقعی انتہائی خوشیاد آدمی تھا۔

"جبرائیل سر ادور۔" کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"بونہ۔" اچھا یہ بتاؤ کہ حمارا میکڈ کو اڑ کر کہاں ہے ادور۔" زید و زید و پورا انٹرویو لینے پر تل گیا تھا۔

ادور کرنل فریدی نے بڑے اطمینان سے ٹھوکتی کی بتائی ہوئی ساری باتیں بتادیں۔

"ٹھیک ہے۔ اب مجھے پورا اطمینان ہو گیا ہے۔ تم حیران تو ہو رہے ہو گے۔ لیکن ٹھوکتی تم نہیں جانتے

کہ جنہیں تم نے ہلاک کیا ہے وہ کس پائے کے لوگ تھے۔ تم وہیں رکو میں خود آ رہے ہو۔ میں ان کی

لاشیں خود اٹھا کر گریٹ چیف باس کو بھیجوں گا۔ ادور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے مسرت بھرے لہجے میں

کہا گیا۔

ادور کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر

لش کو ٹانگ سے پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا ایک ٹیلے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے اُسے ایک کھائی میں پھینک دیا۔

"یہاں میک اپ باکس وغیرہ بھی نہیں ہے۔ بہ حال اسے آنے دو۔ یہ اچھا چانس ہے اور اسے کسی قیمت پر بھی گنوا نا نہیں چاہتا۔" کرنل فریڈی نے واپس آ کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں یہ لوگ بھی میلی کا پڑ میں ہی آئیں گے۔" کیپٹن حمید نے کہا۔
 "ہاں ظاہر ہے۔ آخر وہ ایک سیکشن کا چیف ہے۔ کرنل فریڈی نے جواب دیا۔

"تو پھر میں اس میلی کا پڑ کے اندر سیٹوں کے پیچھے چھپ جاتا ہوں۔ میرے خیال میں آخری لمحات میں میرے اچانک نمودار ہونے کی ضرورت پڑ ہی جائے گی۔" کیپٹن حمید نے کہا۔

"نہیں۔ ہو سکتا ہے وہ شک پڑتے ہی میلی کا پڑ اڑا دیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کیپٹن حمید عاشقی کی سوغری مکمل کئے بغیر ہی بیک ٹو پیو بیس ہو جائے۔" کرنل فریڈی نے کہا اور کیپٹن حمید بے اختیار ہنس پڑا۔

میجر پرمود ایمرے سنو کو تباہ کرتے ہی انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا اپنی رہائش گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں طارق پہلے ہی ایمرے کو اپنی کار میں ڈال کر لے جا چکا تھا۔

"اس ایمرے کو ہوش آ گیا ہے۔ وہ بڑی پیچ و پیکار بجا رہا تھا۔ اس لئے میں نے اسے دوبارہ بے ہوش کر دیا ہے۔" میجر پرمود کے پہنچتے ہی طارق نے اُسے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"کچھ زیادہ تو چوٹ نہیں لگا دی۔ اس سے تو انتہائی اہم پوچھ گچھ کرنی ہے۔" میجر پرمود نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں جناب۔۔۔ وہ ٹھیک ہے۔" طارق نے

دو۔ اس کے بعد تم آزاد ہو گے۔ فوراً رنز کا ہیڈ کو اڑا کر کہاں ہے۔ میجر پر مود نے اس کے خاموش ہوتے ہی بڑے باوقار بیچے میں کہا۔

”گگ۔ گگ۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کون سا فوراً رنز میں کسی فوراً رنز کو نہیں جانتا۔“ میجر پر مود کا سوال سنتے ہی ایمبرے پہلے تو بڑی طرح چونک پڑا۔ لیکن پھر اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ابھی تک شدید حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ جیسے اُسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کے سامنے موجود آدمی نے واقعی فوراً رنز کے متعلق ہی پوچھا ہے۔

”سنو۔ میں نے تمہارا اڈہ تباہ کر دیا ہے۔ لیکن تباہی سے پہلے میں نے اس کی مکمل تلاشی لی ہے۔ اس لئے تمہارے اس انکار سے تمہارا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اور میں آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اس کے بعد تم جن عذاب سے گزرنا کی بات ہم سے کر رہے تھے اس سے ہزار گنا زیادہ بڑے عذاب سے تم گزر دو گے۔“ میجر پر مود نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

”میرا کسی فوراً رنز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بس میں کہہ رہا ہوں تم فوراً مجھے رہا کر دو۔“ ایمبرے

مکراتے ہوئے مود باندہ بیچے میں کہا۔

اور میجر پر مود طارق کی رہنمائی میں اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جہاں بے ہوش ایمبرے موجود تھا۔ طارق نے اُسے ایک صوفے پر لٹایا ہوا تھا۔

”اسے صوفے پر بٹھا کر اچھی طرح باندھ دو۔“ میجر پر مود نے کہا۔

اور طارق اس کے حکم کی تعمیل میں تیزی سے حرکت میں آ گیا۔

تھوڑی دیر بعد بے ہوش ایمبرے صوفے کے ساتھ رسیوں سے بندھا ہوا بیٹھا تھا۔ لیکن اس کی گردن ابھی تک ڈھکی ہوئی تھی وہ بے ہوش تھا۔ پھر میجر پر مود کے اشارے پر کیپٹن طارق نے آگے بڑھ کر اُسے ہوش میں لے آ کر شروع کر دیا۔ مسلسل جھجھوڑنے اور رخساروں پر زور دار پھڑکھانے کے بعد ایمبرے ہوش میں آ گیا۔

”کون ہو تم لوگ اور مجھے کہاں لے آئے ہو۔ میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دو ورنہ تم سب اس قدر خوفناک عذاب سے گزر دو گے کہ تمہاری رو میں بھی بلبلاقی پھریں گی۔“ ایمبرے نے ہوش میں آتے ہی بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔

”تمہاری تقریر ختم ہو گئی۔ صرف ایک سوال کا جواب دے

خاص سخت جان ثابت ہو رہا تھا۔

"اور کے" — میجر پرمود نے بڑے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے طارق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی ایک آنکھ نکال دو۔ اور پھر جب تک یہ پتہ نہ بتائے اس کا ایک کان۔ اس کے بعد ناک۔ اور پھر بھی نہ بتائے تو دوسرا کان اور آخر میں دوسری آنکھ۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھوں کی انگلیاں۔ پھر پیرد کی انگلیاں — اس کے بعد دونوں بازوؤں کی ہڈیاں۔ پھر دونوں پنڈلیوں کی ہڈیاں۔ پھر سینے کی ساری ہڈیاں گھونٹنے مار مار کر توڑ دو۔ اور سب سے آخر میں گردن کی ہڈی توڑ دینا — لیکن جہاں یہ پتہ بتا دے وہاں رک جانا۔ باقی کارروائی محاف۔ میجر پرمود نے بڑے ٹھنڈے ہلچے میں کہا۔ اور خود واپس دروازے کی طرف مڑ گیا۔

"سنو — میری بات سنو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں" میجر نے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا۔ لیکن میجر پرمود نے بغیر اسی طرح قدم بڑھاتا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے کان میں ایمرے کی ہولناک آواز سنائی دی۔

اور میجر پرمود نے سر ہلایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ طارق

نے کارروائی شروع کر دی ہے۔

وہ قدم بڑھاتا باہر برآمدے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ ایمرے چاہے کتنا ہی باحوصلہ کیوں نہ ہو۔ انسانی قوت برداشت بہر حال کسی نہ کسی جگہ آ کر شکست کھا ہی جائے گی۔ کمرے سے ایمرے کی مسلسل کرپناک چیخیں نکلی رہی تھیں۔

"خاص سخت جان ثابت ہو رہا ہے۔" میجر پرمود نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اندراب خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ لیکن جلد ہی پھر چیخیں شروع ہو گئیں۔

"بتاتا ہوں بتاتا ہوں — تم ظالم۔ بے رحم ہو۔ بتاتا ہوں۔" اچانک ایمرے کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی اور میجر پرمود مسکراتا ہوا واپس مڑ گیا۔

"باس۔ یہ تیار ہے بتانے کے لئے" کمرے میں داخل ہوتے ہی طارق نے کہا۔ اور میجر پرمود نے دیکھا کہ ایمرے کی حالت بے حد خراب ہو رہی تھی۔ اس کی ایک آنکھ۔ کان اور ناک کٹ چکا تھا۔ چار انگلیاں بھی کٹ گئی تھیں۔ البتہ ایک آنکھ سلامت تھی۔

"تم نے ترتیب غلط کر دی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ انگلیوں سے پہلے دوسری آنکھ نکال دینا" — میجر پرمود

اور طارق سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ
ساتھ ہاتھ روم سے پانی کا جگ لینے گیا تھا۔
"فورکارنز کے کتنے سیکشن ہیں۔" میجر پرمود
نے پوچھا۔

"چار سیکشن ہیں۔ دن دن۔ ٹو۔ ٹو۔ ٹھری۔ ٹھری۔ فور فور
اور پھر گریٹ چیف باس اور اس کا ہیڈ کوارٹر"
ایمبرے نے فوراً ہی جواب دیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ میجر پرمود کوئی جواب دیتا۔
اچانک اس کے کانوں میں طارق کی چیخ سنانی دی۔

میجر پرمود بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور اچھل کر کھلے
دروازے کی سائیڈ میں ہو گیا۔ اس نے بجلی سے بھی زیادہ
تیز رفتاری سے رول اور نکل لیا تھا۔ لیکن اسی لمحے
برآمدے کی طرف کھلنے والی کھڑکی ایک زوردار دھماکے
سے ٹوٹی اور پھر کمرے میں ایک چپٹا سا بم عین اس جگہ
آگرا جہاں ایمبرے بیٹھا ہوا تھا۔ ایک خون ناک

دھماکہ ہوا اور میجر پرمود کو یوں محسوس ہوا جیسے کمرے میں
سورج اتر آیا ہو۔ اور ساتھ ہی پورا کمرہ کسی غلائی جہاز کی
طرح آسمان کی طرف پرواز کر گیا ہو۔ اس کا اپنا ذہن
بھی دھماکے کے ساتھ ہی تاریک ہو گیا تھا۔ نیدن پڑے جیسے
پردہ یک لخت ہٹ جاتا ہے۔ اس طرح میجر پرمود کے
ذہن سے تاریکی بھٹک گئی۔ اور اسی لمحے میجر پرمود نے

نے سرد ہلچے میں طارق سے مخاطب ہو کر کہا۔
"سوری باس۔ میں بھول گیا تھا۔ اور پھر میں نے سوچا
کہ شاید بتا دے۔" طارق نے شرمندہ سے
ہلچے میں کہا۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود تیز دھار
خنجر موجود تھے۔ خنجر سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا
"پپ۔ پپ۔ پانی۔" ایمبرے نے
ڈوبتے ہوئے ہلچے میں کہا۔

"تم کہہ رہے ہو یہ بتانے پر تیار ہے۔ نکالو دوسری
آٹکھ۔" میجر پرمود نے کڑک کر کیپٹن طارق سے کہا۔
اس نے ایمبرے کی پانی والی بات اس طرح نظر انداز
کر دی تھی جیسے سنی ہی نہ ہو۔ اور طارق سر ہلاتے
ہوئے تیزی سے آگے بڑھا۔

"رک جاؤ۔ فارگاڈ سیک۔ رک جاؤ۔ میں بتاتا ہوں۔
فورکارنز کے ہیڈ کوارٹر کو میں نہیں جانتا۔ میرا تعلق تو فور
کارنز کے سیکشن دن دن سے ہے۔ اور میرا
ریٹک نیروز پروڈیون ہے۔ ہمارا باس دن نیرو ہے۔
اور اس سیکشن کا باس دن دن ہے۔" ایمبرے
نے چیختے ہوئے جواب دیا۔

"اب اسے پانی پلاؤ۔ اگر یہ ہمارے ساتھ تعاون کرے
گا تو ہم بھی اس سے پورا تعاون کریں گے۔"
میجر پرمود نے سرد ہلچے میں طارق سے مخاطب ہو کر کہا۔

میجر پر مود تیزی سے سمٹ کر نیچے بیٹھ گیا۔ اب وہ چھت کے سٹرکچر کے بننے کی ادٹ میں ہو گیا تھا۔ دیو اور اس کے ہاتھ میں تھا۔

”باس۔ اندر افراد کی لاشیں نکالنی ہیں۔“ ایک چھتی ہوئی آواز میجر پر مود کے کانوں میں پڑی۔

”بالکل۔ یہ تحفہ تو باس کو بھیجنا ہے۔ تم باہر موجود

سارے آدمیوں کو بلاؤ۔ جلدی کر دو۔“ میجر پر مود

کے دائیں طرف موجود سائے کی طرف سے آواز سنائی

دی۔ اور اس کے ساتھ ہی باقی سائے پیچھے ہٹتے

ہوئے غائب ہو گئے۔ جب کہ وہ سایہ بنے باس

کہا گیا تھا بدستور وہیں موجود نظر آ رہا تھا۔ وہ اب جھک

کر کسی کو دیکھ رہا تھا۔ میجر پر مود تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو

گیا۔ اور پھر جیسے بھوکا عقاب کسی چڑیا پر بھیٹتا ہے

اس طرح میجر پر مود نے اس سائے پر پھلانگ لگا دی۔

وہ چاہتا تو وہیں سے فائر کر کے بھی اُسے گر اسکتا تھا۔

لیکن اُسے معلوم تھا کہ فائر کی آواز سے باہر موجود سب

افراد چونک کر ہو جائیں گے۔ اس لئے اس نے اس

پر پھلانگ لگا دی تھی۔ اور پھر وہ اس سائے کو

دبوچتا ہوا نیچے فرش پر گرا۔ اس سائے نے نیچے گرتے

ہی بڑی مہارت سے میجر پر مود کو اچھال کر ایک طرف

پھینکنا چاہا۔ لیکن میجر پر مود کے ذہن پر تو اس وقت

اپنے جسم پر چھت کا لمبہ گرتے ہوئے محسوس کیا۔ وہ چونکہ

دروازے کی سائیڈ میں دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس لئے

چھت کا لمبہ اس پر گرنا ضرور تھا لیکن بے حد کم مقدار میں۔

البتہ درمیان میں بٹے کا ڈھیر سا لگ گیا تھا۔ اور پھر

ایک اور خوف ناک دھماکہ ہوا اور چھت کا لوہے کا سٹرکچر

جس میں بھری اور سیمنٹ بھرا ہوا تھا۔ نیچے آگرا۔ اس

کے سر یوں کے ٹوٹے ہوئے کنارے تیز بھریوں کی

طرح دیوار کے ساتھ کھڑے میجر پر مود سے رگڑ کھلتے

ہوئے نیچے گرے۔ اور میجر پر مود کو یوں محسوس

ہوا جیسے سر سے پیر تک کسی نے خنجر کی مد سے

اُسے پھیل دیا ہو۔ اس کے کپڑے دھبیوں کی صورت

میں ہو گئے تھے۔ اور شاید انہی کپڑوں نے اُسے

بچا بھی لیا تھا۔ ورنہ شاید سر یوں کے یہ کنارے اس

کے جسم کو بھی دھبیوں کی صورت میں لیر لیر کر دیتے۔ البتہ

اس کے پہرے اور ٹانگوں پر رگڑ کے تیز نشانات ابھر

آئے تھے۔

بہر طرف گرد و غبار کی موٹی تہ پھیل گئی تھی اور چند

انچ سے زیادہ فاصلے پر کوئی چیز نظر نہ آرہی تھی۔ لیکن

چھت کا سٹرکچر گرنے کے بعد قدرے روشنی ہو گئی اور

میجر پر مود نے چُنہ ہی ہوئی آنکھوں سے دھند کے پار سے

چند سائے دیکھ لئے۔

خون سوار تھا۔ اس نے نیچے گرتے ہی پوری قوت سے وہ ہاتھ سمیٹا جس میں ریو اور تھا اور پھر کھٹاک کی زوردار آواز کے ساتھ ہی ریو اور کا دستہ اس آدمی کی ناک پر پوری قوت سے پڑا۔ اور وہ آدمی اتنے زور سے تڑپا کہ میجر پر مود لیٹ کر سائیڈ میں گرا۔ لیکن نیچے گرتے ہی میجر پر مود کا نچلا جسم یک لمخت ہوا میں اٹھا۔ اور پھر اس کی دونوں جڑی ہوئی ٹانگیں پوری قوت سے اٹھتے ہوئے اس آدمی کے سینے پر پڑیں۔ اور اُسے اپنے ساتھ لئے ہوئے دھاکے سے نیچے گمیں۔ اور میجر پر مود نے پانی سے نکلی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ کر ایک بار پھر ریو اور کا دستہ اس کی کنپٹی پر پوری قوت سے ٹھونک دیا وہ دستہ مارنے کے لئے اتنی تیزی سے گھوما تھا کہ اس کا نچلا جسم کسی پنڈولم کی طرح دوسری طرف گھوم گیا تھا۔ اور اوپر والا جسم پوری قوت سے اس آدمی پر جا گرا تھا۔ اور دوسرا دار خاصا زوردار ثابت ہوا اور وہ آدمی ساکت ہو گیا۔

اُسی لمحے پر مود کو دور سے بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میجر پر مود اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اٹھتے ہوئے اس نے طارق کو بھی دیکھا۔ وہ سایہ جسے میجر پر مود نے مارا تھا اس طارق پر جھکا ہوا تھا۔

طارق اونٹ سے منہ پڑا تھا۔ اس کے سر کی پھلی طرف ضرب لگائی گئی تھی۔ لیکن اس کے جسم میں معمولی سی حرکت موجود تھی۔ وہ اس وقت راہداری میں تھے۔

میجر پر مود نے اٹھتے ہی ریو اور ایک طرف اچھال دیا۔ کیونکہ کپڑے اس برمی طرح پھٹ چکے تھے کہ کوئی جیب ہی باقی نہ رہی تھی۔ اور پھر اس نے تیزی سے جھک کر طارق اور اس دوسرے باس کا ایک ایک ہاتھ پکڑا۔ اور انہیں گھسیٹ کر دوڑتا ہوا سامنے والے کمرے میں داخل ہو گیا۔ راہداری کے دوسری طرف کے کمرے درست حالت میں تھے۔ وہ انہیں گھسیٹا ہوا کمرے کے درمیان فی دروازے سے گزر کر پچھلے ہاتھ دوم میں آگیا۔

اور پھر انہیں وہیں جھوڑ کر اس کے ہاتھ دوم کا دروازہ بند کیا اور پچھلی چڑھا دی اس کے بعد اس نے ایک طرف پڑا ہوا پانی سے بھرا ہوا برتن اٹھایا۔ اور اسے طارق کے چہرے پر انڈیل دیا۔ چند ہی لمحوں بعد طارق بھر بھری لے کر حرکت میں آیا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"آواز نہ نکالنا طارق۔ باہر دشمن موجود ہیں۔ طارق کے جسم کو حرکت میں آتے ہی میجر پر مود نے جھک کر سرگوشیاں انداز میں طارق سے کہا۔

اور طارق نے حلق سے نکلنے والی بے اختیار کراہ کو بھی زبردستی دبایا۔

بوٹ کی ٹوامی اور بوڑھے کا تڑپتا ہوا جسم ایک جھٹکا کھا کر ساکت ہو گیا۔ میجر پرمود تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے عمارت کا اندرونی صدر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ اور اس کا خیال درست ثابت ہوا۔ کوٹھی واقعی خالی تھی۔ میجر پرمود تیزی سے واپس بھاگا اور سائیڈ میں آکر اس نے طاقی کو عمارت کی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ طاقی اس بے ہوش آدمی کو اٹھائے برآمدے کی طرف آیا۔ اور پھر میجر پرمود نے بے ہوش آدمی کو برآمدے میں ہی اس سے لے لیا۔

”تم یہیں رکو۔ میں اندر اس سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔ یہ ان حملہ آوروں کا باس ہے۔“ میجر پرمود نے طاقی سے کہا۔

اور پھر طاقی کے سر ہلانے پر وہ اس آدمی کو اٹھائے عمارت کے ایک درمیانی کمرے میں لے آیا۔ اس نے اس آدمی کو نیچے فرش پر پشت کے بل لٹایا۔ اور پھر اس نے اس کے دونوں بازو کیخیم کر اس کے سر کے پیچھے کئے اور ایک بھاری صوف گھسیٹ کر اس نے اس کے پائے اس آدمی کی دونوں پتیلیوں پر رکھ دیئے۔ اس کے بعد وہ اس کی ٹانگوں کی طرف بڑھا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے بوٹ اتار دے اور جرابیں کیخیم کر اتار دیں۔

بوڑھے نے پھانک کی کھڑکی بند کی اور پھر عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ دونوں سائیڈ کی دیوار سے لگے کھڑے تھے۔ بوڑھا تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت میں داخل ہو گیا تو میجر پرمود نے طاقی کو دہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر دبے پاؤں دوڑتا ہوا سائیڈ سے نکل کر عمارت کے سامنے کے رخ سے گزر کر برآمدے کی طرف آیا تو اس نے فون کے ڈائل کئے جانے کی آواز سنی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا تو اس نے برآمدے کے کونے میں سٹینڈ پر پڑے فون کے سامنے اُسی بوڑھے کو جھٹکے ہوئے دیکھا۔ کوٹھی کے تمام دروازے بند تھے۔ میجر پرمود سمجھ گیا کہ کوٹھی خالی ہے۔ اور صرف چوکیدار ہیں۔ اور وہ شاید باہر کی پولیش کا جائزہ لے کر اب پولیس کو فون کر رہا ہے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ چوکیدار ابھی آخری منبر ڈائل کرنے ہی والا تھا کہ میجر پرمود کی آہٹ سن کر چونک کر مڑا۔ اور پھر سامنے میجر پرمود کو کھڑے دیکھ کر مسرور اس کے ہاتھوں سے پھسل گیا۔ میجر پرمود کا چہرہ اور سر کے بال گرد سے اٹے ہوئے تھے۔ صرف کوٹ اور پتلون صاف تھیں۔ اُسی لمحے میجر پرمود کا ہاتھ لہرایا اور اس بوڑھے کی کپٹی پر ایک پٹاخہ چھوٹا اور بوڑھا لہراتا ہوا فرش پر گر گیا۔ میجر پرمود نے آگے بڑھ کر اس کی کپٹی پر

”دیر و نامتن ردڈ پر چار سو پو الیس نمبر عمارت کے نیچے
 کھینے، وہ کیمو ٹریچنگ سنٹر ہے۔ دن زیر و کا نام راج
 ٹھہرے۔“ زاکو راکسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بول پڑا۔
 اور میجر پر مود کا اٹھا ہوا ہاتھ پوری قوت سے نیچے
 کھپایا۔ اور اس کی انگلی کا ہک اتنی قوت سے اس کی
 لگائی پڑا کہ پیشانی میں گڑھا سا پڑ گیا۔ اس کے
 ہاتھ ہی زاکو راکسی لخت تڑپا اور پھر اس کا جسم
 غلامت ہو گیا۔ اس کا سینہ ایک زرد دار جھکا کھانکر
 ماکت ہو گیا تھا۔ وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ انگلی کے
 پُری نے خون کی مین شریان کو پچکا دیا تھا۔ اس طرح
 گھنے کی روانی دل کی طرف جانے سے بند ہو گئی تھی۔
 ”مارا کو راکسی ہلاک ہو گیا۔ البت اس کا طبع معائنہ
 میجر پر مود تو یہی نتیجہ نکلتا کہ وہ ہارٹ اٹیک سے مرا
 نتھنوں میں
 جھکا دینے پر مود کی خاص تکنیک تھی۔ پیشانی کی رگ کا
 نٹھنے آدھے تھا۔ لیکن اس کی حفاظت نتھنوں کے
 سے لہو جو دار ایک رگیں کرتی تھیں۔ اور اگر نتھنوں کو
 پہنچے جاتے تو پھر اس رگ پر ہر چوٹ کا مطلب ہارٹ
 کی موت میں نکلتا تھا۔ ہلکی چوٹ کا مطلب تھا کہ
 ہارٹ ایک یہ اس قدر خوف ناک طریقہ کار تھا کہ
 بڑے سے بڑا طاقت ور اور مضبوط اعصاب کا آدمی

جراہوں کو آپس میں باندھ کر اس نے بندھی ہوئی جرابوں
 سے اس کی دونوں پنڈلیاں اکٹھی کر کے انہیں اچھی
 طرح کس کر باندھ دیا۔ اور پھر خود وہ جاکر اس
 صوفے پر بیٹھ گیا جس کے پایوں کے نیچے اس آدمی
 کے ہاتھ دبے ہوئے تھے۔ اس کا وزن پڑنے سے اس آدمی کے جسم میں یک لخت
 تیز حرکت پیدا ہوئی۔ میجر پر مود صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔
 اور اس نے دونوں پیر اس آدمی کے سر کے دونوں
 طرف رکھے ہوئے تھے۔ اور وہ اس آدمی کے
 پہرے پر جھکا ہوا تھا۔ اس آدمی کے جسم میں حرکت
 محسوس کرتے ہی میجر پر مود نے اس کے نتھنوں میں دونوں
 انگلیاں ڈالیں۔ اور ایک زرد دار جھکے سے ہاتھ
 اس نے اپنی طرف کھینچا۔ تو چوڑی آواز کے ساتھ ہی
 اس آدمی کے نتھنے چرتے گئے اور ساتھ ہی اس
 آدمی کے حلق سے ایک زرد دار پیچ نکلی۔ اس
 نے تڑپ کر اٹھنا چاہا۔ لیکن اس کے ہاتھ صوفے
 کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ اور اس صوفے پر میجر
 پر مود خود بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ٹانگیں بھی
 بندھی ہوئی تھیں۔ اس لئے ظاہر ہے وہ اٹھنا تو کجا
 کے بھی قابل نہ رہا تھا۔

چند باتیں

معزز قارئین! سلام سنوں۔ فور کارنرز کا دوسرا حصہ آپ یقیناً پڑھنے کے لئے
بے چین ہوں گے لیکن آپ کے خطوط بھی عمران کے ایڈیٹر سے کچھ کم دلچسپ نہیں ہوتے اس
لئے چند خطوط کی دلچسپی میں پہلے حصہ لے لیجئے پھر اطمینان سے عمران کو پڑھتے رہیئے۔

لاہور سے رانا ندیم احمد لکھتے ہیں: گذشتہ دنوں ہمیں ایک مہم سر کرنے کی سوجھی
اور ہم چند دوستوں نے فیصلہ کیا کہ ہم اکیسٹھ کو بے نقاب کریں گے۔ پھر ہمیں ایک نقاب پوش
بھی نظر آیا جی ہاں! لیکن اس کے ساتھ سات ہٹے کٹے آدمی بھی تھے لیکن ہم عمران سے
بہادری میں کم تو نہ تھے اس لئے ہم نے انہیں لٹکا را اور اس نقاب پوش کو بے نقاب کر لے
کے لئے آگے بڑھے ہی تھے کہ ان سات افراد کے ساتھ ساتھ ارد گرد کے دکاندار اور راہ
چلنے والے دوسرے افراد بھی ہم پر پل پڑے اور نتیجہ یہ کہ اب ہم بستر پر پڑے ہاتھ ملے
بھی کر رہے ہیں اور آپ کو خط بھی لکھ رہے ہیں۔ اب تفصیل کیا لکھیں آپ کو پتہ تو چل
ہی گیا ہو گا کہ وہ نقاب پوش دراصل ایک خاتون تھیں۔

رانا ندیم احمد صاحب! کیا لاہور میں آنکھوں کے ماہر ڈاکٹر حضرات ہیچو نہیں ہیں (آپ
کے زخموں کی وجہ سے میں نے ازراہ بہمدردی دماغ کے ماہر ڈاکٹر حضرات بھیجن لکھا وہ نہ حتی تو
یہی بننا تھا) آپ برائے کم زخموں کے مندل ہونے کے بعد کسی ماہر ڈاکٹر سے ضرور مشرف
ملاقات حاصل کریں۔ اُمید ہے آئندہ آپ کی جس شناخت درست کام کیا کرے گی۔

منڈی بہاؤ الدین سے محمد ادیس قریشی لکھتے ہیں: میں نے بھی عمران کی پیروی میں
ٹھونگ کی دال کھانی شروع کر دی لیکن اس دال نے میرے سر کے سارے بال جھاڑ دیئے
میں عمران کا بھی یقیناً یہی حشر ہوا ہو گا۔ یعنی وہ بھی گنجا ہو چکا ہو گا اس لئے آپ اس کی

تصویر شائع نہیں کرتے۔

محمد اویسن قریشی صاحب کو آپ تو ابتدا میں ہی ٹھیکہ گئے۔ عمران کی طرح مستقل مزاجی سے کام لیتے اور رنگ و مٹی کی ڈال کھانا نہ چھوڑتے۔ پھر دیکھتے کہ خدا کیا دکھانا ہے یہی تو مرثیہ سرگنا ہوا ہے۔۔۔۔۔ ایک شاعر نے کہہ ہے

ابنائے عشق ہے دولت ہے کیا۔ آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا
کونشے خالد اختر لکھتے ہیں۔ میں بھی عمران کی طرح رنگ آرٹ کا ماہر بننا چاہتا ہوں۔
بلے مہربانی میری اس سلسلے میں رہنمائی کیجئے۔

خالد اختر صاحب اسگ آرٹ کا ماہر تو ابھی عمران خود بھی نہیں بن سکا۔ ورنہ آقاں کی جوتیاں اس کے سر پر تڑا تڑا نہ برس سکتیں۔ دیئے آپ نے عمران کی پروری ہی کہہ سکتے تو آغاز ان جوتیوں والے سبق سے کیجئے۔ کیا خیال ہے۔

مرگودہ سے امجد وحید صاحب لکھتے ہیں۔ آپ نے جاسوسی ادب میں اب تک کئی خوبصورت اور جاندار کردار تخلیق کئے ہیں مثال کے طور پر کپڑا کی شکل، مائیگر۔ جونا اور خاص طور پر فیصل کا کردار تو بہت ہی خوبصورت ہے آپ اب سیکرٹ سروس میں بھی چند نئے اور خوبصورت کردار تخلیق کر کے شامل کیجئے تو ناول پڑھنے کا لطف دو بلا ہوجائے گا۔

امجد وحید صاحب اپنے کرداروں کی پسندیدگی کا شکریہ۔ جہاں تک سیکرٹ سروس میں نئے کرداروں کی شمولیت کا تعلق ہے تو مجھے ان کے بارے میں یہ کہیں کوئی اقدام نہیں کرنا۔ جو ممکن ہے بلے کرداروں نے غریب طور پر کوئی یونین بنالی ہو یا پھر ایکٹیو اپنی ہول اپنی کی وجہ سے ان کی باتامدہ ریٹائرمنٹ کا منتظر ہو۔ امید تو یہاں اچھی ہی رکھنی چاہیے۔

والسلام

منظر کلیم ایم اے

میں کوٹھی میں جولیا اور سیکرٹ سروس کے ممبران موجود تھے وہ بلے کا ڈھیر بن چکی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے کوٹھی پر ایٹم بم گر دیا ہو۔
سکار روکتے ہی عمران بجلی کی سی تیزی سے نیچے اتر آ اور دوڑتا ہوا جولیا کی کوٹھی کے بالکل سامنے ٹھہر کر پار کوٹھی کے عقبی دروازے کی طرف دوڑتا گیا۔ صفدر نے بھی اپنے ذہن کو جھٹکا اور پھر وہ بھی نیچے اتر کر عمران کے پیچھے دوڑتا گیا۔ جیسے ہی عمران دروازہ پر پہنچا۔ اُسی لمحے دروازہ کھول کر ایک آدمی نے باہر جھانکا۔ اور عمران اُسے گھسیٹا ہوا اندر لیتا گیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے اس کی گردن کے گرد دونوں بازوؤں کو مٹی لٹ سمت میں جھٹکا دیا اور اس آدمی کا جسم

”آصفدر“ — عمران نے واپس سیڑھیوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ اس قدر خوشنواظ نظر آ رہا تھا کہ صفر نے فوراً نظریں بھکالیں۔

عمران دوڑتا ہوا سیڑھیوں پر پہنچا اور پھر اُسے پھلاگتا ہوا نیچے اترتا گیا۔ اُسی لمحے اس نے سامنے کھلے دروازے سے ایک چہرے کو ایک سخت پیچھے ہوتے دیکھا تو وہ بُری طرح چونک پڑا۔

”چوٹان — یہ چوٹان کا چہرہ تھا“ — عمران نے بے اختیار چیخ کر کہا۔ اور اس کے پیچھے آنے والا صفر ایک سخت چونک پڑا۔

عمران کی تیز آواز جیسے ہی بلند ہوئی تیجھے ہٹنے والا چہرہ دوبارہ دروازے میں نمودار ہوا۔ وہ دافنی چوٹان تھا۔ اور چوٹان اپنے سامنے عمران اور صفر کو دیکھ کر جلدی سے آگیا۔

”آپ نے یہاں سے کوٹھی پر فائر کیا تھا“

چوٹان کے بلبے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”بتاؤ۔ جو لب اور باقی ساتھی کہاں ہیں“ — عمران نے جلدی سے آگے بڑھ کر چوٹان کو بُری طرح جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

اُسے اچانک یہ خیال آگیا تھا کہ شاید صرف چوٹان باہر تھا اور وہی بچ بھلا ہے۔

”ابھی چند لمحے پہلے اچانک کال آئی تھی۔ باس تھری تھری نے براہِ راست بات کی تھی۔ انہوں نے جب مجھ سے بات کی اور پوچھا تو میں نے سوشن بتا دی۔“ — انہوں نے فائر کا حکم دے دیا اور کہا ”ٹوٹو غدار ہو چکا ہے۔ اُسے سزا دے دی گئی۔“ اور اب تم ٹوٹو ہو۔“ ٹوٹو نے اُسی لمحے کانپا ہوئے اور بیٹھنے لگے۔

”کہاں ہے اس تھری تھری کا ہیڈ کوارٹر۔ کون ہے وہ۔ جلدی بتاؤ۔ جلدی فوراً“ — عمران نے اور زیادہ زور سے اس کا چہرہ انگلیوں سے دباتے ہوئے کہا۔

”تھری تھری سر رالف ہے۔ ناراک کے ہوٹل رالف کے مالک سر رالف“ — ٹوٹو نے جواب دیا۔

”اس کا ہیڈ کوارٹر اُسی ہوٹل میں ہے۔“ — عمران نے پوچھا اور ٹوٹو نے سر ہلا دیا۔

اور اس کے ساتھ ہی عمران نے دونوں ہاتھوں کو زوردار جھٹکا دیا اور کٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ٹوٹو کی گردن بھی ٹوٹ گئی۔ عمران اچھل کر پیچھے ہٹا۔ اور ٹوٹو کا پھر کٹا ہوا جسم نیچے گر کر چند لمحے پھر کٹا رہا پھر ساکت ہو گیا۔

”وہ ٹیک ہیں۔ میں چونشن چیک کرنے آیا تھا“

چوٹان نے عمران کی حالت دیکھ کر گہرائے ہوئے پہلے میں کہا۔

اور عمران نے ہاتھ پھوڑ کر اطمینان کی ایک زوردار سانس لی۔ اس کا چہرہ تیزی سے نارمل ہونے لگا گیا تھا۔ جب کہ صفدر کا سستا ہوا چہرہ بھی چوٹان کی بات سن کر کھل اٹھا۔

”کہاں ہیں وہ۔ کیسے پہنچ گئے تھ۔ کوٹھی تو تباہ ہو گئی“۔ اس بار صفدر نے تیز پہلے میں پوچھا۔
”ہاں۔۔۔ لیکن ہم پہلے دہاں سے نکل چکے تھے۔
بولیا نے اچانک اس کوٹھی کی کھڑکی کو چیک کر لیا تھا۔
اور پھر دور بین کی مدد سے اس نے دیکھ لیا۔ کہ کوئی خوف ناک گن کا دھماکا اس کھڑکی سے ذرا سا باہر نکلا ہوا تھا۔
اور اس کا رخ بالکل ہماری کوٹھی کے سنٹر والے حصے کی طرف تھا۔ اور نعمانی نے دور بین سے اُسے

دیکھتے ہی بتا دیا کہ انتہائی خوف ناک اور تباہ کن ہتھیار ٹاپ سنگرز ہے۔ جن سے نکلنے والا ہم ٹاپ سنگرز ہم کہلاتا ہے۔ اور یہ بڑی بڑی عمارتوں کو ایک لمحے میں تنکوں کی طرح کبیر دیتا ہے۔ اس پر مس بولیا نے فوراً کوٹھی خالی کرنے کے لئے کہا۔ چونکہ سامنے کی طرف نگرانی کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے ہم سب

گھر میں سے ہو کر عقبی طرف نکلے۔ اور پھر ہم مختلف جگہوں سے گھوم کر ادھر آ رہے تھے کہ ہم نے انتہائی خوف ناک دھماکا سنا اور پھر ہمارے والی کو بھی تباہ ہو گئی۔ چونکہ دور دور تک پتھروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم گلی میں ہی دبک گئے۔ اور اس کے بعد ہم سڑک پر پہنچے۔ اور میں اس کوٹھی کی چونشن دیکھنے آیا تھا۔ وہ پیچھے ایک زیر تعمیر عمارت میں ہیں۔

چوٹان نے جلدی جلدی جواب دیتے ہوئے کہا۔
”ادہ۔ جاؤ۔ جا کر انہیں کہہ دو کہ وہ سب علیحدہ علیحدہ ہو کر فوراً بندرگاہ پر پہنچ جائیں۔ دہاں گھاٹ نمبر تین کے قریب موجود ہیں۔ میں اور صفدر وہیں پہنچ جائیں گے۔ جلدی کرو۔ دیر مت کرو۔“ عمران نے تیز پہلے میں کہا۔

اور چوٹان سر ہلاتا ہوا مڑا اور تیزی سے دروازے سے نکل کر غائب ہو گیا۔

”آؤ صفدر۔ ابھی یہ سارا علاقہ پولیس گھیر لے گی۔ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔“ عمران نے سڑک پر صفدر سے کہا۔ اور پھر وہ دونوں ایک ایک کر کے جہاں نکلے اور پھر سائیڈ سکی گلی سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ چونکہ پولیس کی گاڑیوں کے سامنے اب ہر طرف سے آتے سنائی دے رہے

آیا ہے۔ — عمران نے دربان سے مخاطب ہو کر انتہائی باوقار ہلچے میں کہا۔

"ادہ جناب انتھونی اندراپنے دفتر میں ہیں۔ آپ تشریف لے جائیں۔ سامنے سیڑھیوں کا اختتام ان کے دفتر پر ہوتا ہے۔" — دربان نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا اور عمران صفدر کو ساتھ لئے تیزی سے آگے بڑھا۔ اور پھر سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپر ایک راجداری میں پہنچ گیا۔ سامنے ایک بند دروازے کے باہر بھی ایک باوردی دربان موجود تھا۔ اور دروازے پر انتھونی پر وپرائمر کی تختی لگی ہوئی تھی۔

"یس سر۔" — دربان نے عمران کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"اندر جا کر کہو پرنس آف ڈھمپ آیا ہے۔ جلدی کر دیں۔" — عمران نے تیز ہلچے میں کہا۔

اور دربان نے بجائے اندر جانے کے سائیڈ پر پڑا ہوا انٹرکام کا رسیور اٹھالیا۔

"یس۔ دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

سر کوئی پرنس آف ڈھمپ آتے ہیں ان کے ساتھ ایک اور صاحب بھی ہیں۔" — دربان نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔

تھے۔ اس لئے عمران نے کار کی طرف جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔

مختلف ٹھیکوں سے گزر کر وہ جلد ہی ایک معروف سڑک پر پہنچ گئے۔ اور پھر عمران نے ایک غالی ٹیکس کو ہاتھ دیا۔ ٹیکسی ان کے قریب آ کر رگ کھچی اور عمران نے صفدر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور خود بھی دروازے پر کھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"جائز کلب لے چلو۔" — عمران نے تیز ہلچے میں ٹیکسی ڈرائیور سے کہا۔

اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ٹیکسی ایک

دو منزلہ لیکن خوب صورت اور جدید ڈیزائن کی عمارت کے سامنے رگ کھچی۔ جس پر ایک جہازی سائیکل

بورڈ لگا ہوا تھا۔ اور بورڈ پر جائز کلب کے الفاظ جلی بچھ رہے تھے۔

عمران نیچے اترا اور اس نے جیب سے ایک نوٹ نکال کر ٹیکسی ڈرائیور کے ہاتھ پر رکھا۔ اور تیزی سے کلب کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ صفدر اس کے پیچھے تھا۔

مین گیٹ پر ایک باوردی دربان موجود تھا۔ "انتھونی اندر ہے۔ اُسے کہو پرنس آف ڈھمپ

”کیا تمہیں باس کی طرف سے پرنس آف ڈمپ کا کو ڈ نہیں بتایا گیا تھا۔“ عمران کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

”جی۔ بالکل بتایا گیا تھا۔ میں تو آپ کا تعارف پوچھ رہا تھا جناب۔“ انتھونی نے گہرائے ہونے پہلے میں کہا۔

”سنو۔ تعارف کا موقعہ نہیں ہے۔ کیا تم مجھے اور میرے ساتھیوں کو جلد از جلد یہاں سے نکال کر ناراک پہنچا سکتے ہو۔“ عمران نے سخت اور سچاٹ لہجے میں کہا۔

”اوہ سر۔ میں جہاز چارٹر کر دیتا ہوں۔ انتھونی نے کہا۔

”نہیں۔ کسی معروف طریقے سے نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فورکارنر نے یہاں فوری طور پر چیکنگ کروا دی ہو۔“ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

”ایک منٹ سر۔ میں معلوم کرتا ہوں۔“ انتھونی نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔ اور پھر اس نے جلدی سے میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

”یس۔ ممکن سیکنگ۔“ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”اوہ اچھا۔ انہیں اندر بھیج دو۔“ ریسیور سے حیرت بھری آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ آٹومینٹک انداز میں کھلتا گیا۔

”تشریف لے جاتے جناب۔ باس اندر ہیں۔“ دربان نے اس بار مودبانہ انداز میں سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

اور عمران کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ ظاہر ہے صفدر اس کے پیچھے تھا۔

یہ کمرہ انتہائی قیمتی سامان سے سجا ہوا تھا۔ اور نفیس انداز کی بڑی سی میز کے پیچھے ایک ادھر عمر یکسو لمبے قد کا ایک بڑی بیٹھا حیرت بھرے انداز میں عمران اور صفدر کو دیکھ رہا تھا۔

”میرا نام انتھونی ہے۔ اور میں اس کلب کا مالک ہوں۔“ انتھونی نے بیٹھے بیٹھے سچاٹ لہجے میں کہا۔

”ایکسٹو۔“ عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

اور اس بار انتھونی اس طرح اچھل کر کھڑا ہوا جیسے اس کے قدموں تلے بم پھٹ پڑا ہو۔

”اوہ اوہ۔ آپ۔ آپ۔ کون ہیں۔“ انتھونی نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

مردبانہ بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور انتھونی نے او۔ کے کہہ کر سیور رکھ دیا۔
 ”آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں“ انتھونی نے پوچھا۔

”ہم سمیت چھ مرد اور ایک عورت“ — عمران نے جواب دیا۔

”پھر ٹھیک ہے۔ اتنے آدمی فشنگ ہیلی کاپٹر میں آجائیں گے“ انتھونی نے سہ ہلاتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”آئیے۔ میں آپ کو روانہ کر آؤں“ انتھونی نے کہا۔ اور پھر وہ انتھونی کے ساتھ ہی اس کے دفتر سے نکل کر میڑھیاں اترنے لگے۔ آگے آگے انتھونی تھا۔ جب کہ عمران اور صفدر اس کے پیچھے تھے۔
 ”یہ ہے کون“ باس کو بھی جانتا ہے۔“

صفدر نے دبے بلجے میں کہا۔

”یہ باس کا ہونے والا سالہ ہے۔ بہت بڑی فشنگ کمپنی کا مالک ہے۔ اور آج کل اپنی بہن یعنی باس کی ہونے والی بیوی کو جینر میں دینے کے لئے شادک مچھیاں شکار کر رہا ہے۔“ — عمران نے کہا۔ اور صفدر بے اختیار ہنس پڑا۔

”اوہ — اسی لئے آپ نے جولیا اور دوسرے

”میں انتھونی بول رہا ہوں نکسن۔ میں نے اپنے چند خاص آدمیوں کو یہاں سے نکال کر جلد از جلد ناراک پہنچانا ہے۔“ — لیکن ذریعہ ایسا چاہیے جو تیز رفتار بھی ہو اور کسی چیکنگ کی زد میں بھی نہ آ سکے۔“
 انتھونی نے کہا۔

”اگر ایسی بات ہے باس تو پھر ایک ہی صورت ہے کہ اپنی لاپنج میں ریڈ سپاٹ پر پہنچا دیا جائے۔ اور وٹن سے اپنی کمپنی کے فشنگ ہیلی کاپٹر کے ذریعے ناراک میں اپنے مخصوص اڈے پر پہنچا دیا جائے۔ اور وٹن سے لاپنج انہیں ناراک چھوڑ سکتی ہے۔“ ایسی صورت میں کہیں بھی چیکنگ نہ ہوگی۔“ — نکسن نے جواب دیا۔

”گڈ — اس کا مطلب ہے۔ فشنگ ہیلی کاپٹر ریڈ سپاٹ پر موجود ہے۔“ — پچھلے دنوں وہ خراب تھا۔ انتھونی نے مطمئن بلجے میں کہا۔

”یس باس — آج ہی وہ درست ہو کر آیا ہے۔“
 نکسن نے جواب دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ ہم دیں گھاٹ پر پہنچ رہے ہیں۔ تم نے ان کے ساتھ جانا ہے۔ اور پھر واپسی پر مجھے رپورٹ دینی ہے۔“ انتھونی نے کہا۔
 ”یس باس — جیسے آپ کا حکم۔“ — نکسن نے

ساتھیوں کو گھاٹ پر پہنچنے کے لئے کہا تھا۔
صفر نے آخری سیڑھی سے نیچے اترتے ہوئے
مسکرا کر کہا۔

”ہاں۔ تاکہ جویا بھی ان مچھلیوں کا نظارہ کر سکے۔
مجھے یقین ہے کہ ان مچھلیوں کو دیکھ کر ہی وہ خوف زدہ
ہو جائے گی اور پھر ضد نہ کرے گی کہ اسے حق مہر
میں دس لاکھ شاکر مچھلیاں دی جائیں۔“ — عمران
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور صفر ایک بار پھر
بے اختیار ہنس پڑا۔

”مطلب ہے جویا آپ سے یہ فرمائش کر چکی ہے۔“
صفر نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یار مہتہیں عورتوں کی نفسیات کا تو علم ہے۔ دوسری
عورت کا شوہر اور دوسری عورت کا جہیز انہیں اپنے
دلوں سے زیادہ پسند آ جاتا ہے۔ اس لئے
عقظ ما تقدّم کی بات کر رہا ہوں ورنہ باس کی جوی کو
ملنے والے جہیز کو دیکھ کر اس نے لامحالہ فرمائش کر
دینی ہے۔“ — عمران نے کہا۔

”آئیے جناب۔ تشریف رکھئے۔“ — پارکنگ میں
پہنچ کر انتھونی نے سیاہ رنگ کی ایک بڑی اور
جدید ماڈل کی کار کا پھیلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔
اور عمران اور صفر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تو انتھونی

خود سیڈنگ پر بیٹھا اور دوسرے لمحے کار جازکلب کی
پارکنگ سے باہر نکل کر سڑک پر دوڑنے لگی۔
”جناب۔ آپ اس وقت ناراض ہو گئے تھے۔ دراصل

میں نے پاکیشیا کے علی عمران کے کارناموں کی بڑی
دھوم مچائی ہوئی ہے۔ اس لئے مجھے انہیں دیکھنے
کا بڑا اشتیاق تھا۔“ — اس نے جب مجھے بتایا کہ
سیکڑت مردوں کی بھی وقت مجھ سے رابطہ قائم کر
سکتی ہے تو میں بے حد خوش ہوا تھا کہ اب عمران
صاحب سے ملاقات ضرور ہوگی۔“ — کار چلاتے
ہوئے انتھونی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تو تم علی عمران کو دیکھنا چاہتے ہو۔“ — عمران نے
انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا اور صفر مسکرا دیا۔
”جی ہاں۔ کیا آپ۔“ — انتھونی نے چونکتے
ہوئے پوچھا۔

”میں مہتہیں احمق نظر آ رہا ہوں۔“ — عمران نے
غراتے ہوئے کہا۔

”نچ۔۔۔ نچ۔۔۔ جی نہیں۔ مم۔ میرا مطلب۔“
انتھونی بڑی طرح گڑبڑا گیا۔

”تمہارا مطلب کچھ بھی ہو۔ بہتر ہے اُسے دیکھنے کی
خواہش نہ کرو۔ کیونکہ ایک اور آدمی نے بھی ایک بار
یہی خواہش ظاہر کی تھی۔ اور پھر باقی عمر اس کی

سر پر حقے کا پانی لگاتے کر گر گئی تھی۔" — عمران نے کہا۔

"حقے کا پانی سر پر — میں سمجھا نہیں۔" — انتھونی واقتی بوکھلا گیا تھا۔

"اگر تمہارے دماغ کی یہی حالت ہے تو پھر پانی کی بجائے سالم حقہ ہی لگانا پڑے گا تمہیں سر پر۔" عمران نے کہا۔ اور اس بار صفدر سے نہ رہا جاسکا۔ تو وہ کلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ان کا مطلب ہے کہ جب آدمی گنجا ہو جائے تو بال اگانے کے لئے حقہ کا پانی سر پر لگاتا ہے۔" — صفدر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ادہ — مگر کیوں؟" — انتھونی کا دماغ ابھی تک اصل بات تک نہ پہنچ سکا تھا۔

"میرا خیال ہے۔ علی عمران کو تو خواہ مخواہ عقلمند مشہور کر رکھا ہے دنیا نے۔ اصل عقلمند مگر ہوٹا — عمران نے منہ بناتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔ اور صفدر قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اور انتھونی اس طرح منہ بنا کر خاموش ہو گیا جیسے اُسے ان دونوں کی باتوں کی سمجھ ہی نہ آئی ہو۔

بھاری جبرڑے والے شخص نے میز کی سائیڈ پر لگا ہوا بین دبانے کے لئے ماتہ بڑھایا ہی تھا۔ کہ ایک تخت میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور اس نے چونک کر رسیور اٹھالیا۔

"یس — جبرالڈ سپیکنگ۔" — بھاری جبرڑے والے نے کرخت لہجے میں کہا۔

"باس — میں راکی بول رہا ہوں۔ آپریشن روم سے آپ فوراً یہاں آجائیں۔ انتہائی اہم بات ہے۔" دوسری طرف سے انتہائی پر جوش لہجے میں جواب دیا گیا۔

"ادہ — کیا ہو گیا ہے؟" — جبرالڈ نے بُری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک طویل القامت تھا۔
اور دوسرے کا قد اس سے قدرے دُبا ہوا تھا۔

میرے خیال میں یہ لوگ بھی ہیلی کاپٹر میں ہی آئیں
گئے۔ اس دُبتے ہوئے قد والے کے ہونٹ
ہلے اور آواز مشین سے نکلی۔

”ہاں۔ ظاہر ہے۔ آخر وہ ایک سکیٹی کا چیف ہے۔“
عند قامت نے جواب دیا۔

”تو پھر میں اس ہیلی کاپٹر کے اندر سیٹوں کے نیچے
چھپ جاتا ہوں۔ میرے خیال میں آخری لمحات میں میرے
اچانک نمودار ہونے کی ضرورت پڑ ہی جائے گی۔“
دوسرے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ جو سکتا ہے۔ وہ شک پڑتے ہی ہیلی کاپٹر
اڑا دیں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کیپٹن حمید عاشقی کی سنجہری
کمل کئے بغیر ہی بیک ٹو بیس لین ہو جائے۔“
قد والے نے کہا۔

اور دوسرا آدمی جسے کیپٹن حمید کہا گیا تھا بے اختیار
ہنس پڑا۔

جبرائیل کے چہرے پر غصہ اور حیرت کے طے جلے
تاثرات نظر آرہے تھے۔ اس کے ہونٹ بھیج گئے
تھے۔

”آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں پلاننگ سمجھاتا ہوں۔“

”باس پلز جلد آجائیں۔“ دوسری طرف سے
منت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں۔“ جبرائیل نے جواب
دیا۔ اور پھر رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور تقریباً دوڑنے
کے سے انداز میں بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
مختلف راہداریوں سے گزرتا ہوا وہ لفٹ کے ذریعے
ایک بڑے مال میں پہنچا جہاں بڑی جدید قسم کی مشینیں
نصب تھیں۔ ایک مشین کے سامنے ایک خوبصورت
سانوچوان کھڑا بڑی بے چینی کے عالم میں مال کے بیرونی
دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”باس۔ پلز جلدی۔“ اس سانوچوان نے بے چین
لہجے میں کہا۔

”کیا ہوا تمہیں۔“ جبرائیل نے کہا اور تیزی سے
اس کے قریب پہنچ گیا۔

”باس۔ یہ منظر دیکھتے۔ مجھے خطرہ تھا کہ یہ لوگ ہیلی کاپٹر
سے دور نہ ہٹ جائیں۔“ سانوچوان نے مشین کی سائیڈ
پر لگی ہوئی ایک چھوٹی سی سکرین کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے کہا۔

اور جبرائیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اس سکرین
پر جھک گیا۔ سکرین پر ایک ہیلی کاپٹر کھڑا نظر آ رہا تھا۔ اور
اس کی دم سے ذرا سے فاصلے پر دو آدمی کھڑے

نے درست بتا دیں۔ لیکن اب یہ دونوں میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکتے۔ جبرالڈ نے انتہائی سہدہ لہجے میں جواب دیا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا واپس مال کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

چند لمحوں بعد وہ واپس اپنے دفتر میں پہنچ گیا۔ اس نے الماری میں سے ایک بڑا سا ٹرانسمیٹر نکال کر اُسے میز پر رکھا۔ اور پھر اس پر ایک مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی سیٹ ہوتے ہی اس نے مختلف بٹن دبائے تو ٹرانسمیٹر سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔

”ہیلو ہیلو۔ زیرو زیرو کالنگ اور“ جبرالڈ نے بار بار یہ فقرہ دہراتے ہوئے کہا۔

”یس۔ فور فور اٹنڈنگ پو اور“ چند لمحوں بعد ایک کمرخت اور انتہائی بھاری آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی۔

”باس۔ میں جبرالڈ بول رہا ہوں۔ آپ کو ایک اہم ترین رپورٹ دینی ہے اور“ جبرالڈ نے کہا۔

”کیسی رپورٹ۔ تم نے بتایا تو تھا کہ کرنل فریدی کیپٹن حمید اور اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کیا تمہیں ان کی لاشیں مل گئی ہیں۔ میں نے تمہیں کہا بھی تھا کہ وہ لاشیں فوراً میرے پاس بھجوا

نجانے یہ جبرالڈ اپنے ساتھ کتنے آدمی لے آئے۔ دوسرے آدمی نے کہا۔ اور بائیں طرف مڑ گیا۔

”سکتے ہی آدمی لے کر آجائے کرنل فریدی کا تو مقابلہ نہیں کر سکتا۔“ کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس بلے آدمی کے جسے کرنل فریدی کہا گیا تھا پیچھے چلتا ہوا سکریں سے غائب ہو گیا۔

میں نے اس لئے آپ کو فوراً یہاں بلایا تھا۔ تاکہ آپ یہ منظر خود دیکھ سکیں۔ میں نے اٹھٹا ہیلی کاپٹر کی دم میں موجود زیر و سکن کو چیک کرنے کے لئے اس کا بٹن دبا دیا تو یہ دونوں سامنے آئے۔ ٹھوکتی اس وقت نیچے زمین پر پڑا تھا۔ جسے یہ لمبا آدمی ٹانگ سے پکڑ کر گھیشٹا ہوا ایک شیلے میں پھینک آیا۔ اس کے بعد یہ دونوں یہیں واپس آکر باتیں کرنے لگے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ زیر و سکن کی رپورٹ کو شیپ نہیں کیا جاسکتا۔“ نوجوان نے کہا۔

”ادہ۔ تم نے واقعی حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے۔ راک۔ انتہائی حیرت انگیز۔ ورنہ نجانے ہمارا کیا حشر ہوتا۔ مجھے خواب میں بھی یہ خیال نہ آسکتا تھا کہ میں جس سے ٹھوکتی سمجھ کر بات کر رہا ہوں وہ کوئی دوسرا ہو سکتا ہے۔ اس نے شاید ٹھوکتی سے پوچھ گچھ کر لی تھی۔ میں نے چینگ کے لئے جو باتیں پوچھی تھیں وہ اس

"باس — میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ یہ لوگ آخر زندہ کس طرح پہنچ گئے۔ اس لیے میں نے فوراً آپ سے بات کی ہے۔ تاکہ اب آپ جلد سے حکم کریں اور جبرائیل نے سہے ہوئے پہنچے ہیں جواب دیا۔
 "ہوں ٹھیک ہے۔ انہیں جلد سے حکم کریں آپ پرے لگا۔ یہ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دہشتی مہارے بس کے نہیں ہیں۔ میں دیکھتا ہوں یہ اب میرے ہاتھوں سے کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے مجھے کال کر کے رپورٹ دے دی۔ ورنہ اگر تم خود دہشتی پہنچ جاتے تو ہو سکتا تھا کہ وہ تمہیں قابو کر لیتا اور اینڈ آف فور فور نے انتہائی کراخت پہنچے ہیں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسیر سے ایک بار پھر ٹوں ٹوں کی آوازیں بکنے لگیں۔

جبرائیل نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسیر آف کیا۔ اور پھر کسی پر بیٹھ کر اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ اُسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے نئی زندگی مل گئی ہو۔ کیونکہ وہ فور فور کی سخت مزاحیہ سے واقف تھا۔ وہ معمولی سی کوتاہی بھی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن نجانے کیوں اس نے اُسے معاف کر دیا تھا اور کوئی سزا نہ دی تھی۔

دو تاکہ میں گریٹ چیف باس کو بھجوا دوں۔ لیکن اب تم کسی اہم ترین رپورٹ کی بات کر رہے ہو اور دوسری طرف سے بولنے والے نے پھاڑ کھانے والے پہنچے ہیں کہا۔

"سر۔ اسی بارے میں رپورٹ دینی ہے" جبرائیل نے کہا۔ اور پھر اس نے ٹوکھتی سے ہونے والی تمام گفتگو سے لے کر سکریں پر کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو دیکھنے اور ان سے سنی ہوئی تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ وہ زندہ ہیں۔ جب کہ ہمارا میں مواصلاتی سنٹر تباہ ہو چکا ہے۔ اور اس قدر بے پناہ نقصان کے باوجود بھی وہ زندہ ہیں اور فور فور نے غصے سے چختے ہوئے کہا۔

"میں سر۔ اگر اتفاق سے زبردست کسی آن نہ ہو جاتا تو پھر میں دہشتی خود چیلنگ کے لئے جا رہا تھا اور جبرائیل نے سہے ہوئے پہنچے ہیں کہا۔

"اوہ۔۔۔ زبردست۔ مہارے ہی کارکردگی انتہائی مایوس کن ہے۔ یہ رپورٹ جب گریٹ چیف باس کے پاس پہنچے گی تو مصیبت میری ہی آئے گی۔ کیونکہ تم میرے ماتحت ہو اور فور فور نے عزاتے ہوئے

جواب دیا۔

سی خاموشی اور سکوت سا چھایا ہوا تھا۔ اور جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا۔ کرنل فریدی حیران ہو رہا تھا کہ آخر جبرالڈ اب تک کیوں نہیں پلٹا۔

اور پھر کچھ دیر مزید گزرنے کے بعد کرنل فریدی نے فیصلہ کیا کہ بجائے یہاں ان کا انتظار کرنے کے کیوں نہ اس ہیلی کاپٹر کے ذریعے جبرالڈ کے ہیڈ کوارٹر وہ خود پہنچ جائیں۔ لیکن ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک دور سے آسمان پر ایک دھبہ سا دکھائی دیا۔ کرنل فریدی چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔ دھبہ تیزی سے بڑا ہوتا گیا۔ اور پھر کرنل فریدی نے اُسے پہچان لیا۔ یہ ایک عجیب ساخت کا ہیلی کاپٹر تھا جو خاصی تیز رفتار سی سے ادھر ہی بڑھا آ رہا تھا۔

"آخر آ ہی گیا جبرالڈ"۔ کرنل فریدی نے ہونٹ بیچنے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے شین گن کو سیدھا کر کے خود کو مزید ایک باہر نکلی ہوئی چٹان کے نیچے چھپا لیا۔ تاکہ آسمان سے اُسے کسی طرح دیکھا نہ جاسکے۔

ہیلی کاپٹر عین اس جگہ پر آ کر معلق ہو گیا جہاں زمین پر ٹوکھی کا ہیلی کاپٹر کھڑا تھا۔ لیکن آنے والے ہیلی کاپٹر کی بلند سی اس قدر تھی کہ وہ شین گن کی رینج میں نہ تھا۔ اس لئے کرنل فریدی خاموش بیٹھا رہا۔

کرنل فریدی ایک بڑے سے ٹیلے کے پیچھے شین گن لئے خاموش بیٹھا ہوا تھا جب کہ اس نے کیپٹن حمید کو اپنی بالکل مخالف سمت میں کافی فاصلے پر ایک ٹیلے کے پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔ ہیلی کاپٹر اس سے کافی فاصلے پر کھڑا تھا۔ لیکن جو جگہ کرنل فریدی نے منتخب کی تھی وہاں سے ہیلی کاپٹر صاف نظر آ رہا تھا۔ کرنل فریدی جانتا تھا کہ جبرالڈ لازماً اس ہیلی کاپٹر کے قریب ہی اترے گا۔ اور پھر اس کے ساتھ آنے والوں کی تعداد دیکھتے ہوئے وہ ان سے نمٹنے کی کارروائی کرے گا۔

لیکن کافی دیر ہو جانے کے باوجود نہ ہی کوئی ہیلی کاپٹر نظر آیا اور نہ ہی کوئی جہیز وغیرہ۔ ہر طرف پراسرار

والا خون برف بن کر جم گیا ہو۔ وہ بالکل بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔

ہیلی کا پٹر اب تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اور چند لمحوں میں وہ ٹوٹتی والے ہیلی کا پٹر کے ساتھ آکر زمین پر اتر ا۔ اور پھر اس میں سے چار مسلح افراد اترے۔ ان میں سے دو تو دوڑتے ہوئے کرنل فریدی کی طرف آئے۔ اور دو اس شیلے کی طرف چلے گئے جس میں کیپٹن حمید موجود تھا۔

آنے والوں نے قریب آکر ہاتھ میں پکڑ لی ہوئی مشین گن کا دستہ زور سے کرنل فریدی کے جسم پر مارا تو کرنل فریدی اس طرح پہلو کے بل گر گیا جیسے وہ انسان کی بجائے ریت کا ڈھیر ہو۔ ضرب لگنے کے باوجود اُسے ذرہ برابر بھی تحلیف نہ ہوئی تھی۔

”یہ بے حس ہو چکا ہے۔ اٹھاؤ اسے۔“ ایک آدمی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور اس نے سر ملاتے ہوئے مشین گن بغل میں لٹکائی اور آگے بڑھ کر پہلو کے بل گرے ہوئے کرنل فریدی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھایا۔ اور پھر اُسے کا نہ ہرے پر لا دیا۔ جب کہ دوسرے نے کرنل فریدی کے ہاتھ سے گرنے والی مشین گن اٹھائی۔ اور پھر وہ واپس آنے والے ہیلی کا پٹر کی طرف بڑھ گئے۔

اچانک ہیلی کا پٹر میں سے کوئی چیز نیچے گری۔ اور ساتھ ہی سرخ رنگ کا پیراشوٹ کھل گیا۔ کرنل فریدی نے دیکھا کہ پیراشوٹ کے ساتھ کوئی آدمی بندھا ہونے کی بجائے ایک عجیب سی ساخت کی مشین بندھی ہوئی تھی جو تیزی سے نیچے زمین کی طرف آ رہی تھی۔

”یہ کیا چیز ہے۔“ کرنل فریدی نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔ اور وہ اُسے غور سے دیکھنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مشین زمین پر گرتی۔ وہ اچانک ایک زوردار دھماکے سے پٹ پٹ گئی۔ اور اس میں اس قدر تیز روشنی بھگی کہ جیسے سورج پھٹ پڑا ہو۔ یہ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے تھی۔ پھر غائب ہو گئی۔ اور اس مشین کے پوزے پیراشوٹ سمیت نیچے کھڑے ہیلی کا پٹر کے پاس ہی نیچے گر پڑے تھے۔

اُسی لمحے ہیلی کا پٹر میں سے نیلے رنگ کے دو شیلے سے چپکے اور پیک چپکنے میں ان میں سے ایک شعلہ اس شیلے سے آکر آیا جس میں کرنل فریدی چھپا ہوا تھا۔ جب کہ دوسرا شعلہ مخالف سمت میں اس شیلے کی طرف گیا تھا جس میں کیپٹن حمید موجود تھا۔ نیلا شعلہ شیلے سے ٹکرا کر غائب ہو گیا۔ لیکن کرنل فریدی کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں دوڑنے

لوگوں بعد ہیلی کا پڑ فضا میں بلند ہو گیا۔
کرنل فریدی خاموش پڑا ہوا تھا اُسے سمجھ نہ آرہی
تھی کہ یہ شخص کون ہے۔ ٹھوکتی نے جبرالڈ کا جو حلیہ
بتایا تھا یہ اس سے بالکل مختلف تھا۔ اور پھر
اس نے جس انداز میں یہ ساری کارروائی کی تھی۔
اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ان کی دماغ موجودگی
سے بخوبی واقف تھا۔

اُسی لمحے ہیلی کا پشہ میں ٹوٹوں کی آوازیں گونجنے
لگیں۔ جیسے کوئی ٹرانسمیٹر آن ہو گیا ہو۔
"ہیلو ہیلو۔۔۔ فور فور کالنگ گریٹ چیف باس
اور۔۔۔" اس بھاری جسم والے کی آواز سنائی
دی۔

"یس۔۔۔ گریٹ چیف ہیڈ کوارٹر اور۔"
دوسری طرف سے ایک مٹینی سی آواز ابھری۔
"گریٹ چیف باس سے ریڈ لائن پر بات کراؤ۔
میں نے ایک اہم مسئلہ ڈسکس کرنا ہے اور۔"
فور فور نے تیز اور کمرخت لہجے میں کہا۔
"کوڈ اور۔۔۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔
"رچرڈ آسن اور۔۔۔" فور فور نے کہا۔
"اد۔۔۔ کے اور۔۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا
اور اس کے ساتھ ہی کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔

ہیلی کا پڑ کے پاس بھاری جسم کا مالک آدمی کھڑا تھا۔ اس
کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔
کرنل فریدی کو اس کے سامنے لے جا کر زمین پر
ٹا دیا گیا۔ اور پھر تقریباً اُسی لمحے کیپٹن حمید کو بھی
لے آیا گیا۔ اور اُسے بھی کرنل فریدی کے قریب
ٹا دیا گیا۔

"ہوں۔۔۔ تو یہ ہیں کرنل فریدی اور کیپٹن حمید۔ جس
کے نام کی دہشت چھائی ہوئی ہے۔" اس بھاری
جسم والے نے بڑے عداوت بھرے انداز میں
کرنل فریدی کے پہلو میں ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔
"لیکن باس۔۔۔ یہ تو مواصلاتی سنٹر کا آدمی ہے۔ میں
اسے جانتا ہوں۔" ایک آدمی نے کہا۔

"نہیں۔ یہ میک اپ میں ہے۔ میں نے چیکنگ ریز
سے نہ صرف اس کی لوکیشن ٹریک کر لی ہے بلکہ اسی
کی اصل شکل بھی دیکھ لی ہے۔" ٹھیک ہے انہیں
اٹھا کر ہیلی کا پشہ میں ڈالو۔ میں اسے بتانا چاہتا
ہوں کہ فور کارنرز کے مقابلے میں آنے والوں کا
کیا حشر ہوتا ہے۔" اس بھاری آدمی نے
ہوٹل پہنچ کر کہا اور اس کے حکم کی فورمی تعمیل
کرو دی گئی۔ اور ان دونوں کو اٹھا کر بڑے سے ہیلی
کاپٹر کے اندر سیٹوں کے درمیان ٹا دیا گیا۔ چند

صرف ہیلی کا پٹر کے چلنے کی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔
 "ہیلو۔۔۔ گریٹ چیف باس اینڈ ٹنگ اوورہ ایک باوقار سی آواز ہیلی کا پٹر میں گونج اٹھی۔
 "باس۔۔۔ میں رچرڈ آسن بول رہا ہوں"
 فور نے کہا۔ اور پھر اس نے زیر و زبور سے ملنے والی رپورٹ کے ساتھ ساتھ اب تک کی تمام سچویشن تفصیل سے بتا دی۔
 "ادہ۔ تم نے اچھا کیا کہ زبرد زبرد کی بجائے تم خود دلوں چلے گئے۔ تم ان دونوں کو میرے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔
 "کس شکل میں باس۔۔۔ زندہ یا لاشوں کی صورت میں اور۔۔۔ فور نے پوچھا۔
 "یہ زندہ یا تھک گئے ہیں اس لئے تم انہیں زندہ ہی بھیجو۔ یہ یہ چیک کرنا چاہتا ہوں کہ اوٹا ہ پر اس کے باوجود یہ لوگ ٹھیک کیے ہو گئے اور۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
 "ٹھیک ہے باس۔ اچھا ہوا آپ سے بات ہو گئی۔ ورنہ میرا خیال تھا کہ میں ان کی لاشیں آپ کے پاس بھیجتا اور۔۔۔ فور نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لاشوں میں تو بہر حال انہوں نے تبدیلی ہونا ہی ہے۔ جس طرح دوسرے ہو چکے ہیں۔ لیکن میری یہ سائنسی الجھن دور ہو جائے گی کہ آخر یہ ٹھیک کس طرح ہو گئے۔۔۔ میں اب اس کرنل فریدی کے دماغ پر وسیع تجربات کر دوں گا اور۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔
 "یہ باس۔ میں بھجوا دیتا ہوں۔ کوڈ بتا دیں اور۔۔۔ رچرڈ آسن نے جواب دیا۔
 "پیش کوڈ آئون ایس براؤن تھری اور۔۔۔ گریٹ چیف باس نے جواب دیا۔
 "یہ باس اور۔۔۔ فور نے جواب دیا۔ اور دوسری طرف سے اور اینڈ آل کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بشن آف ہونے کی آواز سنائی دی۔
 "کرنل فریدی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری کوئی خاطر خدمت نہیں کر سکا۔ ورنہ یقین رکھو مجھے تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ علیحدہ کرتے ہوئے انتہائی مسرت ہوتی۔ گریٹ چیف بڑا رحم دل آدمی ہے۔ اس لئے وہ بس تمہاری کھوپڑی توڑ کر تمہارا دماغ باہر نکال لے گا اور اس کے بعد تمہاری لاش کسی گٹر کے غلط پانی میں بہتے بہتے مٹ جائے گی۔" فور نے مڑ کر سیٹوں کے درمیان مفلوج پڑے ہوئے

کرنل فریدی سے کہا - اور پھر مڑ کر پائلٹ کو یہ ایات دینے لگا۔ جب کہ کرنل فریدی دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اس طرح اُسے فوراً رنزز کے اصل ہیڈ کوارٹر میں داخل ہونے کا موقع مل رہا ہے۔ اُسے اس بات کی قطعاً پرواہ نہ تھی کہ اس کا جسم مفلوج ہے۔ کیونکہ فوراً رنزز نے گریٹ چیف باس کو جو رپورٹ دی تھی اس میں اس نے مفلوج کرنے والی ان ریز کا ذکر کر دیا تھا۔ جس سے اس نے کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو مفلوج کیا تھا اور فریدی کی ماہیت اور توڑ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے وہ بجا ئے پریشان ہونے کے ذہنی طور پر پوری طرح مطمئن تھا۔

سرخ رنگ کی کارناکس انٹرپرائز کی بڑی سی عمارت سے کچھ فاصلے پر بنی ہوئی جزل پارکنگ میں آکر رکی۔ تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے استفہامید نظروں سے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی طرف دیکھا۔
 "تم میری واپسی تک یہیں رکو گے اعظم۔
 ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "تو آپ اکیلے جاتیں گے۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے چونک کر پوچھا۔
 "کیوں۔ میں کوئی عورت ہوں جو مجھے اغوا ہو جانے کا خطرہ ہے۔" ساتھ والی سیٹ پر

میں داخل ہوا تو دہاں خاصی چہل پہل تھی۔ بہت سی کاریں بھی موجود تھیں۔ اور لوگ بھی مختلف رنگوں کے بریف کیس اٹھائے آ جا رہے تھے۔ یہ سب لوگ اپنے لباس چہرے مہرے اور انداز سے تاجر ہی لگتے تھے۔

نوجوان اصل عمارت میں داخل ہوا ہی تھا کہ ایک سائید پرکھڑا نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

"آپ آگئے مسٹر توفیق۔ میرے ساتھ آئیے۔ باس آپ کا ہی انتظار کر رہے ہیں۔" اس نوجوان نے کہا۔

"کون سی منزل پر جانا ہے طارق۔" توفیق نے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔
"چوتھی منزل پر باس موجود ہیں۔" طارق نے کہا۔

اور توفیق سر ہلاتا ہوا تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

یہاں دو لفٹیں تھیں جو مسلسل اد پر نیچے آ جا رہی تھیں۔ چنانچہ چند ہی لمحوں میں وہ چوتھی منزل پر پہنچ گئے۔ دہاں میجر پر مود عام سے میک اپ میں موجود تھا۔ اس منزل پر بڑے بڑے دفاتر تھے اور باہر کاریڈور میں

بیٹھے ہوئے نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دروازہ کھول کر نیچے اترنے لگا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ بلکہ....." اعظم نے مٹتے ہوئے کہا چاہا۔

"سنو۔ ہم نے صرف ایک آدمی کو اغوا کرنا ہے۔ اور بس۔ میجر پر مود اور کیپٹن طارق بھی اہمہ موجود ہوں گے۔ اس لئے زیادہ بیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں۔ اور طارق اور میں بھی صرف اس لئے ساتھ جا رہے ہیں تاکہ اس آدمی کے قد قدامت اور چلنے کے مطابق اگر ہم تینوں میں سے کوئی ہو تو اُسے وہیں روک دیا جائے۔ تم نے یہاں اس لئے رہنا ہے کہ اس کا رہیں اس آدمی کو اٹھا کر لے جانا ہے۔ اس لئے کام فوری ہو جائے۔ ساتھ والی سیٹ سے نوجوان نے اترتے اترتے اعظم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں سمجھ گیا آپ بے فکر رہیں۔ میں پوری طرح تیار رہوں گا۔" اعظم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور ساتھ والی سیٹ والا نوجوان اتر کر تیز تیز قدم اٹھاتا سڑک کی طرف بڑھ گیا۔
جب وہ ناکس انٹرپرائز کی عمارت کے گیمپاؤنڈ

کئی افراد ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے باتوں میں مصروف تھے۔

”آؤ“ — منیجر پر مود نے جو اطمینان سے دیوار کے ساتھ پشت لگائے کھڑا ایک بزنس اخبار پڑھ رہا تھا۔ ان کے قریب پہنچتے ہی اخبار تہہ کہ شکے سائیڈ پر رکھے ہوئے سینڈ کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔

”نیس میجر۔“ — توفیق نے کہا۔

”میں نے معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اصل اڈہ جو کہ اس عمارت کے نیچے موجود ہے۔ اس کی خفیہ لفٹ اسی منزل پر ہے۔ آؤ اسسٹنٹ میجر مکس سے ملنا ہو گا۔“ — پر مود نے کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا وہ ایک بڑے دفتر کے اندر داخل ہو گیا۔ طارق اور توفیق اس کے پیچھے تھے۔ اس بڑے ہال میں بے شمار میزیں تھیں جن پر کام ہو رہا تھا۔ ایک سائیڈ پر کینز کی قطاریں تھیں۔ جن پر منیجر اور اسسٹنٹ منیجرز کے ناموں کی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ آخری کینز پر اسسٹنٹ منیجر مکس کے نام کی تختی موجود تھی۔ چنانچہ وہ تینوں بھی اس طرف بڑھ گئے۔

اس کینز کے باہر ایک کاؤنٹر پر ایک خوبصورت

سی لوکی فون سامنے رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔

”مکس صاحب اندر ہیں۔“ — پر مود نے قریب

پہنچ کر اس لوکی سے پوچھا۔

”اوہ یس۔“ — مگر وہ مصروف ہیں۔“ — لوکی نے چونک کر میجر پر مود کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لیکن سپر بزنس کے معاملے میں مصروفیت کوئی مسئلہ نہیں ہوتی۔“ — میجر پر مود نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور لوکی سپر بزنس کا نام سنتے ہی ایک بار پھر چونک پڑی۔

”لیکن آپ کون صاحب ہیں آپ پہلے تو کبھی یہاں نہیں آئے۔“ — لوکی نے حیرت بھرے ہلچے میں کہا۔

”اُسے اطلاع کہ دو کہ جی۔ سی ہیڈ کوارٹر سے پوچھ ملنا چاہتا ہے۔“ — میجر پر مود نے انتہائی باوقار ہلچے میں کہا۔

”اوہ اوہ۔“ — اچھا۔“ — لوکی نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔ اور جلدی سے رسیور اٹھا کر ایک نمبر پر پریس کر دیا۔

”نیس۔“ — دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔

"سر۔ جی۔ سی ہیڈ کوارٹر سے مشر کو ملے ہیں۔ ان کے ساتھ دو اور صاحب ہیں۔ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سیریزنس کا حوالہ بھی دیا ہے۔" لڑکی نے جلدی جلدی کہا۔

"جی۔ سی ہیڈ کوارٹر سے۔۔۔ ادھ ٹھیک ہے۔" بیچ دو۔۔۔ دوسری طرف سے حیرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

اور لڑکی نے اور کے کہہ کر رسیور رکھا اور پھر اٹھ کر اس نے خود ہی کیبن کا دروازہ کھول دیا۔ "تشریف لے جاتیے۔" لڑکی نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"تھینک یو مس۔۔۔ پرمود نے سر ملاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کیبن میں داخل ہوا۔ طارق اور توفیق اس کے ساتھ تھے۔

کیبن خاصا کشادہ تھا۔ اور سامنے ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک بھاری جسم کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید تھے۔ اور مونچھیں گہرے سیاہ رنگ کی تھیں۔ ان دو متضاد رنگوں نے اس کے چہرے کو خاصا عجیب و غریب بنا دیا تھا۔ ویسے وہ شکل و صورت سے کوئی گھاگ قسم کا تاجر ہی لگتا تھا۔

"تشریف لائیے جناب۔ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔" لڑکی نے کسی سے اسٹھے ہوئے کہا۔ لیکن اس کی تیز نظریں پرمود اور اس کے ساتھیوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

"شکریہ مشر مکن۔ میرا نام بوٹھم ہے اور یہ میرے ساتھی جیف اور جیکن ہیں۔ ہم جی۔ سی ہیڈ کوارٹر سے آئے ہیں۔ اور ہم نے ایک خصوصی اور اہم پیغام مشر پرچہ ڈسک پہنچانا ہے۔" میجر پرمود نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مشر پرچہ۔۔۔ وہ کون ہیں۔" مکن نے چونک کر پوچھا۔ اس کے لہجے میں حقیقی حیرت تھی۔

"گڈ۔۔۔ ہمیں یہ بتایا گیا تھا۔ ون دن۔" پرمود نے اس طرح جواب دیا جیسے مکن کا چونکنا بھی کوڑ میں شامل ہو۔

"یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ کون ون دن۔ کون رچرڈ۔ اور یہ جی۔ سی ہیڈ کوارٹر کس کا مخفف ہے۔" مکن نے کہا۔

"یہ دیکھیے۔" پرمود نے بڑے مطمئن لہجے میں جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور ایک کارڈ نکال کر مکن کی طرف بڑھا دیا۔

مکن جیسے ہی کارڈ دیکھنے کے لئے جھکا۔ پرمود نے

گھوما اور اس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میز کی سائیڈوں پر بے شمار مختلف رنگوں کے ٹن لگے ہوئے تھے۔ اور کرسی کے سامنے میز کے نیچے ایک پائیدار انارٹھن مشین بھی موجود تھی۔ پر مود کو معلوم تھا کہ اگر ٹنوں کو اس طرح اچانک نہ گھسیٹا گیا تو وہ یقیناً ایسی کوئی حرکت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس سے انہیں پکڑا جا سکے۔ اس لئے اس نے اچانک گھسیٹ لیا۔ تھا اور ٹنوں کو واقعی مہلت ہی نہ ملی تھی کہ وہ کچھ کر سکتا۔ پر مود نے میز کی درازیں کھولنا شروع کر دیں۔ تیسری دراز سے اُسے ایک چھوٹی سی ڈائری مل گئی۔ جو کہ ایک کتاب میں رکھی ہوئی تھی۔ اور پر مود نے ڈائری اٹھا کر میز پر رکھی۔ دراز سے کھول کر دیکھنے لگا۔ اس کے یوں پر مسکراہٹ دیکھ گئی۔ اس ڈائری میں ٹنوں نے ان تمام باتوں اور مشین کی کارکردگی کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سی باتوں کے اشارے کئے ہوئے تھے۔ میجر پر مود نے ٹنوں کا چہرہ دیکھتے ہی اندازہ لگایا تھا کہ ٹنوں انتہائی وہمی مزاج کا آدمی ہے۔ اور ایسے آدمی لازماً ہر چیز کسی نہ کسی جگہ اندراج ضرور کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں دہم ہوتا ہے کہ کہیں وہ کوئی چیز بھول نہ جائیں۔ اس لئے پر مود اس ڈائری کو غور سے پڑھتا رہا۔ اور پھر اس نے ڈائری بند کر کے

ایک تخت لٹا بٹھایا۔ اور دوسرے لمحے اس نے ٹنوں کو گردن سے پکڑ کر ایک زوردار جھکا دیا اور ٹنوں بھاری جسم کا مالک ہونے کے باوجود اس زوردار جھکے سے گھسٹا ہوا میز کے اوپر سے ہو کر اس طرف کرسی پر آگرا۔

توفیق بکلی کی سی تیزی سے پیچھے ہٹا۔ اور اس دردانے کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں سے وہ کیبن میں داخل ہوئے تھے۔ جب کہ طارق نے جیب سے ریوالور نکالا اور سائیڈ کی دیوار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔

جیسے ہی ٹنوں نیچے گرا۔ میجر پر مود نے ایک لمحہ اس کے منہ پر رکھا اور دوسرے لمحہ اس کا بازو پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کر دیا۔ ٹنوں نے تڑپ کر میجر پر مود کی گرفت سے نکلنا چاہا لیکن میجر پر مود نے ٹنوں کے گھٹے موڑ کر اس کی پشت پر کھلے ٹنوں کے جوڑے زوراً اوپر پورے زور سے مارا اور ٹنوں کا جسم ایک تخت ڈھیلا پڑ گیا۔ میجر پر مود ایک تخت پیچھے ہٹا اور ٹنوں نیچے قایلین پر گم کر تڑپنے لگا۔ وہ اس طرح حلق کھول رہا تھا جیسے پیچ مارنے کی کوشش کر رہا ہو لیکن اس کی آواز نہ نکل رہی ہو۔

میجر پر مود اُسے چھوڑ کر تیزی سے میز کی سائیڈ میں

سسم یہاں موجود تھا۔
 "اوه — مگر یہ میجر پر مود تہا رے پاس کیسے پہنچ گیا۔
 اُسے تو ایکشن گرپ نے مار گرایا تھا۔"
 دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ بے حد پریشان تھا۔

"میں نے ابتدائی پوچھ گچھ کر لی ہے۔ زاکورا نے حملہ ضرور کیا ہے۔ لیکن میجر پر مود بیچ نکلا ہے اور نہ صرف بیچ نکلا بلکہ اس نے زاکورا کو بھی اغوا کر کے ساتھ والی کوشٹی میں اس پر تشدد کر کے آپ کے اور میرے متعلق تمام تفصیلات معلوم کر لیں اور پھر وہ مجھ پر چڑھ دوڑا — لیکن اُسے یہاں کے سسم کا علم نہ تھا۔ اس لئے مار کھا گیا۔"
 میجر پر مود نے جواب دیا۔

"اوه اوه — ویرسی بیڈ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ زاکورا اُسے کچھ بتا سکتا ہے۔ ویسے بھی ابھی تک زبردون نے زاکورا کے متعلق کوئی رپورٹ نہیں دی۔ اور اب تم کہہ رہے ہو کہ تم نے میجر پر مود سے پوچھ گچھ بھی کر لی ہے۔ کیا میجر پر مود کوئی عام سا آدمی ہے۔ کہ ایک تھپڑ کھاتے ہی سب کچھ بتا دے گا۔" دوسری طرف سے بولنے والے کے لہجے میں یقین نہ آنے والا سا انداز نمایاں تھا۔

اُسے واپس میز کے دراز میں رکھا اور پائیدان نما مشین پر پیر رکھ کر اس نے اُسے دبایا اور ساتھ ہی میز کے کنارے پر موجود ایک سرخ رنگ کے بیٹن کو دبا کر اس نے میز پر رکھے ہوئے سرخ رنگ کے انڈرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔" دوسری طرف سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔
 "نکن بول رہا ہوں باس — کیا آپ اوپر میرے دفتر تک آ سکتے ہیں۔ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔"
 میجر پر مود نے نکن کے لہجے میں کہا۔
 "اوه — کیا بات ہے۔ اور پھر تمہاری آواز بھی کچھ بدلی ہوئی سی لگتی ہے۔" دوسری طرف سے بولنے والے نے چونک کر کہا۔

"باس۔ بڑی مشکل سے بولنے کے قابل ہوا ہوں۔ میرے پاس آپ کے لئے بہت عجیب تحفہ ہے۔ میجر پر مود — اس نے میری پشت پر بٹانے کس جگہ گھنٹا مارا کہ میری تو زبان ہی بند ہو گئی تھی۔ بڑی مشکل سے میں نے اس پر قابو پایا ہے۔ میں نے آئی پی ایم کا دار کیا تب وہ قابو میں آیا ہے۔" پر مود نے بات بناتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے ڈائری میں درج ان مخصوص ریز کا ذکر بھی کر دیا جس کا

میجر پر مود نے رسیور رکھا اور مکرانا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
 ”آب تیار ہو جاؤ۔ ڈائری کے مطابق وہ سامنے
 والی دیوار سے لفٹ کا دروازہ کھلے گا۔“
 پر مود نے اٹھ کر طارق کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔
 ”نکسن ابھی تک قالین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کا منہ
 کھلا تھا لیکن نہ ہی وہ کوئی بات کر سکتا تھا اور نہ حرکت
 کر سکتا تھا۔“ پر مود نے اس کی ریڑھ کی ہڈی
 کا مخصوص مہرہ توڑنے کے ساتھ ساتھ اس کے
 حرام مغز کی بڑی رگ جو ریڑھ کی ہڈی اور کوکھوں کے
 جوڑ کے درمیان سے ہڈی سے نکل کر آگے جاتی تھی۔
 ضرب لگا تی تھی اور نکسن کا پورا اعصابی نظام ہی بے حس
 ہو گیا تھا۔

”اب یہ رپرڈ ہم میں سے کسی کی قد و قامت کا نہ ہوا
 تو پھر۔۔۔ دروازے کے قریب کھڑے توفیق نے
 مکرانے ہوئے کہا۔“

”تو پھر مجھے ڈائری میں لکھے ہوئے اس سرچنگ
 سوچ کو تلاش کرنا پڑے گا۔“ پر مود نے
 کہا۔

”اُسی لمحے کین کی چھت کے درمیان روشنی کی
 گول ٹوب ایک لمحے کے لئے جھبکی جیسے لوڈ تیز آ
 گیا ہو اور پھر نارمل ہو گئی۔“ پر مود۔ طارق اور

”باس۔ آپ کم از کم میرے متعلق تو ایسی بات
 نہ کہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میرے پاس فی بھری
 سرچنگ سوچ موجود ہے۔ اس کے سامنے
 میجر پر مود کیا پتھر بھی بول پڑتے ہیں۔“ میجر پر مود
 نے ایک بار پھر ڈائری کے اندراجات کا سہارا
 لیتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ اچھا اچھا۔ اوہ واقعی مجھے اس کا خیال
 نہ آیا تھا۔ دہری گڈ۔ تم اُسے لے کر نیچے آ جاؤ۔
 فوراً۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔

”باس۔ پہلے میری ایک درخواست سن لیں۔ میجر
 پر مود جس ٹائپ کا آدمی ہے۔ میرے خیال میں اُسے
 زندہ ہیڈ کوارٹر میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔ اس
 لئے میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ یہاں
 آجائیں۔ آپ اس سے شاید کوئی پوچھ گچھ کرنا چاہیں
 تو کہ لیں۔ اور اُسے کسی اور سنٹر میں لے جا کر
 ہلاک کر دیا جائے۔“ پر مود نے کہا۔

”اوہ ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ مکن تم اب واقعی
 بے حد ذہین ہو گئے ہو۔ ٹھیک ہے ایسے آدمی کو
 اندر لے آنے کا رسک نہیں لینا چاہیے۔ میں
 خود آ رہا ہوں۔“ دوسری طرف سے تیز تر پہلے
 میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

"ارے۔ ان سب کو کیا ہوا۔ مس لوسی پانی۔ پانی لے آؤ۔" ایک آدمی نے بیچ کر کہا۔ اور وہ لڑکی تیزی سے کہیں کے ایک کونے کی طرف دوڑی۔ وہاں ایک میز پر جگ اور گلاس پڑے ہوئے تھے۔ اس نے جگ اٹھایا ہی تھا کہ ایک آدمی نے جگ اس کے ہاتھ سے پکڑا اور اس نے پہلے نکلنے کے کھلے منہ میں پانی ڈالا۔ اس کے بعد اس نے پرمود۔ توفیق اور طارق کے منہ میں پانی انڈیل دیا۔ پانی جیسے ہی پرمود اور اس کے ساتھیوں کے حلق میں اترا۔ انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے جسموں سے اچانک غائب ہو جانے والی توانائی یک لخت روشنی کے بجھنے کی طرح داپس آگئی ہو۔

اور ابھی وہ اٹھ کر کھڑے ہی ہو رہے تھے کہ سائیڈ کی دیوار پھٹی اور تین شین گنوں سے مسلح افراد اندر داخل ہوئے۔ میجر پرمود اور اس کے ساتھیوں کے پاس فوری طور پر بچاؤ کا کوئی راستہ نہ تھا۔ کیونکہ اچانک گم نے کی وجہ سے دیواروں ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گئے تھے۔ اور آنے والوں نے صورت حال دیکھتے ہی شین گنیں سیدھی کی ہی تھیں کہ میجر پرمود نے یک لخت اپنے قریب موجود آدمی کو

توفیق نے چونک کر اس ٹوب کی طرف دیکھا ہی تھا کہ یک لخت سامنے کی دیوار میں ہلکی سی گولڈا ہٹ کی آواز سنائی دی۔ اور وہ سب چونک کر سیدھے ہو گئے۔ لیکن دیوار میں سے لفٹ کا دروازہ نمودار ہونے کی بجائے ایک پھوٹا سا بگل نما آلہ باہر نکلا۔ اور دوسرے لمحے میجر پرمود اور اس کے ساتھی اس طرح لہراتے ہوئے نیچے قالین پر گرے جیسے اچانک ان کے جسموں میں موجود توانائی کسی نے پتھڑ لی ہو۔ اور واقعی وہ بالکل بے حس و حرکت ہو گئے تھے۔ ان کے نیچے گرتے ہی ایک بار پھر گولڈا ہٹ سنائی دی اور وہ بگل دیوار میں غائب ہو گیا۔

میجر پرمود کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اُسے اندازہ بھی نہ تھا کہ اس طرح کی حرکت بھی ان کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ در نہ وہ کوئی اور طریقہ سوچتا۔ لیکن اب تو ایسا ہو چکا تھا۔ بگل کو غائب ہوئے پتھڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک کہیں کا بیردنی دروازہ کھلا اور وہی لڑکی ہاتھ میں فائل اٹھاتے اندر داخل ہوئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کے منہ سے ایک چیخ سی نکلی۔ اور وہ واپس دوڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔ چند لمحوں بعد دس بارہ آدمی اندر داخل ہوئے۔

زور سے دھکا دے کر آنے والوں پر اچھال دیا۔ اور اُسی لمحے توفیق نے پھلانگ لگائی اور جب تک آنے والے اپنے اوپر آکر ٹکرائے والے کو ہٹاتے توفیق ریوڑ اور اٹھا چکا تھا۔ چنانچہ پلک بھپکنے میں تین دھکے ہوئے اور تین گنوں سے مسلح تینوں افراد چیتے ہوئے نیچے گرے۔ کمرے میں موجود وہ لڑکی اور آنے والے دوسرے افراد یہ صورت حال دیکھ کر دروازے کی طرف پلٹے ہی تھے کہ ایک سخت کمرے کی چھت پر موجود گول ٹیوب سے ایک بار پھر زوردار بھجکا ہوا۔ لیکن اس بار سفید کی بجائے نیلے رنگ کی روشنی کمرے میں پھیل گئی اور پر مود اور اس کے ساتھی ایک بار پھر منہ کے بل نیچے قالین پر جا گرے۔ اس بار نہ صرف وہ بے حس و حرکت ہو گئے تھے بلکہ ان کے ذہنوں پر بھی گہری تاریکی کی دبیز چادر سی پھلتی چلی گئی تھی۔

لمحے قد اور بھاری جسم کا آدمی جیسے ہی دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ سامنے میز پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے انٹرکام کی گھنٹی تیز آواز سے بج اٹھی۔ وہ جلدی سے قدم بڑھاتا میز کی سائیڈ سے ہو کر اس کے پیچھے رکھی ہوئی ریوڑ اور اٹھا چکا۔ اور اس نے انٹرکام کا رسیور اٹھا لیا۔

”یس“ آئے والے نے بھاری آواز میں کہا۔

”نکسن پول رہا ہوں باس.....“ دوسری طرف سے اوپر موجود اسسٹنٹ مینیجر نکسن کی آواز سنائی دی۔ اور پھر ان دونوں میں گفتگو شروع ہو گئی۔ لیکن

لگے اور پھر ایک کمرے کا منظر ابھر آیا۔

”ادہ ادہ — مجھے پہلے ہی شک تھا“ — کمرے کا منظر سکریں پر ابھرتے ہی باس نے بُری طرح کرسی سے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اور دوسرا آدمی بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے سکریں کو اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے اُسے سکریں پر دکھائی دینے والے منظر پر یقین نہ آ رہا ہو۔

”ادہ — یہ یقیناً میجر پر مود ہو گا۔ ادہ۔ اچھا ہوا میں ادھر نہیں چلا گیا“ — باس نے چیخنے کے سے انداز میں کہا۔ اور پھر اس نے خود ہی جلدی سے اس مشین کے مختلف بٹن جلدی دبانے شروع کر دیئے۔ اور پھر اس نے مشین کے نیچے لگے ہوئے ایک سرخ رنگ کے ہینڈل کو زور سے جھکا دے کر نیچے گرا دیا اور دوسرے لمحے سکریں پر نظر آنے والے کمرے میں موجود تین افراد ایک تخت اس طرح نیچے گرے جیسے ان کے جہوں سے اچانک روچیں نکل گئی ہوں۔

باس نے ہینڈل دوبارہ اوپر کر دیا اور پھر مشین کے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔
 ”باس — یہ کون ہیں۔ وہ ممکن تو نیچے گرا ہوا تھا“
 نوجوان نے سہمے ہوئے ہلچے میں کہا۔

بھاری جسم والے آدمی کے چہرے پر جیسے جیسے گفتگو آگے بڑھ رہی تھی حیرت کے تاثرات نمایاں ہوتے جا رہے تھے۔ گھٹنگو کے اختتام پر اس نے رسیور دکھا اور حیرت بھرے انداز میں اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے نکل کر ایک راہداری میں سے ہوتا ہوا ایک اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک خاصا بڑا مل کمرہ تھا۔ جس میں مختلف مشینیں نصب تھیں۔ ایک سائڈ پر اندھے شیشے کا کیبن تھا اور وہ آدمی سیدھا اس کیبن میں داخل ہو گیا۔

”میں باس — کیبن میں ایک بڑی سی مشین کے سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا آدمی آنے والے کو دیکھ کر ہکھلے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا۔

”محسن کے کمرے کو چیک کرو“ — آنے والے باس نے سخت ہلچے میں اس آدمی سے کہا۔ اور خود اس کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک انھیں کے تاثرات نمایاں تھے۔

”کیس باس“ — اس نوجوان نے کہا۔ اور جلدی سے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ دوسرے لمحے مشین کی سکریں پر جھماکے سے ہونے

بیٹھ گیا۔ ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز سنائی دینے لگی۔ اور اس پر موجود ایک بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگ گیا۔ چند لمحوں بعد یہ بلب ایک لمخت جلنے لگا اور اس کے ساتھ ہی سیٹی کی ہلکنے والی آواز ہم ہوتی گئی اور پھر ایک آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی۔

”یس اور۔۔۔ بولنے والے کا لہجہ بالکل روڈو جیسا تھا۔

”ہیلو۔۔۔ دن کا ٹنگ گریٹ چیف باس اور“

باس نے بھاری آواز میں کہا۔

”یس۔۔۔ گریٹ چیف ہیڈ کوارٹر اور“

اسی مشینی آواز نے دوبارہ کہا۔

”گریٹ چیف باس سے ریڈ لائن پر بات کراد۔

میں نے ایک اہم ہدایت یعنی ہے ان سے اور“

دن دن نے کہا۔

”کوڈ اور“۔۔۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”ریپرڈ ہر دو گئے اور“۔۔۔ دن دن نے جواب دیا۔

”اد۔۔۔ کے اور“۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔

”ہیلو۔۔۔ گریٹ چیف باس اسٹنڈنگ اور“

”یہ میجر پرہود اور اس کے ساتھی ہیں۔ اس میجر پرہود نے ٹنگ کی آواز میں جھک دے کہ مجھے اوپر بلانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اس کی بدلی ہوئی آواز سے میں کھٹک گیا تھا اس لئے سبجائے سیدھا اوپر جانے کے میں نے سوچا کہ پہلے چیک کر لوں۔“

باس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اب اس کی آنکھوں میں چمک سی تھی۔

”تو باس میں آدمی بیچ دوں ان کو نیچے لے آنے کے لئے۔“۔۔۔ نوجوان نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ میں انہیں ہیڈ کوارٹر میں زندہ نہیں لے آنا چاہتا۔ ان کا خاتمہ وہیں کمرے میں ہی ہونا چاہیے۔

لیکن اب یہ بھاگ کر تو کہیں نہیں جا سکتے۔ اس لئے

میں چیف باس سے بات کر لوں۔“۔۔۔ کیونکہ ان کے

بارے میں جی۔ سی ہیڈ کوارٹر سے بڑی سخت ہدایات

آئی ہوئی ہیں۔“۔۔۔ باس نے کہا اور تیز تیز قدم

اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا گیا۔ وہ راہداری سے گزر

کر دوبارہ اپنے پہلے والے کمرے میں آیا اور اس

نے ایک الماری سے ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھا۔

اور اس پر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے میں مصروف ہو

گیا۔ فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس

نے ٹرانسمیٹر کے مختلف بٹن دبائے اور خود کو کسی پر

میں جواب دیا۔ لیکن اس کا رنگ زرد پٹ چکا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم لوگوں کا قصور نہیں ہے۔ یہ ایکسٹرا ٹائپ لوگ ہیں۔ ادناہ پر اس کے باوجود جو لوگ ٹھیک ہو سکتے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ان کی ذہنی صلاحیتوں کا اندازہ ہمارے سامنے ان بھی پوری طرح نہیں لگا سکتے۔“ او۔ کے۔ تم ان کو میرے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔ اب میں نے یہی فیصلہ کیا ہے ان کے دماغوں پر خصوصی ریسرچ کی جائے اور ”گریٹ چیف باس“ نے کہا۔

”انہیں ہلاک کر کے بھیجوں یا اور“
 ”دن دن نے چپکلی تے ہوئے کہا۔“

”اتحق آدمی۔ جب میں کہہ رہا ہوں کہ ان کے دماغوں پر ریسرچ ہونی ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ زندہ بھیجو اور ”گریٹ چیف باس“ نے انتہائی غصے سے کہہ دیا۔

”ٹھیک ہے باس۔ ٹھیک ہے۔“ پیش کوڈ بتادیں اور ”دن دن نے انتہائی سہمے ہوئے بلجے میں بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔“
 ”پیش کوڈ۔“ ان ایس براؤن تھری اور ”گریٹ چیف باس“ نے جواب دیا۔

”یس باس اور“۔ دن دن نے جواب دیا۔

ایچانک ایک باوقار سی آواز ٹرانسمیٹر سے نکلی۔

”باس۔ میں رچرڈ برڈ کے بول رہا ہوں۔۔۔۔۔“
 دن دن نے کہا۔

اور پھر مکس کی کال آنے سے لے کر اب تک کے تمام واقعات اس نے تفصیل سے سنا دیئے۔

”ادہ۔“ یہ کیا ہو رہا ہے کہ میجر پر مود اور اس کے ساتھی تم سے آکر گئے ہیں اور نہ صرف کمرائے ہیں بلکہ اگر تم ذرا اسی عقل مند سی نہ ظاہر کرتے تو وہ دن دن ہیڈ کوارٹر پر یقیناً قبضہ کر لیتے۔ آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا فورکارنز کی ساری تفہیمیں نکلی ہوئی جا رہی ہیں اور ”گریٹ چیف باس“ نے غصے سے چیخے ہوئے کہا۔

”باس۔“ میجر پر مود کو ہم نے چیک کر لیا تھا۔ اور پھر ایکشن گروپ نے بھی ان پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن سچانے یہ لوگ کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں کہ نہ صرف ایکشن گروپ سے بچ نکلے۔ بلکہ اس نے ایکشن گروپ کے چیف زاکورا جیسے آدمی سے ساری باتیں پوچھ لیں۔ حالانکہ زاکورا جس ٹائپ کا آدمی ہے وہ مر تو سکتا ہے لیکن بتا کچھ نہیں سکتا۔ اس کے باوجود انہوں نے اس سے اگھوایا اور یہاں پہنچ گئے اور ”دن دن نے سہمے ہوئے بلجے

کہ انٹرکام کو دیکھا اور پھر جلد ہی سے ہاتھ بڑھا کر ریسور
اٹھا لیا۔

”یس“ اس نے سخت الجھے میں کہا۔
”باس۔ میں آپریشن روم سے بول رہا ہوں۔ میں
نے اپنے طور پر حفاظت کے لئے اوپر زبردستی
سے تین آدمی بھیجے تھے اور خود انہیں چیک کرنے
لگا۔ اور باس اوپر بڑی گڑبڑ ہو گئی تھی۔ اداے
کے آدمی بچانے کس طرح کمرے میں آئے اور انہوں
نے ان آدمیوں کے منہ میں پانی ڈال دیا۔ اس
طرح بیزل ریزنٹ ختم ہو گئیں۔ اور وہ لوگ ٹھیک ہو
گئے۔ انہوں نے تینوں نیچے جانے والے آدمیوں
کو گولی مار دی۔ اس پر میں نے فوری طور پر ایکٹینا
ریز کا بجی دبا دیا۔ اور وہ نہ صرف مغفوج ہو گئے
بلکہ وہ اب طویل عرصے کے لئے بے ہوش بھی ہو
چکے ہیں۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
اور دن دن کی ان کے ٹھیک ہو جانے والی بات
سن کر تیزی سے پھیلتی ہوئیں آنکھیں دوبارہ اپنی جگہوں
پر واپس آ گئیں۔
”ادہ ادہ۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ ادہ اگر یہ لوگ
بھل جاتے تو گریت چیف باس تو ہمارے پورے
سیکشن کو گولیوں سے اڑا دیتا۔“ دن دن نے

”اور سنو۔ گریت ایکشن فی الحال ملتوی کر دیا
گیا ہے۔ اس لئے پلاننگ کینسل کر دی گئی ہے۔ اب
نئی پلاننگ بھیجی جائے گی اور۔“ گریت چیف
باس نے کہا۔

”ادہ۔ ہم نے تو تقریباً تمام کارروائیاں
مکمل کر لی تھیں اور۔“ دن دن نے چونک کر
کہا۔

”جب میں کہہ رہا ہوں کہ کینسل تو اس کا مطلب
کینسل ہی ہوتا ہے۔ سمجھو اور۔“ گریت چیف
باس نے ایک بار پھر چیختے ہوئے کہا۔

”یس۔ یس۔ اور۔“ دن دن نے
اور زیادہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

”اور اینڈ آل۔“ دوسری طرف سے کہا گیا۔
اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے ایک بار پھر
تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ دن دن نے ہاتھ بڑھا کر
ٹرانسمیٹر کے بٹن آن کئے۔ اور پیشانی پر آ
جانے والا پسینہ پونچھنے لگا۔ وہ اس طرح لمبے لمبے
سانس لے رہا تھا جیسے موت کے منہ سے نکل
کر آ رہا ہو۔

”اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے سیاہ رنگ کے
انٹرکام کی تیز گھنٹی بج اٹھی اور دن دن نے چونک

لباساںس یلتے ہوئے کہا۔
 "یس باس۔ قیمت ہی ابھی تھی کہ یہ لوگ دوبارہ
 ڈھیر کر لئے گئے۔ ورنہ یہ تو بہت خطرناک ہیں"
 دوسری طرف سے کہا گیا۔

"گر میٹ چیف باس نے انہیں اپنے ہیڈ کوارٹر
 طلب کیا ہے۔ تم ان کا خیال کرنا۔ میں جیگر کو کال کر
 رہا ہوں۔" — "ون ون نے کہا۔ اور انٹر کام کا
 رسیور رکھ کر اس نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون
 کی طرف مڑتے بڑھا دیا۔

رائف ہوٹل کی شاندار عورت سے کچھ دور بنے
 ہوئے پارک کی ایک پنج پر عمران ایک اخبار ہاتھ میں پکڑے
 بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہرے
 پر ایسے اطمینان کے آثار تھے جیسے وہ بہت سناٹا کم
 کرنے کے بعد اب پوری طرح مطمئن ہو کر بیٹھا اخبار پڑھ
 رہا ہو۔ کہ اُسی لمحے پارک کے بڑے دروازے
 سے جویا اندر داخل ہوئی اور تیز قدم اٹھاتی سیدھی اس
 پنج کی طرف بڑھنے لگی جس پر عمران بیٹھا ہوا تھا۔
 "آئیے آئیے مس جویا نا فخر ڈاٹر۔ آپ یہاں کیسے۔
 آپ سے اتنے طویل عرصے بعد ملاقات ہو رہی ہے۔"
 عمران نے اس طرح اٹھ کر کھڑے ہوئے کہ
 جیسے واقعی وہ بڑے طویل عرصے بعد جویا سے مل رہا ہو۔

کا تو رشتہ نہیں ہے۔ بھلا بے چارے عاشق کی جرات ہے کہ..... * — عمران نے معصوم سے ہلچل میں کہنا شروع کیا لیکن فقرہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اچھل کر آگے کی طرف پھلانگ لگا گیا ورنہ جو لیا کا ہاتھ اس کے چہرے پر پڑتا۔

"تم باز نہیں آؤ گے۔" — جولیا نے بری طرح دانت پیٹتے ہوئے کہا۔

"باز تو شکاری پرندہ ہوتا ہے۔ مس جولیا۔ اور میں نے سنا ہے کہ شکاری بڑی خطرناک سی چیز ہوتا ہے۔ بس بھیٹ پڑتا ہے اپنے شکار پر۔" — اور جب اس کا شکار آپ جیسی نرم و نازک..... * — عمران بھلا اتنی جلدی اپنی زبان کہاں روکنے والا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ میں جا رہی ہوں۔ تم جانو اور تمہارا کام۔" جولیا نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور اٹھ کر تیزی سے واپس پارک کے گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

"ارے ارے۔ مجھ جیسا پھر نہیں لے گا۔ پاؤں۔" ارے تم تو واقعی جا رہی ہو۔ ارے میں نے تو اس کا حلیہ پوچھا تھا۔" — عمران نے کہا۔ اور آگے بڑھتی ہوئی جولیا ایک لمخت رک گئی۔

"کب پوچھا تھا حلیہ۔" — جولیا نے مڑ کر خمیلیں لہجے میں کہا۔

"زیادہ آدکاری کی ضرورت نہیں۔ ہماری نگرانی نہیں ہو رہی۔ ہم نے چیک کر لیا ہے۔" — جولیا نے قریب آکر جڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"اُدھ مس جولیا نا فز وائر۔" — یہ آپ کیسے فرما رہی ہیں کہ نگرانی نہیں ہو رہی۔ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ میاں دیکھ رہا ہے اور اس کی نگرانی بڑی سخت ہوتی ہے۔ انسان چاہے جہاں مرضی آئے چھپ جائے اس کی نگرانی سے نہیں بچ سکتا۔" — عمران نے کہا اور جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

"میں دینا وی نگرانی کی بات کر رہی ہوں۔ تم کہاں لے جاتے ہو بات کو۔ سنو۔ رالف جوٹلی میں نہیں آتا۔ اس کی رہائش گاہ کا میں نے نہ صرف پتہ معلوم کر لیا ہے بلکہ باقی ٹیم کو اس کی نگرانی کے لئے بھی بھیج دیا ہے وہ کننگٹن کاؤنٹی کی کوئٹھی نمبر بارہ میں رہتا ہے۔" — جولیا نے پتھ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا کیا۔ بہت خوب صورت آدمی ہے جو تم اس کی رہائش گاہ بھی پوچھ آئی ہو۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"شٹ آپ۔ ہر وقت کا مذاق اچھا نہیں ہوتا۔" — جولیا نے غصیلے انداز میں آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

"مذاق۔ کیا مذاق۔ مس جولیا آپ کا اور میرا مذاق۔"

جولیا نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔
 "میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔ کمال ہے۔ مانتی تم خود
 نہیں اور الزام مجھ پر لگا دیتی ہو۔" — عمران نے آنکھیں
 نکالتے ہوئے کہا۔

"پھر وہی بکواس — فارگا ڈسک — سنجیدہ ہو جاؤ
 پلیز۔ دیکھو میں مانتے ہوڑتی ہوں۔" — جولیا اس بار
 واقعی بری طرح زچ ہو گئی تھی۔

"اچھا۔ واقعی۔ کمال ہے۔ مجھے آج تک پتہ ہی نہیں
 چلا کہ تم سنجیدہ ہو۔ میں تو تمہیں جولیا نافردا ٹری ہی سمجھتا
 رہا۔ واہ اچھا نام ہے مس سنجیدہ۔" — عمران بھلا
 اتنی آسانی سے کہاں قابو میں آنے والا تھا۔

اور جولیا چند لمحے خاموش کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی۔
 پھر وہ کندھے اچکاتی ہوئی آگے بڑھی اور پنچ پر بیٹھ کر
 اس نے وہ اخبار اٹھایا جو تھوڑی دیر پہلے عمران پڑھ
 رہا تھا۔ اس نے اخبار اٹھا کر اس طرح پڑھنا شروع
 کر دیا جیسے وہ یہاں آئی ہی اخبار پڑھنے ہو۔ اور عمران اس
 کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار مسکرایا۔

"خبردار جب پڑھ لینا تو مجھ سے بھی بات کر لینا۔ ویسے
 جب ایکسٹو کو رپورٹ ملے گی کہ جولیا نے اتنے اہم مشن
 کو چھوڑ کر اخبار پڑھنا شروع کر دیا ہے تو....."
 عمران نے پنچ پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

کمال ہے۔ میں نے تو سنا تھا کہ عورتوں سے
 براہ راست کچھ نہیں پوچھا جاتا وہ اسے بہ تہذیبی سمجھتی ہیں
 اس لئے میں نے کہا نہیں تھا کہ وہ خوب صورت آدمی
 ہے۔ اس سے میرا یہی مطلب تھا کہ تم جواب میں
 کہو گی نہیں وہ خوب صورت نہیں ہے بلکہ اس کا علیہ
 ایسا ہے۔ عمران نے معصوم سے ہجے میں
 میں جواب دیا۔ اور اس بار جولیا واقعی ہنس پڑی۔
 "تم سے خدا ہی سمجھے۔ ہر بات سے اپنے مطلب
 کی بات نکال ہی لیتے ہو۔" — جولیا نے ہنستے
 ہوئے کہا۔

"میرا مطلب تو....." — عمران نے دوبارہ
 شرارت بھرے انداز میں کہنا شروع ہی کیا تھا کہ جولیا
 ایک بار پھر مڑنے لگی۔
 "ارے ارے۔ مان لیا کہ تم پشت سے بھی بہت
 خوب صورت ہو لیکن....." — عمران نے کہا۔
 "تم ایک نمبر اچھی ہو۔ تمہیں بات کرنے کی تمیز ہی
 نہیں رہی۔" — اس بار جولیا کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔
 کمال ہے۔ اگر میں گھبرا کر بات کر دوں تب بھی ناراض
 اگر سیدھی بات کر دوں تب بھی ناراض۔ عمران
 نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 "آخر تم وقت ضائع کرنے پر کیوں تے ہوئے ہو۔"

گئی۔ اُسے شاید کوئی مناسب مثال سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔
 جیسے گدھے کے ساتھ بیچ جاتی ہو۔ بیچ کے کہتے
 ہیں۔ "عمران نے مکرانے ہوئے کہا۔
 "چلو شکریہ تم نے اپنے آپ کو گدھا تو تسلیم
 کر لیا۔ باقی کوئی ہوگی بیچ وغیرہ بھی۔" جولیا بھی
 اس بار مکرادی۔

"اب میں نے جواب دیا تو تم پھر ناراض ہو جاؤ گی۔
 ایک تو یہ مہارسی ناراضگی بھی ختم ہونے میں نہیں آتی۔
 تم خود سوچو اگر میں گدھا ہوں تو پھر تم..... چلو پھوڑو پھر
 ناراضگی والی بات۔ میں تمہیں بیچ کے متعلق بتاؤں۔
 تم نے کبھی پاکستانیوں کو گدھا گڈی دیکھی ہے؟
 عمران نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔
 اور جولیا شرمندہ سی ہو کر بھینپ گئی کیونکہ عمران
 جو کہنا چاہتا تھا وہ سمجھ گئی تھی۔

"ہاں۔ دیکھی ہے۔ لیکن....." جولیا نے
 شرمندہ سے پہلے میں کہا۔
 "اس میں ایک گدھا یا گدھی جتنی ہوتی ہے۔ اور
 اس کے ساتھ ہی ایک گدھی کا بچہ بھی ہوتا ہے۔ اُسے
 بیچ کہتے ہیں۔ وہ بے چارہ بس ساتھ ساتھ دوڑتا
 رہتا ہے لیکن وہ گدھی یہ سمجھتی ہے کہ یہ سامان گھسیٹنے
 میں بھی میری مدد کر رہا ہے۔" عمران نے باقاعدہ

"میں اسے بتا دوں گی کہ تمہیں اب صرف بکواس کرنے
 کے سوا اور کوئی کام نہیں رہا۔" جولیا نے
 جواب دیا۔

"سہو جولیا۔ تم پاکستانی کرکٹ سروس کی نمبر ٹو ہو۔
 کم از کم تمہیں تو اس طرح فارغ بیٹھ کر وقت ضائع نہیں
 کرنا چاہیے۔ تمہیں معلوم ہے کہ کرکٹ فریڈی اور میجر پرہود
 دونوں فورکار نرز کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ وہ
 سب نے اب تک کہاں پہنچ چکے ہوں گے اور ہم ابھی لوگوں
 کی نگرانی ہی کرتے پھر رہے ہیں۔ اگر پاکستانی کرکٹ سروس
 کی کارکردگی بھی وہ گئی ہے تو پھر میرے خیال میں اب اس
 سروس کو استعفیہ دے دینے چاہئیں۔" عمران
 نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور جولیا اس کا اہم
 کر ہی چوک پڑی۔

"یہ تم کہہ رہے ہو۔ تم نے کبھی سوچا ہے کہ ہم لوگ کام
 کرنے کے لئے تمہارے ساتھ آئے ہیں۔ بھک ماٹے
 کے لئے نہیں۔ لیکن مہارسی تو عادت ہو گئی ہے ہمیں
 نظر انداز کرنے کی۔ بس تم خود ہی پلاننگ بناتے رہتے
 ہو۔ خود ہی ان پر عمل کرتے رہتے ہو۔ اور ہم کھٹ پٹیوں
 کی طرح تمہارے ساتھ ساتھ اس طرح دوڑتے رہتے
 ہیں جیسے جیسے..... جولیا نے کاٹ
 کھانے والے لہجے میں کہا۔ لیکن جیسے پر آکر وہ رک

"اس نے بتایا ہے کہ سہ رالف کا اصل ٹھکانہ میکا ہنز میں موجود ایک بڑی کیمیکل فیکٹری کے نیچے ہے۔ اور اس کیمیکل فیکٹری کے مینجر کا نام ریچرڈ سن ہے۔ ہمیں اب ریچرڈ سن کو قابو میں کرنا ہو گا تب ہی ہم اس اڈے میں داخل ہو سکتے ہیں اور "کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"میکا ہنز — اودھ ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو رالف ہوٹل کے قریب پارک میں آ جاؤ۔ میں اور جویا وہیں موجود ہیں۔ پھر یہاں سے جانے کا پروگرام بنالیں گے۔ اور سنو۔ وہ بوڑھا ہیری اب کہاں ہے اور " — عمران نے پوچھا۔

"بوڑھا ہیری وہ ابھی تک پینے میں ہی مصروف ہے۔ میں اُسے اس کے کمرے میں پھوڑ آیا تھا کیوں اور " کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ تم فوراً دباؤ سے جل پڑو۔ اور نگرانی کا خاص خیال رکھنا۔ ایسے لوگ عام طور پر ڈبل کر اس بھی کرتے ہیں۔ اور اینڈ آل۔ — عمران نے کہا اور پھر اخبار دوبارہ جویا کی طرف پھینک کر اس نے گھڑی کا ونڈ بٹن دبا کر اُسے آف کر دیا۔

"تو تم نے اسی لئے کیپٹن شکیل کو ہم سے علیحدہ بھیجا تھا " — جویا نے کہا۔

بکھر دینا شروع کر دیا اور جویا اس بار واقعی ہنس پڑی۔ "اودھ اچھا اسے کہتے ہیں سچ۔ ویسے میں نے محاورہ تو سنا ہوا تھا۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ بہر حال میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کی " — جویا نے اصل بات پر آتے ہوئے کہا۔

لیکن اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اس کی کلائی پر ضربیں لگنی شروع ہو گئیں۔ اس نے چونک کر ریسٹ واک کا بٹن دبایا اور ونڈ بٹن کو مخصوص انداز میں دبا کر اس نے گھڑی کو منہ کے قریب کر لیا۔ ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے اخبار جویا کے ہاتھ سے بھینٹ کر اپنے آگے کر لیا۔

"ہیلو ہیلو — کیپٹن شکیل کا ٹنگ اور "

گھڑی میں سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"یس — عمران اسٹنک اور " — عمران نے سنجیدہ سہجے میں کہا۔

"عمران صاحب — سہ رالف کا اصل ٹھکانہ میں نے ڈھونڈ لیا ہے۔ بوڑھے ہیری کو دھسکی کی دو بوتلیں پانی پڑی ہیں۔ تب جا کہ وہ بولا ہے اور "

دوسری طرف سے کیپٹن شکیل نے مکرراتے ہوئے کہا۔

"بتایا کیا ہے اس نے اور " — عمران نے پوچھا۔

سکراتے ہوئے کہا۔

"کیا کیا کہہ رہے ہو" — جولیا عمران کا فقرہ سن کر بوکھلائے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھو بیٹھو — اطمینان سے بیٹھو۔ سنو۔ فورکارنرز کے ہیڈ کوارٹر میں داخلہ خواہا مشکل بلکہ تقریباً ناممکن بنا دیا گیا ہو گا۔ اس لئے اس کا آسان طریقہ ہمیشہ ہی ہوتا ہے کہ مخالفت کو اپنے پاس بلوالیا اور پھر اطمینان سے لہے ہوئے ہیڈ کوارٹر میں داخل ہو گئے — کیا آسان طریقہ ہے۔ یہ جاسوسی کا خاص راز ہے۔ اس کو پہلے سے باندھ لو۔ لیکن اب کیا کیا جائے۔ دو بیٹھ تم نے پہن نہیں رکھا کہ اس کا پلہ ہو" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ — لیکن اگر انہوں نے یہیں فائبرنگ کر کے ڈھیر کر دیا تو ضروری تو نہیں کہ وہ ہمیں زندہ ہیڈ کوارٹر لے جائیں" — جولیا نے کہا۔

"دنیا میں ضروری کوئی چیز بھی نہیں ہوتی۔ مثلاً ضروری نہیں کہ ہر عشق کا انجام شادی ہو اور ہر شادی کا انجام عشق ہو — دیکھو ہیرا رانجھا۔ سوہنی ماہیوالی۔ ارے تمہیں تو شاید یہاں کی لوگ داستانوں کا بھی علم نہ ہو گا۔ چلو سوئٹزر لینڈ کی مثالیں ہی لے لو۔ ضروری نہیں کہ لوجینا ڈارسن کی شادی ہو جائے" — عمران نے کہا۔ اور جولیا

دیکھو جولیا۔ سردالغ فورکارنرز کا انتہائی اہم عہدیدار ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا پتہ آسانی سے تو نہیں چل سکتا — میں نے تمہیں ہدایات دے کر صرف اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس رالغ کا علیہ اور قد و قامت کا پتہ چلاؤ۔ تم نے کارکردگی دکھائی اور ٹیم کو اس کی رہائش گاہ کی نگرانی کے لئے بھی بھیج دیا — اب اگر وہاں وہ چپک ہو گئے تو پھر مسئلہ بن جائے گا۔ دوسری بات یہ کہ ایسے لوگ عام طور پر رہائش گاہیں صرف کھاتہ پورا کرنے کے لئے رکھتے ہیں۔ وہ وہاں رہتے نہیں ہیں۔ یہاں ایک بوڑھا بیڑی ہے جو معلومات فروخت کرنے کا دھندہ کرتا ہے۔ اس نے کیپٹن شکیل کو تبتا دیا ہے — لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسے لازماً ڈبل کر اس کرے گا۔ اس لئے میں نے چوہان کو کیپٹن شکیل کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ اور میں یہاں کیپٹن شکیل کے پیغام کے لئے ہی انتظار میں بیٹھا تھا" — عمران نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"لیکن تم نے تو کیپٹن شکیل کو یہاں بلوالیا ہے۔ اور اگر تم مجھے پہلے ہی بتا دیتے تو کم از کم میں زچ تو نہ ہوتی" جولیا نے بڑا سامنا بناتے ہوئے کہا۔

"کیپٹن شکیل کو یہاں بلوانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ فورکارنرز ہم تک خود بخود پہنچ جائیں" — عمران نے

ہیں۔" — عمران نے جواب دیا اور جویا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"جواب گول کرنے میں واقعی تم دنیا بھر میں سب سے آگے ہو۔" — جویا نے ہنسنے ہوئے کہا۔

"جب دنیا گول ہے تو پھر چوکور کا یہاں کیا کام۔ ہر چوکور کو گول ہونا چاہیئے۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے باقاعدہ دلیل دی۔ اور جویا بھی سر ہلاتے ہوئے ہنسنے لگی۔

اُسی لمحے یارک کے دروازے سے کیپٹن شکیل اندر داخل ہوتا دکھائی دیا تو وہ دونوں خاموش ہو کر اُسے دیکھنے لگے۔ اس وقت وہ سب اصل شکلوں میں تھے۔ اسی لئے عمران نے ہوٹل میں پوچھ گچھ کرنے کے لئے خود جانے کی بجائے جویا کو بھیجا تھا۔ کیپٹن شکیل تیز تیز قدم اٹھاتا سیدھا عمران اور جویا کی طرف بڑھ آیا۔

"اب کیا پروگرام ہے عمران صاحب۔" — کیپٹن شکیل نے قریب پہنچتے ہی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ظاہر ہے۔ اب مجبوراً دنیا میں جانا پڑے گا۔"

ایمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"دنیا میں جانا پڑے گا۔" — کیا مطلب۔"

مس بار کیپٹن شکیل اور جویا دونوں نے چونک کر

کی آنکھیں پھینے لگیں۔

"اوہ۔ تمہیں سوئٹزرلینڈ کی اس قدر قدیم داستان کے کرداروں کا علم کیسے ہوا۔" — جویا واقعی بے حد حیران تھی۔ کیونکہ لوہینا ڈارسن کی لوک داستان تو صرف سوئٹزرلینڈ کے دیہاتوں تک ہی محدود تھی اور انتہائی قدیم ترین لوک داستان سمجھی جاتی تھی۔

"وہ ڈارسن بے چارہ روزانہ مجھے آکر خبردار کرتا رہتا ہے کہ سوئس لوگوں میں وفانام کی کوئی چیز نہیں۔ اس لئے میں باز آ جاؤں۔" — لیکن میں ہر بار اُسے یہی جواب دیتا ہوں کہ نہیں تم غلط کہتے ہو۔ اگر ایسی بات ہوتی تو بیشک راگ کی شادی کبھی نہ ہوتی۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور جویا کی آنکھیں ایک بار پھر پھینے لگیں۔

"اوہ۔" — انتہائی حیرت انگیز۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ کہ تمہیں بیشک راگ کی داستان کا بھی علم ہو گا۔ یہ آخر تم کیسے اس قدر معلومات حاصل کر لیتے ہو۔" — جویا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ عمران نے واقعی اُسے حیران کر دیا تھا۔

"اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی ایک ہی فیلڈ میں ہو تو کچھ روحانی رابطے قائم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میرے روحانی رابطے ہی دنیا بھر کے عاشقوں سے ہیں اور وہ بے چارے اپنی اپنی داستانیں مجھے آکرتے رہتے

میں کہا۔ اور ساتھ ہی دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لئے۔
جولیا نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ جب کہ کیپٹن شکیل نے
اس طرح ہاتھ اٹھائے جیسے وہ عمران کی وجہ سے
مجبوراً ایسا کر رہا ہو۔ لیکن جولیا کو چونکہ عمران پہلے
ہی اپنا پردہ گرام بتا چکا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے
پر کیپٹن شکیل کی طرح کوئی الجھن نہ تھی۔
"ریکو۔۔۔ دیگن اندر لے آؤ۔ جلدی"

حکم دینے والے نے تیز ہلچے میں اپنے ایک ساتھی
سے مل کر کہا۔ اور وہ دوڑتا ہوا دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔ پارک میں موجود دیگر افراد یہ صورت حال
دیکھ کر تیزی سے ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ ان میں سے
کسی نے مداخلت کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ کیونکہ
یہاں کا معاشرہ ہی ایسا تھا کہ کوئی آدمی دوسرے کے
کسی کام میں مداخلت نہ کرتا تھا۔ چند لمحوں بعد ایک
بند باڈی کی ویگن تیزی سے پارک میں داخل ہوئی۔ اور
ان کے قریب آکر رک گئی۔ اسی لمحے ویگن کا پچھلا دروازہ
کھلا اور ایک اور مسلح آدمی نیچے اتر آیا۔ جب کہ وہ
آدمی جے، ریکو، کے نام سے پکارا گیا تھا۔ ڈرائیونگ
یٹ پر تھا۔

"پلو اندر۔ اور سنو۔ اگر ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولیوں
سے بھون ڈالیں گے۔" اس لیڈر نے کہا۔

پوچھا۔ ان دونوں کے چہروں پر حیرت تھی۔
"جب جنت میں شیطان آیا تھا تو کیا ہوا تھا۔ دنیا میں
جانا پڑ ہی گیا تھا نا، آدم و حوا کو۔" عمران نے
کہا اور اس بار کیپٹن شکیل جیسا سنجیدہ آدمی بھی
بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔
"لیکن اب شیطان بے چارہ کیا کرے جب آدم اُسے
خود جنت میں طلب کر رہا ہو۔" کیپٹن شکیل نے
جنتے ہوئے کہا۔
"آدم کا کوئی قصور نہیں بلکہ حوا کو دنیا کی رنگینیاں زیادہ
پسند ہیں۔ وہ آگے شیطان۔"

عمران نے کہا۔
اور کیپٹن شکیل اور جولیا نے چومک کر دیکھا۔ واقعی
چار شیٹنگنوں سے مسلح افراد پارک کے دروازے سے
داخل ہو کر تقریباً ان کے قریب پہنچ چکے تھے۔ وہ پھیل
کر آ رہے تھے۔ اور ان کا انداز بے حد جارحانہ
تھا۔

"خبردار۔ ہاتھ اٹھا لو ورنہ۔" ایک آدمی
نے چیختے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی انہوں نے شیٹنگوں
کا رخ ان کی طرف کر لیا۔

"میں تو جناب پہلے ہی ہینڈز اپ ہوں۔ حکم کا غلام
ہوں جناب۔" عمران نے بڑے فدا دینے والے

فوراً اور پھر گریٹ چیفٹ باس کے عہدے تک پہنچے گا۔ اُس کے بعد اُسے پتہ چلے گا کہ خطرناک کون ہوتا ہے اور کون نہیں ہوتا۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"اوہ اوہ — تم تو واقعی خطرناک آدمی ہو۔ تمہیں یہ سب کیسے معلوم ہو گیا؟" — لیڈر نے بڑی طرح چونکتے ہوئے کہا۔

"اُسے کمال ہے۔ تم میں تو بڑے سیاستدان بننے کے پورے جراثیم موجود ہیں۔ ایک لمحے میں اپنا بیان بدل سکتے ہو۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"سنو۔ میرا نام دانش ہے اور میں نمبر ٹو ہوں۔ میں فوراً رنرزمین آنے سے پہلے ایکریمیا کی ایک سیکرٹ ایجنسی سے بھی متعلق رہا ہوں۔ اور دماغ میں نے پاکیشیا کے علی عمران کے کارناموں کی دھوم مچائی ہے۔ اور مجھے تم سے ملنے کا بے حد اشتیاق تھا۔ لیکن تم نے جس بھونڈے طریقے سے باس کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے میں بڑا مایوس ہوا ہوں۔ تمہاری یہ ساتھی ہوٹل میں پہنچی۔ اور اس نے ایک بیرے کو رشوت دے کر مداخلت کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی۔ جس کی اطلاع

لیکن عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا آگے بڑھا۔ اور دیگن کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے جویلا اور کیپٹن شکیل بھی تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی جویلا اور کیپٹن شکیل چونک پڑے۔ کیونکہ دیگن کی ایک سیٹ پر جوٹان بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اس کے سر پر ابھرا ہوا گوٹر صاف نظر آ رہا تھا۔

دیگن میں بھی دو مسلح افراد موجود تھے۔ عمران۔ جویلا اور کیپٹن شکیل کو سیٹوں پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ اور وہ تینوں خاموشی سے سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ دو اور مسلح افراد اندر داخل ہوئے اور پھر انہوں نے شین گنوں کی ٹالوں پر ان تینوں کے ہاتھوں میں کلپ جھکڑیاں ڈال دیں۔ اور اس کے ساتھ ہی دیگن حرکت میں آ گئی۔

عمران بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا جب کہ جویلا اور کیپٹن شکیل دونوں کے جہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ وہ لیڈر جو کہ اس ساری کارروائی میں حکم دے رہا تھا عمران کے سامنے والی سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔

"مجھے باس نے تو کہا تھا کہ تم انتہائی خطرناک آدمی ہو۔ لیکن تم تو کسی پتھر چوہے کی طرح گرفتار ہو گئے ہو۔" اس آدمی نے کہا۔

"تمہارا باس ابھی صرف تھری تھری ہے۔ جب وہ

بڑے فخریہ انداز میں کہا۔
 "معلومات کا شکریہ۔ لیکن اس کے باوجود سر
 رالف سے ملنے کے لئے تم نے یہاں کوئی بورڈ
 نہیں لگایا ہوا ہے۔ ہم دراصل سر رالف سے
 ملنے کے بے حد خواہشمند تھے۔" — عمران نے
 کہا۔

"اوہ۔۔۔ تو متہارا مطلب ہے کہ تم نے یہ سب
 کچھ دانستہ کیا ہے۔ تاکہ تم سر رالف تک پہنچ سکو۔
 لیکن کیوں تم ان سے کیوں ملنا چاہتے ہو؟
 والش نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"سر رالف اور ڈیڈی کے بڑے پرانے خاندانی
 تعلقات ہیں۔ ڈیڈی نے کہا تھا کہ نارا کا جاکر انہیں
 رالف سے ضرور ملنا۔ اور میں تو تصور بھی نہیں کر
 سکتا کہ ڈیڈی کی ہدایت پر عمل نہ کروں۔ وہ بڑے
 سخت مزاج آدمی ہیں۔ کم از کم دو گھنٹے تو کان پکڑ کر
 مرغ بننا پڑ ہی جاتا۔" — عمران نے جواب دیا۔

والش چند لمحے تو خاموش بیٹھا عمران کو دیکھتا رہا۔
 اس کے انداز میں تذبذب کا پہلو نمایاں تھا۔ جیسے
 کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ پھر اس نے فیصلہ کن
 انداز میں کندھے اچکائے اور حیب سے ایک بھوٹا
 سا ٹرانسمیٹر باہر نکال کر اس کا بٹن دبا دیا۔ ٹرانسمیٹر سے

مجھے مل گئی۔ اس کے بعد بوڑھے ہیری نے بھی
 اطلاع دے دی کہ ایک آدمی سر رالف کے بارے
 میں معلومات حاصل کرتا پھر رہا ہے۔ پھر متہاری
 اس لڑکی نے اپنے ساتھیوں کو سر رالف کی
 رہائش گاہ کی نگرانی کے لئے جو ٹرانسمیٹر کال کی وہ بھی
 ہم نے پیچ کر لی۔ اس طرح رہائش گاہ کی نگرانی
 کرنے والے بھی آسانی سے گرفتار کر لئے گئے۔
 اور پھر اس لڑکی کی یہاں آمد بھی ہماری نظروں میں
 تھی۔ اور متہاری جو ٹرانسمیٹر کال ہوئی وہ بھی
 ہم نے پیچ کر لی۔ میں نے باس سے اس بارے
 میں بات کی اور متہارا نام بتایا تو باس نے حکم دیا کہ تم
 سب کو زندہ گرفتار کر کے اس کے پیچ کیا جائے۔
 اور پھر تم تینوں بھی بڑی آسانی سے قابو میں آ گئے۔
 اس آدمی کی نگرانی کرنے والا یہ آدمی بھی ہماری نظروں
 میں آ گیا۔ یہ ساری باتیں بتانے کا میرا مقصد
 صرف اتنا ہے کہ میں تمہیں بتا سکوں کہ متہارے
 کارناموں کی دھوم شاید پس ماندہ ملکوں تک ہی محدود
 ہو گی۔ یہاں ہم لوگ انتہائی جدید ترین دساکے کے
 مالک ہیں۔ اور فورکار نرنز نے تو یہاں ناداک میں ایسا
 جال پھیلایا ہوا ہے کہ ایک کبھی کے پردوں کی حرکت
 بھی ہم سے چھپی نہیں رہ سکتی۔" — والش نے

اس لئے تم انہیں پوائنٹ تھری پر ہی پہنچا دو۔ اور خاص طور پر محتاط رہنا۔ اور اینڈ آل۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

والش نے ٹرانسمیٹر آف کر کے واپس جیب میں ڈال لیا۔ اس کے چہرے پر اب پہلے سے زیادہ حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔ شاید اُسے یقین نہ آ رہا تھا کہ عمران جیسے احمق اور سیدھے سادے آدمی کو مین ہیڈ کو آرٹر بھی طلب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کال کے سنتے ہی عمران کی آنکھوں میں ایک خاص چمک ابھر آئی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اس اتفاق پر حیران ہو رہا تھا کہ قدرت اس کی کس طرح خود بخود مدد کر رہی ہے کہ وہ براہ راست

فورکارنز کے مین ہیڈ کو آرٹر پہنچ رہا ہے۔ درنہ اس کے ذہن میں منصوبہ یہی تھا کہ وہ سرالغ کو قابو میں کر کے اس سے مین ہیڈ کو آرٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرے گا۔ اور پھر اس میں داخل ہونے کی منصوبہ بندی کرے گا۔ لیکن اب یہ سارا کام خود بخود ہو گیا تھا۔ اور وہ پوری ٹیم سمیت مین ہیڈ کو آرٹر میں داخل ہو رہا تھا۔ عمران کے نزدیک کرنل فریسی اور میجر پرمود کے مقابلے میں یہ اس کی بہت بڑی کامیابی تھی۔

ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔
”ہیلو ہیلو۔۔۔ والش کالنگ باس اپور“
والش نے کہا۔

”یہ باس انڈنگ اور۔۔۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

”باس۔۔۔ عمران اور اس کے سارے ساتھیوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ عمران سے میری بات چیت ہوئی ہے۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر وہ اتنی آسانی سے کیسے گرفتار ہو گیا۔۔۔ وہ اب کہہ رہا ہے کہ اس نے ایسا صرف آپ سے ملنے کے لئے کیا ہے اور۔۔۔“
والش نے جواب دیا۔

”مجھ سے ملنے کے لئے۔۔۔ وہ کیوں اور۔۔۔ دوسری طرف سے چوکنے ہوئے ہلچے میں پوچھا گیا۔

”آپ خود بات کر لیجئے۔ میں تو انہیں پوائنٹ تھری پر لے جا رہا ہوں۔ لیکن اگر آپ واقعی اس سے ملنا چاہتے ہیں تو پھر اُسے پوائنٹ ون پر لے جایا جائے اور۔۔۔“
والش نے کہا۔

”وہ انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ اس کی باتوں میں مت آجاؤ۔ میں نے جی سی ہیڈ کو آرٹر بات کر لی ہے۔ وہ اُسے اور اس کے ساتھیوں کو زندہ طلب کر رہے ہیں۔۔۔ ورنہ میرا پروگرام تو ان کی لاشیں بیچنے کا تھا۔“

انداز میں چلتا ہوا میز کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے قریب پہنچتے ہی وہ چاروں مودبانہ انداز میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

”بیٹہ جاؤ۔“ — آنے والے نے جو فورکار نرنز کا گریٹ چیٹ باس تھا۔ باوقار سے پہلے میں کہا۔ اور ان چاروں کے بیٹھے ہی وہ بھی خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔
”تمہیں یہ اطلاعات تو مل چکی ہوں گی کہ فورکار نرنز نے فی الحال بین مشن ملتوی کر دیا ہے۔ اور میں نے یہ خصوصی میٹنگ صرف اس لئے طلب کی ہے تاکہ اس بارے میں تمہارے ذہن صاف ہو سکیں۔“ — گریٹ چیٹ باس نے کرسی پر بیٹھے ہی ان چاروں سے مخاطب ہو کر کہا۔

”باس۔“ — ہم تو حکم کے غلام ہیں۔ وضاحت کی ضرورت ہی نہیں۔“ — ساتھ والی کرسی پر بیٹھے ہوئے بے تڑنگے آدمی نے کہا۔

”نہیں۔“ — تھری تھری مین مشن کے بعد تم لوگوں نے دنیا پر دراصل حکومت کر لی ہے۔ میں تو پھر بھی انڈر گراؤنڈ ہی رہوں گا۔ اس لئے تمہارے ذہن صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔“ — دیے تم مجھے بتاؤ کہ مین مشن کے ملتوی ہونے کی تمہارے ذہن میں کیا وجوہات ہیں“
گریٹ چیٹ باس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بٹھ سے ملے کمرے کے درمیان ایک بیضوی میز کے گرد پانچ کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ جن میں سے چار کرسیاں پُر تھیں۔ البتہ ایک کرسی خالی پڑی ہوئی تھی۔ چاروں کرسیوں پر بیٹھے ہوئے افراد آپس میں دبے دبے پہلے میں گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔

اُسی لمحے کمرے کی ایک سائیڈ کا دروازہ کھلا اور وہ چاروں چونک کر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ دروازے سے ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کا سرانڈے کی طرح صاف تھا۔ لبوں پر گھنی مونچھیں تھیں۔ اور چہرے سے وہ خاصا خوشحال اور لارڈ قسم کا آدمی لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر انتہائی قیمتی کپڑے کا جدید تراش کا سوٹ تھا۔ وہ بڑے باوقار

"باس — میرے خیال میں تو ان ایشیائی جاسوسوں کی وجہ سے میں مشن ملتوی کیا گیا ہے۔ — تھری تھری نے مؤدبانہ ہلچے میں کہا۔ اور پھر باری باری باقی افراد نے بھی تھری تھری کے خیال کی تائید کر دی۔

"اسی بات کے لئے میں نے یہ میٹنگ طلب کی ہے۔ کیونکہ مجھے یقین تھا کہ تمہارے ذہنوں میں یہی بات آئی ہوگی۔ — لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ فورکار رنز ایسی عام سی تنقید ہے کہ چند سر پھرے ایشیائی ایجنٹوں کی وجہ سے اتنا بڑا مشن ملتوی کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اس کی وجوہات دوسری ہیں۔ — بنیادی وجہ ذہنوں کی تبدیلی والے پروجیکٹ میں اچانک پیدا ہو جانے والی خرابی ہے۔ اور یہ خرابی کم از کم ایک ہفتے میں دور ہو سکتی ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے کہ فورکار رنز نے فیصلہ کیا ہے کہ بجائے پوری دنیا میں دہشت گردی اور قتل و غارت کر کے دنیا پر قبضہ کرنے کے ذہنوں کو تبدیل کرنے والے پراجیکٹ کو استعمال کر کے دنیا پر قبضہ کر لیا جائے۔ — ہم نے سپر پاورز میں اس پروجیکٹ کو نصب بھی کر دیا تھا۔ لیکن بین مشین میں اچانک خرابی پیدا ہو گئی۔ اس طرح مشن رک گیا۔ — اس کے علاوہ دوسری چھوٹی چھوٹی اور بھی وجوہات ہیں جو قابل ذکر نہیں۔ اور جہاں تک ان ایشیائی سیکرٹ ایجنٹوں کا تعلق ہے وہ سب کے سب

میڈکوارٹر پر پہنچ چکے ہیں۔ میں نے انہیں میڈکوارٹر کے زیر دیکشن میں رکھا ہوا ہے۔ جیسے ہی میں پراجیکٹ او۔ کے ہوگا۔ — میں انہیں ایم سیکشن کے حوالے کر دوں گا اور پھر ان کے دماغوں پر تفصیلی ریسرچ ہوتی رہے گی۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لئے ہمیں پریشان ہونے کی ضرورت ہو۔ — ویسے بھی ان تینوں کی ذہنی صلاحیتوں کا مجموعہ جاری گریٹ سیکرٹ سروس بھی اب پوری طرح کام کرنے کے لئے تیار ہو چکی ہے۔ — اور اگر یہ لوگ قابو میں نہ آتے تو ہمارے گریٹ ایجنٹ حرکت میں آجاتے اور پھر ان کے بیچ بکھنے کی ایک فی صد بھی گنجائش باقی نہ رہتی۔ — گریٹ چیف باس نے پوری تفصیل سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"سر۔ — میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ اچانک ایک سائیڈ پر بیٹھتے ہوئے آدمی نے کہا۔

"یس۔ — ٹو۔ ٹو۔ بولو۔ کھل کر بات کرو۔ — گریٹ چیف باس نے چونک کر پوچھا۔

"باس۔ — میرے نقطہ نظر سے ان لوگوں کو زندہ میڈکوارٹر میں لے آنا اور پھر انہیں کچھ دن تک اس طرح رکھنا انتہائی خطرناک صورت حال ہے۔ — یہ لوگ جہاں تک میں انہیں سمجھا ہوں۔ کسی بھی لمحے ناممکن کو

ابھر آئے۔ ہر ہال کمرے میں شیشے کے بڑے بڑے
تابوت رکھے ہوئے تھے۔ ان تابوتوں میں سے رنگ برنگی
تاروں کے چھتے نکل کر دیواروں میں لگے ہوئے پنگوں
میں غائب ہو رہے تھے۔ ایک ہال میں نو تابوت تھے۔
جب کہ دوسرے ہال میں بیس کے قریب تابوت تھے۔
اور تیسرے ہال میں تقریباً پندرہ تابوت تھے۔

"دیکھا تم نے۔ یہ سب وہی ایشیائی ایجنٹ اور ان
کے ساتھی ہیں۔ یہ تابوت کمپیوٹر کنٹرولڈ ہیں۔ اس میں سے
یہ کسی صورت بھی باہر نہیں آ سکتے۔ اور نہ حرکت کر
سکتے ہیں۔ اور ان کے ذہنوں میں ابھرنے والے خیالات
مکمل باقاعدہ ریکارڈ ہو رہے ہیں۔ ایسا کرنا ضروری تھا۔
تاکہ ان کی ذہنی صلاحیتوں کا مکمل گراؤ تک ریکارڈ مرتب ہو
سکے۔ بعد میں ان کے دماغوں پر ریسرچ کرنے میں
یہ ریکارڈ کام آئے گا۔" گریٹ چیف باس نے
فاتحانہ انداز میں اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"اوہ باس۔ دیوی سوری۔ اب میں مطمئن ہوئی کہ یہ
لوگ کوئی حرکت نہیں کر سکتے۔" ٹوٹو نے شرمندہ
سے بچے میں کہا۔ اور باس نے جیب سے دوبارہ
وہی مائیک باہر نکالا۔

"ایک نو۔ ان ہالی کمروں کی حفاظت کرتے ہوئے گریٹ
ایجنٹس کو پرجیکٹ کر دو۔" گریٹ چیف باس نے

مکمل بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔" ٹوٹو نے
کہا۔

"اوہ۔ میں سمجھ گیا۔ تمہیں واقعی علم نہیں ہے کہ یہ
لوگ کس پوزیشن میں ہیں۔ اس لئے تمہارے ذہن میں یہ
بات آ سکتی تھی۔ اچھا ہے تم نے یہ بات کر دی۔ میں
اب تمہیں ان کی پوزیشن دکھا دیتا ہوں۔" اس کے
بعد مجھے بتانا کہ یہ لوگ کیا کر سکتے ہیں۔ گریٹ
چیف باس نے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جیب میں
ہاتھ ڈالا اور پھر ایک چھوٹا سا مائیک نکالا۔ باہر نکال کر
اُسے منہ سے لگا لیا۔

"ہیلو۔۔۔ اپنا راج زیر و سیکشن گریٹ چیف باس
کا لنگ۔" گریٹ چیف باس نے انتہائی باوقار
لہجے میں کہا۔

"یس باس۔ ایک نو اٹنڈنگ ہو۔" اس مائیک
کے دوسری سائیڈ سے ایک آواز نکلی۔

"فوراً اپنے سیکشن کے تینوں ریڈ ہالز کو کالفرنس
روم میں پراجیکٹ کر دو۔" گریٹ چیف باس نے
کہا۔ اور مائیک واپس جیب میں ڈال لیا۔

چند لمحوں بعد کمرے کی ایک دیوار اس طرح روشن
ہو گئی۔ جیسے وہ سکرین ہو۔ اور چند لمحے اس پر جھماکے
ہونے کے بعد اس پر تین مختلف ہال کمروں کے مناظر

”گڈ“۔ گریٹ چیف باس نے مطمئن لہجے میں کہا۔ اور جیب سے مائیک نکال کر اس نے ایک نو کو پروجیکٹ آف کرنے کی ہدایات دیں اور مائیک دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔

”ویسے بھی یہ زیر و سیکشن میں ہیڈ کوارٹر میں ہونے کے باوجود بین ہیڈ کوارٹر سے بالکل علیحدہ ہے۔ اس لئے چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں ہیڈ کوارٹر کو کسی قسم کا کوئی خطرہ پیش آہی نہیں سکتا“۔ گریٹ چیف باس نے کہا۔

”یہ باس۔ ہم سمجھ گئے ہیں باس۔“
سب نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اچھا اب چند دوسری باتیں بھی کر لیں۔ میں نے میں مشن کی مکمل پلاننگ بدل دی ہے۔ اس لئے نئی ہدایات ہتھارے سنٹر میں پہنچ جائیں گی۔ اور پھر تم نے ان ہدایات کے مطابق سپر پارڈز کا کنٹرول سنبھال لینا ہے۔ باقی رہیں چھوٹی حکومتیں تو وہ خود بخود ہمارے کنٹرول میں آجائیں گی۔“ چیف باس نے کہا۔

”سر۔ وہ ٹارگٹ مشن میں کیا خرابی تھی۔ اچھا تھا کہ دینا پر ہماری طاقت کا رعب چھڑ جاتا اس کے بعد کسی کو سراٹھانے یا بغاوت کرنے کا خیال تک نہ آتا“
فور فور نے پوچھا۔

کہا۔ اور مائیک دوبارہ جیب میں ڈال لیا۔
دوسرے لمحے سکریں پر جھاکہ ہوا اور منظر بدلتا گیا۔ یہ ایک وسیع و عریض میدان کا منظر تھا۔ جن میں دور دور فاصلے پر عین عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ ہر عمارت ایک منزلہ تھی۔ پھر سکریں پر باری باری ہر عمارت کا کھڑا اپ نظر آنے لگی۔ ہر عمارت کے باہر بے شمار افراد بڑے مستعد سے کھڑے نظر آرہے تھے۔ یہ سب ایک ہی جیسی قد و قامت اور چہرے مہرے کے تھے جیسے ایک ہی فیکٹری سے اور ایک ہی سانچے سے نکل کر آئے ہوں۔ ان کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ وہ ہر عمارت کے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ ان سب کی پشت پر سرخ رنگ کے ٹیگ لہے ہوئے تھے۔ یہ ہیں گریٹ ایکشن جی کے ذہنوں میں کوئی فریہ می۔ عمران اور میجر پر مودتینوں کی مشترکہ ذہنی صلاحیتیں موجود ہیں۔ یہ نہ صرف ذہنی طور پر انتہائی تیز ہیں بلکہ جسمانی طور پر بھی یہ ہر فن کی انتہا پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا ان کی موجودگی میں تابوتوں میں پڑے ہوئے افراد کوئی حرکت کر سکتے ہیں۔ گریٹ چیف باس نے بڑے فاسحانہ لہجے میں کہا۔

”واقعی سر۔ ایک فی صد بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب ہم پوری طرح مطمئن ہیں۔“ ٹوٹو نے ہی جواب دیا

”او۔ کے۔۔۔ اب تم سب اپنے اپنے سیکشنز میں جاؤ۔ اور میں مشن پر ورک کے لئے تیار رہو۔“ گٹھ بائی۔۔۔ گریٹ چیف باس نے کہا اور تیز قدم اٹھاتا واپس دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

”وہ اپنی جگہ موجود ہے۔ براعظم ایشیا کے آدمے سے زیادہ مجھے کو تباہ کرنے کے لئے ٹارگٹ ٹکسٹ ہیں۔۔۔ اور اُسے ایک لمحے میں آپریٹ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ ذہنوں کو تبدیل کرنے والے پروجیکٹ کے بعد اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔۔۔ فی الحال تو یہ پروجیکٹ چار سپر ہائرز میں سیٹ کئے گئے ہیں۔ یعنی ایکرمیا۔ روسیاہ۔ شوگران اور گریٹ لینڈ میں۔ ان کے کنٹرول میں آنے کے بعد باقی دنیا کے تمام ممالک میں بھی ان پراجیکٹس کو ایک طویل المیاد منصوبے کے تحت سیٹ کر دیا جائے گا۔۔۔ اور اس کے بعد پوری دنیا قیامت تک کے لئے ہمارے مکمل کنٹرول میں آجائے گی۔ لیکن اگر کوئی گولڈ بڑھائی تو پھر ٹارگٹ مشن آپریٹ کر دیا جائے گا اور اس طرح دنیا کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ فور کا پرنز کس قدر تباہ کن صلاحیت رکھتی ہے۔۔۔ گریٹ چیف باس نے کہا۔

”اور۔ کے۔۔۔ باس۔۔۔ آپ واقعی بے حد ذہین ہیں فور نے کہا۔ اور گریٹ چیف باس مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

اور اس کے ساتھ ہی باقی چاروں بھی کھڑے ہو گئے۔

تاریکی سی چھا گئی۔ کرنل فریدی نے اپنے ذہن کو بلیک کرنے اور اپنے آپ کو بے ہوش نہ ہونے دینے کی شعوری کوشش کی۔ لیکن یہ زرد رنگ کا دھواں اس قدر زود اثر تھا کہ اس کی کوئی کوشش بھی بار آور ثابت نہ ہوئی۔ اور اس کے ذہن پر خود بخود تاریکی کی دہر چادر پھیلتی چلی گئی۔

• تاریکی کی اس چادر میں اچانک روشنی کا ایک نقطہ سا ابھرا اور پھر آہستہ آہستہ یہ نقطہ پھیلتا چلا گیا۔ اور کرنل فریدی کو ایسے محسوس ہوا جیسے ایک اندھے آدمی کو اچانک بینائی سی مل گئی ہو۔ اب اُسے سب کچھ نظر آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن میں گذشتہ مناظر کسی فلم کی طرح ابھر آئے جب اُسے نیلے شعلے کے ذریعے بے حس و حرکت کرنے کے بعد ایک سڑک پر لٹایا گیا تھا۔ اور شیشے کا مہمٹ اس کے سر اور چہرے پر چڑھا دیا گیا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے آپ کو سڑک پر کی بجائے ایک بڑے سے تابوت میں چپ لٹا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی اور اُسے یہ محسوس کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ اس کا بے حس و حرکت جسم اب بوری طرح حرکت میں تھا۔ لیکن تابوت کی لمبائی چوڑائی اور بلندی اس قدر نہ تھی کہ وہ اس میں اٹھ کر بیٹھ بھی سکے۔

کرنل فریدی اور کیپٹن حمید کو ہیلی کاپٹر سے اتار کر ایک چھوٹے سے کمرے میں لے جایا گیا۔ اور پھر ان دونوں کو اس طرح سڑکچروں پر ڈال دیا گیا جیسے مریض کو آپریشن ٹول میں لے جانے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ ان کے سروں پر شیشے کے بنے ہوئے بڑے بڑے مہمٹ چڑھا دیئے گئے۔ ان مہمٹ کا تعلق دیوار سے نصب ایک کافی بڑی مشین کے ساتھ تھا۔ اس مشین کے سامنے سفید کوٹ پہنے ہوئے دو آپریٹر موجود تھے۔ انہوں نے مشین کے مختلف بٹن دبائے تو کرنل فریدی اور کیپٹن حمید دونوں کے مہمٹ میں زرد رنگ کا دھواں سا پھیل گیا۔ اور اس دھوئیں کے پھیلتے ہی ان دونوں کے ذہنوں پر

ہوں۔ اس کا مطلب ہے ہم فورکارنرز کے مین
ہیڈ کوارٹر میں پہنچ چکے ہیں۔ کنل فریڈی نے سوچا۔
اور پھر اس نے فوری طور پر حرکت میں آ جانے کا فیصلہ
کر لیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر تابوت کے ڈھکن کو زور
لگا کر چبک کیا۔ لیکن ڈھکن اتنی مضبوطی سے اپنی جگہ جا
ہوا تھا کہ جیسے اُسے علیحدہ لگانے کی بجائے پورے
تابوت کے ساتھ ہی بنایا گیا ہو۔ وہ غور سے ڈھکن اور
باقی تابوت کے جوڑوں کو دیکھتا رہا۔ واقعی ڈھکن علیحدہ
نہ لگا ہوا تھا۔ اور شیشے کی ساخت بھی بتا رہی تھی کہ شیشہ
انتہائی مضبوط ہے۔ اسے کسی صورت بھی توڑا نہیں جا
سکتا۔ لیکن اُسے اس تابوت میں ظاہر ہے باہر
سے ہی ڈالا گیا ہو گا۔ اس لئے ایک ہی صورت سمجھ
میں آرہی تھی کہ ڈھکن سائیڈوں میں ہو سکتے ہیں پیروں کی
طرف سے بھی جو ڈھکن نہ آ رہا تھا۔ اس لئے اب
منطقی طور پر ایک ہی صورت باقی رہ گئی تھی کہ اس کے
سر کی طرف۔ والے حصے کو بطور ڈھکن استعمال کیا
جاتا ہو گا۔ لیکن وہ اپنے سب کے عقبی طرف
دیکھ نہ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے اوپر والے جسم
کو کہنیوں کی مدد سے اوپر اٹھایا اور پھر تیزی سے کروٹ
بدلتی شروع کر دی۔ تابوت اس کے جسم سے
ذرا سا بڑا تھا۔ اس لئے کروٹ لینے میں خاصی مشکل پیش آ

البتہ کمرست کرنے میں کوئی رکاوٹ مانع نہ تھی۔ تابوت چونکہ
شعاع شیشے کا تھا۔ اس لئے پورے مال کا منظر اُسے
صاف نظر آ رہا تھا۔ اور اب جب اس نے تابوت
میں سے اس مال کا منظر دیکھا تو وہ برسی طرح چونک پڑا۔
اس مال کمرے میں بیس کے قریب تابوت تھے۔ جن میں
پڑے ہوئے افراد اُسے صاف نظر آ رہے تھے۔ ان
میں سے کسی کھلا رہے تھے اور کسی بے حس و حرکت پڑے
ہوئے تھے۔ ساتھ والے تابوت میں کیپٹن حمید تھا۔
اور باقی تابوتوں میں اس کی زیر و فورس کے افراد موجود
تھے۔

”اوہ۔۔۔ یہ زیر و فورس کے آدمی یہاں کیسے پہنچ
گئے۔ جنہیں میں ساتھ لے گیا تھا وہ تو ختم ہو گئے تھے۔
اور یہ تو شہر میں تھے پھر ان کا پتہ کیسے لگ گیا۔ اور یہ
سب کیسے گرفتار کر لئے گئے۔“ کنل فریڈی نے
برسی طرح چونکتے ہوئے بڑبڑا کر کہا۔

لیکن ظاہر ہے دلوں کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اس کی
بات کا جواب دیتا۔

کنل فریڈی تابوتوں میں سے نکلنے والی رنگ برنگی
اردوں کو بھی دیکھ رہا تھا جو دیواروں میں بنی ہوئی ساکنوں میں
بالکون غائب ہو رہی تھیں۔ وہ چند لمبے خاموش پڑا اس
ساری صورت حال کو چبک کر تار رہا۔

بل تابوت میں پڑا سوچتا رہا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ آگے بڑھایا اور اپنی انگلی ہوا کے لئے بنے ہوئے ایک سوراخ میں ڈالی۔ سوراخوں کا گھنٹا اسی سوراخ کے قریب سے جا رہا تھا۔ اس کی ایک انگلی اس سوراخ سے باہر نکل گئی۔ اور کرنل فریدی نے باہر نکلی ہوئی انگلی کو موڑا۔ تو اس کی انگلی اس تار کے کچھ تک پہنچ گئی۔ اور کرنل فریدی نے اُسے انگلی کے ہک کی گرفت میں لیا۔ اور سوراخ کی طرف کھینچنے لگا۔ تھوڑی دیر کی مسلسل کوشش کے بعد وہ گچھ کو مڑی ہوئی حالت میں اندر گھسیٹ لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پھر اس نے اس میں اور انگلیاں بھی ڈالیں اور اپنے ہاتھ کو ایک زوردار ہلکا دیتے ہوئے پیچھے کی طرف سمیٹا تو تاروں کا یہ گچھا کھٹاک کی آواز سے ساکٹ سے ٹوٹ کر بال کے فرش پر بکھر گیا۔ اور اس کے ٹوٹے ہوئے سروں سے مختلف رنگوں کے جگنو سے چمکنے لگے۔ ان جگنوؤں کو چمکتا دیکھ کر کرنل فریدی بڑی طرح چونک پڑا۔ اس نے بجلی جیسی تیزی سے گچھے کو اور زیادہ تیزی سے تابوت کے اندر کھینچنا شروع کر دیا۔ اور پھر جیسے ہی تاروں کے ٹوٹے ہوئے سروے سوراخ میں سے گزر کر اندر آئے۔ کرنل فریدی نے ان سروں کو تابوت کی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ دوسرے لمحے جن جگ

ہی تھی۔ لیکن اس نے کسی نہ کسی طرح کر ڈٹ بدلی۔ اور پھر وہ چپٹ لیٹنے کی بجائے لیٹنے کے بل تابوت میں لیٹ گیا۔ اب وہ اپنا سر اٹھا کر اطمینان سے تابوت کا وہ حصہ دیکھ سکتا تھا جو پہلے پشت کے بل لیٹنے کی وجہ سے وہ چیک نہ کر سکتا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھلنے لگیں۔ کیونکہ یہ حصہ بھی بغیر جوڑ کے تھا۔

"اوه۔ کیا انہوں نے مجھے اندر لٹ کر تابوت بنایا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔" کرنل فریدی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے اس کی نظریں پچھلے حصے پر پڑیں جہاں سے تاروں کے گچھے نکل کر جا رہے تھے جب کہ ان کے دوسرے سروے فرش میں غائب تھے۔ غور سے دیکھنے پر اُسے پچھلے حصے میں جوڑ بھی صاف نظر آنے لگے۔ بلکہ ان جوڑوں میں کہیں کہیں ہوا کے لئے سوراخ بھی بنے ہوئے تھے۔

"ہو نہہ۔ اگر میں پلٹ نہ جاتا تو یہ جوڑ مجھے کبھی نظر نہ آتا۔" کرنل فریدی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان جوڑوں کو کیسے توڑے۔ کیونکہ فرش پر رکھے جانے کی وجہ سے وہ توڑنے نہ جاسکتے تھے۔ کرنل فریدی کچھ دیر اُسی طرح منہ کے

تاروں کے یہ سرے پٹج ہوئے وہ جگر پھیل کر بہنے لگی۔
 کرنل فریدی گھجے کو پکڑے ان مردوں کو اوپر اٹھاتا گیا۔
 اور تابوت کا شیشہ پگھلتا چلا گیا۔ کرنل فریدی مسلسل
 شیشہ پگھلانے میں لگا رہا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تابوت
 میں اتنا سودا خ کرنے میں کامیاب ہو گیا جس سے وہ
 سمٹ سمٹا کر باہر نکل سکے۔ اس نے تاروں کو
 ایک طرف پھینکا اور اپنا اوپر والا جسم پگھلے ہوئے
 حصے کی طرف بڑھایا۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد اس
 بسا اوپر والا جسم اس حصے سے باہر نکلا۔ اور پھر
 کرنل فریدی اپنے جسم کو سمیٹتا ہوا باہر فرش پر بیگٹا گیا۔
 اور پھر جیسے ہی اس کے پیر باہر آئے وہ اچھل کر
 فرش پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے لبوں پر زہریلی
 مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ ایک ناممکن کو ممکن بنا لینے
 میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اُسی لمحے اپنی پشت پر کھٹکے کی آواز سنتے ہی وہ
 سانپ کی سی تیزی سے پٹا اور دوسرے لمحے جیسے
 عقاب اڑتا ہوا اپنے شکار پر بھٹتا ہے اس طرح اس
 کا جسم اڑتا ہوا دیوار کے کھلے حصے میں سے اندر
 آنے والے دو مسلح افراد سے جا کھرایا۔ اور وہ
 دونوں اس سے ٹکرا کر نیچے گرے ہی تھے کہ کرنل
 فریدی یک لمحہ اچھلا اور اس کے ساتھ ہی ایک

آدمی کے حلق سے کرناک بیچ نکلی۔ کرنل فریدی کے
 دونوں جڑے ہوئے پیر پوری قوت سے اس آدمی
 کے سینے پر جسم کے پورے وزن سمیت پڑے
 تھے اور اس کا سینہ پچک سا گیا۔ اور اس کی
 ناک اور منہ سے خون کے فوارے سے نکلنے لگے
 جب کہ اچھلتے ہوئے کرنل فریدی کا جسم بھلی کی سی
 تیزی سے جھکا اور اس نے دوسرے آدمی کو گردن
 سے پکڑ کر اپنے ساتھ ہی فضا میں اٹھایا اور پھر پوری قوت
 سے اُسے سر کے بل نیچے پختہ فرش پر بیچ دیا۔ اور
 اس آدمی کے حلق سے بھی پہلے جیسے آدمی کی طرح
 بیچ نکلی۔ اور اس کا جسم ایک دھماکے سے ایک
 تابوت کے ساتھ ٹکراتا ہوا نیچے گرا اور بے حس و حرکت
 ہو گیا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ کرنل فریدی
 نے اچھل کر اس کے ہاتھوں سے گری ہوئی شین گنوں
 میں سے ایک شین گن اٹھائی۔ اور تیزی سے دیوار
 میں کھلے ہوئے حصے کی سائیڈ میں ہو گیا۔ دوسری طرف
 اُسے ایک پتلی سی راہداری نظر آ رہی تھی جو اس مال
 کمرے کے ساتھ ہی گھومتی ہوئی آگے جا رہی تھی۔ کرنل
 فریدی چند لمحوں تک وہیں رکا رہا۔ لیکن جب راہداری
 میں اُسے کسی کی موجودگی کے رد عمل کا پتہ نہ چلا تو وہ
 شین گن سمیت اس کھلے حصے سے باہر راہداری میں آیا۔

باتیں طرف راہداری کے اعتقاد پر ایک کھلا ہوا دروازہ اور اس کھلے دروازے سے اُسے اندر کمرے میں مٹینوں کا جال سا نصب نظر آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ کمرہ خالی تھا البتہ پورے کمرے کی دیواروں میں مٹینیں نصب تھیں۔ جن میں سے ایک مٹین پر سرخ رنگ کا ایک بلب تیزی سے جل بجھ رہا تھا۔ اور اس میں سے ایسی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے خطرے کا الارم بجتا ہے۔ اس مٹین کی سکریں تاریک تھیں۔ جب کہ دوسری مٹینوں کی سکریں روشن تھیں اور ہر سکریں پر ایک ایک دو دو تابوت نظر آ رہے تھے۔ البتہ درمیان میں ایک بڑی مٹین تھی جس کی بڑی سی سکریں پر پورے مال کا منظر نظر آ رہا تھا۔ کمرل فریدی تیزی سے اس مٹین کی طرف بڑھا۔ اور اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ کیونکہ اس مٹین کی سائیڈ میں ایک چھوٹی سکریں پر اُسے اپنی جدوجہد کی پوری فلم چلتی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ فلم ختم ہو کر دوبارہ شروع ہو جاتی اور پھر ختم ہو کر دوبارہ شروع ہو جاتی۔ اس طرح ایک سمرکل سا چل رہا تھا۔ جب کہ اس سکریں کے اوپر ایک اور چھوٹی سی سکریں پر مختلف ہندسے تیزی سے ظاہر ہوتے اور غائب ہوتے دکھائی دے

رہے تھے۔ کمرل فریدی ہونٹ بیچنے مٹین کی کارکردگی کو دیکھتا رہا۔ اب اُسے ساری صورت حال سمجھ میں آ رہی تھی۔ اس مٹین کے ذریعے ہی تمام مٹینوں کو کنٹرول کیا جا رہا تھا اور جس مٹین کی سکریں تاریک تھیں وہ لازماً کمرل فریدی کے تابوت سے منسلک تھیں۔ اور تاہم علیحدہ ہو جانے کی وجہ سے وہ بند ہو گئی تھیں۔ کمرل فریدی بڑی مٹین کو غور سے دیکھتا رہا۔ لیکن یہ بالکل ہی نئی ساخت کی مٹینیں تھیں۔ ایسی اس نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں۔ اس لئے وہ انہیں سمجھ نہ پا رہا تھا۔ آخر اس نے ایک فیصلہ کیا اور پیچھے ہٹ کر اس نے مٹین گن کی نال کا رخ اس بڑی مٹین کی طرف کیا۔ اور ٹریگر دبائے ہی لگا تھا کہ ایک لمحت اُسے ایک خیال آیا تو اس نے مٹین گن کی نال کا رخ بدل لیا۔ اور دوسری مٹین کی طرف کر کے ٹریگر دبا دیا۔ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی دھماکے ہوئے اور مٹین کے پرچے سے اڑ گئے۔ کمرل فریدی نے ہاتھ روک کر بڑی مٹین کی سکریں کی طرف دیکھا تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ سکریں پر نظر آنے والے مال کے منظر میں ایک تابوت چمک گیا تھا۔ اور اس میں سے زبرد فوس کا ایک آدمی باہر نکل رہا تھا۔ اب ظاہر ہے کمرل فریدی کا ہاتھ کیسے رک سکتا تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے

”سہ۔۔۔ اچانک ہی ہم بے ہوش ہو گئے۔ اور
آنکھ یہاں تا بوت میں کھلی۔۔۔ اس نے سر جھکاتے
ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ بعد میں دیکھوں گا کہ تمہارے ساتھ کیا
ہوا۔ فی الحال باہر نکلنے کی سوچیں۔“ کرنل فریدی
نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور اس کھلے دروازے
سے واپس راہداری میں آگیا۔ کیپٹن حمید اور زیر و فورس
کے ارکان بھی اس کے پیچھے چلتے ہوئے باہر راہداری
میں آ گئے۔

”حمید۔ تم دائیں طرف راہداری میں جا کر دیکھو کہ ادھر
کیا ہے۔ ساتھ آدمی لے جاؤ۔ جلدی۔ میں ادھر سامنے
والے کمرے میں موجود ہوں۔“ کرنل فریدی نے
تیز لہجے میں کہا۔

اور کیپٹن حمید زیر و فورس کے آدمیوں کے ساتھ
دائیں طرف راہداری میں دوڑ گیا۔

”میرے ساتھ آؤ۔“ راجش متہیں نشینزی کا علم ہے۔ ادھر
آؤ۔“ کرنل فریدی نے اس لمبے تڑنگے آدمی سے
مخاطب ہو کر کہا۔ جس سے اس نے پوچھ گچھ کی تھی۔ اور
راجش سر ہلاتا ہوا کرنل فریدی کے پیچھے چلتا ہوا اس
کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جس میں مشینیں نصب تھیں۔
”اس بڑی مشین کو دیکھو۔ اس کی کیا کارکردگی ہے۔

باقی تمام مشینیں پرفائمر کھول دیا۔ اور چند لمحوں بعد سوائے
بڑی مشین کے باقی سب مشینیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو
چکی تھیں۔ اس نے جان بوجھ کر بڑی مشین پرفائمر
کمرے سے ہاتھ روک دیا تھا۔ کیونکہ اُسے ایک نخت
نیال آیا تھا کہ لازماً اس مشین کا رابطہ کسی اور جگہ ہوگا۔
اور اس کے ٹوٹتے ہی وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔
اور ایسی صورت میں جب کہ کیپٹن حمید اور زیر و فورس
کے باقی رکن تا بوتوں میں بند پڑے ہوں۔ وہ رسک نہ
لے سکتا تھا۔ لیکن اب صورت حال مختلف تھی۔
مشینوں کے ٹوٹنے سے تا بوت بھی ٹوٹ چکے تھے اور
اب مال میں کیپٹن حمید سمیت زیر و فورس کے سب
افراد آزاد ہو چکے تھے۔

کرنل فریدی تیزی سے مڑا اور اس راہداری میں
دوڑتا ہوا واپس مال میں پہنچ گیا۔

”جلدی کرو۔ ان سب کو ہوش میں لے آؤ۔ جلدی۔“
کرنل فریدی نے اندر داخل ہوتے ہی پیچ کر کہا۔ اور
پھر وہ اس وقت تک دہیں رکا رہا جب تک کہ کیپٹن
حمید سمیت سب افراد ہوش میں نہ آ گئے۔

”تم لوگ کیسے گرفتار ہوئے۔“ کرنل فریدی نے
ایک لمبے تڑنگے آدمی سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت
لہجے میں کہا۔

پہلے یہ اسلحہ دیکھوں آؤ۔ شاید کوئی کام کی چیز مل جائے جس کی مدد سے ہم یہاں سے باہر نکل سکیں۔
 کرنل فریدی نے راجش سے کہا۔ اور پھر تیزی سے کمرے سے باہر آگیا۔ باہر زید و فرس کے افراد موجود تھے۔ کرنل فریدی کیپٹن حمید کو ساتھ لئے راہداری میں دوڑتا ہوا عمارت کے گرد گھوم کر جب دوسری طرف پہنچا تو وہاں واقعی ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔

"یہ ہے وہ اسلحہ خانہ"۔ کیپٹن حمید نے کہا۔ اور کرنل فریدی سر ہلاتا ہوا کمرے میں داخل ہو گیا۔ واقعی وہ پورا اسلحہ خانہ تھا۔ بڑے بڑے ریکس میں علیحدہ علیحدہ اسلحہ رکھا ہوا تھا۔ کرنل فریدی بخور اسلحہ کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ ایک ایک کے سامنے رک گیا۔ اس کے اندر چھوٹے چھوٹے باکس نمائینیں موجود تھیں۔ جن کے ساتھ چوڑے منہ والی گنیں نصب تھیں۔ یہ گنیں ان مشینوں کے ساتھ لپچے دارتا۔ کے ساتھ منسلک تھیں۔

"اوہ اوہ۔۔۔ ویسی گڈ۔ یہ تو ایٹان مشینیں ہیں۔ انتہائی خوفناک اسلحہ۔ ٹھیک ہے۔ بلاؤ فرس کو۔"
 کرنل فریدی نے تیز لہجے میں مڑ کر کیپٹن حمید سے کہا۔ اور کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ کرنل

اور اس کا رابطہ کہاں کہاں ہے۔"۔ کرنل فریدی نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بڑی مشین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے راجش سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور راجش تیزی سے قدم بڑھاتا اس مشین کی طرف بڑھ گیا۔ جو ابھی تک چل رہی تھی۔ وہ کچھ دیر تک اس مشین کی بغور چیکنگ کرتا رہا۔

"اوہ سر۔ یہ ایکوم فائن کی طرز کی مشین ہے۔ کنٹرولڈ مشین۔ اس کا لنک لازماً کسی اور مشین سے جوگا۔ اور یہ یہاں کی ساری صورت حال کو اس مشین پر ٹرانسمٹ کر رہی ہوگی۔"۔ راجش نے مڑ کر مودبانہ لہجے میں ساتھ کھڑے ہوئے کرنل فریدی سے مخاطب ہو کر کہا۔

اُسی لمحے کیپٹن حمید کمرے میں داخل ہوا۔
 "ہاں۔ کیا رپورٹ ہے۔"۔ کرنل فریدی نے چونک کر کیپٹن حمید سے پوچھا۔

"دوسری طرف ایک بڑا کمرہ ہے جس میں بے شمار جدید قسم کا اسلحہ موجود ہے۔ میں نے مشن گنیں تو وہاں سے اٹھا کر سارے ممبرز میں تقسیم کر دی ہیں۔ البتہ باقی اسلحہ کو میں نے نہیں چھیڑا۔"۔ کیپٹن حمید نے جواب دیا۔

"ہوں۔۔۔ راجش تم نے اس مشین کا خیال رکھو۔ میں

شین میں سے ہلکی ہلکی گونج کی آوازیں بھٹکنے لگیں۔ کرنل فریدی نے دتے کے ساتھ لگا ہوا ٹریگر پریس کیا تو ال میں سے سرخ رنگ کی روشنی کا تیز دھارا سانکل کر دیوار پر پڑا۔ اور دوسرے لمحے ایک خوف ناک ہما کر ہوا اور دیوار کا ایک کافی بڑا حصہ یک لخت غائب ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی باہر سے جیوں کی آوازیں سنائی دیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے دیوار کے اس حصے کے ساتھ کچھ لوگ موجود تھے جن پر اس کا ملبہ گرا ہے اور وہ اس میں دب کر پیچھے رہے ہوں۔

اُسی لمحے باہر سے اس گمراہے ہوئے حصے پر گولیوں کی خوف ناک بوچھاڑ شروع ہو گئی اور کرنل فریدی بس اتفاق سے ہی بچ گیا۔ اگر وہ ایک لمحہ بھی مزید ہیں کھڑا رہتا تو یقیناً ان پرستی ہوئی گولیوں کی زد میں آجاتا۔ ہلکی گولی جو اس کی سائیڈ سے نکل کر پچھلے دیوار سے ٹکرائی تھی کے ساتھ ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر ایک مائیڈ پر ہو گیا تھا اس لئے بچ گیا تھا۔

دوسری طرف سے اب دوڑتے ہوئے قدموں کے ساتھ ساتھ گولیوں کی بوچھاڑی آنے لگی تھی اور اس چھاڑ میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کرنل فریدی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے باہر پوری فوج موجود ہو۔ وہ سب دیوار کے ساتھ ساتھ کافی دور تک لگے کھڑے

فریدی نے ایک مشین کو ساتھ بندھے ہوئے تھے کہ مدد سے بغل سے لٹکایا۔ چند لمحوں بعد فورس کے آدمی اندر داخل ہوئے۔ اور پھر کرنل فریدی کے حکم پر سب نے ایک ایک مشین اٹھالی۔ اور کرنل فریدی ان کے استعمال کے بارے میں انہیں ہدایات دینے لگا۔

”ادھر کرنل صاحب۔۔۔ یہ تو انتہائی خوف ناک مشین ہے۔۔۔ کیپٹن حمید نے تفصیلات سننے کے بعد حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ اس میں سے بھٹکنے والی ریز کی رینج بھی کم زیادہ ہوتی ہے اور یہ چٹانوں کو بھی پھلانے کی طاقت رکھتی ہیں۔“ کرنل فریدی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

”اب کیا پروگرام ہے۔“ کیپٹن حمید نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

”پروگرام کیا ہوتا ہے۔ اب کسی دیوار کو پھلانے کے عمارت سے باہر نکلتا ہو گا۔“ کرنل فریدی نے کہا اور پھر سب کو تیار رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے اپنے کندھے سے لٹکی ہوئی ایٹان مشین کی ٹانگہ کو دتے سے پکڑ کر اس کا رخ راہداری کی پیرو دیوار کی طرف کیا۔ اور پھر مشین کی سائیڈ کا بٹن دب

تھے۔ اس لئے باہر سے اندر آنے والی گولیوں سے بچے ہوئے تھے۔ لیکن لمحہ بہ لمحہ گولیوں کا زادیہ پھیلتا جا رہا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کرنل فریدی اور اس کے ساتھی بھی سائیڈ میں اور زیادہ فاصلے تک ہٹتے جا رہے تھے۔ لیکن پھر اچانک کرنل فریدی کو ایک خیال آیا تو وہ دوڑتا ہوا کافی فاصلے پر گیا۔ اور اس نے ایک بار پھر اس طرف ایٹان مشین کا فائر دیوار پر کمرہ دیا۔ اور پھر جیسے ہی خوف ناک دھماکے سے دیوار کا بڑا حصہ غائب ہوا کرنل فریدی نے بے اختیار چھلانگ لگائی اور اچھل کر باہر میدان میں جا کر ا۔۔۔ اور پھر اسے اٹھنے کی مہلت ہی نہ ملی۔

میجر پرمود کی آنکھیں کھلیں تو اس نے اپنے آپ کو شیشے کے ایک تابوت میں بند پشٹ کے بل پڑے ہوئے پایا۔ وہ چند لمحوں تک تو حیرت سے ادھر ادھر کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے اسے سمجھ نہ آرہی ہو۔ کہ وہ کہاں پہنچ گیا ہے۔ اور پھر اس کے ذہن پر ناکس انٹرپرائزر کے اس کمرے کی فلم سی چلنے لگی۔ جہاں اس نے دیوار کے کھٹنے والے خلا میں سے نکلنے والے افراد کو تو گولی اور می تھی لیکن پھر اچانک وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اب اس کا ذہن پوری طرح کام کرنے لگ گیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہ ایک بال کمرہ تھا جس میں اس سمیت پندرہ کے قریب تابوت پڑے ہوئے تھے۔

لباس اس کے جسم پر موجود تھا۔ اس نے جلدی سے اپنے لباس کو ٹوٹنا شروع کر دیا۔ اس کی مخصوص جیکٹ بھی اس کے جسم پر موجود تھی — لیکن اس کی جیبیں خالی تھیں۔ میجر پر مود نے تیزی سے جیکٹ کے بٹن کھولنے شروع کر دیئے۔ اُسے یقین تھا کہ تلاشی لینے والوں کے ہاتھ یقیناً جیکٹ کی انتہائی خفیہ جیبوں تک نہ پہنچ سکے ہوں گے۔ اور پھر چند لمحوں بعد ایک خفیہ جیب میں اس نے جیسے ہی دد انگلیاں داخل کیں اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ زیر دہیپ جیب میں موجود تھی — اس نے انگلیوں کی مدد سے وہ ٹیپ باہر کھینچ لی۔ یہ ہلکے نیلے رنگ کی ایک بالکل باریک اور پتلی سی پٹی تھی۔ جو بظاہر بے حد نرم سی تھی۔ لیکن میجر پر مود اس کی کارکردگی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے پٹی کو پکڑا اور پھر ہاتھ اٹھا کر اس نے اس کا ایک سر تا تابوت کی سائیڈ پر شیشے سے لگایا۔ اور اس کے دوسرے سرے کے ایک کونے کو انگلی سے مخصوص انداز میں موڑ کر جیسے ہی دبایا ایک زوردار دھاک ہوا اور تابوت کے ٹکڑے اڑ کر بال میں بکھر گئے۔ تابوت کی پوری سائیڈ ہی اڑ کر باہر جا گئی تھی۔ البتہ اس کی پھٹ محفوظ تھی۔ دھاک ختم ہوتے ہی میجر پر مود نے سبکی کی سی تیزی سے کمرٹ بدلی اور دوسرے لمحے وہ اس ٹوٹے

پوکھ تابوت شغاف شیشے کے تھے۔ اس لئے ان تابوتوں میں موجود افراد بھی اُسے صاف نظر آرہے تھے۔ اس نے توفیق اور طارق کے ساتھ ساتھ ملٹری انشٹی جنس کے اپنے باقی ساتھیوں کو بھی پہچان لیا۔

ادھ — میرے ساتھ تو صرف طارق اور توفیق تھے۔ یہ لوگ تو ساتھ بھی نہ تھے۔ بلکہ ہیڈ کوارٹر پر تھے پھر یہ یہاں کیسے پہنچ گئے۔ میجر پر مود نے حیرت بھرے انداز میں بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے تقریباً تمام ساتھی ہوش میں آچکے تھے اور وہ بھی تابوتوں میں گدین موزوں کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اب میجر پر مود نے ان تابوتوں کی ساخت کا محاسبہ کرنا شروع کر دیا۔ تابوتوں میں سے تاروں کے گچھے نکلیں کہ دیواروں میں موجود ساکٹوں میں غائب ہو رہے تھے۔

میجر پر مود نے ہاتھ اٹھا کر تابوت کی دیوار پر مارا۔ تو اُسے محسوس ہوا کہ تابوت کسی خاص شیشے کے بنے ہوئے ہیں جو خاص سخت اور ساخت کے لحاظ سے بے حد مضبوط محسوس ہو رہا تھا۔ میجر پر مود ہونٹ دبائے غور سے اس تابوت کو دیکھتا رہا۔ اُسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ اس تابوت کو کس طرح توڑا جائے۔ لیکن کوئی ترکیب اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی — اس نے اپنے جسم کو دیکھا تو یک لحظ چومک پڑا۔ اس کا

بہ ہی رہا تھا کہ اچانک اُسے سائیڈ کی دیوار میں کھٹکا
محسوس ہوا۔ اور میجر پر مود نے سبکی کی سی تیزی سے گھومتے
ہوئے پتی کا رخ اس طرف کیا اور کنارہ دبا دیا۔ پتی
ہن سے ہلکے نیلے رنگ کی لہریں نکلی۔ اور
دوسرے لمحے دیوار میں پیدا ہونے والے خلا میں سے
نمودار ہونے والے ایک مسلح آدمی کے جسم کے
اس طرح پر نچے اڑ گئے جیسے کسی نے اس پر ایٹم بم
پھینک دیا ہو۔ اس کے ماتھے میں پکڑی ہوئی
شین گن بھی مڑ تڑ گئی تھی۔

”توفیق۔۔۔ تم تابوت توڑو۔ میں آ رہا ہوں“
میجر پر مود نے ماتھے میں پکڑی ہوئی پتی توفیق کی طرف اچھلتے
ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے دیوار میں نمودار
ہونے والے خلا میں جھلانگ لگا دی۔ باہر ایک
پتلی سی راہداری تھی۔ وہ راہداری میں پہنچ کر جیسے ہی
سیدھا ہوا اچانک سامنے بنے ہوئے سمندر کا دروازہ
کھلا اور شین گن سے مسلح آدمی نمودار ہوا۔ اب میجر
پر مود جبری طرح پھنس گیا تھا۔ اس کے پاس بچاؤ کا کوئی
راستہ نہ تھا۔ اس لئے اس نے یک لخت ایک بار پھر
جھلانگ لگا لی۔ اور جس طرح وہ بال سے باہر آیا
تھا اُسی طرح دوبارہ اڑتا ہوا واپس بال ٹکڑے میں آ
گرا۔ اور اس بار واقعی وہ بال بال بچا تھا۔ کیونکہ

ہوئے تابوت سے باہر غرخش پر آگرا۔ اور پھر اچھل کر
کھڑا ہو گیا۔ ساتھ ہی کیپٹن توفیق کا تابوت تھا۔ اس نے
اس تابوت کی سائیڈ سے پتی لگائی۔ اور پھر جیسے
ہی اس نے مڑے ہوئے کنارے کو دبایا تو پہلے
کی طرح دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سائیڈ کے شیشے
کے ٹکڑے ٹوٹ کر توفیق کے جسم پر جا گرے۔ توفیق
پہلے ہی اپنا منہ دوسری طرف پھیر چکا تھا۔ اس لئے اس کا
چہرہ زخمی ہونے سے بچ گیا۔

”باہر آ جاؤ جلدی۔۔۔ پر مود نے چیختے ہوئے کہا۔
اور دوڑ کر وہ طارق کے تابوت کی طرف بڑھ گیا۔ اب
اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ اس تابوت کے شیشے کار کی
ونڈ سکین کی طرح کے ہیں۔ ان شیشوں کی ساخت
بالکل جدا ہوتی ہے۔ یہ دو پرتوں کو ملا کر بنائے جاتے
ہیں۔ جن کے درمیان گیس ہوتی ہے۔ اس طرح یہ شیشے
ٹوٹ جاتے تو گیس کی وجہ سے اس کی کھیاں بالکل مٹی
ہو جاتی ہیں۔ اور بظاہر وہ شیشے کی ہی کھیاں ہوتی
ہیں۔ لیکن ماتھے لگانے سے وہ اس طرح بھر جاتی ہیں جیسے
مٹی کی بنی ہوئی ہوں۔ اس طرح یہ نقصان پہنچانے کے
قابل نہیں رہتیں۔ چنانچہ اب اس نے بنے دھڑک ہو
کر تابوت توڑنے شروع کر دیئے۔ لیکن ابھی وہ طارق کا
تابوت توڑ کر اپنے دوسرے ساتھی کے تابوت کی طرف

مٹین گن بھی پہلے والے کی طرح تڑمڑ کر ضائع ہو چکی تھی۔ سامنے والے کمرے کا کھلا دروازہ اُسے نظر آ رہا تھا۔ میجر پر مود دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ جب کہ دیواروں کے ساتھ نصب مٹینیں چل رہی تھیں۔ جن کی سکریٹوں پر مال کمرے میں موجود تابوت نظر آ رہے تھے۔ چند سکریٹوں پر ٹوٹے ہوئے تابوت نظر آ رہے تھے۔ جب کہ باقی پر صحیح سالم تھے۔ میجر پر مود نے ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر واپس پلٹ پڑا۔ ایک لمحے کے لئے اُسے خیال آیا تھا کہ زیرِ دپٹی کی مدد سے وہ ان تمام مٹینوں کو تباہ کر دے۔ لیکن پھر اس نے ارادہ بدل دیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہ تھا کہ ان مٹینوں کو تباہ کرنے کا کیا ردِ عمل سامنے آئے گا۔ اس لئے اس نے فیصلہ کیا کہ ان مٹینوں کو تباہ کرنے سے پہلے زیرِ دپٹی کی مدد سے سارے تابوت توڑ کر اپنے ساتھیوں کو صحیح سلامت باہر نکال لے۔ چنانچہ وہ اٹھے قدموں دوڑتا ہوا واپس مال میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد اس کے ہاتھ تیزی سے حرکت میں آ گئے۔

گولیوں کی بوچھاڑ سی اس کے قریب سے گزر گئی تھی۔ اگر اُسے ایک لمحہ کی بھی دیر ہو جاتی تو یقیناً وہ مہرب ہو جاتا۔

پتی مجھے دو۔۔۔ میجر پر مود نے چیختے ہوئے توفیق سے کہا۔ اور توفیق نے بھاگ کر پتی اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔

اب راہداری میں دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب آتی سنائی دے رہی تھیں۔ میجر پر مود نے سائیڈ کی دیوار سے لگ کر پتی کا سہارا ملا۔ اس طرف کو کیا جدھر سے قدموں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر اس نے اس کا مڑا ہوا کنارہ دبا دیا۔ پتی کے سرے سے نیلے رنگ کی روشنی کی لہریں نکلی اور خلا کے کنارے سے ہو کر راہداری میں گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی کے چیخنے اور گونے کا دھماکہ سنائی دیا۔ اور میجر پر مود نے ایک بار پھر اچھل کر باہر چھلانگ لگا دی۔ پتی اس کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن اُسے دوبارہ پتی کا فائر کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ وہ آدمی جو اس خلا سے ذرا فاصلے پر تھا۔ راہداری کے فرش پر گر ہوا تھا۔ اور اس کا جسم اس طرح کٹ پھٹ چکا تھا جیسے کسی نے پھریوں سے اس کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے ہوں۔ اس کی

توڑ سکتی تھی۔

"میجر — اس بلڈنگ سے باہر جانے کا کوئی
نہ کوئی راستہ بہر حال ہوگا اس لئے اگر ہم ان مشینوں
کو تباہ کر دیں تو یقیناً کوئی ہمیں چیک کرنے اندر آئے
گا۔" — توفیق نے کہا۔

"اودہ یس توفیق — موجودہ حالت میں اس سے
بہتر تجویز اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ تم لوگ یہیں بٹھو۔ میں
مشین روم کو اڑاتا ہوں۔ ابھی زبردستی میں بہر حال اتنی
طاقت موجود ہے کہ ایک مشین کو تباہ کر دے۔ اور
مجھے یقین ہے کہ ساری مشینیں ایک دوسرے سے
نکلنے ہوں گی۔" — میجر پرمود نے سر ہلاتے
ہوئے کہا اور پھر تیزی سے مشین روم کی طرف بڑھ
گیا۔ اس نے مشین روم کے دروازے میں
رک کر درمیان میں موجود سب سے بڑی مشین کو ٹاٹا
بٹایا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے زبردستی کا مڑا
ہوا کنارہ دبایا ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور مشین کے
پرچے سے اڑ گئے۔ میجر پرمود بجلی کی سی تیزی سے
پیچھے ہٹا۔ اور دوڑتا ہوا در کھڑے اپنے ساتھیوں
کی طرف آگیا۔ مشین روم سے ابھی تک مسلسل دھماکوں
کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور میجر پرمود اور
اس کے ساتھی بال کی دیواروں کے ساتھ لگے کھڑے

زبردستی کے خاندوں سے اس نے ایک ایک کر کے
سارے تابوت توڑ دیئے۔ اور تھوڑی دیر بعد اس
کے سارے ساتھی صحیح سلامت ان خوف ناک تابوتوں
سے باہر نکل آنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

"آؤ میرے ساتھ — میجر پرمود نے کہا۔ اور
ایک بار پھر راہداری میں آگیا۔ لیکن اس بار وہ کمرے
کی طرف جانے کی بجائے دوسری طرف گھوم گیا۔ تاکہ
اودھ کی صورت حال کا جائزہ بھی لے سکے۔ لیکن
اس طرف آگے جا کر راہداری ختم ہو گئی تھی۔ وہ واپس
پٹا اور پھر اپنے ساتھیوں سمیت دوبارہ اسی مشین روم
میں آگیا۔ — دلوں مشینیں ابھی تک چل رہی تھیں۔ لیکن
ان کی سکرینوں پر نظر آنے والے سارے تابوت ٹوٹے
ہوئے تھے۔

"اب کسی دیوار کو توڑنا ہوگا۔ تب ہی پتہ چلے گا کہ ہم
کہاں ہیں اور باہر کون ہے۔" — میجر پرمود نے
مشین روم سے نکل کر راہداری میں آتے ہوئے کہا۔
لیکن مسئلہ یہ تھا کہ سوائے اس زبردستی کے اور کسی
قسم کا کوئی اسلحہ ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔
اور زبردستی میں موجود مخصوص طاقت بھی محدود ہوتی تھی۔
اس لئے اب اس میں بھی باقی برائے نام ہی طاقت رہ گئی
تھی۔ اور کم از کم وہ کسی ٹھوس دیوار کو توہر گز نہ

ایک سیلاب سا نکلا اور پلک بھینکنے میں راہداری میں پھیلنا چلا گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے دروازے میں کسی طاقتور سرچ لائٹ کو روشن کر دیا گیا ہو۔ یہ روشنی صرف چند لمحوں کے لئے چمکی اور پھر غائب ہو گئی۔ لیکن جیسے ہی یہ روشنی راہداری میں پھیلی میجر پر مود کے ساتھی حشرات الارض کی طرح نیچے فرش پر اس طرح گرتے گئے جیسے خطرناک زہر کے سپرے سے کیڑے کوٹھے گرتے ہیں۔ ان سب کے جسم ٹیڑھے میڑھے ہو گئے تھے۔

میجر پر مود چونکہ دروازے کی سائیڈ سے پشت لگائے کھڑا تھا۔ اس لئے وہ براہ راست اس روشنی کی زد میں آنے سے بچ گیا تھا۔
”آؤ۔۔۔ اب یہ سب ختم ہو چکے ہیں۔“ کمرے سے ایک بھاری آواز سنائی دی اور میجر پر مود کا جسم یک لخت تن گیا۔

دوسرے لمحے ایک لمبا تونگا آدمی ہاتھ میں ایک جدید ساخت کی شین گن تھا مے دروازے سے نکل کر راہداری میں آیا۔ وہ آہستہ آہستہ بڑے مختاط انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ میجر پر مود اُسی طرح دیوار سے چٹا کھڑا رہا۔ کیونکہ اندر ہونے والی لنگھو سے وہ سمجھ چکا تھا کہ کمرے میں ایک سے زیادہ آدمی موجود ہیں۔ اور وہی

تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے درمیان کافی فاصلہ رکھا تھا۔ لیکن راہداری کی دیوار دیکھنے ہی سچاٹ تھی۔ اب کمرے میں بھی سکوت طاری ہو چکا تھا۔

”آدمے آدمی گھوم کر دوسری طرف چلے جائیں۔ ہو سکتا ہے دروازہ اس طرف سے کھلے۔“ میجر پر مود نے اچانک پوچھتے ہوئے کہا۔

اور طارق سر ہلاتا ہوا چند ساتھیوں سمیت دوسری طرف چل پڑا۔

ابھی انہیں دہاں کھڑے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اچانک میجر پر مود کو مشین روم کی طرف سے کھٹکنا سنائی دیا۔ وہ انتہائی تیزی سے لیکن بچوں کے بل دوڑتا ہوا مشین روم کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ اس نے مشین روم کی پچھلی دیوار جس سے مشینیں فن بھین ایک پتلا سا غلا پیدا ہوتے دیکھا۔ میجر پر مود دروازے کی سائیڈ میں ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو جو ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا۔

اب مشین روم کے اندر سے قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں جو اس دروازے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ میجر پر مود بڑے پو کھنے انداز میں کھڑا تھا۔ کہ اچانک دروازے میں سے جیسے سرخ دھگ کی تیز روشنی کا

”اوہ — یہ تو مصنوعی انسان تھے۔ کمال ہے بالکل انسان لگتے تھے۔“ میجر پرمود نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اور پھر آگے بڑھنے کی بجائے وہ کمرے کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ وہ پتلا سا خلا ابھی تک موجود تھا۔ اور دروازے کے پاس ہی ایک مستطیل سی مشین پڑی ہوئی تھی۔ جس کے سامنے واقعی سرچ لائٹ کی طرز کا بڑا سا بلب شید تھا۔ میجر پرمود نے اُسے اٹھایا۔ اور اس مشین کے ساتھ موجود تسمے کی مدد سے اُسے بغل سے لٹکا لیا۔ اور پھر واپس مشین روم سے نکل کر دوڑتا ہوا ان مصنوعی انسانوں کے بکھرے ہوئے جسموں کی طرف بڑھا۔ مشین گئیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری تھیں۔ اس لئے وہ تباہ ہونے سے بچ گئی تھیں۔ پرمود نے جھک کر ایک شین گن اٹھائی اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ گیا۔ اس نے جھک کر ایک ساتھی کے جسم کو چیک کیا تو وہ زندہ تھا لیکن اس کی حالت ایسی تھی جیسے ابھی ختم ہونے والا ہو۔

میجر پرمود ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ طارق اور اس کے ساتھی گو دوسری طرف تھے۔ لیکن ان کے ادھر نہ آنے کی وجہ سے میجر پرمود سمجھ گیا تھا۔ کہ ان کا بھی یہی حشر ہوا ہوگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ

ہوا۔ دوسرے لمحے ایک اور آدمی باہر نکلا۔ وہ بھی بالکل پہلے جیسے شخص کی قد و قامت کا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی شین گن تھی۔ اس کے بعد تیسرا برآمد ہوا۔ اور اب میجر پرمود نے حرکت میں آ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ پہلا آدمی کافی آگے جا چکا تھا۔ اور وہ کسی بھی وقت پلٹ سکتا تھا۔ ایسی صورت میں میجر پرمود کے پاس بچنے کی گنجائش نہ ہوتی۔

”پہلے اس میجر پرمود کو تلاش کر دو۔ وہ مجھے ان میں نظر نہیں آ رہا۔“ پہلے آدمی نے مڑ کر پیچھے آنے والے سے کہا۔ اور مڑتے ہی وہ بجلی کی سی تیزی سے گھوما۔ کیونکہ گردن موڑنے کی وجہ سے اُسے دیوار سے چٹا میجر پرمود نظر آ گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ شین گن کا ٹریگر دباتا میجر پرمود نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی زیر دہشتی کے مڑے ہوئے کنارے پر دباؤ ڈال دیا۔ اور وہ تینوں یوں اچھل کر نیچے گرے جیسے خوف ناک طوفان میں کوئی حقیر تھکا اچھلتا ہے۔ اور دوسرے لمحے میجر پرمود یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ان تینوں کے جسموں سے مختلف پھوٹے اور باریک پرنے نکل کر ادھر ادھر پھیل چکے تھے۔ اور ان کے جسم اس طرح مڑتے ہوئے تھے جیسے مشین روم کی مشینیں تباہ ہوتے وقت مڑتے ہوئے تھیں۔

والے مصنوعی انسان کا یہ فقرہ کہ پہلے میجر پرمود کو ڈھونڈو۔
صاف بتا رہا تھا کہ وہ کس جگہ میں آئے تھے۔
چند لمحوں بعد ہی طارق اور اس کے ساتھی بھی دوڑتے
ہوئے آگئے۔ اور طارق نے اپنے بے ہوش ہونے
کی رپورٹ دینی شروع کی ہی تھی کہ میجر پرمود نے ہاتھ
اٹھا کر روک دیا۔

”یہاں سب کے ساتھ یہی ہوا ہے۔ دو مشین گئیں
ہیں۔ وہ توفیق اور تم لے لو۔ ایک میرے پاس رہے
گی اور اب یہاں سے باہر نکلو۔“ میجر پرمود
نے کہا۔ اور پھر تیزی سے مشین روم کی طرف بڑھ
گیا۔ مشین روم کی دیوار میں بنے ہوئے خلا میں سے
اس نے دوسری طرف جھانکا تو دوسری طرف بھی ایک
طویل راہداری سی نظر آرہی تھی۔ راہداری خالی پڑی
ہوئی تھی۔ میجر پرمود آگے بڑھ گیا۔ اور اس کے ساتھی
ایک ایک کہہ کے قطار کی صورت میں پیچھے آنے لگے۔
ابھی وہ سب راہداری کے درمیان میں پہنچے تھے کہ
اچانک راہداری کی چھت پر تیز بلب روشن ہوئے اور
اس کے ساتھ ہی میجر پرمود نے ایک نخت چھلانگ
لگائی۔ اور اچھل کر قریب پانچ گز آگے جا کھڑا ہوا۔
کیونکہ جس جگہ چھت پر آخری بلب جل رہا تھا۔ میجر پرمود
قریباً اس کے نیچے تھا۔ اس لئے وہ چھلانگ لگا

اب اپنے ساتھیوں کو کیسے ہوش میں لاتے۔ اور
اُسی لمحے اُسے ایک خیال آیا تو اس نے چونک کر
بنٹل سے کھلی ہوئی سرچ لائٹ ٹائپ مشین کو اتارا۔ اور
پھر اُسے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر غور سے دیکھنے لگا۔
اس مشین کی پشت پر دو بٹن تھے۔ اس کے
نیچے عبارت موجود تھی۔ میجر پرمود نے اس عبارت کو
پڑھا تو اس کا دل یک نخت خوشی سے اچھل پڑا۔ کیونکہ
ایک بٹن کے نیچے فائر کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔
جب کہ دوسرے بٹن کے نیچے انٹی فائر کے الفاظ
موجود تھے۔ میجر پرمود نے فوراً لائٹ والا رخ
سامنے کر کے انٹی فائر والا بٹن پریس کیا تو یک نخت
راہداری میں ہبز رنگ کی روشنی کا سیلاب سا پھیل گیا۔
یہ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے چمکی اور پھر بجھ گئی۔
لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھیوں کے جموں
میں حرکت کے آثار نمودار ہو گئے۔ اور پھر دیکھتے
ہی دیکھتے وہ سب اچھل اچھل کر کھڑے ہونے لگے۔
میجر پرمود نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ
یہ لوگ انہیں ختم کرنے کی بجائے بہر حال زندہ رکھنا
چاہتے تھے۔ ورنہ وہ اس مشین کے ذریعے
انہیں اس طرح بے ہوش کرنے کی بجائے ٹیٹھ گوں
کو بھی استعمال کر سکتے تھے۔ اور پھر سب سے آگے

کھڑے گولیاں برساتے انسانوں پر پڑا اور وہ سب بھی بالکل اُسی طرح گر گئے۔ جس طرح پہلے والی راہداری میں میجر پر مود کے ساتھی گرے تھے۔

ان لوگوں کے گرتے ہی میجر پر مود نے سرچ لائٹ نما مشین ایک طرف پھینکی اور پھر شین گن سیدھی کئے وہ کھلے حصے کی طرف دوڑا۔

اُسی لمحے اس کے چھ ساتھی بھی اٹھنے کی کوشش کرتے دکھائی دیئے۔ اور میجر پر مود نے ہونٹ بیہوش ہوئے شین گن کا فائر نیچے بے ہوش پڑے ہوئے

افراد پر کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی دو اور مشین گنیں بھی حرکت میں آگئیں میجر پر مود نے چونک کر دیکھا تو توفیق اور طارق دونوں سیدھے کھڑے مشین گنیں چلا رہے تھے۔ جب کہ ان کے ساتھ پانچ اور ساتھی بھی کھڑے تھے۔ توفیق کے بازو سے اور

طارق کی دان سے خون رسی رہا تھا۔ اس طرح باقی ساتھی بھی کہیں نہ کہیں زخم کھا چکے تھے۔
گنیں اٹھا لو جلدی۔ میجر پر مود نے ٹریگر سے اچھی مٹاتے ہوئے کہا۔

اور اس کے خالی ہاتھ ساتھی اچھل کر آگے بڑھے۔ تاکہ نیچے گرے ہوئے افراد کے ہاتھوں سے ہلکی ہوئیں مشین گنیں اٹھائیں۔ لیکن جیسے ہی وہ اس

کر آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کے ساتھی بھی روشنی ہوتے ہی اچھل کر سائیڈ کی دیوار سے چپٹ گئے۔ لیکن بلب دوسرے لمحے بجھ گئے۔ تو میجر پر مود نے حیرت بھرے انداز میں سر ہلا دیا۔ اُسی لمحے گورگنڈا ہٹ کی آواز سنائی دی اور پھر ایک لحظہ راہداری کی سائیڈ والی دیوار سر کی تیز آواز سے اٹھتی ہوئی اوپر چھت میں غائب ہو گئی۔ اور پھر جیسے گولیوں کا طوفان سا برس پڑتا ہے۔ اس طرح باہر سے راہداری میں گولیاں برسیں اور راہداری انسانی چیخوں سے گونج اٹھی۔ میجر پر مود کے ساتھی ایک لحظہ کمپوں کی طرح ڈھیر ہو رہے تھے۔ غائب ہونے والی دیوار کی دوسری طرف پچاس کے قریب دہی مصنوعی انسان ہاتھوں میں شین گنیں اٹھائے کھڑے تھے۔ اور وہ مسلسل راہداری میں گولیاں برسا رہے تھے۔ البتہ جس جگہ میجر پر مود تھا۔ اس حصے کی دیوار غائب نہ ہوتی تھی۔ دیوار صرف اتنے حصے کی غائب ہوئی تھی جتنے حصے میں بلب جلے تھے۔ میجر پر مود نے اپنے ساتھیوں کے گولیوں کی بارش میں ڈھیر ہوتے ہی دہی مشین بھلی کی سی تیزی سے سیدھی کر کے فائر دالا بیٹن دبا دیا۔ اور سرخ رنگ کی روشنی کا تیز سیلاب غائب ہوئی دیوار والے حصے سے دوسری طرف

اس کا ذہن اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ شاید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔



عمر اس کی آنکھ کھلی تو اس نے اپنے آپ کو ایک تابوت میں پڑے ہوئے دیکھا۔ یہ تابوت شیشے کا بنا ہوا تھا۔ وہ انتہائی حیرت سے یہ منظر دیکھنے لگا۔ اس کا شعور ابھی پوری طرح بیدار نہ ہوا تھا۔ اور پھر اُسے گزشتہ ساری باتیں یاد آتی گئیں۔ دانش اُسے اور جو لیا۔ کیپٹن شکیل اور چو لمان کو ایک دہلیز میں گرفتار کر کے لے جا رہا تھا۔ پھر دانش نے ٹرانسمیٹر پر میڈ کو آرڈر سے بات کی جہاں سے

راہداری کی حدود سے باہر نکل کر گئیں اٹھانے لگے۔ اچانک سائیڈ سے گویوں کو بچھاڑ سی آئی۔ اور وہ پانچوں کے پانچوں بڑی طرح پیچھے ہوتے اچھل کر نیچے گرے اور ساکت ہو گئے۔

میجر پرمود نے طارق اور توفیق کو اپنی طرف بلایا۔ اور طارق ننگوٹا ہوا دوڑتا ہوا میجر پرمود کی طرف آیا۔ جب کہ توفیق ایک ماتھ سے زخمی بازو کو تھامے بھاگ کر آئے۔ اور پھر جیسے ہی وہ پرمود کے پاس پہنچے۔ اچانک پرمود کو اپنی پشت پر کھٹکھٹا سا محسوس ہوا۔ وہ تیزی سے مڑا ہی تھا کہ اُسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے پوری قوت سے اُسے دھکا دیا ہو۔ اور وہ بے اختیار اچھل کر پہلو کے بل راہداری کے فرش پر گر ا۔ یہی حال طارق اور توفیق کا بھی ہوا۔ میجر پرمود نے نیچے گر کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اُسی لمحے جن طرف سے انہیں دھکا لگا تھا کوئی چیز اٹھتی ہوئی آئی اور ان تینوں کے تقریباً درمیان میں آگرمی۔ اس کے ساتھ ہی ایک لمبا دینے والا خوف ناک دھماکا ہوا اور اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے میجر پرمود کے ذہن میں آخری احساس یہی ابھرا کہ اس کا جسم سینکڑوں مکڑوں میں تبدیل ہو کر ادھر ادھر بکھر گیا ہے۔ اور اس کے بعد

اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ عمران اور اس کے ساتھیوں کو مین ہیڈ کوارٹر پہنچا دیا جائے۔ یہ ویگن ایک چھوٹی سی دیران عمارت میں جا کر رکی تھی۔ اور پھر عمران اور اس کے ساتھیوں کو ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ کمرے میں پہنچتے ہی وہاں موجود ایک آدمی نے اچانک ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک عجیب ساخت کے ریوایور کا فائر کیا۔ اور اس ریوایور کی نال سے فائر کے باوجود کوئی چیز نہ ٹپکی اور گو عمران فائر ہوتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر ایک سائیڈ پر ہوا تھا تاکہ ریوایور کے فائر سے بچ سکے۔ لیکن پھر اس کے قدموں نے زمین نہ پکڑی اور وہ پہلو کے بل ایک زوردار دھماکے سے نیچے فرش پر گرنا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے حواس تاریکی میں ڈوب گئے تھے۔ اور اس کے بعد اب اس کی آنکھیں اس شفاف شیشے کے بنے ہوئے تابوت میں کھلی تھیں۔ عمران نے سب سے پہلے تو اپنے جسم کو چیک کیا۔ اور جب اُسے اطمینان ہو گیا کہ اس کا جسم کسی جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہوا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اس مال نما کمرے میں اس جیسے کئی تابوت موجود تھے۔ اور ان سب میں جو لیا اور اس کے ساتھی بند تھے۔

”واہ۔ اُسے کہتے ہیں عورت۔ کیا خوب صورت تابوت ملا ہے۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”عمران۔ بہت سی آواز۔ یہ ہم کہاں ہیں“ اُسی لمحے جو لیا کی مدھم سی آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی۔

”فی الحال تو کسی ایئر کنڈیشنڈ اجتماعی قبر میں ہیں لیکن ابھی تک کوئی حور نظر نہیں آئی۔“ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

”قبر میں حوریں نہیں آتیں منکر نکیر آتے ہیں“ صفدر کی ہلکی سی آواز عمران کے کانوں سے ٹکرائی۔ اور عمران مسکرا دیا۔

”عمران۔ یہاں سے نکلو۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔“ جو لیا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”نکرنہ کرو۔ ہم ان شیشے کے تابوتوں سے نکل سکیں نہ نکل سکیں دم ضرور نکل جائے گا۔ کیونکہ آواز بھی تو آ جا رہی ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر اس نے تیزی سے کروٹ لی اور اندھے منہ ہو گیا۔ اُسے تابوت کے اوپر اور سائیڈوں پر کہیں کوئی معمولی سا سوراخ بھی نظر نہ آیا تھا۔ جب کہ آواز اندر داخل ہونے کا یہی مطلب تھا کہ بہر حال تابوت میں سوراخ

”کمال ہے۔ الماتاوت بنا دیا ہے انہوں نے۔
 احمق کہیں کے۔“ — عمران نے کہا اور اپنے جسم
 کا دباؤ ایک سائیڈ پر ڈالاکہ تاوت کو الٹ دے۔
 لیکن تاوت تو شاید فرخس کے ساتھ چکا ہوا تھا۔ اس
 نے معمولی سی حرکت بھی نہ کی تھی۔
 عمران نے ایک سوراخ میں انہکی ڈال کر تاروں
 کے گچھے کو پکڑنا چاہا۔ لیکن کچھ سوراخوں سے کافی فاصلے
 سے گزر رہا تھا۔ اس لئے وہ اس کی انہکی کی
 گرفت میں نہ آسکتا تھا۔

”عمران کیا کر رہے ہو۔ جلد ہی کوئی ترکیب سوچو۔“
 اُسی لمحے جولیا کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔
 ”اس میں ترکیب سوچنے کی کیا بات ہے۔ گواہ
 موجود ہیں جابے تاوتوں میں ہی سہی۔ لیکن وہ مہارمی
 بات سن سکتے ہیں۔ بس ہاں کہہ دو۔“ — عمران نے
 اونچی آواز میں جواب دیا۔
 ”تم اس حالت میں بھی کوا اس سے باز نہیں آ رہے۔“
 جولیا نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

”تو پھر خاموش ہو جاؤ۔ مجھے کچھ سوچنے دو۔“
 عمران نے اس بار تلخ لہجے میں جواب دیا تو جولیا کی
 آواز دوبارہ سنائی نہ دی۔
 عمران بار بار کوئی ترکیب سوچنے کے لئے اپنے

موجود ہیں۔ اس لئے وہ کمرڈ بدل کر ادندھے منہ ہو
 گیا تھا۔ کیونکہ اب تاوت کا پخلا حصہ ہی رہ گیا تھا۔
 جو کمرڈ بدلے اُسے نظر نہ آسکتا تھا۔ اور پھر
 اُسے پچھلے حصے کی سائیڈوں میں انہکی سے موٹے
 کئی سوراخ نظر آ گئے۔ تاوت میں سے تاروں کا گچھا سا
 نکل کر دیوار میں نصب ساکٹ میں غائب ہو رہا تھا۔

عمران غور سے ان سوراخوں اور تاروں کے اس
 گچھے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر شیشے
 کی دیوار کو پھٹتیا یا۔ لیکن شیشہ اپنی ساخت کے
 لحاظ سے خاصا مضبوط نظر آ رہا تھا۔ شیشہ پھٹتیا تے
 ہوئے اس کی نظر اپنی کلائی پر پڑی۔ اس کی
 کلائی سے گھڑمی بھی غائب تھی۔ اور پیروں میں جوتے
 اور جرابیں بھی نہ تھیں۔

”خامسے ذہین لوگ ہیں۔ شکر ہے لباس تو ہے
 ورنہ سورشبرما کو واپس چلی جاتی۔“ — عمران
 نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اُسے یقین تھا کہ لباس
 کی جیبیں بھی خالی ہی ہوں گی جو لوگ اس قدر محتاط تھے
 کہ انہوں نے بوٹ۔ جرابیں اور گھڑمی اتار لی تھی۔
 وہ اب جیبوں میں کہاں کچھ باقی رہنے دیتے تھے۔
 عمران کی نظریں سوراخوں سے نیچے رنگ گئیں۔
 نیچے تاوت کا جوڑ صاف نظر آ رہا تھا۔

ذہن پر پورا زور ڈال رہا تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے تابوت میں بند ہونے کے بعد اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی یکسر نیل ہو کر رہ گئی ہو۔ کوئی ترکیب ہی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ اس نے اچھل کر پشت سے تابوت کے ڈھکن پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن تابوت کا شیشہ بے حد مضبوط قسم کا تھا۔

”یا اللہ! اب میری کھوپڑی کو بھی اتنا سخت شیشہ سے کہ چلو فولاد نہ ہی شیشہ تو توڑ لے۔“ عمران نے بڑبڑا کر دعا مانگنے کے سے انداز میں کہا۔ لیکن ظاہر تھے صرف دعا مانگنے سے تو اس کا سہرا اتنا مضبوط نہ بن سکتا تھا۔ اس لئے اب اس نے غور سے اس حصے پر نظریں جمادیں جس میں جوڑا اُسے نظر آ رہا تھا۔ اور ہوا کے لئے سوراخ موجود تھے۔ اس نے ان سوراخوں کی تعداد اور ان کا درمیانی فاصلہ دیکھا۔ تو اُسے محسوس ہوا کہ سوراخوں کے درمیان فاصلہ باقاعدہ نہیں ہے۔ بلکہ کہیں فاصلہ زیادہ ہے اور کہیں فاصلہ کم۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ تابوت بناتے وقت یہ سوراخ نہیں رکھے گئے تھے۔ بلکہ بعد میں خیال آنے کی وجہ سے ان میں سوراخ بنائے گئے تھے۔ اور اس خیال کے ذہن میں آتے ہی اُسے اچانک ایک ترکیب سمجھ میں آگئی اور وہ بے اختیار مکر دیا۔ ترکیب

ظاہر تو اچھا نہ تھی۔ لیکن اُسے یقین تھا کہ بہر حال ترکیب کامیاب رہے گی۔ اس نے ایک ایسے سوراخ میں انگلی ڈالی جو درمیان میں بنا ہوا تھا۔ دوسرے سوراخ اور اس سوراخ کے درمیان شیشے کی پتلی سی کیر تھی۔ اس نے انگلی کو ذرا سا جھٹکا دیا تو انگلی کے ناخن میں موجود بلیڈ باہر نکل آیا۔ اس نے بلیڈ کو اس درمیانی پتلی پر رگڑنا شروع کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ پتلی سی دیوار تیز بلیڈ سے آسانی سے کاٹی جاسکتی ہے۔ اس طرح دو سوراخ مل جائیں گے۔ اور پھر اسی طرح باقی سوراخ بھی کاٹ کر ایک بڑا سا سوراخ بنایا جاسکتا ہے۔ اور اگر اسی طرح سارے سوراخوں کو درمیان سے کاٹ دیا جائے تو ایک سائیکل کا جو ہلانما کمزور پڑ جائے گا اور پھر زوردار جھٹکے سے شاید اُسے توڑا جاسکے۔ لیکن دوسرے لمحے وہ مایوس ہو گیا۔ کیونکہ ناخن کا تیز بلیڈ اس شیشے کو کاٹنا تو ایک طرف اس پر ہلکی سی خراش بھی نہ ڈال سکا تھا۔ سچا نے وہ شیشہ کس انداز میں بنایا گیا تھا۔ اور عمران نے مایوس ہو کر انگلی واپس اندر کی اور اُسے مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر بلیڈ کو واپس ناخن میں غائب کر دیا۔

”عمران صاحب! اس بار ٹھیک پھنسے ہو۔“ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے آپ سے مخاطب

ہو کر کہا۔ اور پھر کہنیوں کے بل لیٹا تا بوت سے نکلنے پر غور کرنے لگا۔ لیکن ظاہر ہے صرف غور کرنے سے توتا بوت نہ ٹوٹ سکتا تھا۔ لیکن وہ مسلسل ذہن پر زور ڈال رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اچانک جیسے بجلی کا جھمکا ہوتا ہے۔ اس طرح اس کے ذہن میں جھمکا ہوا اور وہ بے اختیار ہنسی پڑا۔

”واہ۔۔۔ اسے کہتے ہیں ضرورت سے زیادہ عقلمندی۔۔۔“ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ کیونکہ جو ترکیب اس کی سمجھ میں اب آئی تھی وہ اتنی سیدھی سادھی تھی کہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ اپنی کھوپڑی پر خود دس چپٹیں لگائے۔۔۔ آخر اب تک اُسے یہ ترکیب سمجھ میں کیوں نہ آئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھایا اور اپنے سر کی طرف تا بوت کے شیشے کی سائیڈ کو بالشت سے مایہ نگیں لگا۔ کیونکہ سوراخ صرف لمبی سائیڈوں پر تھے۔ سر اور پیر کی طرف جو سائیڈیں تھیں ان میں سوراخ نہ تھے۔ اور عمران جانتا تھا کہ شیشہ چاہے جتنا بھی مضبوط ہو۔۔۔ اس کا ایک کمزور مرکزی نقطہ بہر حال ہوتا ہے۔ اور یہ نقطہ صرف اس صورت میں کمزور ہوتا ہے۔ جب شیشے میں کہیں سوراخ نہ ہو۔۔۔ کیونکہ سوراخ ہونے کی وجہ سے اس کا مرکزی نقطہ وہی سوراخ بن جاتا ہے۔ اور

چونکہ وہاں سے ہو کر زور جاتی ہے۔ اس لئے وہ کمزور نہیں رہتا۔ اس لئے اُسے خیال آیا تھا کہ اگر وہ سر کی طرف دالی سائیڈ جو ٹھوس تھی کا مرکزی نقطہ تلاش کر لے تو اس نقطہ پر بجلی سی ضرب لگانے سے پورا شیشہ کرجیوں کی صورت میں تڑخ جائے گا۔ اس نے شیشے کی ساخت دیکھ لی تھی۔۔۔ یہ دو پرتوں اور درمیان میں بھری جانے والی گیس والا شیشہ تھا۔ اور جدید دور میں اس قسم کے مضبوط شیشے بنائے جاتے تھے۔۔۔ جیسے کاروں کی دند سکرین ہوتی ہے۔ جو اکا انتہائی دباؤ بھی وہ برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن مرکزی نقطہ پر ایک چھوٹا سا پتھر بھی لگ جائے تو پورا شیشہ کرجیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ مرکزی نقطہ تلاش کرنا البتہ مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ شیشے کی لمبائی چوڑائی کی افقی بلندی اور اس کی ضخامت کے لحاظ سے ایک خاص فارمولے کے تحت بنتا ہے۔ لیکن عمران کو یقین تھا کہ وہ یہ مرکزی نقطہ بہر حال تلاش کر لے گا۔۔۔ چنانچہ اس نے بالشتوں سے شیشے کو مایہ نگیں شروع کر دیا۔ بار بار وہ اُسے افقی بلندی اور لمبائی چوڑائی کے تحت مایہ نگیں پھر اس نے انگلی شیشے کے دائیں طرف دالے کو نے سے ذرا پہلے ایک جگہ رکھ دی۔ فارمولے کے مطابق

یہی اس کا مرکز ہی نقطہ ہونا چاہیئے۔ انگلی وہیں رکھے وہ اب نظروں سے ایک بار پھر لمبائی چوڑائی اور افقی بلندی ماپنے لگا تاکہ غلطی کا کوئی امکان نہ رہے۔ جب اُسے ذہنی طور پر تسلی ہو گئی تو اس نے اس جگہ جہاں انگلی رکھی تھی اپنی نظریں مرکوز کر دیں۔ اور انگلی پیچھے کر کے اس نے انگلی کو موڑ کر ہٹک بنایا۔ اور دوسرے لمحے اس ہٹک کو پوری قوت سے عین اس جگہ مارا جہاں اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں۔ گو انگلی کا جوڑ لگنے سے تکلیف کی وجہ سے اس کے پورے جسم میں سنسنی بٹ کی ایک تیز لہر سی دوڑ گئی تھی۔ لیکن اس کا فائدہ مولا درست نکلا تھا۔ کیونکہ انگلی کے ہٹک کی زوردار ضرب لگتے ہی شیشے کی سائید ایک دھماکے سے کوچی کو چھی ہو کر ٹوٹ گئی تھی۔ اب پوری سائید خالی ہو چکی تھی اور عمران بڑے اطمینان سے دیکھتا ہوا اس خوب صورت تابوت سے باہر نکل آیا۔

”ارے تم نے شیشہ توڑ لیا۔“ جولیا کے ساتھ ساتھ باقی ساتھیوں کی بھی حیرت بھری آواز سنائی دی۔ کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ عمران خالی ہاتھ کھڑا تھا۔ اور خالی ہاتھ اس قدر مضبوط شیشہ توڑ لینا کم از کم ان کی سمجھ میں نہ آ سکتا تھا۔

”وہ کیا شعر ہے۔ کہ ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں۔ اور جب زنجیریں ذوق یقین سے کٹ سکتی ہیں تو شیشہ کیوں نہیں ٹوٹ سکتا۔“ کیونکہ مجھ میں کم از کم اتنا یقین تو پہلے ہی سے موجود ہے۔ کہ بہر حال جولیا ہاں کر دے گی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ارے تو جلدی سے ہمیں بھی اس تابوت سے نجات دلاؤ۔“ جولیا نے پچھتے ہوئے کہا۔

”سوری۔۔۔ ابھی یقین اتنا ہی پیدا ہوا ہے کہ ایک شیشہ ٹوٹ سکتا ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر وہ۔۔۔ ساتھ موجود جولیا کے تابوت سے نکل کر دیوار میں جانے والے تاروں کے گچھے پر بھٹک گیا۔ وہ اس دیوار میں نصب اس ساکٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا جس میں یہ تاریں غائب ہو رہی تھیں کہ اچانک اپنی پشت پر کھٹکے کی آواز سن کر وہ بے اختیار چونک کر مڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ خود بخود سر سے اوپر اٹھتے گئے۔ کیونکہ بال کی دیوار میں نمودار ہونے والا خلا میں ایک شین گن بردار کھڑا تھا۔ اور ظاہر ہے اس کی شین گن کا رخ عمران کی طرف تھا۔ اور درمیان میں فاصلہ بہر حال اتنا موجود تھا

"نچ — نچ — جناب — میں نے ساری زندگی کوئی غلط حرکت نہیں کی۔ بے شک آپ فرشتوں سے پوچھ لیں جناب — اب مرنے کے بعد کیا غلط حرکت کر سکتا ہوں" — عمران کا اہجہ بالکل رو دینے لیا جیسا ہو گیا تھا اور ساتھ ہی اس کا جسم بھی خوف کی شدت سے نمایاں طور پر کمپن کرنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ پیچھے کی طرف ہٹتا ہوا دیوار کے اٹھ لگ گیا — اس نے اپنے دونوں ہاتھ دریا دہ اونچے اٹھا لئے۔

"ہو نہ — اب نیاتا بوت میں جیڈ کو اڑنے سے ٹوٹا ہو گا" — شین گن بردار نے آگے بڑھتے ہوئے اچھے ہوئے بلجے میں کہا۔

"نچ — جناب کی تعریف حضور والا" — عمران نے سہمے ہوئے بلجے میں پوچھا۔

"میں گریٹ ایجنٹ ہوں" — آنے والے نے سپاٹ بلجے میں جواب دیا۔

"ماشا اللہ ماشا اللہ — ساری عمر مجھے مر رہی کہ کسی گریٹ ایجنٹ کو دیکھ سکوں۔

مگ میں نہ سہی مرنے کے بعد سہی حسرت تو رہی ہو گی" — عمران نے بڑے عقیدت مندانہ بلجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

کہ وہ چاہے جتنی بھی پھرتی دکھاتا ٹرگیکو دینے سے پہلے اس شین گن بردار تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا تابوت اس دیوار سے بالکل مخالف سمت کی دیوار کے ساتھ تھا — اگر وہ خلا دالی دیوار کے قریب ہوتا تو یقیناً عمران ہاتھ کھڑا کرنے کی بجائے اس پر چھلانگ لگا چکا ہوتا۔

"تم نے شیشہ کیسے توڑا ہے۔ تم تو اس پر لگی مار رہے تھے۔ آنے والے نے حیرت بھرے بلجے میں کہا۔

"مم — مم — میں تو چیک کر رہا تھا کہ جناب کہ یہ شیشہ مضبوط بھی ہے یا نہیں۔ لیکن وہ نازک سا شیشہ خود بخود ٹوٹ گیا۔ مم — میرا کوئی تصور نہیں ہے۔" — عمران نے گھگھیاہتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شدید خوف کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔

"یہ دنیا کا سب سے مضبوط شیشہ ہے۔ یہ کیسے انکلی سے ٹوٹ سکتا ہے۔ ایک طرف مٹو میں اسے خود چیک کرنا چاہتا ہوں — اور سنو — اگر تم نے ذرا بھی غلط حرکت کی تو گولیوں سے بھون ڈالوں گا۔ شین گن بردار نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر واقعی حیرت تھی۔

لیکن یہ گریٹ ایجنٹ واقعی انتہائی درجے کا پھر تیل
نہایت ہوا۔ وہ تباہی پر گرتے ہی اتنی تیزی سے
اچھل کر عمران کی طرف واپس آیا کہ عمران کو شین گن
بھی سیدھی کرنے کا موقع نہ ملا۔ اگر مقلے
میں عمران کی بجائے کوئی اور ہوتا تو یقیناً گریٹ ایجنٹ
کی زوردار ضرب اُسے دیوار سے پچکا دیتی۔ لیکن
عمران اس کے واپس اچھلتے ہی بجلی سے بھی زیادہ
تیزی سے اچھل کر ایک طرف ہٹا اور وہ گریٹ ایجنٹ
پورے زور کی وجہ سے جیسے ہی دیوار کی طرف بڑھا
عمران کی ثلاث پوری قوت سے گھومتی ہوئی اس کی
پشت پر پڑی۔ اور گریٹ ایجنٹ ایک زوردار

”نانسن — اودہ تم مجھے نانسن کہہ رہے ہو
بھرتو میں زندہ ہوں۔ لاجول والا۔ میں خواہ خواہ اب
تک مردہ بنا رہا۔ کم از کم اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے
کہ مرے ہوؤں کو کوئی نانسن نہیں کہتا۔ ان کا نام
احترام سے لیا جاتا ہے۔“ عمران نے منہ بند
ہوئے کہا۔
”تم خاموش نہیں رہ سکتے۔“ شین گن برتا
نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور ساتھ
اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی شین گن آگے کر
ہوئے اس کی نال کا مرا اس کے سینے سے لگا
دیا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ اچھل کر پشت کے

کے ساتھ ہی گولیاں مڑتے ہوئے گریٹ ایجنٹ کے جسم سے ٹکرائیں۔ اور اس بار گریٹ ایجنٹ اچھل کر نیچے گرا۔ اور پھر ایک لمحت اس طرح بے حس و حرکت ہو گیا جیسے چلتی ہوئی مشین ایک لمحت رک جاتی ہو۔ اس کے سینے سے مختلف چھوٹے چھوٹے پوزے نکل کر ادھر ادھر فرش پر بکھر گئے تھے۔ عمران حیرت بھرے انداز میں آگے بڑھا اور جھک کر غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں واقعی حیرت کے تاثرات نمایاں تھے۔

اُسی لمحے اس کے حواس کانوں میں باہر سے کسی کے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ گو آواز بے حد بلی تھی لیکن عمران کے حواس کانوں نے اُسے سن لیا۔ وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور پنچوں کے بل دوڑتا ہوا دیوار سے جا لگا۔ آنے والا خلا کے قریب آکر رک گیا۔ اور پھر شین گن کی نال خلا سے برآمد ہوئی۔ اس نال کا رخ عین اس طرف تھا جہاں عمران نے کھڑے ہو کر اس گمبٹ ایجنٹ کو گولی ماری تھی۔ لیکن اب عمران استفادہ نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ شین گن کی سیدھ میں چوہان والا تابوت تھا۔ عمران نے ایک لمحت ماتھے مارا۔ اور شین گن ایک لمحت آنے والے کے ہاتھوں سے نکل

دھا کے سے دیوار سے جا کھرایا۔ لیکن اس کے حلق سے کوئی چیخ نہ نکلی اور وہ دیوار سے ٹکرا کر اس طرح پیچھے ہٹ کر پٹا جیسے وہ گوشت پوست کی بجائے رڈ کا بنا ہوا ہو۔ اس کے چہرے پر ذرا سی خواش بھی نہ آئی تھی۔ لیکن اُسی لمحے عمران نے پوری قوت سے شین گن کا دستہ اس کے چہرے پر مارا لیکن زوردار دستہ لگنے کے باوجود اس گریٹ ایجنٹ کے حلق سے کوئی چیخ نہ نکلی۔ اور نہ ہی اتنی قوت سے لگنے والے شین گن کے دستے نے اس کے جسم پر کوئی ضرب کا نشان چھوڑا۔ البتہ وہ ضرب کا زوردار دھکا لگنے کی وجہ سے ایک بار پھر دیوار کے ساتھ پشت کے بل جا کھرایا۔

عمران ضرب لگا کر تیزی سے پچھلے قدموں دوڑتا ہوا اس سے کافی فاصلے پر جا کر ا۔ اور پھر گریٹ ایجنٹ نے دوڑ کر عمران پر کسی عقاب کی طرح چھلانگ لگا دی۔ لیکن عمران ایک بار پھر بجلی کی سی تیزی سے ایک سائیڈ پر ہٹ گیا۔ اور گریٹ ایجنٹ جو اچھل کر عین اس جگہ آیا تھا جہاں ایک لمحہ پہلے عمران موجود تھا۔ عمران کو دماغ موجود نہ یا کہ دو قدم آگے دوڑا اور انتہائی پھرتی سے مڑا۔ لیکن اتنی دیر میں عمران شین گن سیدھی کر چکا تھا۔ تو تو اہٹ کی آواز

کہ اچھل کر اندر آگرمی اور اس کے ساتھ ہی عمران نے اس خلا میں باہر چھلانگ لگا دی۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک زوردار ضرب کھاکر باہر رابدارسی کی پچھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔ آنے والے نے اس کے سینے پر واقعی انتہائی زوردار ضرب لگائی تھی۔ اور عمران کا سر اتنی قوت سے دیوار سے ٹکرایا کہ اس کے ذہن پر ایک لحظہ تک رنگ برنگے ستاروں کی پھلجھڑی سی چھوٹ گئی۔ لیکن دیوار سے ٹکراتے ہی وہ ایک لحظہ اچھل کر سایڈ میں ہوا اور اس بار وہ خوف ناک فلائنگ کلک سے بس بال بال بچا تھا۔ دوسرا آدمی بھی بالکل پہلے جیسا تھا۔ وہی شکل و صورت وہی قد و قامت۔ وہی انداز۔ عمران کے ہٹ جانے کی وجہ سے اس کے دونوں پیر دیوار پر پڑے اور اس کے ساتھ ہی وہ تلابازی کھاتا ہوا پیچھے کو ہٹا۔ لیکن رابدارسی تنگ ہونے کی وجہ سے وہ پوری تلابازی کھا سکا۔ اور اس کا سر نیچے فرش پر اور ٹانگیں اوپر رہ گئیں اور وہ اس انداز میں دیوار سے ٹکرایا ہی تھا کہ عمران نے شیٹ گن کا فائر کھولی دیا۔ تو ٹراہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں فرش پر پڑی ہوئی اس کی کھوپڑی سے ٹکرائیں۔ اور کھوپڑی بڑا درد مگڑوں میں تبدیل ہو کر فرش پر بکھر گئی اور وہ آدمی

پہلو کے بل نیچے فرش پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی سے سرخ رنگ کا مائع سا نکل کر فرش پر بہنے لگا۔ عمران ایک لمحے تک حیرت سے اس کی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کو دیکھتا رہا۔ کھوپڑی میں واقعی رنگیں تھیں۔ جن میں سے یہ سرخ رنگ کا مائع نکل رہا تھا۔ اس میں مٹینری کے پرزے نہ تھے۔

"یہ انتہائی حیرت انگیز ایسا۔ جسم مٹین سے اور کھوپڑی انسانی رگوں جیسی کسی چیز سے بنائی گئی ہے۔" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اُسی لمحے اس کی نظریں رابدارسی کے ہاتھوں ایک کمرے کے کھلے دروازے پر پڑیں۔ اس کے اندر نصب مٹینیں اُسے نظر آ رہی تھیں۔ وہ شیٹ گن سنبھالے تیزی سے دوڑتا ہوا اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے پاس رک کر اس نے ایک لمحے تک اندر کسی کی موجودگی کی آہٹ لینی چاہی لیکن اندر سے صرف مٹینیں چلنے کی مخصوص سناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ عمران شیٹ گن اٹھائے اندر داخل ہوا۔ کمرہ واقعی خالی تھا۔ لیکن دیواروں کے ساتھ نصب مٹینیں چل رہی تھیں۔ عمران ہونٹ دبائے ان مٹینوں کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اس کے

لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ ساخت کی وجہ سے ان عجیب و غریب مشینوں کو پہچان چکا تھا۔ مشینوں کی سکریوں پر تابوت صاف دکھائی دے رہے تھے۔ درمیان میں ایک بڑی مشین تھی جس کی سکریں پر پورے ہال کا منتظر دکھائی دے رہے تھے۔ یہی باقی مشینوں کی کنڈولنگ مشین تھی۔ عمران نے شین گن کو کاندھے سے ہٹکایا۔ اور پھر جھک کر غور کیجئے اس مشین کو دیکھنے لگا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہوا اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی دونوں کواہیں مائیں گھمایا۔ اور وہ ان نالوں کے اوپر موجود ڈانکوں پر جیسے ہی سونیاں حرکت کرتی ہوئیں مخصوص ہندسوں پر پہنچیں۔ اس نے مشین کے مختلف بٹن دبائے شروع کر دیئے۔ آخری بٹن دبا کر اس نے جیسے ہی ہاتھ ہٹایا۔ مشین سے تیز سیٹی کی آواز برآمد ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے سکریں پر نظر آنے والے تابوتوں کو تیزی سے پلٹ کر سیدھا ہوتے دیکھا۔ اور جیسے ہی اس کے پچھلے حصے اوپر آئے وہ کسی ڈھکن کی طرح خود بخود کھلتے گئے۔ اور جب عمران نے اپنے ساتھیوں کو ان تابوتوں سے باہر نکلتے دیکھا تو اس نے اطمینان کا ایک طویل سانس

لیا۔ اور ایک بار پھر اس مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ تابوت ایک بار پھر پہلے کی طرح بند ہو کر پلٹ گئے۔ عمران نے سائیڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔

”ہیلو عہد۔ میں علی عمران بول رہا ہوں۔ آپ حضرات اطمینان سے راہداری میں آکر میرے پاس پہنچ سکتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔ اور بٹن آف کر دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس کی آواز ہال میں گونج گئی ہو گی۔ اور پھر جب تک اس کے ساتھی اس مشین روم تک پہنچتے عمران نے اس کنڈولنگ مشین کے اور بٹن دبا کر اور مختلف نالوں کو گھما کر اس کی سائیڈ کی دیوار میں ایک چھوٹا سا غلط پید کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

غلط پید ابھرتے ہی اس نے اس خلا سے سر باہر نکالا تو دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے پیچھے ہٹا۔ اور اس نے مشین کے مختلف بٹن دبا کر خود ہی یہ خلا بند کر دیا۔

”یہ سب کیا ہو رہا ہے عمران صاحب۔ یہ لوگ تو روٹ ہیں۔“ صفدر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا۔

”باہر اس خلا میں کم از کم پچاس ساٹھ ایسے ہی گریٹ ایجنٹ موجود ہیں۔ اور ہمارے پاس اسلحہ نام

کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ — عمران نے مڑ کر کہا اس کے ہاتھ میں تشویش موجود تھی۔

"بابہ — کیا مطلب؟" — جو لیا نے چونک کر پوچھا۔

اور عمران نے اُسے بتایا کہ اس نے کنڈو لنک مشین کو آپریٹ کر کے دیوار میں غلا پیدا کیا تھا۔ جس کے باہر ایک وسیع میدان ہے جس میں ایسے ہی گریٹ ایجنٹ گھوم رہے ہیں۔

"اب کیا کریں؟" — جو لیا نے کہا۔

"کون کیا ہے۔ لفٹ مارٹ کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے۔ اور جیسے ہی گولیوں کی بارش ہوگی۔ ہم کو ٹیک مارچ شروع کر دیں گے" — عمران نے منہ بتاتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن اس کی نظریں مسلسل اس کنڈو لنک مشین پر جمی ہوئی تھیں۔

اور پھر چند لمحوں بعد وہ ایک لمحت چونک پڑا۔ اس نے جھک کر اس کے نیچے جتے ہوئے ایک سرخ رنگ کے مینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا یہی تھا کہ اچانک مشین میں سے ایک گونجدار سی آواز برآمد ہوئی — آواز ایسی تھی جیسے کوئی روڈ بول بول رہا ہو۔

"ہیلو — گریٹ ایجنٹ زیر و تھری اور" —

"یس — ایڈجنگ اور" — عمران نے پہلے والے گریٹ ایجنٹ کی آواز میں جواب دیا۔

"زیر و تھری میں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی اور" — دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"گڑبڑ کیسی اور" — عمران نے جواب دیا۔

"اوہ — زیر و اون اور زیر و ٹو میں موجود قیدی تابوت توڑ کر باہر نکل آئے تھے۔ زیر و اون کا اسلحہ خانہ ادیں تھا۔ اس لئے انہوں نے ایٹان مشین سے راہداری کی دیوار توڑ دی — لیکن انہیں کور کر لیا گیا ہے۔ زیر و ٹو والے اسلحہ خانہ توڑیں نہ کر سکے۔ البتہ وہ ایک راہداری میں پہنچ گئے تھے۔ انہیں بھی دیاں کور کر لیا گیا ہے — اس لئے میں پوچھ رہا تھا کہ زیر و تھری میں تو کوئی گڑبڑ نہیں ہے اور" — دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"نوسر — سب او۔ کے ہے اور" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"اور — کے — پوری طرح محتاط رہنا۔ اور اینڈ آل" — دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس طرح کی آواز سنائی دی جیسے کوئی بین آف کیا گیا ہو۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہاں بھی کوئی اسلحہ خانہ ہے۔ اس راہداری کی دوسری طرف جا کر چیک کرو" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور صفدر اور کیپٹن شکیل سر ہلاتے ہوئے مڑے

اور کمرے سے باہر نکل گئے۔
 ”یہ آخر ہے کیا مصیبت۔ یہ زبردن اور زبردو ٹو۔“

نے کہا۔

”ادہ ہاں۔۔۔ اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں آیا۔“

عمران نے چونک کر کہا۔ اور پھر اس کی نظریں گھومتی

ہوئیں اس کنڈولنگ مشین کے پچلے حصے پر جم

گئیں جو بالکل بند تھی۔۔۔ اور اس پر کوئی ڈائل یا

بٹن موجود نہ تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ اور

اس نے جھاک کر مشین کے اس حصے کو ہاتھ سے

تھپتھپانا شروع کر دیا۔۔۔ اور پھر ایک جگہ ہاتھ پڑتے

ہی ایسی آواز سنائی دی جیسے یہ جگہ حساس ہو۔ عمران

نے غور سے اس جگہ کو دیکھا۔ لیکن وہاں کوئی درز یا کوئی

ایسی چیز نہ تھی جس سے پتہ چلتا کہ یہاں اگر کوئی خانہ ہے

تو اس سے کیسے کھولا جاسکتا ہے۔۔۔ کافی سرکھپانے

کے بعد عمران طویل سانس لیتا ہوا اٹھا اور ایک بار پھر

مشین پر موجود بٹنوں کے نیچے کبھی ہوئی عبارتوں کو باری

باری غور سے پڑھنے لگا۔۔۔ پڑھتے پڑھتے وہ

چونک بڑا۔ اس نے کونے میں موجود ایک چھوٹے

سے بٹن کو انگلی سے پریس کیا تو کھٹاک کی آواز کے

ساتھ ہی مشین کے پچلے حصے میں ایک خانہ خود بخود

کھل گیا۔۔۔ عمران نے جھاک کر اس خانے میں

جھانکا اور دوسرے لمحے اس کے ہوں پر مسکراہٹ

جو لیا نے جھلکے ہوئے انداز میں پوچھا۔

”یہ خالی خولی مصیبت نہیں۔ بلکہ مصیبت کا پہاڑ سمجھو۔

ہم اس وقت فورکارمرز کے مین ہیڈ کوارٹر میں ہیں۔

اور جہاں تک میرا خیال ہے۔۔۔ یہ زبردن اور

زبردو ٹو بھی اس جیسی ہی عمارتیں ہیں۔ اور لائٹا ان میں

بھی ہماری طرح کے ہی قیدی تابوتوں میں رکھے گئے

ہوں گے۔۔۔ اور یہ قیدی کرنل فریڈی اور میجر پروڈ

کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان تابوتوں

کو نہ صرف انہوں نے توڑا بلکہ انہوں نے راہداری

بھی اڑا دی۔۔۔ اب یہ معلوم نہیں کہ اس باس

کا کور کرنے سے کیا مطلب ہو سکتا ہے۔“

عمران نے کہا اور جو لیا نے اثبات میں سر ہلادیا۔

اُسی لمحے صفدر واپس کمرے میں داخل ہوا اور

عمران اس کی طرف مڑا۔

”ادھر راہداری بند ہے۔ دہاں کوئی سٹور وغیرہ نہیں

ہے۔۔۔ صفدر نے کہا۔

”ادہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ مشین باس کی

باتوں سے تو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ سٹور ہے۔“

عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

بلا تہ ثابت ہو رہا تھا۔

”میں سمجھ گیا۔ یہ کون سا کوڑ ہے۔“ اچانک برقی نے ایسے چیخ کر کہا جسے اچانک نتیجہ نکل آنے کا میاب ہونے والے طالب علم خوشی سے پیچھے

لارڈ کوڑ ہو گا۔ تبھی اتنے زور سے پیچھے ہو۔

مران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔ یہ فرنٹ لائن کوڑ ہے عمران صاحب۔ بسے کلیدانی کوڑ بھی کہتے ہیں۔۔۔ چوہان نے کہا۔

”ہوا۔۔۔ ادہ چوہان۔۔۔ واقعی تم زندہ باد ہو۔

رے کہیں اس تابوت نے میری کھوپڑی تو تم میں غٹ نہیں کر دی۔ ادہ اب سمجھ گیا یہ واقعی فرنٹ لائن کلیدانی کوڑ ہے۔“ عمران نے کہا۔ اور

چوہان کا چہرہ مسرت سے سرخ ہو گیا۔

”یہ کون سا کوڑ ہے۔ کچھ ہمیں بھی پتہ چلے۔“

مضمر نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”ہزاروں سال قبل مسیح کی ایک تہذیب آغا قدیمہ

میں دریافت ہوئی ہے۔ بسے کلیدانی تہذیب کہتے

ہیں۔۔۔ ان کی تختیاں ملی ہیں۔ جن پر اسی طرح کے

حروف کندہ تھے۔ بڑا عرصہ ماہرین ان پر مغز ماری

کرتے رہے۔ اور آخر کار اسے حل کر لیا گیا۔ اور

تیر گئی۔ خانے میں ایک نہیں اکٹھی چار فائلیں موجود تھیں عمران نے ہاتھ بڑھا کر چاروں فائلیں باہر نکالیں۔ اور پھر اس نے انہیں کھول کر دیکھنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ چاروں فائلیں کسی بالکل ہی نامانوس اور اجنبی کوڑ میں تھیں۔ ایسا کوڑ جو اس سے پہلے عمران کی نظر دل سے نہ گزرا تھا۔

”یہ کون سی زبان ہے۔۔۔ چوہان نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ جو اس کی سائیڈ پر سے جھک کر فائل کو دیکھ رہی تھی۔

”اسے زبان عشق کہتے ہیں۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نہ سمجھنے کی نہ سمجھانے کی بلکہ صرف محسوس کرنے کی۔“ عمران نے جواب دیا۔

اور چوہان منہ بناتے ہوئے پیچھے ہٹ گئی۔ البتہ باقی ساتھی بدستور فائل پر جھکے رہے۔ لہذا نے عمران کے ہاتھوں سے ایک فائل لے لی تھی۔ اور وہ مضمر اور تنویر اس پر جھکے ہوئے تھے۔

”کمال ہے۔ میرا خیال تھا کہ میں ہر قسم کا کوڑ حل کر سکتا ہوں۔ لیکن مجھ کو اس تابوت کا جس نے میری ریڈی میڈ کھوپڑی ہی فیل کر دی ہے۔ کچھ سمجھتا نہیں آ رہی کہ یہ کیسا کوڑ ہے۔“ عمران نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔ واقعی یہ کوڑ اس کی سمجھ

انہیں پڑھتا ہوں۔ — عمران نے کہا۔
کہاں ہے سٹور — کچھ بتاؤ گے بھی سہی۔
بانے جھلا کر پوچھا۔

صفر — رابدری جہاں ختم ہوتی ہے وہاں
وکی دائیں طرف نیچے سے تیسری قطار کی دائیں
نہ کی چوتھی اینٹ کو دباؤ تو دیوار جٹ جائے گی۔
سٹور نمودار ہو جائے گا۔ — عمران نے صفر
مخاطب ہو کر کہا۔ کیونکہ وہی اس طرف گیا تھا۔ اور
دوسرا ملتا ہوا واپس چلا گیا۔ باقی ساتھی بھی اس
ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل گئے۔

عمران خاموش کھڑا فائل پڑھتا رہا۔ ایک فائل ختم کر
اس نے دوسری فائل کھولی۔ اس بار اس کے
هنے کی رفتار پہلی فائل کی نسبت زیادہ تیز تھی کیونکہ
اسے اس کو ڈی میں پڑھنے کی قدرے پریکٹس
تھی۔ — ہر فائل میں صرف ایک ایک فائل
کاغذ تھا۔ اور جب تک اس کے ساتھی واپس
نہ وہ چاروں فائلوں کو پڑھ کر انہیں واپس خانے
میں چکا تھا۔ اور اس نے بٹن دبا کر خانہ واپس
دیا۔

عمران صاحب — یہ تو بہت بڑا اور جدید اسلحہ
ہے۔ ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے۔ اور ایسا بھی

اس زبان کا نام فرنٹ لائن زبان رکھا گیا ہے۔
جسے عرف عام میں ایکدانی زبان بھی کہتے ہیں۔ اس
کے اصول مرتب ہوئے۔ اور پھر اس زبان کا
آسانی سے سمجھ لیا گیا۔ یہ بالکل وہی زبان استعمال
کی گئی ہے۔ — عمران نے کہا۔ اور پھر اُس سے
غور سے دیکھنے لگا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا چو مان — کمال ہے۔
یہ زبان جانتے ہو۔ — جو لیا نے حیرت بھرے
انداز میں چو مان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آثار قدیمہ میری مانی ہے مس جو لیا۔ اور
میں اس پر کتنا ہی فرصت کے وقت پڑھتا رہتا ہوں
میں نے اسے اسی لئے پہچان لیا تھا۔ — چو مان
نے کہا اور جو لیا نے سر ہلا دیا۔

عمران خاموش کھڑا غور سے اس فائل کو گھورے
جا رہا تھا۔ وہاں کاغذ پھسل تو موجود نہ تھی کہ وہ اسے
باقاعدہ کسی کاغذ پر ڈی کو ڈکرتا۔ اس لئے وہ
ذہن میں ہی اسے ڈی کو ڈکرتا جا رہا تھا۔

سٹور روم کا تو پتہ چل گیا۔ ویسے یہ فائلیں ہیں
بڑے کام کی۔ اس مشین روم۔ لال اور اس ساتھی
علاقے کے متعلق اس میں تفصیلات درج ہیں۔ تم
جا کر سٹور سے اسلحہ نکالو۔ اس وقت تک

پھر وہ ایک ایک کے سامنے رک گیا۔ اور اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ اس نے اس ریک میں بڑی جویں بلیٹس میں سے ایک بلیٹ اٹھائی۔ اس نے اسے ساتھ ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا ڈبہ تھا جو ہر طرف سے بالکل سپاٹ تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ جولیہ نے حیران ہو کر پوچھا۔
 ”یہ سلیمانی ٹوپی کی قسم کی چیز ہے۔ آج کل ٹوپی پہننے کا رواج نہیں رہا۔ اس لئے بلیٹ بنائی گئی ہے۔“
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور بلیٹ کو کمر سے باندھنے لگا۔ ڈبہ دائیں سائیڈ پر آگیا۔

”کیا اس کے پہننے سے آدمی غائب ہو جاتا ہے؟“ جولیہ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”غائب ہی سمجھو۔ جب اس پر کوئی اسلحہ اثر نہ کرے گا تو غائب ہی سمجھو۔ یہ دراصل ری بیک۔ ری بلیٹ ہے۔ اس ڈبے میں انتہائی طاقتور ری بیک ریز پیدا کرنے والی مشین ہے۔ بلیٹ پہننے کے بعد جب اس مشین کو آن کیا جاتا ہے تو یہ ریز اس بلیٹ کے کناروں پر موجود چھوٹے چھوٹے رنگوں سے نکل کر افقی حالت میں نیچے اور اوپر پھیل جاتی ہیں۔ اس طرح جسم کے گرد ان کا ایک سرکل سا بن جاتا ہے۔ یہ ریز نظر نہیں

ہے جس کے متعلق شاید ہمیں بھی معلوم نہیں کہ ان فکشن کیا ہے۔“ صفدر نے کمرے میں دھڑکتے ہوئے کہا۔ وہ اکیلا ہی واپس آیا تھا۔
 ”جولیہ سے بھی بڑا اسلحہ خانہ ہے وہ“

عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور باہر رابڈا کی طرف بڑھ گیا۔
 ”آپ مس جولیہ کو اب بے حد تنگ کر رہے ہیں۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”انگو میں اسے تنگ نہ کرتا رہوں تو وہ پھیل کر سے بھی زیادہ موٹی ہو جائے۔ اور تمہیں معلوم۔ کہ تمہنی کا کام صرف بچوں کو سیر کرانا ہی رہ جاتا۔ عمران نے جواب دیا اور صفدر کھلکھلا کر منہ پڑا۔ وہ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے رابڈا کی دوسرے سرے پر پہنچ گئے۔ جہاں واقعی بہت بڑا کمرہ موجود تھا۔ اور سارے ممبر کمرے کے باہر موجود تھے۔ ان سب کے ہاتھ میں مشین گنیں تھیں۔

عمران اس کمرے میں داخل ہوا۔ تو وہ بھی رہ گیا۔ واقعی یہ کافی بڑا اور جدید قسم کا اسلحہ خانہ عمران غور سے جدید قسم کے اسلحے کو دیکھتا رہا۔

واستہ ہی نہیں ہے۔" — جو ایسا نے کہا۔

”جذ بے پتے ہوں تو راستے خود بخود بن جاتے ہیں۔“

جوہان کی آنار قدیمہ دالی جانی آفرکس روز کام آئے

تجربہ سے ایک بات کا خیال رکھنا اس جو ہاں

سر ذرا بجو کہ رہنا دیر نہ ملے گی کے ملحقوں کسی روز تمہیں

بھری اور مہرہ کی مہم سنا دے گا۔ — عثمان نے کہا۔

بھی اہرام مصری می بنادے گا۔

اور چونکہ بے اختیار منکر ادا کیا۔

سین کنیں ہاتھوں میں اکھاڑے اور رہی جیہ جیہ

باندھے وہ سب تیرے

دوم میں پہنچ گئے۔

”سنو۔۔۔ باہر موجود تمام افراد متنی انسان ہیں۔“

اس لئے کوشش کرنا کہ ان کی کھوپڑیوں پر گولیاں پڑیں

جسم پر صرف ایک کمزور پوائنٹ ہے اور اس کا

فوری طور پر نشانہ لینا مشکل ہو جائے گا۔ — اور ہاں

یہ بھی بتا دوں کہ یہ رمی بیک بیٹش صرف اسلحے کو دی

بیک کرتے ہیں آدمیوں کو نہیں۔ اس لئے دست بدست

جنگ میں یہ کام نہیں آئیں گی۔" — عمران نے کہا۔

اور اس نے کنہ و ننگ مشن کی مدد سے دیوار میں

اور اس کے لئے ولنت سین کی مدد کے دیواریں
وہ پہلے والا غلام بنا اور کچھ شے لگے اٹھائے وہ اٹھ

وہی چلے والا اٹھایا اور پھر سیدنی بن اٹھا۔ وہ اپنی
کے ساتھ نکلا۔ ۱۶۔ اس کے ساتھ چلے آئے۔

آئیں۔ لیکن ان ریزیس یہ خاصیت ہے کہ ان پر ایٹم بم

بھی کھینک دیا جائے تو یہ ریز اُسے بیک کر دیتی ہیں۔

اس طرح وہ آدمی اس سے بچ جاتا ہے۔۔۔ تم

سب سے جلد، باندھ لو۔ پھر اس سے آگے اور آف کرنے

سب یہ جیسی باندھ لو۔ پھر میں اسے ان اور ان کے

کا طریقہ بتانا ہوں۔ — عمر ان کے لہا اور اس کے

سارے ساھی اس حیرت انگیز عالمیت کی حامل جمیں

پر بھیت پڑے۔ - کھوڑی دیو بجہ ان سب کے یہ بلیں

باندھ لیں تو عمران نے انہیں

طریقہ سمجھنا شروع کیا۔

”عمران صاحب — ان رینز کی موجودگی میں ہم بھی

تو کوئی اسلے

نے پوچھا۔

”بڑے اطمینان سے کر سکتے ہو۔ کیونکہ یہ رسی بیک

میں نے یہاں سے باہر سے ان کی طرف جو چیز آئے گی۔

بیک ہو جائے گی اندر سے جو جا رہی ہو گی وہ تو ظاہر

مے جائے گی، سہی۔ ————— عمر ان نے کہا۔ اور سب

ہے جاکے کی ہی ہی — مران سے کہا۔ اور سب
نے اس طرح سر ہلا دئے۔ جسے انہیں عمران کی

مارت، سو، کہ ۔ سرحد اطمینان اور موثر ہو ۔

بات سن کر بے حد اطمینان ہو رہا ہو۔

”اب او یہ سین لیں ہی کافی ہیں۔ البتہ ان کا سینورین

حساس تھا اور اس کے بعد ذہن پر دبیز تاریکی کی چادر
 ی پھیل گئی۔ اور اس کے حواس اس کا ساتھ چھوڑ گئے
 ناپید ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔



چیف باس کے آنکھیں حیرت سے کانوں تک
 چلتی جا رہی تھیں۔ اور اس کی گھنی مونچھیں اس طرح
 پھڑپھڑانے لگی تھیں جیسے تیز ہوا سے درختوں کی
 ٹھنڈی شاخیں پھڑپھڑانے لگتی ہیں۔ سامنے دیوار
 پر موجود بڑی سی سکرین پر اس کی نظریں جبی ہوئی تھیں۔
 جس پر مختلف مناظر نظر آرہے تھے۔ اور پھر دھڑکی دیر
 بعد وہ مناظر ختم ہو گئے۔ اور اس کی جگہ ایک
 فوجانہ تصویر ابھر آئی۔ جس کے چہرے پر عجیب سی
 وحشت ناپاچ رہی تھی۔

جس میں بے شمار گریت ایکٹس موجود تھے۔ اور پھر جیسے
 ہی انہوں نے انہیں دیکھا وہ بجلی کی سی تیزی سے
 دوڑتے ہوئے ان کی طرف بڑھے۔

باقی سب ممبرز تو بڑے اطمینان سے کھڑے تھے
 کیونکہ انہیں تو رمی بیک بیٹس کی وجہ سے مکمل تحفظ
 کا احساس تھا۔ لیکن عمران کا چہرہ تیزی سے
 بگڑتا جا رہا تھا۔ کیونکہ اس نے ان گریت ایکٹس کو
 اپنے کاندھوں پر لدے ہوئے سرخ رنگ کے یگز
 سے پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے تیر پھینکنے والی
 مشین نکالتے دیکھ لیا تھا۔ یہ تیر مکمل طور پر پلاسٹک
 کے بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے سرے تو ہر
 سے بھی تیز تھے شاید انہوں نے رمی بیک بیٹس

دیکھتے ہی میکانیکی انداز میں یہ مشینیں نکال لی تھیں۔ اور
 اور پھر جب تک عمران ان تیروں کے متعلق کچھ کہتا۔
 اچانک چاروں طرف سے ان پر سینکڑوں کی تعداد میں
 رنگ بونگے پلاسٹک کے یہ تیر بارش کی طرح برسے
 گئے۔ اور عمران کے ساتھیوں کے حلق سے
 بے اختیار چیخیں نکلیں۔ اور عمران کو یوں محسوس ہوا
 جیسے شہد کی مکھیوں کے ہزاروں ٹمک اس کے
 جسم میں پیڑھے گئے ہوں اور مسلسل چبھتے جا رہے
 ہوں۔ یہ اس کے ذہن میں ابھرنے والا آخری

نہ ہونہ — تمہاری کارکردگی تو ایسی ہے کہ تمہیں تمہارے ساتھیوں سمیت میں زندہ آگ میں جلا دوں۔ لیکن جی لوگوں سے تمہارا واسطہ پڑا ہے۔ وہ واقعی تمہارے بس کے نہیں تھے — میں نے خود ان کے لئے ان تابوتوں کی تجویز سوچی تھی اور میرا خیال تھا کہ صرف یہی تابوت ہی انہیں روک سکیں گے۔ لیکن وہ بھی انہیں نہیں روک سکے — اس لئے ان کی صلاحیتوں کے متعلق میرا یقین اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اور گریٹ ایکشن بھی ان کے مقابلے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں — حالانکہ ان مینوں کی ذہنی صلاحیتوں کا مجموعہ ان کے ذہنوں میں داخل کیا گیا تھا لیکن اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اڈماہ پراسس کامیاب نہیں ہو سکا — گریٹ ایکشن ابھی تک ان ذہنی صلاحیتوں تک نہیں پہنچ سکے۔ جہاں یہ لوگ خود ہیں۔ اس لئے میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو محاف کرتا ہوں۔ گریٹ چیف بانس نے جو نٹ چباتے ہوئے کہا اور سکرین پر موجود نوجوان کا خوف اور دہشت سے گھٹ

”گریٹ باس — ان لوگوں کو گرفتار کر کے میں نے جیل میں رکھا ہوا ہے۔ اب آپ کا جو حکم ہو۔“ مشین کے نیچے لگی ہوئی جالی سے ایک سہی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ایکالو — تم زیورڈ سیکشن کے انچارج ہو۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ یہ سب کیسے ممکن ہوا۔ یہ تاہم آخر کیسے ٹوٹے۔ اور گریٹ ایجنٹ کیسے مرے۔“

گریٹ باس نے بڑی طرح ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

تب باس۔ میں نے جو سہ مہری سی انکوائری کی ہے۔ اس کے مطابق دن زبرد میں تابوت چھپے ہوئے پائے گئے ہیں۔ اور دہان کے اسلحہ خانے سے ایٹان مشینوں کے ذریعے راہداری توڑی گئی ہے۔ نو زبرد میں کسی خاص ہتھیار کی مدد سے تابوت توڑے گئے ہیں اور ریڈ راہداری میں آنے پر ان لوگوں کی ان حرکات کا پتہ چلا۔ جب کہ تھری زبرد میں ایک تابوت کی سائیڈ کا شیشہ توڑا گیا ہے۔ اور باقی تابوت مشینوں سے کھولے گئے ہیں۔ اس کے اسلحہ خانے میں آر۔ بی بلیٹس موجود ہیں جنہیں استعمال کیا گیا اور پھر وہ باقاعدہ سب دے سے باہر آئے۔ یہ تو گرینڈ ایکشنس نے آر۔ بی بلیٹس پیک کرتے ہی ان پر

ٹی لینڈ میں ہے جو کہ مین ہیڈ کوارٹر سے سینکڑوں میل دور ہے۔ "ایکانو نے سہجے ہوئے پہچے میں کہا۔

"ہاں۔۔۔ میں نے اب فیصلہ کر لیا ہے کہ جب تک فورکارنرز کا مین مشن قطعی طور پر مکمل نہیں ہو جاتا۔ ان کو مین ہیڈ کوارٹر سے دور رکھا جائے۔ کیونکہ ان جیسے خطرناک صلاحیتوں کے مالک افراد کی اس وقت مین ہیڈ کوارٹر میں موجودگی کسی بھی وقت ہمارے مین مشن کے لئے بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ میں نے انہیں زندہ رکھنے کا بھی فیصلہ کر لیا ہے۔ اس لئے ان کے لئے پوائنٹ تھری ون سب سے زیادہ بہتر رہے گا۔" گریٹ چیف باس نے کہا۔

"یہ باس۔۔۔ دماغ سے واقعی یہ کسی صورت بھی نہ نکل سکیں گے۔" ایکانو نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"تم ایسی فایتوراکٹ استعمال کرو۔ اور انہیں فوری دماغ پہنچا دو۔ میں اس کے چیف کو ہدایات جاری کر دیتا ہوں۔" چیف باس نے کہا۔ اور ساتھ ہی

اس نے مینز کی سائیڈ پر۔۔۔ ایک پینل پر نصب بے شمار رنگ برنگے بٹنوں میں سے ایک بٹن دبا دیا

ہوا چہرہ تیزی سے بحال ہونے لگا۔
"ٹھیک یو باس۔۔۔ اب کیا حکم ہے۔ ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔" ایکانو نے سر جھکا کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میں اس قدر قیمتی ذہن اب ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میں اب دوسرا طریقہ استعمال کروں گا۔ میں انہیں اب ان کی اصل ذہنی حالت میں فورکارنر کا فرمانبردار بناؤں گا۔ یہ فورکارنرز کے لئے انتہائی قیمتی سرمایہ ثابت ہوں گے۔ تم ایسا کرو۔ کہ انہیں فوری طور پر پوائنٹ تھری ون میں پہنچا دو۔ انہیں دماغ سے اس وقت نکالا جائے گا جب فورکارنر کی پوری دنیا پر حکومت مکمل طور پر قائم ہو چکی ہوگی۔ گریٹ چیف باس نے کہا۔

"پوائنٹ تھری ون۔۔۔ اودہ باس۔ آپ کا مطلب ٹی لینڈ کے پہاڑی اڈے سے ہی ہے۔"

ایکانو نے حیرت بھرے پہچے میں کہا۔
"ہاں۔۔۔ کیوں۔۔۔ تمہیں مطلب پوچھنے کی ضرورت کیوں پڑی۔" گریٹ چیف باس نے جگرے ہوئے پہچے میں پوچھا۔

"اس لئے باس کہ پہلے آپ کا آرڈر تھا کہ انہیں مین ہیڈ کوارٹر میں رکھنا ہے اور پوائنٹ تھری ون تو

اور مشین کی سکین آف ہو گئی۔
 چیف باس نے تین مختلف رنگوں کے پٹن بیک وقت
 دبا دیئے۔ تو سکین پر ایک بار پھر روشنی کے جھماکے
 سے ہونے لگے۔ اور پھر اس پر ایک آدمی کی
 تصویر ابھر آئی۔ اس آدمی کے بال اس کے کانڈھول
 تک نکلے ہوئے تھے۔ اور جسامت کے لحاظ سے
 وہ ایک دیوانہ نما تھا۔ اس نے جسم پر شیر کی
 کھال پہنی ہوئی تھی۔ اس کی خوف ناک مونچھیں اور
 بگڑا ہوا چہرہ دیکھ کر ہی دہشت ہوتی تھی۔
 ”ہیلو چیف ٹائیگر۔“ میں گریٹ چیف باس بول
 رہا ہوں۔ گریٹ چیف باس نے کمرخت
 بچے میں کہا۔

”یس باس۔ حکم باس۔“ اس وحشی
 سانڈ نما آدمی نے جواب دیا۔ لیکن اس کا لہجہ مودبانہ
 ہونے کی بجائے خاصا کمرخت اور وحیانہ سا تھا۔
 ”سنو۔“ میں مین ہیڈ کو ارڈر سے چند افراد
 متہارے پوائنٹ پر بھجوا رہا ہوں۔ یہ لوگ حد سے
 زیادہ خطرناک ہیں۔ میرے آئندہ احکامات تک انہیں
 وہیں رہنا ہے۔ اگر یہ وہاں سے نکل گئے تو
 میں انہیں متہارے تمام ٹائیگر ذسمیت گولیوں سے
 اڑا دوں گا۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا یہ لوگ مجھے

ذہنی طور پر صحیح حالت میں دایس چاہئیں۔ ان کے
 جسموں کے ساتھ تم جو چاہے کر دو لیکن ان کے ذہنوں
 کو کوئی گزند نہ پہنچے۔“ گریٹ چیف باس
 نے پھکار تے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ میں سمجھ گیا باس۔ مطلب یہ کہ
 یہ زندہ بھی رہیں اور صحیح دماغ کے ساتھ آپ فکر
 نہ کریں باس۔ یہ چاہے جن قدر بھی خطرناک ہوں
 یہاں میری مرضی کے بغیر حرکت بھی نہ کر سکیں گے۔“
 چیف ٹائیگر نے جواب دیا۔

”سنو۔“ یہ لوگ صرف جسمانی طور پر ہی تیز طرار
 نہیں ہیں بلکہ انتہائی ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں
 اس لئے تم انہیں اپنے پوائنٹ میں مستقل طور
 پر قید رکھنا۔ یہ کسی بھی حالت میں پوائنٹ سے
 باہر نہ آئیں۔ اپنا ذہن استعمال کرنا۔ مجھے معلوم
 ہے کہ تم نہ صرف جسمانی طور پر ناقابل شکست ہو۔ بلکہ
 ذہنی طور پر بھی متہارے صلاحیتیں کم نہیں ہیں۔ اس
 لئے میں انہیں متہارے پاس بھجوا رہا ہوں۔“
 گریٹ چیف باس نے کہا۔
 ”آپ بے فکر رہیں باس۔ آپ کے اعتماد
 کو کسی صورت بھی ٹھیس نہ پہنچے گی۔“ چیف ٹائیگر
 نے جواب دیا۔

”جیسے ہی یہ تمہارے پاس پہنچیں تم نے مجھے رپورٹ دینی ہے۔“ گریٹ چیف باس نے کہا۔
 ”ییس باس“ — چیف ٹائیگر نے کہا۔ اور گریٹ چیف باس نے وہی بٹن دوبارہ پریس کر کے سکریں کو آف کیا اور پھر ایک طویل سانس لیتا ہوا وہ میز پر اپنے سامنے بڑی ہوئی فائل پر جھک گیا۔ اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

بھنبھناہٹ کی آوازیں عمران کے شعور میں ابھریں اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر چھائی ہوئی تاریکی کی چادر سمٹی چلی گئی۔ اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ چند لمحوں تک اس کا شعور نہ جاگا۔ لیکن آہستہ آہستہ شعور نے جاگنا شروع کر دیا۔ اور عمران پھر ایک نئٹ اچھل کر بیٹھ گیا۔ وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

”کمال ہے۔ کبھی تابوتوں میں اور کبھی بنجروں میں۔ یہ آخر ہو کیا رہا ہے۔“ عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس کی پہلے سے حیرت زدہ آنکھیں اور زیادہ پھیلی گئیں۔ کیونکہ وہ کسی گھنے اور وسیع جنگل میں موجود تھا۔ گھنے

اس نے بازی باری ہر پنجہ سے میں موجود آدمیوں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اور پھر اس نے چیک کر لیا کہ اس کے ارد گرد موجود پنجروں میں کونسی فریسی کی بلیک فورس کے آدمی تھے۔ البتہ کونسی فریسی۔ میجر پرمود اور عمران کے اپنے ساتھی اُسے نظر نہ آ رہے تھے وہ شاید دور کے پنجروں میں تھے۔ کیونکہ پنجروں کے درمیان میں آ جاتے کی وجہ سے وہ واضح طور پر نظر نہ آ رہے تھے۔

عمران نہا موش بیٹا غور سے ان سلاخوں کو دیکھتا رہا اور پھر اس کی نظریں ایک سلاخ کے زمین میں غائب ہوتے ہوئے سرے پر جم گئیں۔ اس سرے کے ساتھ بھی کی تارسی پٹی ہوئی تھی۔ جو کہ زمین میں غائب ہوئی تھی۔

اُسی لمحے اسے دور سے کسی کی زوردار چیخ اور گرنے کی آواز سنائی دی اور وہ چونک پڑا۔ یہ آواز اس کے ساتھیوں میں سے کسی کی نہ تھی۔

اور پھر اس نے ایک دیو ہیکل آدمی کو ایک درخت کے پیچھے سے نمودار ہوتے دیکھا۔ اس آدمی کے جسم پر پھتے کی کھال کا لباس تھا۔ اور اس کے کاندھے سے ایک دڈر لٹکا ہوا تھا۔ وہ خاصا تیز طرار آدمی نظر آ رہا تھا۔

درخت چاروں طرف موجود تھے۔ لیکن ان درختوں کے نیچے چاروں طرف جہاں جہاں اس کی نظریں پہنچ رہی تھیں پنجہ سے ہی پنجہ سے نظر آ رہے تھے۔ لوہے کی سلاخوں سے بنے ہوئے پنجہ سے۔ ایسے پنجہ سے جیسے شیروں کو بند کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ فولاد کی بنی ہوئیں انتہائی موٹی اور مضبوط سلاخوں سے بنے ہوئے۔ اور ہر پنجہ سے میں ایک ایک آدمی موجود تھا۔ کئی بیٹھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ اور کئی ابھی تک جت لیٹے ہوئے تھے۔ پنجہ سے خاصے بڑے تھے۔ اتنے بڑے کہ ان میں آسانی سے نہ صرف لیٹا جاسکتا بلکہ حرکت بھی کی جاسکتی تھی۔ پنجہ سے کی سلاخیں نیچے آکر زمین میں غائب ہو گئی تھیں۔ اور پنجروں کے پچھلے حصے میں گھاس والی زمین تھی۔ عمران خود بھی گھاس والی زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ پنجہ سے کی بلند سی کافی اونچی تھی۔ تقریباً بیس پچیس فٹ اونچی اور اوپر چھت بھی سلاخوں سے بنی ہوئی تھی۔

ساتھ والے پنجہ سے اُسے ایک نوجوان آدمی بیٹھا ہوا نظر آیا۔ عمران چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر یک لمخت اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھرائی۔ یہ میجر پرمود کا اسٹنٹ توفیق تھا۔ اس کے بعد

”تم لوگوں کو ہوش آگیا ہے تو میری بات سن لو۔ ان پنجروں کی سلاخوں میں ایک ٹکڑک کرنٹ ہے۔ جسے ابھی ہلکا رکھا گیا ہے۔ تاکہ تمہیں صرٹ کا شوق ہو سکے۔ اس کے بعد اُسے انتہائی پاورفل کر دیا جائے گا اور پھر جس نے بھی کسی سلاخ کو چھوا وہ طاقت ور ایک ٹکڑک شاک سے فوراً مر جائے گا۔ اب تم نے انہی پنجروں میں رہنا ہے۔ تم کسی صورت یہاں سے باہر نہیں آ سکتے۔ تمہارا کھانا اور پانی اندر پہنچ جائے گا۔“ اس آدمی نے کاندھے سے ہٹے ہوئے لادوڑ کو اتار کر منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔ اور لادوڑ کی دجہ سے اس کی آواز دور دور تک پھیل گئی تھی۔

”جناب ٹاڈن صاحب۔ کیا آپ میری ایک دست بستہ گزارش سماعت فرمائیں گے۔“ عمران نے اچانک اونچی آواز میں اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”کیا بات ہے۔“ اس آدمی نے مراد عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ البتہ اس کا لہجہ بے حد کمرخت ہو گیا تھا۔

”جناب مجھے تو قبض کی بیماری ہے۔ اس لئے میرا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن ضروری نہیں کہ سب پنجرے والوں کو قبض ہو۔“ عمران نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

”میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں۔ لیکن چاہئے جو کچھ بھی ہو۔ تم اس پنجرے سے باہر نہیں جا سکتے۔ جو کچھ بھی تم نے کرنا ہے اس پنجرے میں ہی کر سکتے ہو۔“ اس آدمی نے منہ بناتے ہوئے کہا۔ ”لیکن چارے ساتھ ایک عورت بھی تھی۔ اور کم از کم ابھی تم اتنے دشتی تو نہیں ہوئے ہو گے کہ یہی حکم عورت کے متعلق بھی صادر کر دو گے۔“ عمران نے کہا۔

”تم اس کی فکر نہ کرو۔ اُسے یہاں سے کافی دور اکیلا رکھا گیا ہے۔ اس لئے اس کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔“ اس آدمی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

”چلو اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم اتنے دشتی نہیں ہو جتنے شکل سے نظر آنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کیا تم ہم پنجرے والوں کو یہ بتا سکتے ہو کہ آفریمیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔“ عمران نے کہا۔

”تم ضرورت سے زیادہ سوال کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو۔ اور ہم سوال سننے کے عادی نہیں ہیں۔ یہ میں آخری بار تمہیں بتا رہا ہوں۔ کہ تم فوراً کارنرز کے قیدی ہو۔“ اس آدمی نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ

ابھی طرح جانتا ہوں۔" — توفیق نے کہا۔ اور عمران مسکرا دیا۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں واقعی کبھی بن جاؤں گا۔" — عمران نے کہا۔

لیکن پھر اس سے پہلے کہ توفیق اس کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ درختوں میں سے دس بارہ افراد نمودار ہوئے۔ سب سے آگے آگے ایک دیوتا قات آدمی تھا۔ جس کی خوت ناک مونچھیں تھیں۔ اور اس نے شیر کی کھال پہنی ہوئی تھی۔ جب کہ اس سے پیچھے آنے والے افراد نے چیتوں کی کھالیں پہن رکھی تھیں۔ اور ان سب کے کاندھوں سے شیپ گینس لٹکی ہوئی تھیں۔

"کس نے باتیں کی تھیں تمہارے ساتھ"

شیر کی کھال والے نے بڑے جارحانہ انداز میں مڑ کر اپنے پیچھے آنے والے سے پوچھا۔

"یہ بے چیت۔" — اس آدمی نے عمران کے پیچھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور وہ چیت عمران کے پیچھے کی طرف مڑ گیا۔ قریب آ کر وہ رک گیا۔ اس طرح غور سے عمران کو دیکھنے لگا جیسے بچے چڑیا گھر میں کسی نئے جانور کو غور سے دیکھتے ہیں۔

تیزی سے دوڑتا ہوا درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا۔

"اگر لو سیکرٹ سر دس میں نوکر می۔ آخر نوبت یہی آتی تھی۔" — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"عمران صاحب۔" — میں توفیق ہوں میجر پرمو دکا اسٹنٹ۔" — ساتھ والے پیچھے میں موجود توفیق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اللہ تمہیں نیک توفیق دے۔ میں تمہیں پہلے ہی پہچان گیا تھا۔" — دیے تمہارے میجر صاحب یہاں نظر نہیں آ رہے۔" — عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا اور توفیق ہنس پڑا۔

"وہ بھی ظاہر ہے کسی نہ کسی پیچھے میں موجود ہوں گے۔ لیکن اب ہم ان پیچروں سے کیسے نکلیں گے۔" توفیق نے کہا۔

"میرا خیال ہے ان پیچروں سے نکلنے کے لئے ہمیں کبھی بننا پڑے گا۔ کیونکہ کبھی ہی ان سلاخوں سے ٹکرائے بغیر باہر نکل سکتا ہے۔ اور کم از کم میں تو کبھی بننا نہیں چاہتا۔ تم چاہو تو بن سکتے ہو۔" — عمران نے کہا۔ توفیق کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"آپ واقعی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کا ذہن لازماً یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی ترکیب بہر حال سوچ لے گا۔" — میں آپ کو

”جناب کتنی ٹکٹ بھر کر آئے ہیں“ — عمران
نے منہ بناتے ہوئے پوچھا اور وہ چیف بے اختیار
چومک پڑا۔

”ہوں — کیا نام ہے تمہارا“ — اس نے
دھاڑنے والے انداز میں پوچھا۔

”نام تو اس پنجرے میں آنے سے پہلے تھا۔
اب تو میں پنجرے والا ہی ہو سکتا ہے۔“ — ویسے اس
پنجرے کا نمبر کیا ہے؟ — عمران نے جواب دیا
”میں تمہارا ٹام پوچھ رہا ہوں بد قسمت آدمی۔ اور جو
میری بات کا جواب نہ دے وہ ہمیشہ کے لئے
فنا ہو جاتا ہے۔“ — اس چیف نے غصے سے
دھاڑتے ہوئے کہا۔ اور اس کا چہرہ سرخ پڑ گیا
تھا جیسے اس پر وحشت سی سوار ہو گئی ہو۔

”ہمیشہ کے لئے تو کوئی چیز فنا نہیں ہوتی۔ سائنسدان
کہتے ہیں کہ مادہ شکلیں بدل لیتا ہے فنا نہیں ہوتا۔ اب
جیسے کسی زمانے میں تم پھر ہو گے۔“ — بھیں بھیں
کرتے اڑتے پھر رہے ہو گے پھر کسی لئے تالی
بجائی اور تم ختم۔“ — کیا خیال ہے؟ — عمران
نے جواب دیا اور اس چیف کی حالت واقعی دیکھنے
والی ہو گئی۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ
ایک لمخت بُری طرح منحنی ہو گیا۔

”اے گولی مار دو۔“ — اس نے بُری طرح چمکتے
ہوئے کہا۔ اور اس کے پیچھے کھڑے ہوئے ایک
آدمی نے جلدی سے شین گن عمران کی طرف سیدھی کی۔
”سوچ لو ایسا نہ ہو کہ مرنے کے بعد میں بدروح بن
کر تم سے چپٹ جاؤں۔“ — عمران نے اُسی طرح
اطمینان بھرنے لہجے میں کہا جیسے اُسے گولی مار دینے
کے حکم سے ذرا برا بھی پریشانی نہ ہوتی ہو۔ اور اس
چیف نے ایک لمخت ہاتھ اٹھا کر اپنے ساتھی کو شین
گن چلانے سے روک دیا۔ اور اس بار
واقعی عمران جیسا آدمی بھی حیران رہ گیا۔ کیونکہ اس آدمی
کا غصے کی شدت سے منحنی چہرہ ایک لمخت نارمل ہو
گیا تھا۔ اور نہ صرف نارمل ہو گیا تھا بلکہ وہ
مسکرا بھی رہا تھا۔

”میں سمجھ گیا۔ تم عمران۔“ کرنل فریدی یا میجر پرمود
میں سے ایک ہو سکتے ہو۔“ — اس آدمی نے
اس طرح کہا جیسے اس نے واقعی کوئی حیرت انگیز
چیز دریافت کر لی ہو۔

”کمال ہے۔ میرے خیال میں تم مجھ سے مثال دینے
میں غلطی ہو گئی ہے۔ تم لازماً پہلے گر گت ہو گے بھی
تم اتنی جلد ہی رنگ بدل سکتے ہو۔“ — عمران نے
سرملا تے ہوئے جواب دیا۔

آدمی سے غی طرب ہو کر کہا۔

"ٹائیگر تفری۔ اسے پیش سیکشن میں پہنچی نے کا بند و بست کر دو۔ میں دو دوسروں کو ٹریس کر لوں" چیف نے کہا۔ اور پھر وہ آگے بڑھ گیا۔

وہ آدمی جسے چیف نے حکم دیا تھا سر ہلاتا ہوا واپس مڑ گیا۔

چیف اد۔ اس کے ساتھی اس دوران چلتے ہوئے کافی دور نکل گئے تھے۔ وہ سر پنجرے میں موجود آدمی کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔ لیکن وہ رک کہیں نہ رہے تھے۔

ابھی عمران بیٹھا سوچ رہا تھا کہ پیش سیکشن میں پہنچی نے کس لئے یہ لوگ کیا طریقہ کار استعمال کرتے ہیں کہ ایک لخت پنجرے کی ایک سلاخ سے سرخ روشنی پھوٹی اور اس نے ایک لمحے میں عمران کے جسم کو گھیر لیا۔ روشنی صرف ایک لمحے کے لئے

چمکی اور پھر غائب ہو گئی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی عمران کو ایسا جسم مکمل طور پر مفلوج محسوس ہوا۔ اس نے حرکت کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔

وہ واقعی مکمل طور پر مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ جس انداز میں بیٹھا تھا اسی انداز میں بیٹھا رہ گیا۔ وہ چیف اور اس کے ساتھی اب نظر نہ آ رہے تھے۔ عمران

"کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں"۔ اس چیف نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اب اس کے چہرے سے ذرہ برابر بھی محسوس نہ ہو رہا تھا کہ اسے کبھی غصہ بھی آسکتا ہے۔

"اور اگر میں کہوں کہ تم غلط کہہ رہے ہو تو پھر عمران نے ایک لخت سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"تو پھر ایک نہیں کی ٹین گنیں بیک وقت چلیں گی۔ اور تمہارا پنجرہ غالی ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمیں حکم ہے کہ ہم نے صرف ان تین افراد کو جان سے نہیں مارتا باقی کے ساتھ ہم جو چاہیں سلوک روا رکھ سکتے ہیں۔ اور ہم فضول باتیں کرنے اور سوالات پوچھنے والا آدمی ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے"

اس چیف نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ یہ علی عمران ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں"

اچانک ساتھ والے پنجرے میں موجود توفیق نے کہا۔ اور عمران نے ہونٹ بیچھ لئے۔ ظاہر ہے اب وہ توفیق کو کیا کہہ سکتا تھا۔

ہوں۔ تو تم ہو پاکیشیا کے علی عمران۔ ٹھیک ہے۔ اب تمہارا پنجرہ خصوصی سیکشن میں پہنچی دیا جائے گا۔ اس چیف نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے پیچھے کھڑے

دیکھ سکتا تھا۔ سوچ سکتا تھا لیکن وہ گردن تو کجا آکھیں
بھی نہ گھما سکتا تھا۔ اس لئے اب اُسے صرف سامنے
کا منظر ہی نظر آ رہا تھا۔ اور یہ دہی منظر تھا۔ جس
طرف چیت اور اس کے ساتھی گئے تھے۔ کیونکہ سلاخ
میں سے سرخ روشنی پھوٹتے وقت عمران اُسی طرف
دیکھ رہا تھا۔

”عمران صاحب۔ یہ سرخ روشنی کیسی تھی“
توفیق کی آواز اس کے کانوں سے نکل آئی لیکن ظاہر ہے
عمران جواب نہ دے سکتا تھا۔

اُسی لمحے عمران کو اپنی سائیڈ پر کھٹکا سامحوس ہوا۔
اور پھر اس کا جسم ہوا میں اٹھتا گیا۔ اور اب جب عمران
نے دیکھا تو وہ اُسی آدمی کے کانہ سے پر لٹکا ہوا تھا جسے
چیت نے حکم دیا تھا۔ اور وہ آدمی اُسے پنجرے سے
باہر نکال کر لے جا رہا تھا۔ پنجرے کی سلاخیں
کیسے غائب ہوئی ہیں۔ یہ عمران نہ دیکھ سکا تھا۔ کیونکہ
اب اس آدمی کے کانہ سے پر ہونے کی وجہ سے
اُسے صرف زمین ہی نظر آ رہی تھی۔ وہ آدمی کافی
دیر تک چلتا رہا۔ اور پھر اس نے عمران کو اٹھا کر
زمین پر پٹخ دیا۔ اور عمران پہلو کے بل زمین پر گرا۔ اور
اس نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے ویسی
ہی پنجرے کی موٹی موٹی سلاخیں تھیں۔ لیکن یہاں

دخست وغیرہ نہ تھے۔ بلکہ سچاٹ زمین تھی۔ وہ آدمی
سے پٹخ کر کہیں غائب ہو گیا تھا۔ عمران پہلو کے بل زمین
اُسی طرح پڑا رہا۔ پھر اچانک جیسے جسم میں سردی
کی ایک تیز لہر دوڑتی ہے۔ اس طرح اس کے جسم
پر ایک تیز لہری دوڑتی گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی
عمران کے جسم میں حرکت پیدا ہو گئی۔ اور عمران
پلے تو پلٹ کر چیت لیٹ گیا۔ اور پھر ایک طویل سانس
لیتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ وہ بالکل پہلے جیسے پنجرے میں بند
تھا۔ لیکن ارد گرد جگہ کی بجائے کھلی جگہ تھی۔ اور
سامنے ایک اونچی دیوار بھی نظر آ رہی تھی جو دور تک
لھومتی ہوئی چلی گئی تھی۔ عمران نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا۔
اوپر کافی بلند می پر اُسے چھت نظر آئی۔ اور
اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اس کا مطلب تھا کہ
وہ کسی عمارت کے بال میں ہے۔ اور پھر گھوم کر چاروں
طرف دیکھنے کے بعد اُس نے اپنے خیال کو چیک بھی
کر لیا۔ وہ واقعی ایک وسیع مال نما کمرے میں
وجود تھا۔ لیکن پنجرے کے اندر۔

”تو یہ ہے پیشل سیکشن“۔ عمران نے بڑبڑاتے
ہوئے کہا۔
ابھی اس کی بڑبڑاہٹ ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ سیکشن
مسرماہٹ کی تیز آوازیں اس کے دائیں باتیں دونوں

چند لمحوں بعد ہی سلاخ میں سے وہی سرخ بنگ کی روشنی پھوٹی اور کرنل فریدی اور میجر پرمود کے جسوں پر پڑی اور غائب ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی ان دونوں کے جسوں میں حرکت نمودار ہوتی دکھائی دی۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا انیان"

عمران نے خالصتاً عربی بلبے میں کہا۔

اور کرنل فریدی اور میجر پرمود دونوں ہی بڑی طرح چونکا کر عمران کی طرف مڑے۔ ان دونوں کے پتھروں پر حیرت کے آثار تھے۔ جیسے عمران کی دلوں موجودگی کی انہیں توقع ہی نہ ہو۔

"عمران تم تم بھی پہنچ گئے۔" کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پہنچا نہیں ہوں پہنچا گیا ہوں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم کہاں سے یہاں پہنچے ہو۔" میجر پرمود نے چونکا کر پوچھا۔

"جنگل سے تمہارے توفیق صاحب نے میرا تعارف اس چیف ٹائیگر صاحب سے کرا دیا تھا۔" عمران نے کہا۔

"ادہ تو توفیق زندہ ہے۔ گڈ۔" میجر پرمود نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

اطراف میں سنائی دیں۔ اور پھر فرش میں سے ویسے ہی پتھر سے نکل کر اوپر بلند ہوتے دکھائی دیئے۔

"اس کا مطلب ہے کرنل فریدی اور میجر پرمود کی آمد آمد ہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور واقعی کھڑی دیر بعد دو آدمی نمودار ہوئے۔ ان کے کندھوں پر کرنل فریدی اور میجر پرمود لدے ہوئے تھے۔ اُسی طرح بے حس و حرکت حالت میں۔

وہ دونوں ان پنجروں کے پاس آکر رک گئے۔

صراہٹ کی تیز آوازیں ایک بار پھر سنائی دیں۔ اور عمران نے دیکھا کہ دونوں پنجروں کی ایک سائیڈ کی سلاخیں تیزی سے زمین میں غائب ہو گئیں۔ ان دونوں آدمیوں نے پتھر سے میں داخل ہو کر مفلوج کرنل فریدی اور میجر پرمود کو خالی زمین پر پٹا اور پھر پتھر سے باہر نکل گئے۔ ان کے باہر نکلتے ہی سرٹرا کی آوازیں دوبارہ سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی سلاخیں واپس زمین سے نکل کر اوپر چھت والی سلاخوں کے ساتھ جڑ گئیں اور پتھر مکمل ہو گیا۔ لیکن کرنل فریدی اور میجر پرمود اُسی طرح بے حس و حرکت پڑے ہوئے تھے۔ وہ دونوں آدمی چلتے ہوئے کسی دروازے سے دوسری طرف نکل گئے تھے۔

از سے کی درستی پر مسکرایا۔ کیونکہ مشین پر اُس سے اس
بنی باس نے بتایا تھا کہ زبردون اور زبردوٹیں سے
لوگ بکلتے ہیں۔ اور زبردون والوں نے ایٹان
لین استعمال کی تھی۔ ایٹان مشین بالکل جدید ساخت کی
جس میں بھین۔ اس لئے عمران نے اندازہ لگایا تھا کہ
پس لازماً کرنل فریدی نے استعمال کیا ہوگا۔ کیونکہ
کرنل فریدی کو سائنس سے خاصا ربط مضبوط تھا۔

”مجھے تو میجر پر مود صاحب کے بارے میں بھی معلوم
ہے کہ یہ ریڈ رابرہادی سمک پہنچ گئے تھے لیکن“
ران نے کہا۔ اور اس بار چونکے کی باری میجر
ہود کی تھی۔

”اس شیطان کو ہر چیز کا علم ہو جاتا ہے میجر۔ تمہیں
ن بارے میں حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔“
کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ آپ شیطان کو اتنا رتبہ دے رہے
ہے کہ اُسے علم غیب بھی ہوتا ہے۔ اگر اس بچائے
ایسے ہی ہر چیز کا علم ہوتا تو وہ کبھی سجدے سے
اور نہ کرتا۔ کیونکہ اُسے پتہ لگ جاتا کہ سجدے
کا انکار کرنے پر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون اور
ہود ہو جائے گا۔“ عمران نے باقاعدہ وعظ
کرنا شروع کر دیا۔

”توفیق کے ساتھ ساتھ میں نے جناب کرنل مارڈ
سٹون کی بلیک فورس کے معزز ارکان بھی دیکھے
تھے۔“ عمران نے کہا۔ اور کرنل فریدی مسکرا
دیا۔

”میرا خیال ہے۔ تمہارے سارے ساتھی ہی یہاں
پہنچ چکے ہیں۔ البتہ جو لیا مجھے نظر نہیں آئی تھی“
کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اُسے پردہ میں بٹھایا گیا ہے۔ آپ کے کیپٹن
صاحب تو بخیریت ہیں ناں۔“ عمران نے ایسے
ہلچلے میں کہا جیسے بڑی مدت کے بعد ملنے پر ایک
دوسرے کا باقاعدہ حال احوال پوچھا جاتا ہے۔

”ہاں۔“ کیپٹن حمید میرے ساتھ والے پتھرے
میں موجود تھا۔ بچانے میرے کتے ساتھی زندہ ہیں۔
بہر حال توفیق کے متعلق تو اطلاع مل گئی۔“
میجر پر مود نے مرہلاتے ہوئے کہا۔

”کرنل صاحب۔ آپ ایٹان مشین حاصل کر لینے
کے باوجود ان کے قابو میں کیسے آئے۔“
عمران نے کہا۔ اور کرنل فریدی بے اختیار چونک
پڑا۔

”اوہ۔“ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔“
کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔ اور عمران اپنے

”کرنل صاحب۔ میرا خیال ہے ہمیں فضولی باتوں کی بجائے اس قید سے رہائی کی کوئی ترکیب سوچنی چاہیے۔ میجر پرمود نے انتہائی سنجیدہ پہلچ میں کہا۔

”واہ۔ کیا شاندار بات ہے کہ میجر اور کرنل مل کر سوچیں گے۔ ظاہر ہے اب سوچنے کا کام آپ لوگوں کی ذمہ داری بن گیا ہے۔ اس لئے مجھ جیسا بلیک مین تو اطمینان سے پیرپار کر سونگے گا۔“

عمران نے کہا اور وہیں زمین پر لیٹ کر اس نے اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے اُسے گہری نیند آرہی ہو۔

”تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب آرہی ہو تو بتاؤ۔“

کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے میجر پرمود سے کہا۔ جو عمران کو اس طرح سوتا دیکھ کر بڑے بڑے منہ بنا رہا تھا۔

”ان سلاخوں میں تو طاقتور کرٹ دوڑ رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ان سلاخوں سے مفلوج کر دینے والی ریز بھی نکلتی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ کسی سکرین پر ہمیں باقاعدہ چیک بھی کیا جا رہا ہوگا۔“

میجر پرمود نے سوچنے کے سے انداز میں کہا۔

”نہ صرف چیک کیا جا رہا ہوگا بلکہ ہماری آدازیں بھی یقیناً ان تک پہنچ رہی ہوں گی۔“

کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”صرف میرے خراٹے ساؤنڈ پر دف ہوتے ہیں۔“

اس لئے وہ لازماً انہیں سنائی نہ دے رہے ہوں گے۔

”عمران نے سوتے سوتے جواب دیا۔

اور اس بار کرنل فریدی اور میجر پرمود دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے۔

”ارے میجر صاحب ہنس رہے ہیں۔ واہ کیا ذوق رہا ہے۔ کہ تجربے میں بند ہو کر ہنس رہے ہیں۔ اچھی لڑائی ہے سننے کی۔“

عمران نے ایک لمحت لڑکر بیٹھتے ہوئے کہا۔

”تم سوتے ہوئے زیادہ خوب صورت لگتے ہو۔“

اس لئے بہتر یہی ہے کہ سوتے ہی رہو۔ میجر پرمود نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”یہیجے کرنل صاحب۔ آپ کا سکوپ ختم۔ اب میں فوٹ اور میجر پرمود۔ ویسے میجر پرمود تم نے تاویز لے کر توڑا تھا۔ یہ بتاؤ۔ شاید اُسی سے کوئی ترکیب آجائے۔“

عمران نے بات کرتے کرتے ہلکتی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”میری مخصوص جیکٹ میں زبردستی موجود رہ گئی تھی۔ ہائی مدد سے میں نے سارا کام کیا تھا۔ لیکن اب میرے سے وہ جیکٹ ہی غائب ہے۔“

پرمود نے بھی سنجیدہ پہلچ میں جواب دیا۔

اچانک خاموش بیٹھے میجر پر مود نے کہا۔ اور وہ دونوں چومک کر اُسے دیکھنے لگے۔

”میں نے دیکھا ہے کہ اس پنجرے کے سامنے والے حصے کی سلاخیں زمین سے نکل کر اُدھر بھیت سے ملی ہیں۔ ایسا لازماً کسی مشین کے ذریعے کیا گیا ہو گا۔ اور اس مشین کو آپریٹ کرنے کے لئے ان سلاخوں کے ساتھ یقیناً کوئی تار موجود ہو گی۔ اگر ہم اس تار کو تلاش کر لیں تو میرا خیال ہے ان سلاخوں کو واپس زمین میں دھنسا یا جاسکتا ہے۔“

میجر پر مود نے کہا۔ ”نکدہ۔۔۔ ابھی سوچ رہا ہوں۔ لیکن اس تار کے ذریعے مشین تو بہر حال آپریٹ نہیں ہو سکتی۔ زیادہ سے زیادہ تار کو توڑ کر مشین کا ناک ان سلاخوں سے ختم کیا جاسکتا ہے۔“ کرنل فریڈی نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اگر ایسا بھی ہو جائے تب بھی کام بن سکتا ہے۔ جھگی میں جو پنجرہ تھا اس کی سلاخ کے ساتھ میں نے تار دیکھی تھی اور وہ صرف ایکلی ہی تار تھی۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس تار کے ذریعے ہی اس پنجرے میں ہر ایکشن کو کنٹرول کیا جاتا ہو گا۔“

عمران نے بھی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”اور آپ کرنل صاحب۔ کیا آپ کے پاس بھی بجٹ ہوتی ہے۔“ عمران نے اس طرح کہا۔ جیسے کوئی صحافی کسی کا انٹرویو لے رہا ہو۔

”نہیں۔۔۔ میں نے تابوت کے سوراخ سے ہماروں کا گھٹا کھینچ لیا تھا اور پھر جھگے سے وہ تاریں ساکٹ سے ٹوٹ گئیں اور ان سے ٹی تھری ریز بجے گئیں۔ ان کی مدد سے میں نے تابوت پگھلا دیا۔“

”ٹی تھری ریز۔۔۔ اودہ اودہ۔ کرنل صاحب۔ ٹی تھری ریز یقیناً یہاں بھی استعمال کی جا رہی ہیں۔ اودہ اودہ۔“

پہلے ان کا خیال نہیں آیا تھا۔ عمران نے چونکا ہوئے کہا۔

”تم شاید اس سرخ مفلوج کو دینے والی روشنی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہو۔ نہیں۔ یہ سرخ روشنی تھری ریز سے نہیں بلکہ آرکیٹک ریز پر مشتمل ہیں۔ میں نے محسوس نہیں کیا کہ تمہارا ذہن کام کر رہا تھا۔ تھری ریز تو ذہن کو بھی ساتھ ہی مفلوج کر دیتی ہیں۔“

کرنل فریڈی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور عمران نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھرنا شروع کر دیا۔

”میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔“

"اوہ — تمہارا مطلب ہے کہ اگر اس تار کو علیحدہ کر دیا جائے تو سلاخوں میں کرنٹ اور وہ مفلوج کر دینے والی آرکیٹک ریز وغیرہ سارا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔" کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔
"بالکل — مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔"

عمران نے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہے تو پھر تار تو میں یہاں بیٹھے بیٹھے بھی تلاش کر سکتا ہوں۔" کرنل فریدی نے کہا۔
اور اس بار میجر پرمود اور عمران دونوں ہی چونک پڑے۔ کیونکہ ایسی کوئی تار باوجود کوشش کے ان دونوں کو اب تک نظر نہ آئی تھی۔

"آپ کا مطلب کہیں جگا ہوں کی تار سے تو نہیں۔" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں اس وقت مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

ہمارے پتھروں میں تو ایسی کوئی تار نہیں تھی۔ بہر حال ہوگی تو ضرور۔ لیکن وہ زمین کے اندر ہوگی۔ جب کہ تم کہہ رہے ہو کہ تم نے تار دیکھی تھی۔ ہو سکتا ہے

اس پتھرے میں وہ زمین سے کچھ اوپر رہ گئی ہو۔

تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ وہ تار پتھرے کے کس

حصے اور کس سلاخ کے ساتھ منسلک تھی۔

کرنل فریدی نے کہا۔

"یعنی آپ کا مطلب ہے کہ اس پتھرے میں بھی تار کی سلاخ کے ساتھ ہوگی۔" عمران نے سمراتے ہوئے کہا۔

"تم بتاؤ تو سہی۔ پھر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں اسے تلاش کر سکتا ہوں۔" کرنل فریدی نے اب دیا۔

"وہ پتھرے کے دائیں ہاتھ والے حصے کی دائیں نٹ سے تیسری سلاخ کے ساتھ منسلک تھی۔"

ان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور تمہارے پتھرے کسی جو سلاخیں کھلی تھیں وہ ان رنچ پر تھیں۔" کرنل فریدی نے پوچھتے ہوئے پوچھا۔

"میرا خیال ہے وہ اس تار والے حصے کی بائیں نٹ کا حصہ تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

گٹھ — تو پھر یہاں ان پتھروں میں وہ تار یقیناً

نے والے حصے کے بائیں ہاتھ کی تیسری سلاخ کے

تھ منسلک ہوگی۔" کرنل فریدی نے فوراً

جواب دیا۔

بائیں حصے پر وہ کیسے چلی گئی۔ وہ یقیناً یہاں بھی

ان حصے کی طرف ہوگی۔" عمران نے منہ

تے ہوئے کہا۔

کا جسم پہلے سے زیادہ بلندی کی طرف اٹھا۔ اور
پھر وہ سامنے والی سلاخوں سے ٹکرانے کی بجائے
اس کے قریب ایک دھماکے سے زمین پر گر ا۔ اور
میجر پرمود نے سلاخوں کی طرف پھیلتے ہوئے اپنے
ہاتھ تیزی سے کھڑے — اور پھر آہستہ آہستہ
اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کا پورا جسم اس طرح کانپ رہا تھا۔
جیسے اسے لرزے کا بخار چڑھ گیا ہو۔ پھر وہ پسینے
سے بڑی طرح بھیگ گیا تھا۔ اور وہ زور زور
سے بلے بلے سانس لے رہا تھا۔

"دیل ڈن میجر پرمود دل ڈن — واقعی تم بے پناہ
قوت برداشت کے مالک ہو ورنہ اس قدر طاقت ور
کرنٹ بار بار کھانے کے بعد تو تمہارے ہوش و حواس
ہی رخصت ہو جاتے۔" — عمران نے بے اختیار
انتہائی تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

"میجر پرمود واقعی انتہائی طاقت ور اعصاب کا مالک
ہے۔ ورنہ یقیناً اس طرح سلاخوں سے ٹکرا کر اسے ختم ہو
جاتا۔" — کرنل فریدی نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔
اور میجر پرمود مسکرا دیا۔

"آپ نے بروقت مجھے بچاؤ کا راستہ بتا دیا تھا۔
شکریہ" — میجر پرمود نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اب وہ اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال چکا تھا۔

دونوں خاموش بیٹھے یہ سب کچھ کرتے دیکھ رہے تھے
میجر پرمود نے جوتا پہن کر وہ سوا اٹھایا اور پھر
اپنے بائیں ہاتھ پر دائیں طرف سے تیسری سلاخ کے
نزدیک اس نے اس سونے کی مدد سے زمین کھودنا
شروع کر دی — سونے کا دستہ نہیں تھا اس لئے
سونے سے سخت زمین کھودنے میں میجر پرمود کو خاصی
مشکل پیش آرہی تھی۔ لیکن وہ مسلسل کام کر رہا تھا۔ اور
پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے خاصی زمین کھود ڈالی۔
کھودتے کھودتے اچانک سوا کسی سخت چیز سے ٹکرایا۔
اور میجر پرمود کے جسم کو اس قدر زوردار جھٹکا لگا کہ وہ
بے اختیار اچھل کر اپنی پشت والی سلاخوں سے جا ٹکرایا۔
اور ان سلاخوں سے ٹکراتے ہی اس کا جسم ایک بار
پھر گیند کی طرح اچھلا — اور اس بار وہ پہلے سے
زیادہ قوت سے سامنے والی سلاخوں سے ٹکرایا۔ اور
اس بار اس کا جسم پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری
سے واپس مڑا۔

"اوپر بلندی کی طرف میجر" — ایک لحنت کرنل فریدی
نے چیختے ہوئے کہا۔

اور میجر پرمود کا پیچھے ہٹنا ہوا جسم بہت لحنت قدم
اوپر کو اٹھانے لگا۔ لیکن اس کے باوجود وہ کسی گیند کی طرح
پچھلی سلاخوں سے ٹکرا کر واپس پٹا لیکن اس بار میجر پرمود

”تہا ہار سوتا رہا سے بکرا گیا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ تاریکی ہے۔ اور ننگی چیزوں سے مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ تم اسے کپڑے پہنا دو۔“ — عمران نے کہا۔ اور میجر پر مود چونک پڑا۔

”عمران درست کہہ رہا ہے تم ایسا کرو اپنی جواب دہی کو ہاتھ پر لپیٹ لو۔“ — کرنل فریدی نے کہا۔

”ہاتھ پر۔ ارے ننگی تو تار ہتی۔“ — عمران نے کہا۔ لیکن اس بار میجر پر مود اور کرنل فریدی دونوں میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ البتہ میجر پر مود جلدی سے ایک بار پھر جوتا تار نے لٹکا۔

”ارے ارے ننگوں کو جو تے نہیں مارے جاتے چوٹ زیادہ لگتی ہے۔“ — عمران کی زبان بھلا کبہاں رکتی تھی۔

”تم خاموش نہیں رہ سکتے۔“ — کرنل فریدی نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔

”اگر میں خاموش ہو گیا تو پھر ابھی وہ شیر چیتے یہاں پہنچ جائیں گے۔“ — عمران نے کہا تو کرنل فریدی چونک پڑا۔

”کیسا مطلب۔“ — میں سمجھا نہیں۔“ — کرنل فریدی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”آپ کو شاید یاد نہیں رہا کہ میں نے کہا تھا کہ برے خراٹے ساؤنڈ پر وف ہیں۔ وہ میں نے درست کہا تھا۔“ — دراصل زمین پر لیٹا میں یہی بات چیک کر رہا تھا کہ کیا ہماری آواز دہان تک پہنچ جاتی ہے یا نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ ساؤنڈ ریکارڈ چاہے کس قدر بھی جدید ہو اس میں انتہائی معمولی سی سنسناہٹ ضرور نکلتی ہے۔ اور میں نے اسے چیک کر لیا تھا۔ زمین کے اندر سنسناہٹ موجود تھی۔ لیکن یہ سنسناہٹ صرف ساؤنڈ ریکارڈ کی اپنی تھی بلکہ ساؤنڈ ٹرانسمیٹر و ریکارڈ دونوں کی آوازیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہماری آوازیں ان تک پہنچ سکتی ہیں اور ان کی آوازیں ہم تک پہنچ سکتی ہیں۔ لیکن ساؤنڈ ٹرانسمیٹر کے قریب لوں کی آواز پیدا ہو تو وہ ان لہروں میں مداخلت کرتی رہتی ہے۔ اس طرح ساؤنڈ ٹرانسمیٹر اور ریکارڈ دونوں ہی اس مداخلت کی وجہ سے صحیح طور پر کام نہیں کر سکتے اور سنسناہٹ بتا رہی تھی کہ مشین میرے والے پتھرے نا نصب ہے۔ یہی وجہ ہے اس لئے مجھے مسلسل لاپڑ رہا ہے۔ ورنہ اب تک ساؤنڈ ریکارڈ ہماری آوازیں دہان تک پہنچا چکا ہوتا۔ بلکہ سوئے کی زمین بے مکرا نے کی آواز بھی ان تک پہنچ جاتی۔“

ہی نہیں ملتا۔ کرنل فریدی نے جواب دیا۔
 ”کمال ہے۔ آپ نے وہ محاورہ تو سنا ہوا ہے۔ کہ
 کہ ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں۔ تو شادی ایسا
 مسئلہ ہے کہ اس میں سارے مسئلے آجاتے ہیں۔“

عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔
 ادھر میجر پرمود ہاتھ پر جواب بیٹھتا کہ کو کھینچ کر
 توڑنے میں مسلسل مصروف تھا۔ لیکن تار بے حد
 مضبوط تھی۔ اس لئے ظاہر ہے وہ آسانی
 سے کہاں ٹوٹ سکتی تھی۔

”طلاق سے شادی ٹوٹ جاتی ہے۔ اور طلاق کا
 مطلب ہوتا ہے علیحدگی۔ تو ثابت ہوا کہ توڑنے
 کا ایک طریقہ علیحدگی بھی ہوتا ہے۔ چاہے وہ
 شادی ہو یا کوئی اور چیز۔ کیا خیال ہے کرنل فریدی؟“
 عمران نے میجر پرمود کی طرف مڑ کر اپنی آواز میں
 کہا۔

”شکریہ۔ میں سمجھ گیا۔“ میجر پرمود نے
 ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”ابھی تمہاری شادی ہوئی نہیں اور تم نے طلاق
 کے بارے میں پہلے سوچنا شروع کر دیا۔“
 کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ سمجھ تو گیا تھا
 کہ عمران نے میجر پرمود کو اشارہ دیا ہے کہ اگر تار

عمران نے تیز آواز میں کہا۔
 ”اوہ۔ اچھا اچھا۔ میرا ذہن اس طرف نہ گیا تھا
 پھر تو ٹھیک ہے۔ بولتے رہو۔“ کرنل فریدی نے
 ہنستے ہوئے کہا۔

”لیکن اب میں بولتے بولتے تھک گیا ہوں۔ اس
 لئے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم پنجرہ بدل لیں۔ آپ
 بڑی اچھی تقریر کر لیتے ہیں۔ اس لئے آزادی
 ایک بڑی نعمت ہے کے موضوع پر آپ دو چار گھنٹے
 کی تقریر ہی کر ڈالیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس دورا
 میجر پرمود تار توڑنے میں کامیاب ہو ہی جائے گا۔“
 عمران نے کہا۔

”نہیں۔ اتنی لمبی تقریر کی ضرورت نہ پڑے گی“
 کرنل فریدی نے اپنی آواز میں کہا۔ تاکہ اس کی آواز
 عمران کے پنجرے میں گونج جائے۔ عمران کا پنجرہ
 چونکہ درمیان میں تھا۔ اس لئے کرنل فریدی نے
 بولنے کی آواز بھی اس کے پنجرے تک خاصی طا
 میں پہنچ جاتی تھی۔

”چلو تقریر نہ سہی۔ ہم دونوں آپس میں باتیں تو
 سکتے ہیں۔ تو سنا ہے کب شادی کر رہے ہیں آپ
 عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”تمہیں شاید آج کل شادی کے علاوہ اور کوئی موضوع

”واہ — اے کہتے ہیں مکمل طلاق“ — عمران
نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تمہیں بھی مل جائے گی۔ صبر تو کرو۔“ — کرنل
پری نے ہنستے ہوئے کہا۔

اور میجر پرمود — بلیٹ سے سوا نکال کر تیزی
سے عمران کے پیچھے کے بائیں ہاتھ کی قمیصری
لاخ کے قریب جھک کر تیزی سے زمین کھودنے
— اس بار اس نے جراب کو دستانے کے

در پر ہاتھ پر چڑھایا ہوا تھا۔ اس طرح سوئے پر اس
ہر گز فتنہ بھی مضبوط ہو گئی تھی اور کرنٹ لگنے کا خطرہ
کی دور ہو گیا تھا — اس کا ہاتھ اب بے حد
زور فٹاری سے چل رہا تھا۔

”کرنل صاحب — مجھے یقین ہے کہ یہ فورکار نرند
امین جیٹ کو ارڈر نہیں ہو سکتا۔ ہمیں لازماً بے ہوشی کے
الم میں دلوں سے نکال کر دور پہنچا دیا گیا ہے۔“

مران نے اس بار واقعی انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”لوں۔ تم اندازہ کر سکتے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہو
لتی ہے۔“ — کرنل فریدی نے سر ہلاتے
ہوئے پوچھا۔

”ایک درخت تو مجھے ایسا نظر آیا ہے جس سے
اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لازماً فی لینڈ کا کوئی حصہ ہے۔“

ٹوٹ نہیں رہی تو اُسے سلاخ سے علیحدہ کر دے۔
لیکن ظاہر ہے اب بات تو کرنی ہی تھی۔

”یہی ہے صاحب طلاق ہو گئی۔“ — اُسی لمحے میجر
پرمود نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”ہاتھ ملا کر دیکھو۔ کیا اب بھی جذبات کی گرمی باقی
ہے۔“ — کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ طلاق کے بعد جذبات بیچارے تو
سو جاتے ہیں۔“ — عمران نے سر ہلاتے
ہوئے کہا۔

اور میجر پرمود نے آگے بڑھ کر ان کے اشارے
کے مطابق پہلے آہستہ سے ایک انگلی سلاخ سے
لگائی — وہ کرنٹ کو چپک کر رہ گیا تھا اور پھر اس
نے دونوں ہاتھوں سے سلاخوں کو پکڑ لیا۔

”ان جذبات کو اب زمین میں دفن ہو جانا چاہیے۔“
عمران نے کہا۔

اور میجر پرمود نے سر ہلاتے ہوئے پوری قوت
سے سلاخوں کو نیچے دبانا شروع کر دیا۔ دوسرے
لمحے سرور کی تیز آواز کے ساتھ ہی پیچھے کے
کھٹنے والے حصے کی سلاخیں زمین میں غائب ہو گئیں۔

اور میجر پرمود چھلانگ لگا کر پیچھے سے باہر نکل گیا۔
سوا اس نے بلیٹ میں اٹکایا ہوا تھا۔

نہ آئے گی۔ اس لئے تم خود خیال رکھو۔
پر مود نے کہا۔

اور عمران سر ملاتا ہوا تیزی سے مڑا۔ اور اس
ن کو بڑھ گیا جدھر دیوار میں دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس
جان بوجھ کر میجر پر مود کو یہ آفر کی تھی۔ کیونکہ
میجر پر مود کی نفسیات اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ اگر
انہیں چھوڑ کر ادھر آ گیا تو وہ خواہ مخواہ ناراض ہو
ئے گا۔

دروازہ بند تھا۔ عمران ایک لمبے کے لئے
وازے کے ساتھ کان لگا لئے دوسری طرف سے
نے والی آہٹ سن رہا۔ لیکن دوسری طرف
ل خاموشی تھی۔ عمران نے لمحہ بڑھا کر دروازے
و آہستہ سے دبایا تو دروازہ کھلتا گیا۔ وہ لاک نہ
— شاید اُسے لاک کرنے کی ضرورت ہی نہ

تھی گئی تھی۔ دروازے کے دوسری طرف ایک
بل راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک اور بند
وازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ راہداری میں پنچوں
بل دوڑتا ہوا آگے بڑھا۔ تو دروازے کے
پہنچ کر وہ ایک بار پھر رک کر آہٹ لینے لگا۔
پھر اس نے دروازہ پر دباؤ ڈال کر اُسے
ولا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں

عمران نے کہا۔
”تم شمشرم درخت کی بات کر رہے ہو۔ میں نے
بھی اس سے اندازہ لگایا تھا۔ یہ درخت دنیا میں صرف
ٹی لیٹڈ میں ہی ہوتا ہے۔“ — کرنل فریدی نے

سر ملاتے ہوئے کہا۔
”آپ کی علیحدگی بھی مکمل ہو گئی عمران صاحب۔
اُسی لمحے میجر پر مود کی آواز سنائی دی۔

اور عمران جو اس کی طرف پشت کئے بیٹھا کرنل
فریدی سے باتیں کر رہا تھا چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔
تیزی سے پتھرے کے اس حصے کی طرف بڑھا
کھل جاتا تھا۔ میجر پر مود اب گھوم کر کرنل فریدی
کے پتھرے کی طرف جا رہا تھا۔ عمران نے چند ہی
لمحوں میں اپنا پتھرہ کھول لیا۔ اور پھر تیزی سے باہر
آ گیا۔

”تم سوا بجھے دو میجر پر مود اور خود ایک طرف ہنس
کر کھڑے ہو جاؤ۔ جو سکتا ہے وہ لوگ کسی بھی دہانہ
ادھر آنکھیں تو کم از کم ایک آدمی کو ان کے مقابلہ
پر ضرور آنا چاہیئے۔“ — عمران نے پتھرے سے
باہر آتے ہی کہا۔

”نہیں۔“ — بجھے اب تار علیحدہ کرنے کا صحیح طریقہ
کیا ہے۔ مہارے لئے نئے سرے سے مشکل

اور ٹرانسمیٹر کا رعب ڈالا تھا۔ درنہ یہاں تو نہ صرف ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں بلکہ وہ خود بھی صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اب یہ اور بات تھی کہ ہال کمرہ ہی خالی تھا۔ اگر یہاں کوئی آدمی موجود ہوتا تو پھر وہ لوگ اس طرح کبھی آزاد نہ ہو سکتے۔

عمران اب گھوم کر تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جدھر سے لوگوں کے بولنے اور سننے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ راستے میں ایک اور کمرے کا دروازہ دکھائی دیا جو آدھا کھلا ہوا تھا۔ اور اس کے قریب سے گزرتے ہوئے عمران ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ اسلحہ خانہ تھا اور اندر مختلف قسم کا خاصا اسلحہ پڑا دکھائی دے رہا تھا۔ عمران جلدی سے آگے بڑھا۔ اور اس نے قریبی ایک میں رکھی ہوئی ایک مشین گن اٹھائی۔ اور اس کا میگنیز چیک کرتا ہوا اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جدھر سے ابھی تک آوازیں آتی سنائی دے رہی تھیں۔ اور اب ان واضح آوازوں کی وجہ سے وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ لوگ تلاش کھیلنے میں مصروف ہیں۔

عمران دروازے کے قریب جا کر رک گیا۔

چیک اٹھیں۔ کیونکہ اس کے سامنے ایک بڑا سا مال کمرہ تھا۔ جن کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور اندر سے مشینوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

"میجر پر مود۔ اس عمران کی کسی بات کا بڑا نہ منایا کرو۔ یہ بس ایسے ہی باتیں کرتا رہتا ہے۔"

کرنل فریدی کی ادبچی آواز اُسے ہال کے دروازے سے آتی سنائی دی اور عمرانی مسکرا پڑا۔

ہال کا دروازہ ایک برآمدے میں تھا جس کی دونوں سائیڈوں میں راہداریاں تھیں۔ بائیں طرف کی راہداری کے آخر سے اُسے مختلف لوگوں کے سننے اور باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ پہلے تو اس نے ہال کمرے کے دروازے میں رک ٹھہرا اور مشینوں کو چیک کیا۔ بے شمار چھوٹی چھوٹی مشینیں تھیں جن کی سکریوں پر پنجرے لٹکے ہوئے تھے۔ ایک طرف ایک بڑی مشین تھی۔ اس کی سکریں پر تین پنجرے لٹکے ہوئے تھے۔ جن میں سے دو کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ اور تیسرے کی سائیڈ پر میجر پر مود ابھی تک جھکا ہوا تھا اور کرنل فریدی اس سے منہ باتیں کر رہا تھا۔ عمران مسکرا دیا۔ اس نے تو کرنل فریدی پر رعب ڈالنے کے لئے ساؤنڈ ریکارڈ

”ارے چیف ٹائیگر کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔ ہمیں تو تماشے میں وقت کا خیال ہی نہیں رہا۔ وہ بڑا سخت آدمی ہے۔ اس نے مشین روم خالی دیکھا تو غصے سے پاگل ہو جائے گا۔“ اچانک ایک چوکی جوئی آواز سنائی دی۔

”ارے واقعی۔ اٹھو۔ اٹھو۔“ دوسری آواز سنائی دی۔

”پہلے اس سے بڑے پاگل سے تو منٹ لو“ عمران نے اچانک ادھر کھلے دروازے پر زور سے لات مار تے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے اس کی مشین گن نے مسلسل شیلے اگنے شروع کر دیئے۔ اور وہ کمرہ انسانی چوڑوں سے گونج اٹھا۔ عمران فائرنگ کے ساتھ ساتھ ہاتھ کو قوس کی صورت میں دائیں باتیں گھما رہا تھا۔

اس کمرے میں آٹھ افراد موجود تھے۔ ان سب کے جہوں پر جیتوں کی کھالیں تھیں۔ وہ کمرے کے درمیان میں رکھی ہوئی میز کے گرد بیٹھے تماشے کھیلنے میں مصروف تھے۔ جب عمران نے دیکھا کہ ان میں سے کسی کے زندہ رہنے کا کوئی چانس باقی نہیں رہا تو اس نے ٹریگر سے انگلی ہٹائی اور مٹر کمرہ باری میں آیا تو اسی لمحے اس نے کرنل فریدی

اور میجر پرمود کو برآمدے میں داخل ہوتے دیکھا۔

”ادھر اسلحہ خانہ ہے کرنل صاحب۔ یہاں سے اسلحہ لے لیں اور میں نے ادھر آٹھ چیتے تو گرا دیئے ہیں۔“ البتہ ان شیر صاحب کی آمد آمد ہو رہی ہے۔ اس لئے ذرا جلدی کریں۔“ عمران نے تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ اور وہ اسلحہ خانے کے دروازے پر آکر رک گیا۔ کرنل فریدی اور میجر پرمود دوڑتے ہوئے اس تک پہنچے اور پھر انہوں نے بھی شین گنیں اٹھا لیں۔

”میرا خیال ہے ہم تینوں کو علیحدہ علیحدہ کمروں میں پھینکا جائیے۔ سبجانے شیر کی آمد کس طرف سے ہو۔ وہ اگر قابو آ جائے تو پھر سارے مکے حل ہو جائیں گے۔“ عمران نے کہا۔

”اُسے زندہ پکڑنا پڑے گا۔ سبجانے یہاں اور کتنے آدمی ہوں اور کہاں کہاں پھیلے ہوئے ہوں“ کرنل فریدی نے کہا۔

”تو پھر ایک آدمی مشین روم میں۔ ایک اسلحہ خانے میں اور ایک ان لائٹوں والے کمرے میں رکنا چاہیے۔“ عمران نے کہا۔

”میں مشین روم میں رکتا ہوں۔ میجر تم اسلحہ خانے کے دروازے کے اندر رک جاؤ۔“

نے ٹرگمہ دبا دیا اور وہ آدمی چنٹا ہوا دیں اس خلا کے درمیان ہی گم پڑا۔ عمران نے گولی اس کی ران میں اتار دی تھی۔ مشین گن کا وہ مخصوص بٹن پہلے ہی دبا چکا تھا جس سے گن کی مشین بند ہو جاتی تھی۔ اور وہ صرف گن رہ جاتی تھی اس طرح ایک بار ٹرگمہ دبانے سے صرف ایک ہی گولی نکلتی تھی۔ کیونکہ عمران کو اندازہ تھا کہ اگر فوری گولی چلائی پڑی تو پھر مشین گن سے نکلنے والی گولیوں کی بوچھاڑ بد مقابل کا ایک لمحے میں خاتمہ کر دے گی۔ اور اس نے اُسے بہر حال زندہ بکھڑا تھا۔

وہ آدمی نیچے گرے ہی ایک جھٹکے سے اٹھا۔ لیکن عمران کے لئے اتنا وقفہ ہی کافی تھا۔ وہ اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ عمران کا ماتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور وہ دیوہیکل آدمی اچھل کر اس خلا سے نکل کر کمرے میں آگرا۔ لیکن عمران سے اندازے کی غلطی ہو گئی تھی۔ ان مرنے والوں کی لاشوں کے قریب ہی ان کی مشین گنیں بھی پڑی تھیں۔ اور یہ چیف ٹائیگر جس جگہ گرا تھا۔ وہاں ایک مشین گن موجود تھی۔ عمران اُسے اچھل کر اپنی گن سیدھی کر رہا تھا کہ چیف ٹائیگر نے اس پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ لیکن عمران اپنی مخصوص

اور عمران تم اس کمرے میں چلے جاؤ۔ وہ کمرہ تم نے دیکھا ہے۔" کرنل فریدی نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔" عمران نے کہا۔ اور تیزی سے واپس اس کمرے کے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس کی سائیڈ میں کھڑا ہو گیا۔ یہاں سے نہ صرف پورا کمرہ اُسے نظر آ رہا تھا بلکہ وہ دروازے کو بھی چیک کر سکتا تھا۔ جب کہ دروازے کی طرف الماری کی اوٹ ہونے کی وجہ سے وہ دروازے سے داخل ہونے والے کو فوراً نظر نہ آ سکتا تھا۔

ابھی عمران کو دباں کھڑے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ اچانک دروازے کی بجائے اس کی مخالف سمت کی دیوار میں کھٹکا سا ہوا۔ اور دوسرے لمحے دباں ایک خلا نمودار ہوا۔ اور پھر اس خلا میں وہی شیر کی کھال پہنے ہوئے آدمی اندر داخل ہوا۔ عمران جس طرف ٹھہرا تھا دباں سے وہ آدمی عمران کو صاف طور پر دیکھ سکتا تھا۔ اور ہوا بھی ایسے ہی۔ اس آدمی کی نظریں اندر کمرے میں قدم رکھتے ہی عمران پر پڑیں۔ اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر اُسی لمحے عمران

سخت جان تھا۔ پانچویں زوردار اور مسلسل ضرب کھانے کے بعد وہ بے حس و حرکت ہوا تھا۔
 "عمران — کیا ہو رہا ہے؟" — اُسی لمحے دروازے کے باہر سے کرنل فریدی کی آواز سنائی دی۔

"آجائیں۔ شیر صاحب بے ہوش ہو گئے ہیں۔" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے کرنل فریدی اور میجر پرمود اکٹھے ہی دروازے میں داخل ہوئے۔

"ہم نے فائرنگ کی آوازیں سن لی تھیں۔ لیکن پشوشن کا علم نہ تھا۔ اس لئے فوراً مداخلت مناسب نہ سمجھی تھی۔" — کرنل فریدی نے چیف ٹائیگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو فرش پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں اب ہمیں تیزی سے حرکت میں آ جانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے اور ساتھی یہاں پہنچ جائیں۔" — میجر پرمود نے تیز بلجے میں کہا۔

"ہاں۔ ٹھیک ہے۔" — عمران نے کہا۔ اور اس نے مشین گن کا نہ ہے سے لٹکائی اور جھک کر چیف ٹائیگر کو اٹھا کر اس طرح کا نہ ہے پر ڈال لیا

فطرت کے مطابق گھومتے ہوئے ایک لمحت اچھل کر ایک طرف ہٹا تھا۔ اور وہ گولیوں کی بوچھاڑ سے بس بال بال بچا تھا۔ — چیف ٹائیگر نے تیزی سے ہاتھ گھمانا چاہا۔ لیکن دوسرے لمحے مشین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گری۔

"تم واقعی خاصے تیز ہو۔" — عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا اور پھر وہ مشین گن لئے اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"مکاشش — تم اچھلتے نہ تو۔" — چیف ٹائیگر نے عزاتے ہوئے کہا۔ وہ اب اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ باوجود ران میں گولی کھانے کے اس کے چہرے پر تکلیف کے ذرا بھی آثار نظر نہ آتے تھے۔ لیکن اب عمران محتاط ہو گیا تھا۔ اس لئے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کو فضا میں اچھالا۔ اور پھر مشین گن کا دستہ لہراتا ہوا چیف ٹائیگر کی کھوپڑی سے پوری قوت سے ٹکرایا۔ اور چیف ٹائیگر دھماکے سے نیچے گر گیا۔ لیکن اس نے سر جھٹک کر پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ اُسی لمحے عمران نے دوسری اور تیسری ضرب لگائی۔ اور پھر اس کا ہاتھ مسلسل حرکت میں آ گیا۔ — چیف ٹائیگر واقعی بے حد مضبوط اعصاب کا مالک اور انتہائی

جیسے وہ کاغذ کا بنا ہوا ہے۔ میجر پر مود اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ چیف ٹائیگر واقعی دیوتا مت اور دیوہیکل آدمی تھا۔ لیکن عمران نے اُسے اتنی آسانی سے اٹھایا تھا جیسے اس میں وزن ہی نہ ہو۔

حیران ہونے کی ضرورت نہیں میجر۔ میرا بادریچی کبھی کبھی مولگ کی دال میں باداموں کا حریرہ بھی شامل کر دیتا ہے۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

میں اس سے پوچھ گچھ کر رہی تھی اور میجر پر مود اس خلا سے جاتے ہیں۔ کرنل فریدی نے کہا۔ اور عمران سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

ہینز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بجکتی ہی کرسی پر بیٹھتے ہوئے ایک بلے قد اور چہرہ پر جمے نوجوان نے ہاتھ بڑھا کر سیور اٹھالیا۔
کیس۔ ایگزٹڈ سپیکنگ۔ نوجوان نے تیز ہجے میں کہا۔

باس۔ میں ریڈ روم سے ٹونی بول رہا ہوں آپ فوراً ریڈ روم میں آجائیں۔ پلین فوراً دوسری طرف سے تیز ہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

اوہ۔ کیا ہو گیا ہے۔ ایگزٹڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور پھر سیور کریڈل پر رکھ کر وہ کرسی سے اٹھا اور دوڑتا ہوا کمرے کے

بغیر تو۔۔۔ ٹونی نے ایک کونے میں رکھی ہوئی مشین کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

یہ مشین کور سے ڈھکی ہوئی تھی۔ پھر جب تک ٹونی کور ہٹاتا ایگزینڈر نہ صرف اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

بلکہ اس نے سپیشل فریکوئنسی بتا دی تھی۔ اس مشین کے ادیر خاصی بڑی سکریں تھیں۔ لیکن یہ سکریں

چھوٹے چھوٹے مختلف حصوں میں تقسیم تھیں۔ ٹونی کے ہاتھ انتہائی تیز رفتار سی سے مشین کی نابوں پر چلنے

لگے۔ وہ سپیشل فریکوئنسی ایڈجسٹ کر رہا تھا۔ اور پھر فریکوئنسی ایڈجسٹ کرنے کے بعد اس نے مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ اور مشین کے ہر حصے پر بھاگنے سے ہونے لگے۔ ایگزینڈر

کی نظریں سکریں پر جمی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد سکریں پر مختلف کمرے نظر آنے لگے۔ اور

پھر ایک کونے میں نظر آنے والے بڑے سے کمرے کا منظر دیکھتے ہی وہ دونوں بڑی طرح اچھل

پڑے۔ کیونکہ ٹال کمرے میں اٹھارہ انیس افراد نظر آ رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ لیکن ان کی آوازیں سنائی

نہ دے رہی تھیں۔ "اوہ۔۔۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اس سٹر میں

دروازے کی طرف بٹھ گیا۔

مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک بڑی سی مشین کے ساتھ سٹول پر ایک پستہ قامت نوجوان بیٹھا تھا۔

"کیا ہوا ٹونی۔۔۔ ایگزینڈر نے سیرت بھرے پہچے میں کہا۔

"باس۔۔۔ دیکھیں یہ سارے پنجرے خالی ہیں۔ میں نے چیف ٹائیگر سے رپورٹ لینے کے لئے

ٹرانسمیٹر کال کی تھی۔ لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو میں نے سچویشن چیک کی۔" ٹونی نے

سٹول سے اٹھتے ہوئے قدرے گھبرائے ہوئے پہچے میں کہا۔

"گگ۔۔۔ گگ۔۔۔ کیا مطلب۔ پنجرے کیسے خالی ہو سکتے ہیں۔" ایگزینڈر نے بوکھلاہٹ سے

ہوئے انداز میں کہا۔ اور مشین پر جھک گیا۔ جس پر موجود سکریں پر ایک جنگل میں موجود پنجرے نظر آ رہے تھے۔ لیکن یہ سارے پنجرے خالی تھے۔

"اوہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے وہاں کوئی لمبی گولڈ بڑ ہوئی ہے۔ زیر دسکس مشین آن کر د۔ جلدی۔

ایگزینڈر نے چیختے ہوئے کہا۔ "وہ اس کی سپیشل فریکوئنسی ٹو بتائیں۔ اس کے

بات کرتا ہوں۔" ایگزینڈر نے ٹونی سے کہا۔
 اور بھاگتا ہوا دروازے سے باہر نکلا اور پھر اس
 نے مختلف راہداریاں اتنی تیزی سے کراس کیں۔
 جیسے اس کے پاؤں میں مشین نصب ہو گئی ہو۔ اور
 چند لمحوں بعد ہی وہ واپس اسی کمرے میں پہنچ
 گیا جہاں اس نے ٹونی کی کال رسیو کی تھی۔ کرسی
 پر بیٹھتے ہی اس نے میز کی دراز کھولی اور پھر اس
 میں سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا۔ اور اس کی
 سائیڈ سے اس نے ایریل کا مرنل کلا کر اُسے اوپر
 بلند کرنا شروع کر دیا۔ اس باکس پر صرف ایک ہی بٹن
 تھا۔ ایریل پوری طرح بلند کرنے کے بعد اس
 نے باکس کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے ایریل کے
 آخری سرے سے ہلکے نیلے رنگ کی شاعیں اس
 طرح نکل کر گردش کرتی گئیں کہ ان کی گردش
 سے ایک تارہ سا بن گیا۔ ساتھ ہی باکس سے ایک
 تیز سیٹی کی آواز نکلے گی۔
 "ہیلو ہیلو۔۔۔ میں جیٹ کو آرڈر اٹھانک اور۔"
 ڈبلے میں سے اچانک سیٹی کی آواز کی بجائے ایک
 مشینی سی آواز برآمد ہوئی۔
 "ایگزینڈر۔۔۔ فرام دے پوائنٹ تھری دن۔
 گریت چیف باکس سے بات کرنا اور۔"

بھیجا گیا تھا۔ لیکن سنٹر کا تو کوئی آدمی بھی نظر نہیں آیا۔
 ایگزینڈر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "ادھر چار نمبر میں دیکھیں۔" ٹونی نے کہا اور
 ایگزینڈر کی نظریں سکریں کے ایک اور حصے کی طرف
 رہ گئیں۔
 "ادھ۔۔۔ یہ آٹھوں یہاں مرے پڑے ہیں۔
 ان کے جسم گولیوں سے چھنی ہیں۔ لیکن وہ چیف
 ٹائیگر کہاں ہے۔" ایگزینڈر نے کہا۔
 "ادھ۔۔۔ وہ اس بل کمرے میں ہے۔ یہ
 دیکھیں یہ اس عورت کے پیروں کے پاس اس
 کی ٹانگ نظر آ رہی ہے۔" ٹونی نے اس
 بل کمرے کی سکریں پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے
 کہا۔
 "ادھ ہاں۔۔۔ یہ بھی مر چکا ہے۔ اس پر تو بے پناہ
 تشدد ہوا ہے۔ ایگزینڈر نے سر ہلاتے
 ہوئے کہا۔ کیونکہ وہاں سے اب چند آدمی مٹ
 گئے تھے اور فرش پر پڑی ہوئی ٹائیگر کی لاش
 صاف نظر آنے لگی تھی۔ اس کا جسم بڑی طرح
 ادھڑا ہوا تھا۔ واقعی ایسے لگتا تھا جیسے اس پر
 بے پناہ تشدد کیا گیا ہو۔
 "تم انہیں چک کرتے رہو۔ میں گریت باکس سے

س نے مجھے ریڈ روم میں بلایا۔ میں نے زبردکس
شین آن کی۔ تب میں نے دیکھا کہ بڑے کمرے
میں وہ سب لوگ اکٹھے ہیں۔ اور چیف ٹائیگر
کی لاش پڑی ہوئی دکھائی دی۔ اس پر بے پناہ
غصہ دیکھی کیا گیا ہے اور۔۔۔ ایگزٹڈ نے
کہا۔

”اُدہ۔ یقیناً انہوں نے اس سے ہیڈ کوارٹر کے
ارے میں تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش
کی ہوگی۔ لیکن وہ تو اس بارے میں کچھ
نہیں جانتا۔ لیکن اب ان کو ختم ہو جانا چاہیے۔ اب
میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔ تمہارے یکیش
میں ایٹی فابو مشین تو ہے اور۔۔۔ گریٹ چیف
اس نے کہا۔

”میں باس۔۔۔ موجود تو ہے اور۔“
ایگزٹڈ نے جواب دیا۔

”اُسے اسی لئے رکھا گیا تھا۔ تم اُسے آن کر دو۔
اس کی خصوصی فریوئی تھری ڈیون زبرد تھری ڈیون ہے۔
یہی اُسے آن کر کے فائر کھول دو۔ اس طرح
اے اے یون تھری ڈیون سنٹر ہی صفحہ ہستی سے غائب ہو
جائے گا اور۔۔۔ گریٹ چیف باس نے
کہا۔

ایگزٹڈ نے تیز آواز میں کہا۔
”او۔ کے اور۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد گریٹ چیف باس
کی باوقار سی آواز سنائی دی۔

”یس۔ گریٹ چیف باس ایڈنگ۔ کیا بات
ہے ایگزٹڈ۔ تم نے ریڈ ٹرانسمیٹر کیوں استعمال کیا
ہے۔ کیا ایرجنسی ہے اور۔۔۔ گریٹ چیف
باس کی سخت آواز سنائی دی۔

”باس۔ انتہائی حیرت انگیز رپورٹ ہے۔ باس
ٹی لینڈ کے پوائنٹ تھری ڈیون پر آپ نے جن افراد
کو بھیجا تھا وہ آزاد ہو گئے ہیں۔ اور چیف ٹائیگر
اور ان کے سارے ساتھی ختم ہو گئے ہیں اور۔“
ایگزٹڈ نے کہا۔

”کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے۔
چیف ٹائیگر نے مجھے رپورٹ دی تھی کہ اس نے
انہیں پیشینہ پھر دوں میں رکھا ہے اور۔۔۔ گریٹ
چیف باس نے بڑی طرح پتختہ ہوئے کہا۔

”یس باس۔ میرے اسٹنٹ ٹونی نے
مابطہ رپورٹ لینے کے لئے ٹرانسمیٹر کال کی۔ لیکن
کال مسیور نہ ہونے پر اس نے پیشینہ سکریٹ مشین
آن کی تو پیچھے سے خالی نظر آئے۔ اس پر

مشین کے نیچے پہنچے گئے ہوئے تھے۔ اس لئے وہ باآسانی باہر آگئی۔ ایگنڈر اُس سے دھکیلتا ہوا ایک دیوار تک لے گیا۔ اور اس کی سائیڈ میں موجود تمار کینچ کر اس نے دیوار میں موجود ایک پن میں فٹ کیا۔ اور پھر مشین کے مختلف بٹن تیزی سے دبائے شروع کر دیئے۔ مشین میں زندگی کی لہریں دوڑ گئی۔

"باس — اب وہ ہیلی کاپٹر دوں میں سوار ہونے لگ گئے ہیں۔ دو ہیلی کاپٹر ہیں۔ دور کھڑے ٹوٹی نے چیخ کر کہا۔

"ابھی انہوں نے چھت کھولنی ہوگی"

ایگنڈر نے کہا۔ اور جلدی سے ایک تاب گھما کر اس کی ٹارگٹ فریکوئنسی سیٹ کر فی شروع کر دی۔ جب ڈائل پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ ہو گئی۔ تو اس نے جلدی سے مزید بٹن دبائے شروع کر دیئے۔ اور مشین کے درمیان لگی ہوئی سکریں روشن ہو گئی۔ اس پر ایک بڑے جھلک کا منظر نظر آنے لگ گیا جس کے درمیان ایک خالی قطعہ تھا۔ ایون ٹھرتی سنٹر اس خالی جگہ کے نیچے زیر زمین واقع تھا۔

ایگنڈر نے تیزی سے مشین کے نیچے موجود

"ہیں باس اور۔۔۔ ایگنڈر نے کہا۔

"جلدی کرد۔۔۔ کہیں وہ دہلی سے نکل نہ جائیں اور فائر کر کے پھر چپک کر دو اور مجھے فوراً رپورٹ دو اور اینڈ آف۔۔۔ گریٹ چیف باس نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

ایگنڈر نے جلدی سے ریزٹر انسیٹر کا بٹن آف کیا تو ایریل پر شعاعوں کا اشارہ غائب ہو گیا۔ اور اس نے جلدی سے ایریل واپس اندر دھکیلد اور پھر اسے واپس دراز میں رکھ کر وہ بھاگتا ہوا واپس اسی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ٹوٹی موجود تھا۔

"کیا پوزیشن ہے ٹوٹی۔۔۔ ایگنڈر نے ریڈ روم میں داخل ہوتے ہی کہا۔

"باس وہ سب لمائی دے پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ دیکھیں۔ وہ ہینگر کھولی کہ ہیلی کاپٹر باہر نکال رہے ہیں۔" ٹوٹی نے کہا۔

"اوہ اوہ۔۔۔ مجھے جلدی کر فی چاہیے"

ایگنڈر نے تیز لہجے میں کہا۔ اور بھاگتا ہوا کمرے کے ایک کونے میں موجود المادی کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے المادی کھولی اور اس کے نیچے خانے سے اس نے ایک بڑی سی مشین کو باہر کینچ لیا۔

حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔
 "باس۔ مجھے اس ڈھیر میں حرکت سی محسوس ہو
 رہی ہے۔ میرے خیال میں کچھ لوگ ابھی مرے
 نہیں ہیں بلکہ زخمی ہوں گے۔ اس لئے یہ بہتر
 نہیں ہے کہ آپ ہیلی کاپٹر پر جا کر دو لمبا خود ساری
 پوزیشن کو چیک کریں۔ اور اگر کوئی بچ گیا ہو تو اسے
 گولی مار دیں۔ اس کے بعد گریٹ باس
 حتیٰ رپورٹ دی جائے۔ ورنہ بعد میں رپورٹ میں
 ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو گریٹ باس کی طبیعت تو آپ
 جانتے ہی ہیں۔" ٹونی نے کہا۔

"اب یہاں سے نکلی کر آپ کا کیا پروگرام ہوگا
 کرنل؟" عمران نے کرنل فریدی سے مخاطب
 ہو کر کہا۔

"وہ چیف ٹائیگر تو کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ اور یہاں بھی
 کوئی ایسا ٹھکانہ موجود نہیں ہے جس سے فورکار رنرز
 کے ہیڈ کوارٹر کو تلاش کیا جاسکے۔" کرنل
 فریدی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔
 "مجھے معلوم ہے۔ کہاں ہے فورکار رنرز کا ہیڈ کوارٹر؟"
 تیسری کرسی پر بیٹھے ہوئے میجر پرمود نے خشک
 لہجے میں کہا۔ اور عمران اور فریدی دونوں چونک کر
 اُسے دیکھنے لگے۔ دونوں کے چہروں پر بے پناہ

"ادہ۔ واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی مجھے
 خود دوماں جا کر چیک کرنا چاہیے۔ تم یہاں مشین پر
 انہیں چیک کر دو میں جاتا ہوں۔" ایگنڈر نے
 سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اب مشین پر کیا چیک کرنا ہے؟ میں آپ کے
 ساتھ چلتا ہوں۔ شاید ایک کی بجائے دو کی ضرورت
 پڑ جائے۔" ٹونی نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ۔" ایگنڈر نے کہا اور
 پھرتیزی سے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

منظر غائب ہو گیا تھا۔ یہ اذہ یقیناً ان پہاڑیوں کے اندر ہے اور شاید کسی وجہ سے اس کا ادھر والا حصہ کھولا گیا تھا۔ جس سے یہ منظر نظر آیا۔ اور یہ حصہ بند ہوتے ہی منظر غائب ہو گیا۔ میجر پریمود نے جواب دیا۔

"اؤہ۔۔۔ دیر ہی گڈ۔۔۔ تم نے واقعی مسئلہ حل کر دیا۔۔۔" کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میجر صاحب درست کہہ رہے ہیں اور اب میں مزید اس میں اضافہ کر دوں کہ یہ ہیڈ کوارٹر ٹماسکا پہاڑیوں کے عین اس سلسلے کے نیچے ہے جسے جغرافیائی اصطلاح میں کیمبل بیک کہا جاتا ہے۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میں نے اس مشین روم میں موجود کوڈ ورڈز میں غائبوں کا مطالعہ کیا تھا۔ اس میں اس بل۔ اسلحہ خانہ اور مشینوں کی تفصیلات تھیں۔ لیکن اس پورے سفر کے متعلق دلوں ایک لفظ کیمبل بیک درج تھا۔ اور اس وقت تو یہ لفظ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ لیکن اب میجر پریمود کے ٹماسکا پہاڑیوں کے سلسلہ میں بات ہونے پر اس لفظ کے اصل معنی سامنے آ گئے ہیں۔" عمران نے جواب دیا۔

حیرت تھی۔ یہ ہیڈ کوارٹر ناراک کے شمال مشرق میں موجود دلی پہاڑی سلسلے کے نیچے ہے۔ میجر پریمود نے ان دونوں غلطیوں کی حیرت سے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"تمہارا مطلب ٹماسکا پہاڑی علاقے سے ہے۔" کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ بالکل وہی۔" میجر پریمود نے جواب دیا۔

"تم نے کیسے اندازہ لگایا۔" کرنل فریدی نے ہی پوچھا۔ کیونکہ عمران خلاف معمول خاموش بیٹھا تھا۔

"میں جب تابوتوں والے مشین روم سے نکل کر ریڈ راہداری میں آیا اور پھر دلوں اچانک راہداری کی ایک سائیڈ غائب ہو کر ہم پر فائر کھولا گیا تھا تو میں نے ایک لمحے میں ٹماسکا پہاڑی سلسلے سے بلند چوٹی کو دیکھ لیا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ٹماسکا پہاڑی کی چوٹی پر جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو تو انتہائی حیرت انگیز منظر ہوتا ہے۔ اسے لگتا ہے جیسے نیلے رنگ کی شعاعیں چوٹی کے گرد نچ رہی ہوں۔ میں نے یہی منظر دیکھا تھا۔ لیکن صرف ایک لمحے کے لئے۔ اس کے بعد بکھلت

نے مکر اتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

عمران کے اس جواب پر کرنل فریدی تو تہقہہ مار کر ہنس پڑا جب کہ میجر پرمود نے ہونٹ بھیج لئے کیونکہ اُسے عمران کا یہ انداز تغافل قطعی پسند نہ آیا تھا کہ وہ ان کو توپیچ کہے اور اپنے آپ کو سرپیچ۔ لیکن وہ صرف ہونٹ بھیج کر خاموش ہو گیا۔ اس نے کوئی تبصرہ نہ کیا تھا۔ عمران کے اٹھتے ہی وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تھے۔ اسی کے سارے ساتھی ہیلی کا بیڑن شینڈ کی طرف گئے تھے۔

"مجھے ٹرانسمیٹر کال پر اپنے آدمی فوراً طلب کرنے ہوں گے۔ کیونکہ میرے صرف دو آدمی زندہ بچے ہیں۔" پرمود نے خشک لہجے میں کمرے کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"شاید مجھے بھی ضرورت پڑ جائے۔ کیونکہ زبردورس کی خاصی نفزی ختم ہو گئی ہے۔ بہر حال میں ناراک پیچ کر سوچوں گا۔" کرنل فریدی نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"میجر آپ ہیلی کا بیڑن ٹرانسمیٹر سے کال کر لیں۔ فضا کی بندی پر کال ہونے سے اس کے کیچ ہونے کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔" عمران نے

بڑے غلوں بھرے ہلچے میں میجر پرمود سے کہا۔ اور میجر پرمود نے سر ہلادیا۔

اس کے بعد وہ تینوں ہی ایک دہاڑی سے گزرتے ہوئے ایک بڑے سے بند شینڈ میں آ گئے۔ یہاں نہ صرف ہیلی کا پٹر موجود تھے بلکہ ان تینوں کے ساتھی بھی موجود تھے۔

"کانفرنس ختم ہو گئی۔ میرا تو خیال تھا کہ ہمیں مزید ایک سال انتظار کرنا پڑے گا۔" کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے آگے بڑھ کر کرنل فریدی سے کہا۔

"ایک سال۔۔۔ ارے نہیں۔ تم نو ماہ میں ہی فارغ ہو جاؤ گے۔" عمران نے مکر اتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

کیپٹن حمید نے گھور کر اُسے دیکھا لیکن اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

اور پھر وہ سب ہیلی کا پٹر میں سوار ہونے لگے۔ اوپر چھت کھولنے کا فریضہ عمران نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ ایک بڑے ہیلی کا پٹر میں عمران اور اس کے ساتھی تھے۔ جب کہ دوسرے ہیلی کا پٹر میں کرنل فریدی اور میجر پرمود اپنے ساتھیوں کے۔

ہو۔ تمہارا ذہن اب جاگنے لگ گیا ہے۔ تم ہوش میں آ رہے ہو۔ — کرنل فریہی کی آواز اب مسلسل سنائی دینے لگی تھی۔ لیکن عمران کو محسوس ہوا کہ اب جیسے وہ نزدیک سے آ رہی ہو۔

”تم ہوش میں آ رہے ہو۔ تمہارا ذہن جاگ رہا ہے۔ تم ہوش میں آ رہے ہو۔“ — کرنل فریہی کی آواز اب اُسے بالکل قریب سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے خود بخود ایک کراہ سی نکل گئی۔

”ادہ — خدا کا شکریہ ہے۔ مسمریزم کے پاسز کام کر گئے ہیں ورنہ شاید تمہیں ہوش کبھی نہ آتا۔“ کرنل فریہی نے اطمینان بھرے انداز میں طویل مانس لیتے ہوئے کہا۔

”ادہ کرنل صاحب — دہ دھاکہ۔“ — عمران نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اب اس کے کانوں میں اس خوف ناک دھاکے کی بازگشت سنائی دینے لگی تھی۔

”تم زخمی ہو۔ اس لئے آرام سے لیٹے رہو۔ تمہارے سر پر شدید چوٹ لگی ہے۔ میں نے تمہارے سر کی ڈریسنگ کر دی ہے۔ تمہارے ساتھی بھی زخمی

ساتھ تھے۔ دونوں ہی ہیلی کاپٹر غاصے بڑے اور ٹرانسپورٹ ٹائپ ہیلی کاپٹر تھے۔ اس لئے وہ سب آسانی سے ان ہیلی کاپٹروں میں سما گئے تھے۔ عمران والے ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ صفدر نے سنبھالی ہوئی تھی۔ جب کہ دوسرے ہیلی کاپٹر کی پائلٹ سیٹ میجر پرمود کے پاس تھی۔

عمران اُٹے دیوار پر لگے ہوئے چھت کھولنے والے کمیوٹر کو آن کیا۔ اور واپس اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کے پاس پہنچ کر وہ ابھی اچھل کر اوپر چڑھنے ہی لگا تھا کہ سیٹ تخت ایک خوف ناک اور کان پھاڑ دھاکہ ہوا۔ اور اس کے ساتھ ہی اُسے یوں محسوس ہوا جیسے پورا کمرہ ارض ہی الٹ کر اس کے اوپر آگرا ہو۔ اور اس کے جسم میں درد کی ایک تیز لہر آسانی بجلی کی طرح دوڑی اور پھر اس کے ذہن پر تاریکی سی چھا گئی۔

”عمران عمران — تم ہوش میں آ رہے ہو۔“ کرنل فریہی کی آواز اُس کے کانوں میں یوں پڑی۔ جیسے کرنل فریہی کسی انتہائی گہرے کنویں سے بول رہا ہو۔

”عمران — عمران — تم ہوش میں آ رہے

بڑی مشکل سے باہر نکلا اور اس کے بعد انہوں نے باقی لوگوں کو بٹے سے باہر کھینچا۔ تم سب سے آخر میں برآمد ہوئے تھے۔ لیکن میرے بازو پر پوٹ لگی تھی اور سر پر بھی معمولی سی پوٹ آئی تھی۔ لیکن میں جلد ہی ہوش میں آ گیا۔ اور اس کے بعد جو جو لوگ ہوش میں آتے گئے ہم نے مل کر سب کی ڈریسنگ کی۔ سب سے زیادہ خراب حالت تمہاری تھی۔ تمہارے سر پر گہرا زخم آیا تھا۔ اور تمہاری حالت بتا رہی تھی کہ تمہیں ہوش آنا مشکل ہے۔ کیپٹن تمہید نے سوچا ایسی صورت میں آخری چارہ کار مسمریزم کا ہی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ اس نے کوشش کی ہے اور پھر میں نے پاسز دینے شروع کر دیئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ تم واقعی ہوش میں آ گئے۔“ کرنل فریدی نے اس کا بازو تھپکتے ہوئے کہا۔

”ادہ۔ کیپٹن حمید کا بے حد شکریہ۔ شکریہ اب اس نے وقت پر صحیح مشورہ دینا شروع کر دیا ہے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”میں نے قسم کھا رکھی تھی کہ اب تم سے بات نہیں کروں گا۔ لیکن تمہاری حالت دیکھ کر میری قسم لوٹ گئی۔“ اور پھر میں نے تمہیں خود پاسز دینے

ہیں۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔“ کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”ادہ ادہ۔“ یہ ہوا کیا تھا۔ عمران نے ہونٹ بیچتے ہوئے کہا۔ اُسے اب بھی یہی محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے سر میں مسلسل دھماکے ہو رہے ہیں۔ اُسے بات کرنے میں بھی خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔ اور پھر اس نے دیکھا تھا کہ کرنل فریدی بھی کی اپنی حالت بھی خاصی خراب ہو رہی تھی۔ اس کے ایک بازو پر پیٹی بندھی ہوئی تھی۔ اور اس کا پورا جسم مٹی سے لٹا ہوا تھا۔

سنٹر کا وہ حصہ اڑایا گیا تھا جس میں ہیلی کاپٹر شیڈ تھا۔ شکر ہے کہ ادھر سے چھت غائب تھی۔ ورنہ تو شاید ادھر کا ملبہ ہیلی کاپٹروں پر گرے تا تو ہم سب اندر ہی بڑی طرح پھینک جاتے۔ اس دھماکے سے سائیڈوں کی دیواروں کا ملبہ اڑ کر ہیلی کاپٹروں پر گرے۔ اور پھر جو ساتھی کھڑکیوں کے پاس تھے وہ دھماکے سے باہر جا گرے اور ان پر ملبہ آ گیا۔ تم دیے ہی باہر تھے۔ اس لئے بٹے میں کافی گہرائی میں دب گئے تھے۔

”میجر پرمود۔ کیپٹن حمید اور تمہارے ساتھی صفدر کو ہوش رکھا۔ اور انہوں نے پہلے اپنے آپ کو

بعد نکل آئے ہیں۔ مبارک ہو کر نلی صاحبہ - اب بچہ جوان ہونے لگا ہے۔ ——— عمران نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ وہ اب اٹھ کر بیٹھ چکا تھا۔

”عمران صاحب کو ہوش آ گیا۔ میں یہی پتہ کرنے آیا تھا۔ ——— اُسی لمحے کمرے میں میجر پر مود نے داخل ہوتے ہوئے کہا۔

”اس عمر میں ہوش آیا بھی تو کیا آیا۔ کیوں کیپٹن حمید۔ ——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرنل فریدی ہنس پڑا۔ جب کہ میجر پر مود کو چونکہ عمران اور کیپٹن حمید کے درمیان ہونے والے مذاق کا علم نہ تھا اُس لئے وہ حیرت سے کرنل فریدی اور عمران کو دیکھنے لگا۔ اس کا عمران کو دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے اس کی دماغی صحت پر شک کر رہا ہو۔

ان دونوں بچوں کی چونچیں لڑ رہی ہیں۔ باقی ساتھیوں کا کیا ہوا۔ ——— کرنل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وہ سب ہوش میں آ گئے ہیں۔ ——— میجر پر مود نے ہنستے ہوئے کہا۔

وہ اس وقت ایک چھوٹے سے کمرے میں تھے۔ وہ یہاں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھا۔ عمران نے اب باقاعدہ اٹھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

شروع کئے۔ لیکن جب ہوش میں نہ آئے تو پھر کرنل فریدی نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ تمہیں ہوش آ گیا۔ ——— ساتھ کھڑے کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے ہلچے سے واقعی غلوں تک رہا تھا۔

”ارے۔ ——— وہ قسم قسم نے کھالی تھی۔ کمال ہے۔ میں تو اُسے ڈھونڈتا ہی رہا۔ ——— عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب۔ ——— کس ڈھونڈتے رہے۔

کیپٹن حمید نے چونک کر پوچھا۔

”ارے۔ وہ جو میں نے اپنے ڈبے میں اپنے لئے بچا رکھی تھی۔ وہ چم چم جیسی ——— عمران نے کہا۔

اور کرنل فریدی نے تہہ بہ لگایا اور ساتھ ہی کیپٹن حمید بھی ہنس پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ عمران مٹھائی کی بات کر رہا ہے۔ ——— اس نے چم چم نامی مٹھائی کے وزن پر محکم نامی مٹھائی خود گھر لی تھی۔

”یہ مٹھائی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور نقلی تیلی والے اسے نہیں کھا سکتے۔ اور میں نے تو تمہاری تیلی بچاؤ تھی۔ ——— کیپٹن حمید نے ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ ——— تو تمہارے دانت واقعی ٹوٹنے کے

لوہ پر چلنے پھرنے سے منع کر دیا تھا۔
 ”شکر ہے۔ کوئی تو میری فکر کرنے والا بھی ہوا۔
 شکریہ جو لیا۔“ — عمران نے کہا اور جولیہ
 بے اختیار مسکرا دی۔

”میرا خیال ہے اب ہمیں بجائے مین ہیڈ کوارٹر
 جانے کے کسی بڑے ہسپتال کا رخ کرنا چاہیئے۔
 ٹوٹ پھوٹ تو خاصی زیادہ ہو چکی ہے۔“
 عمران نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ساتھی زیادہ زخمی ہوئے ہیں۔ کیونکہ تمہارا
 ہیلی کاپٹر تھوڑی نسبت دیوار سے قریب تھا۔ اس
 لئے تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم سب پہلے
 مہی ہسپتال میں داخل ہو جاؤ۔“ — کرنل فریڈی
 نے کہا۔

”— ایک ہیلی کاپٹر آرہا ہے۔“
 چائیک ہال میں کرنل فریڈی کے ایک ساتھی نے
 اعلان کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کی بات سن کر
 ہر چوبیس پڑے۔

”میں دیکھتا ہوں۔“ — کرنل فریڈی نے کہا۔
 اور پھر وہ ادرمیر پر مود تیزی سے ہال سے باہر نکل
 گئے۔ عمران نے قدم تیزی سے آگے بڑھانے
 کی کوشش کی لیکن اس سے یک لخت چکر سا آیا اور

کرنل فریڈی نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا۔ اور پھر
 عمران کرنل فریڈی کی مدد سے اٹھ کر کھڑے ہونے
 میں کامیاب ہو ہی گیا۔ — اس کے سر پر شدید چوٹیں
 آئی تھیں۔ دیئے اس کے جسم کی کوئی ہڈی نہ ٹوٹی تھی۔
 صرف زخم اور خراشیں تھیں لیکن دماغی چوٹ کی وجہ
 سے اس کا اعصابی توازن پوری طرح درست کام
 نہ کر رہا تھا۔ — یہی وجہ تھی کہ اُسے کھڑے ہونے
 اور توازن برقرار رکھنے میں خاصی مشکل پیش آ رہی تھی۔

اس چھوٹے کمرے سے نکل کر وہ ایک اور
 چھوٹے کمرے میں پہنچ گئے۔ جہاں عمران کے چند
 ساتھیوں کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگ بھی زخمی حالت
 میں موجود تھے۔ اور جو درست تھے وہ ان کی
 مرہم پٹی کرنے اور بے ہوش ساتھیوں کو ہوش
 میں لانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ ان کے
 باقی ساتھی میسرے ملحقہ کمرے میں تھے۔ کیونکہ
 کمرے چھوٹے تھے اس لئے انہیں علیحدہ علیحدہ
 رکھا گیا تھا۔

”مجھے تمہاری فکر تھی عمران۔“ — کرنل صاحب نے
 بتایا تھا کہ تم ہوش میں آ گئے ہو۔“ — جولیہ نے
 عمران کو دیکھتے ہی پر شوق بلجھ میں کہا۔ اس کی اپنی
 دونوں ٹانگوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور اُسے فوری

اور صدیقی بھی تشریف بھری ہنگاموں سے عمران کو دیکھنے گئے۔

"ہاں۔ میری آنکھوں میں گرد بڑھ گئی ہے۔"
عمران نے کہا۔ اس کا ہوجہ واقعی بے حد سنجیدہ تھا۔
"کیا مطلب — صاف صاف بتاؤ۔ یہ تو بہت سیریس بات ہے۔" جولیا نے چیختے ہوئے کہا۔

"صاف صاف بتا دوں۔" عمران نے کہا۔
"ہاں ہاں بتاؤ۔" تم نے کیسے آنکھوں میں گرد بڑھانے کا احساس کیا۔" جولیا نے کہا۔
"تم مجھے پہلے سے زیادہ خوب صورت نظر آنے لگی ہو۔" عمران نے اُسی طرح سنجیدہ ہلچل میں کہا۔

اور جولیا پہلے تو حیرت سے عمران کو دیکھتی رہی۔
جیسے اس کے فخرے کا مطلب نہ سمجھی ہو۔ لیکن پھر صدیقی اور جولیا کی ہلکی سی ہنسی نے عمران کا مطلب اُسے سمجھا دیا۔

"صحیح صحیح بتاؤ۔ مذاق مت کر دو۔" جولیا نے قدرے شرمیلے لہجے میں کہا۔

"کہو تو اسٹامپ لکھ دوں۔" پہلے تم مجھے بڑیل اور ہتھکنی کی سوتیلی بہن گنتی تھی لیکن اب تو قلو پیرہ بھی تہا ہے

اس نے بے اختیار دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"کیا ہوا — تم ٹھیک ہو۔" جولیا نے نیچے بیٹھے بیٹھے پوچھا۔

"میرا خیال ہے مجھے واقعی انتہائی گہرے زخم آئے ہیں۔ درنہ عام سے زخموں سے میری یہ حالت نہیں ہو سکتی۔" عمران نے ہاتھ ہٹا کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" کرنل فریدی بتا رہے تھے کہ مہاراجہ زخم بے حد گہرا ہے۔ اور اس کی نوعیت ایسی ہے کہ یا تو تمہیں ہوش ہی نہ آ سکے گا اور اگر ہوش آیا تو دماغی توازن میں گرد بڑھ کا بھی اندیشہ ہے۔
جولیا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

"ہوش تو خیر سربراہ کے پاسن کی وجہ سے آگیا لیکن دماغی گرد بڑھ والی بات درست لگتی ہے۔"

عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"گگ گگ گگ — کیا مطلب — کیا تمہارا

دماغ ٹھیک کام نہیں کر رہا۔" جولیا نے بھری طرح چونکتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں اور چہرہ پر شدید پریشانی کے آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اور اس کمرے میں موجود عمران کے دوسرے ساتھی چوہان

دماغ خراب کر رکھا ہے اس کا۔۔۔ جو لیا نے
منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور چوہان اور صدیقی دونوں
ہی مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا ساتھ والے کمرے
میں پہنچا تو اس کے باقی ساتھی سوائے صفدر کے
یہیں موجود تھے۔ ان سب کے جبوں کے مختلف
حصوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

”یہ مجرموں کا اڈہ ہے یا کوئی باقاعدہ ہسپتال۔“
مرلیفوں کی سرہم پیٹی کا سامان موجود تھا یہاں۔
عمران نے حیران ہوتے ہوئے صفدر سے کہا۔ جو
تنویر کے بازو پر پیٹی باندھنے میں مصروف تھا۔

”یہاں خاصا سامان تھا فرسٹ ایڈ کا۔ کرنل فریدی نے
اُسے تلاش کیا تھا۔“ صفدر نے اٹھتے ہوئے
جواب دیا۔

اُسی لمحے باہر سے فارمنگ کی آواز سنائی دی۔
اور صفدر کچلی کی سی تیزی سے بیردنی دروازے کی
طرف پکا۔ عمران نے بھی تیزی سے قدم اٹھائے لیکن
پھر اس نے دونوں بلاتقوں سے سر تھام لیا۔ اُسے
پھر چکر آنے لگ گئے تھے۔ تیزی سے قدم
اٹھاتے ہی اس کا سر چکرا جاتا تھا۔ البتہ آہستہ چلتے
دقت ایسی کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ چکر ختم ہوتے

حن کے سامنے شرمندہ ہے۔۔۔ عمران نے
اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔

”کچھ اس مت کرد۔ تمہیں تو ہر وقت مذاق سوجھتا
رہتا ہے۔“ جو لیا نے مصنوعی نگلی بھرے ہلچے
میں کہا۔

”میرا خیال ہے عمران صاحب کا دماغی توازن اس
جوٹ لگنے سے زیادہ درست ہو گیا ہے۔“

صدیقی نے کہا۔ اور اس بار چوہان کے حلق سے
بے اختیار تہقہہ نکل گیا۔ اور جو لیا نے شرمناک
منہ دوسری طرف کر لیا۔

”لوں۔ ایسا بھی ممکن ہے لیکن پھر تم دونوں مجھے
بد صورت کیوں نظر آنے لگے ہو۔“ عمران نے
کہا اور پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اس بار
جو لیا کے حلق سے تہقہہ نکلا تھا۔ اور صدیقی اور چوہان
بھی بے اختیار ہنس دیئے۔

”عمران صاحب بات کرنے سے ٹپکتے نہیں۔“
صدیقی نے شرمندہ سے ہلچے میں کہا۔

”وہ بہت عظیم آدمی ہے صدیقی۔ میرا تو خیال
ہے کہ پائیشیا تو کیا دنیا بھر میں اس کی ٹھکانہ کوئی
آدمی موجود نہیں ہے۔“ چوہان نے کہا۔

”بس بس۔ تمہاری تعریفوں نے ہی خواہ مخواہ

ہی وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔
 اس کے چلنے کا اندازہ دیکھ کر ایک لمحے کے لئے
 بھی یہ احساس نہ ہوتا تھا کہ یہ وہی عمران ہے جس کی
 تیزی اور پھرتی سے بجلی بھی شرماتی تھی۔ — عمران
 کے ساتھی افسوس بھرے انداز میں عمران کو اس
 طرح چلتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ ان کے ہونٹ بھیجے
 ہوتے تھے جیسے وہ کسی بہت بڑے سانحے کو برداشت
 کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اور عمران کی یہ بدلی
 ہوئی حالت واقعی ایک عظیم سانحے سے کم نہ تھی۔

ٹاسا کا۔ کی دیران پہاڑیاں گہرے اندھیرے
 میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ آسمان پر چونکہ گہرے بادل چھائے
 ہوئے تھے۔ اس لئے تاریکی اور زیادہ گہری
 ہو گئی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے پہاڑیوں نے
 گہرے سیاہ رنگ کا لباس پہن رکھا ہو۔ اس تاریکی
 میں ٹاسا کا پہاڑیوں کے مغربی حصے میں موجود ایک
 بڑی چٹان کے پیچھے سیاہ لباسوں میں ملبوس چار
 آدمی بیٹھے ہوئے بیٹھے تھے۔ ان چاروں کے
 ایتھوں میں لمبی ریشم کی مخصوص شین گینیں تھیں۔ اور
 انکھوں پر رات کی تاریکی میں بھی واضح طور پر دیکھنے والی
 انفراریڈ رینز کی عینکیں تھیں۔ — ان مخصوص عینکوں کی
 وجہ سے انہیں ارد گرد کا ماحول واضح طور پر نظر آ رہا تھا۔

ہم نے ساری چٹانیں ابھی طرح چیک کر لی ہیں،
توفیق نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اور میجر پر مود نے سر ہلاتے ہوئے ہاتھ میں
موجود ڈبہ وہیں چٹان پر رکھا اور پھر اس نے اس
کے اوپر لگے ہوئے دو تین ہٹن دبائے۔ ڈبے
میں سے سائیں سائیں کی تیز آوازیں نکلنے لگیں۔

”آؤ“۔۔۔۔۔ میجر پر مود نے کہا اور اس کے ساتھ
ہی وہ دوڑتا ہوا تھوڑی دیر ایک چٹان کے پیچھے
چھپ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اُسی کی طرح تیزی سے
دوڑتے ہوئے چٹانوں کے پیچھے ہو گئے۔

ڈبے کی سنسنہٹ اب کافی تیز ہو چکی تھی۔ اور
پھر چند لمحوں بعد اچانک ایک خوف ناک دھماکہ ہوا
جیسے سیاہ رات میں جگنو پھٹتا ہے۔ اس طرح
ڈبے والی جگہ پر روشنی پھیلی اور پھر تاریکی نے اس
روشنی کو نکل لیا۔ اب ڈبے کی سنسنہٹ بھی ختم
ہو گئی تھی۔

میجر پر مود کے لبوں پر مسکراہٹ سی ابھر آئی۔ اس
نے جلد ہی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک چھوٹا
ساحہ یہ انداز کا ٹرانسمیٹر نکال کر اس کا ہٹن دبایا۔
”ہیلو ہیلو طارق۔۔۔۔۔ میجر پر مود سپیکنگ ادور۔“
میجر پر مود نے ٹرانسمیٹر کو منہ کے قریب رکھتے

”ابھی تک میجر نہیں پہنچے توفیق۔“ ایک منٹ
نے سرگوشی کے سے انداز میں دوسرے سے کہا۔
”تم ان کی فکر نہ کرو۔ اپنی سائیڈ کا خیال رکھو“
توفیق نے آواز دہاتے ہوئے کہا اور وہ سایہ خاموش
سے اپنی سائیڈ پر دیکھنے لگا۔

”وہ میجر صاحب آ گئے۔“ اچانک توفیق
نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی سب کی نظریں اس
طرف کو گھوم گئیں جہاں وہ دیکھ رہا تھا۔ اور پھر انہوں
نے ایک چٹان پر سے ایک سایے کو بھٹانک کر
نیچے اترتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں شین گن
کئی بجائے ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا۔ چند لمحوں بعد
وہ ڈبہ اٹھائے اس چٹان کے قریب پہنچ گیا۔ جس
کے پیچھے توفیق اور اس کے ساتھی موجود تھے۔

”آجایئے میجر۔۔۔۔۔ ہم یہاں ہیں۔“ توفیق
نے چٹان سے سر باہر نکالتے ہوئے کہا۔ اور
آنے والا چٹان کی سائیڈ سے گھومتا ہوا ان کے
قریب پہنچ گیا۔

”تم نے ابھی طرح چیک کر لیا ہے۔ یہ سارا
ایریا۔۔۔۔۔“ آنے والے نے جو میجر پر مود تھا
سخت ہلچے میں پوچھا۔
”یس میجر۔ ادھر کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔“

شین گنوں کے ٹریگروں پر ان کی انگلیاں لاشوری طور پر سخت ہو گئیں۔ چٹان کھسکتی ہوئی ایک طرف کو اس طرح ہوئی جیسے کسی نے اسے اندر سے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہو۔ اور پھر یکے بعد دیگرے چار سائے باہر آتے دکھائی دیتے۔ لیکن جیسے ہی وہ سائید کی چٹان سے باہر آئے۔ میجر پر مود اور اس کے ساتھیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلی گئیں۔ کیونکہ وہ انسانوں کی طرح چلنے کے باوجود انسان نہ تھے بلکہ لوہے کے ڈھانچے سے تھے بالکل صاف لوہے کے ڈھانچے اور ان کی ساخت البتہ انسان کی طرح بنائی گئی تھی۔ اوپر ایک گول فٹ بال نما گیند تھی۔ اس سے نیچے لوہے کا ایک راڈ تھا جو ایک لمبے دائیں بائیں پھیلے ہوئے راڈ کے ساتھ ٹکس تھا۔ جیسے کسی انسان کے کندھے ہوتے ہیں۔ سائید سے لوہے کے راڈ ہاتھوں کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے۔ اور درمیان میں کہنی کے طرز کا جوڑ تھا۔ گردن والا راڈ کافی نیچے آ کر ایک بار پھر دائیں بائیں پھیلے ہوئے راڈ سے جڑا ہوا تھا جیسے کولہوں کی پٹی ہو اور پھر نیچے لوہے کے راڈوں کی ٹانگیں تھیں۔ جن میں گھٹنوں کے جوڑ تھے۔ ان ڈھانچوں کے ہاتھوں

ہوئے کہا۔
 "یس میجر میں بول رہا ہوں اور۔۔۔ دوسری طرف سے طارق کی آواز سنائی دی۔
 "میں نے سپاٹ ڈھونڈ لیا ہے۔ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہوشیار رہنا۔ ہم نے انہیں زندہ پکڑنا ہے اور۔۔۔ میجر پر مود نے کہا۔
 "یس میجر۔۔۔ میں نے ٹی وں کا دھماکہ سن لیا ہے۔ میں پوری طرح محتاط ہوں اور۔۔۔ دوسری طرف سے طارق نے جواب دیا۔
 اور میجر پر مود نے اور اینڈ آف کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور جیب میں ڈال لیا۔
 اب اس کے ہاتھ میں وہ مخصوص شین گئی تھی۔ جو پہلے اس نے کاندھے سے لٹکا رکھی تھی اور اس کی نظریں اُسی طرف لگی ہوئی تھیں۔ جہاں اس نے ڈبہ رکھا تھا۔
 "اب تک انہیں آجانا چاہیے۔" میجر پر مود نے کہا اور ابھی اس کے آخری الفاظ اس کے لبوں میں ہی تھے کہ ڈبے کے قریب ہی ایک چٹان کھسکنے کی بلکی سی گرجا گراہٹ سنائی دی۔ اور وہ سب چونک کر سیدھے ہو گئے ان سب کی آنکھیں اس چٹان پر جم گئیں اور ہاتھوں میں موجود

فونٹ ناک دھاکہ ہوا۔ اور پرمود نے دیکھا کہ چاروں ڈھانچے
 ایک لمخت اچھل کر زمین پر گرے اور ساکت ہو گئے۔
 ان کی فٹ بال نمائکھو پڑیاں ٹوٹ گئی تھیں۔
 "بڑے سخت جان تھے" — پرمود نے ہونٹ
 بباتے ہوئے کہا۔

اُسی لمحے انہیں دور سے بھاگتے ہوئے قدموں
 کی آدازیں سنائی دیں اور وہ سب چونک کر ادھر
 دیکھنے لگے۔ چند لمحوں بعد ہی چھ ہیلولے چٹائیں پھٹا گئے
 وئے انہیں نظر آئے۔

"ادھ — یہ تو طارق اور اس کے ساتھی ہیں۔
 پرمود نے کہا اور اپنی شین گن بھبکا لی۔

"ہم نے راکٹ میزائل کا دھاکہ سنا تھا"

زب آتے ہوئے ہیولوں میں سے ایک کی چختی ہوئی
 دان سنائی دی۔ یہ طارق تھا۔

"تم وہاں سے کیوں آ گئے طارق؟" — میجر پرمود
 نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سر۔ وہاں ایک چٹان کھلی ضرور۔ لیکن پھر فوراً
 لا بند ہو گئی۔ اس کے بعد ہم اس کے دوبارہ کھلنے

کا انتظار کرتے رہے لیکن پھر وہ نہ کھلی۔ اس
 دوران ادھر پہلے فائرنگ اور پھر راکٹ میزائل کا
 ہاکہ ہوا تو ہم ادھر چلے آئے کہ شاید آپ کو ہماری

میں چھوٹے چھوٹے پستول تھے جسے بچوں کے چھوٹے
 کھلونے ہوتے ہیں۔ باہر نکل کر وہ ایک لمحے کے
 لئے رکے۔ اور ابھی میجر پرمود اور اس کے
 ساتھی سوچ ہی رہے تھے کہ اب ان ڈھانچوں کا
 کیا کریں کہ اچانک ایک ڈھانچے کا رخ بدلا۔ اور
 پھر وہ تیزی سے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگا۔
 جس کے پیچھے میجر پرمود اور اس کے ساتھی چھپے
 ہوئے تھے۔ باقی ڈھانچے بھی اب پھیل کر
 اُسی طرف آنے لگے تھے۔ میجر پرمود نے ایک لمخت
 اپنی شین گن کا ٹریگر دبا دیا اور اس کی شین گن کی
 توڑ ٹواہٹ سے پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ اس کی
 شین گن کی گولیاں سب سے آگے آنے والے
 ڈھانچے کے فٹ بال نما سر سے ٹکرائیں لیکن وہ
 ڈھانچہ اُسی طرح چلتا ہوا آگے بڑھتا آیا۔ میجر
 پرمود کے ساتھیوں نے بھی فائر کھول دیتے۔ لیکن
 ان ڈھانچوں پر گولیاں ذرہ برابر بھی اثر نہ کر رہی تھیں
 اور وہ اسی طرح تیزی سے آگے بڑھے آ رہے
 تھے۔ اچانک پرمود نے شین گن ایک سائیڈ
 پر رکھی اور کور کی جیب سے ایک چھوٹا سا بم نکال
 کر دانٹور سے اس کا پین کھینچا اور اُسے پوری
 قوت سے ان ڈھانچوں کی طرف اچھال دیا۔ ایک

مسل تباہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے ہمیں اس مقصد کے لئے فی زبرد کا استعمال کرنا چاہیئے۔“ پرمود نے کہا۔

”ہاں اس کے سوا چارہ نہیں ہے۔ لیکن میجر ہم سب اکٹھے آگے جائیں گے تو آخر کہیں نہ کہیں تو ہمیں رکنا ہوگا۔ ہمارا مارگٹ کیا ہو سکتا ہے۔ اندر بچانے کیا چوٹیشن ہو۔“ توفیق نے ہونٹ کٹتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔۔۔ ہم نے اس سیکشن میں جا کر دیکھا ہے۔ جہاں سے ان ڈھانچوں کو کنٹرول کیا جا رہا ہوگا۔ سپیشل میک اپ باکس ہمارے پاس ہیں دماغ پہنچتے ہی ہم اپنے اپنے مطلب کے آدمی چن لیں گے۔ اس کے بعد باقی کام آسان ہو جائے گا۔“ میجر پرمود نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”دیئے زیادہ بہتر ہوتا اگر ہم دونوں سائیڈوں سے بڑھتے۔ گم ٹھیک ہے۔ آئیے پھر دیر کس بات کی“ توفیق نے کہا۔

اور میجر پرمود نے جلد ہی سے لمحہ میں یکڑی ہوئی شین گینے گئے ہوئے ایک سرخ رنگ کے پٹن کو دبایا تو شین گینے سے دوبارہ ٹھک ٹھک کی آواز نکلی۔ اسی لمحے باقی ساتھیوں کی شین گینوں سے

ضرورت ہو۔

”ہو نہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ اصل راستہ یہی ہے۔ ادھر دھوکہ دینے کے لئے دروازہ بنایا گیا ہے۔ پرمود نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

”میرا بھی یہی خیال ہے میجر۔“ طارق نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ وہ اب غور سے ان لوہے کے ڈھانچوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو کافی فاصلے پر زمین پر بکھرے ہوئے پڑے تھے۔

”لیکن ٹی دن فلف کا شن نہیں دے سکتا۔ اس نے نہ صرف دماغ کا شن دیا تھا بلکہ اس نے یہاں ریڈ کا شن بھی دیا۔“ میجر پرمود نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں میجر ٹی دن کے دن کا شن کا ہم غلط مطلب سمجھ رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے پہلے وہیں راستہ ہو۔ جسے بند کر دیا ہو۔ اگر دماغ راستہ ہوتا تو ٹی دن دماغ بھی ریڈ کا شن ضرور دیتا۔“ توفیق نے کہا۔

”اد۔ کے۔۔۔ بہر حال جو کچھ بھی ہوگا دیکھا جائے گا۔ ان ڈھانچوں کے باہر آنے کا یہی مطلب ہے کہ اندر راستے میں سائنسی مشینری نصب ہے۔ اور ہمیں اس مشینری کو توڑتے ہوئے اندر جانا ہے۔ اسے

بھی ایسی ہی آوازیں برآمد ہوئیں۔
 اور اس کے ساتھ ہی میجر پرمود چٹان کے پیچھے سے
 نکلا اور دوڑتا ہوا اس طرف کو بڑھنے لگا۔ جلد ہی
 ایک پڑاؤں کھینکے کی وجہ سے خلا سا نظر آ رہا تھا۔ اور
 جس میں سے وہ ڈھانچے برآمد ہوئے تھے۔ اس
 خلا کی چوڑائی کافی زیادہ تھی۔
 پرمود نے شین گن سیدھی کی اور پھر اس کا ٹریگر
 دبا دیا۔ شین گن کی ٹال سے گولیوں کی بجائے سینے
 رنگ کا شعلہ نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی خوفناک
 دھماکے سے خلا کا اندر دفی حصہ پھیلتا چلا گیا۔ اور
 اس نیلی روشنی میں بے شمار چھوٹے بڑے پرزے
 چھٹ اور سائیدوں سے نکل کر فرش پر گرے۔ پرمود
 مسلسل ڈگریے دباتے اندر جاتی ہوئی سرنگ کی طرف
 بڑھتا گیا۔ اور ہر طرف سے جیسے نیلی روشنی
 میں مٹتی پرزوں کی بارش سی ہونے لگی۔ پرمود کے
 ساتھی بھی شین گن اٹھائے ان کے پیچھے پیچھے دوڑ
 رہے تھے۔ اور چند لمحوں بعد ہی سرنگ
 ختم ہوئی اور سامنے ایک دیوار سی آگئی۔
 ”سب فائر کرو۔“ پرمود نے چیخ کر کہا۔
 اور اس کے ساتھ ہی اس پتھر ملی دیوار پر جیسے نیلے
 شعلوں کی بارش سی ہو گئی۔ انتہائی خوفناک دھماکوں

کے ساتھ ہی دیوار کا بہت بڑا حصہ غائب ہو گیا۔ اور
 اندر سے انسانی پچھوں اور دھماکوں کی آوازیں سنائی
 دیں۔ اور پرمود اچھل کر آگے بڑھا۔ وہ ایک
 بہت بڑے ہال نمبرے میں تھا۔ اُسی لمحے ایک
 طرف سے فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں اور اس
 کے ساتھ ہی پرمود کو اپنے عقب میں کافی چینی
 سنائی دیں۔ پرمود نے تیزی سے گھوم کر اس
 طرف فائر کیا اور ایک بڑی مشین خوفناک دھماکے
 سے فرش پر بکھری اور اس کی اوٹ میں جیسے ہونے
 دو انسانی سائے بھی مردہ پھیکلوں کی طرح پچھے گرے۔
 ”خبردار۔“ طاقت اٹھا دو۔“ میجر پرمود نے
 پچھتے ہوئے ایک انسانی سائے سے کہا۔ جو جھکی
 خوگوش کی طرح ایک کیبن کی طرف دوڑا جا رہا تھا
 اس کے ساتھ ہی پرمود نے اس کیبن کی طرف فائر
 کیا اور کیبن خوفناک دھماکے سے ڈھیر ہو گیا۔ وہ
 دوڑتا ہوا انسانی سایہ اچھل کر سائیڈ کی دیوار سے
 ٹکرایا اور پھر وہ طاقت سر سے بلند کر کے دیوار سے
 جیسے چٹ کر کھڑا ہو گیا۔ پرمود بھاگتا ہوا اس
 کے قریب گیا اور اس نے شین گن کی ٹال اس
 کے سینے پر رکھتے ہوئے چیخ کر کہا۔
 ”اور یہاں کتنے آدمی ہیں۔“ پرمود کے

ہلچے میں خوف ناک غرابٹ تھی۔
 ”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ سب کچھ
 تباہ ہو گیا ہے۔ پورا سکیٹ ختم ہو گیا ہے۔ لیکن
 تم لوگ بچ نہیں سکتے۔ گریٹ چیف باس کو اطلاع
 مل گئی ہوگی اور.....“ اس آدمی نے
 کانپتے ہوئے ہلچے میں کہا اور اس کے ساتھ
 ہی اس کو ابکائی سی آئی اور پھر وہ دھڑام سے پہلو
 کے بل گرا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔
 پرمود نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کے
 سینے پر ہاتھ رکھا لیکن وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس کے منہ
 کے کونوں سے نیلے رنگ کے جھاگ نکل رہے تھے
 ”ہمارے کتنے آدمی“۔۔۔ پرمود نے تیزی سے
 مڑ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
 ”طارق سمیت چھ آدمی ختم ہو گئے ہیں میجر“

توفیق نے اداس ہلچے میں کہا۔
 ”ہو نہ ہو میں یہ سارا بیڈ کو آرڈر تباہ کر دوں
 گا“۔۔۔ پرمود نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا اور
 تیزی سے اس منہدم شدہ کیبن کی طرف دوڑ پڑا۔
 اس کا چہرہ پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا۔

ماسک کی خوف ناک اور وسیع و عریض
 دلدل کافی دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس میں
 سے زہریلے بخارات کے پھپکے سے اڑ رہے
 تھے۔۔۔ دور دور تک سڑاند جیسی بدبو پھیلی ہوئی
 تھی۔ لیکن اس دلدل کے مشرقی کنارے پر دس
 افراد بڑے اطمینان سے کھڑے تھے۔ ان سب
 نے گیس ماسک پہن رکھے تھے۔۔۔ ان کے
 جہوں پر سیاہ چمڑے کا چیت لباس تھا اور ہاتھوں
 میں مشین گنیں تھیں۔
 ”میرا خیال ہے کہ نل اس دلدل کے اندر سے
 نہیں بلکہ کہیں سائیڈ سے راستہ جاتا ہوگا“
 ایک آدمی نے گیس ماسک کے اندر لگے ہوئے

آثارِ نذرِ آرمہ ہے تھے۔ جن سے محسوس ہوتا تھا کہ یہاں
انسانی ہاتھوں نے بھی کوئی تبدیلی کی ہو۔

کرنل فریدی آگے بڑھ گیا۔ اور ابھی اس
نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ اچانک اُسے
اپنے پیچھے آنے والے کیپٹن حمید کی غراہٹ
ماسک رسیور میں سنائی دی۔ اور اس کے
ساتھ ہی ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ کرنل فریدی بجلی
جیسی تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے اس کے
ہاتھوں میں موجود مشین گن تڑپ اُٹتی۔ اور سرنگ
کی سائیڈ میں ایک پتلی سی دراڑ کے سرے پر جیسے
گولیوں کی بارش سی ہو گئی۔ اُسی لمحے کیپٹن حمید
بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ نیچے گر گیا تھا۔ اس نے
اپنا ایک بازو دوسرے ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا۔
اور دراڑ میں ایک آدمی کا جسم آدھا اندر آدھا
باہر کو نکل آیا تھا۔

”رمیش۔ کیپٹن حمید کو سنبھالو۔“ کرنل
فریدی نے چیختے ہوئے کہا۔ اور تیزی سے اس
دراڑ کی طرف دوڑ پڑا۔ اس نے اس آگے کو
جھک کر ٹکے ہوئے آدمی کو گردن سے پکڑ کر باہر
کھینچ لیا۔ اور وہ دراڑ میں داخل ہوا۔ دراڑ
کے اندر داخل ہوتے ہی اُسے معلوم ہوا کہ سائیڈ

ٹرانسمیٹر مائیک پر بات کرتے ہوئے کہا۔ یہ کیپٹن
حمید تھا۔

”اے کیپٹن۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ اور ہمیں
یہ راستہ ہر صورت میں تلاش کرنا ہے۔“
اس کے ساتھ کھڑے کرنل فریدی نے ٹرانسمیٹر
مائیک میں ہی جواب دیا۔ اور پھر وہ غور سے ادھر
ادھر دیکھتا ہوا دلدل کی سائیڈ میں ایک پہاڑی سرنگ
کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے اس طرف مڑنے
ہی کیپٹن حمید اور دوسرے لوگ بھی اُدھر ہی مڑ گئے۔

وہ سب ایک سیاہ رنگ کے ہیلی کاپٹر میں
ابھی ابھی یہاں پہنچے تھے۔ ہیلی کاپٹر ایک سائیڈ پر
موجود کھلی جگہ میں کھڑا تھا۔ اور اس کے پیچھے
کے پر ابھی تک آہستہ آہستہ گھوم رہے تھے۔

اس پہاڑی سرنگ کے دبانے پر پہنچ کر کرنل
فریدی رک گیا۔ وہ بڑے غور سے اس سرنگ کا
جائزہ لے رہا تھا۔ رات انتہائی تاریک تھی۔
لیکن ان سب نے چونکہ اندھیرے میں واضح دیکھنے
والی مخصوص عینکیں پہن رکھی تھیں اس لئے انہیں
ہر چیز اس طرح واضح طور پر نظر آرہی تھی جیسے وہ
دن کے اجالے میں دیکھ رہے ہوں۔
سرنگ بالکل قدرتی تھی۔ اور کہیں کوئی ایسے

جو کہ پبلک ٹیلی فون کے انداز کی تھی۔ کرنل فریدی
اُسے چند لمحے غور سے دیکھتا رہا۔ اُسی لمحے کیپٹن
حمید چند ساتھیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس
کے بازو پر پیٹی بندھ چکی تھی۔
”زیادہ گڑبڑ تو نہیں ہوئی۔“ کرنل فریدی نے
کیپٹن حمید کی طرف مڑ کر پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ مجھ جیسی ڈھیٹ بڈھی پر کوئی گولی اثر
نہیں کرتی۔ صرف بازو میں زخم آیا ہے۔“
کیپٹن حمید نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور کرنل
فریدی نے سر ہلادیا۔ وہ ایک بار پھر اس مشین
کو دیکھنے لگا۔

”میں راستہ کھولتا ہوں۔ تم سب لوگ سائیڈوں
میں جو جاؤ۔ یقیناً کوئی باہر آئے گا۔ ہمیں اُسے
زندہ پکڑنا ہے۔“ کرنل فریدی نے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن حمید اور اس کے اندر
آنے والے تین ساتھی تیزی سے سائیڈوں میں ہو
گئے۔ کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ اس
مشین کی طرف کیا اور ساتھ ہی ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں
بارش کی طرح اس مشین سے نکل رہی تھیں ایک
دھماکے سے ٹوٹ کر پرنوں کی صورت میں نیچے
گر رہی۔

یہ ایک چھوٹی سی غار ہے۔ اور یہ آدمی یقیناً اس
غار میں موجود تھا کہ آہٹ سن کر باہر نکلا اور اس
وقت چونکہ اس دراڑ کے سامنے سے کیپٹن حمید
گزر رہا تھا۔ اس لئے اس نے اس پر فائر
کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ دوسروں پر
بھی گولیاں چلاتا۔ کرنل فریدی نے اپنی بے پناہ
پھرتی سے اسے مار گرایا تھا۔ حالانکہ جس
اینگل سے کرنل فریدی نے گولیاں چلائی تھیں۔
اس اینگل سے وہ آدمی کرنل فریدی کے سامنے
نہ تھا۔ لیکن کرنل فریدی کیپٹن حمید کے گرنے
کے انداز سے ہی اس آدمی کی موجودگی کی جگہ
اور اس کا اینگل سمجھ گیا تھا اور اس نے ہاتھ میں
پکڑی ہوئی مشین گن کو ذرا سا آگے کر کے اس کی
نال کا رخ ذرا سادیں طرف موڑ کر فائر کھولا تھا۔
اس طرح وہ آدمی ہٹ ہو گیا۔ حالانکہ اس
طرح اس اینگل سے فائر کر کے کسی کو ہلاک کرنا بظاہر
ناممکن نظر آتا تھا۔ لیکن وہ کرنل فریدی تھا۔ ناممکن کو
ممکن کر دکھانا اس کے لئے معمولی بات تھی۔
کرنل فریدی دراڑ سے گزر کر اس غار میں
کمرے میں داخل ہوا تو ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس غار
کی ایک سائیڈ پر ایک چھوٹی سی مشین نصب تھی۔

”یہ بٹنے نہ پائے۔ میں ابھی آرہا ہوں“

کرنل فریدی نے کہا۔ اور پھر تیزی سے اس خلا میں داخل ہو گیا۔ دو تین منٹ بعد ہی وہ واپس آ گیا۔

”ٹھیک ہے۔ اسے اٹھا کر لے آؤ۔ دوسری طرف ایک کمرہ ہے جس میں مشین ہے۔“

کرنل فریدی نے خلا میں ہنودار ہوتے ہوئے کہا۔ اور کیپٹن حمید نے ایک تخت اچھل کر پوری قوت سے نیچے پڑے ہوئے آدمی کی کپٹی پر بوٹ کی ٹوئنتھانی بے دردی سے ماری اور نوجوان پانی سے نکلی ہوئی پھلی کی طرح چند لمحوں کے لئے تڑپا پھر ساکت ہو گیا۔ — دہ لے ہوش ہو چکا تھا۔ کیپٹن حمید کے اشارے پر ایک ساتھی نے آگے بڑھ کر اُسے اٹھایا اور کاندھے پر لا دیا۔

”باقیوں کو کبھی بلا لو۔“ کیپٹن حمید نے مائیک پر بولتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیزی سے کرنل فریدی کے پیچھے چلتا ہوا اس خلا میں داخل ہو گیا۔ دوسری طرف واقعی ایک خاصا بڑا کمرہ تھا۔ جو انسانی مائیکوں کی کارٹگری نظر آتا تھا۔ درمیان میں ایک میز پر بڑی سی مستطیل مشین رکھی ہوئی تھی۔ اور کرنل فریدی اس مشین پر بھکا ہوا تھا۔

”آپ اسے چلا نہیں سکتے تھے۔“ کیپٹن حمید نے پوچھا۔

”نہیں۔“ یہ ٹیلی فون کی طرف کی ہے۔ مخصوص نمبر ڈائل کرنے پڑتے تھے۔ اور نمبر معلوم نہیں تھے۔“ کرنل فریدی نے جواب دیا۔

اُسی لمحے کھٹکا سا ہوا اور اس کے ساتھ ہی مشین گن کی سائیڈ سے چٹانی دیوار میں خلا پیدا ہوا اور وہ سب اور زیادہ سائیڈوں میں کھٹک گئے۔ دوسرے لمحے ایک نوجوان بڑے محتاط انداز میں اس خلا سے باہر نکلا۔ — وہ حیرت سے ابھی زمین پر گرے ہوئے مشینوں کے پرزوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ کرنل فریدی کا بازو حرکت میں آیا۔ اور نوجوان چیخا ہوا گیند کی طرح اچھل کر کیپٹن حمید کی طرف گیا۔ کیپٹن حمید نے اُسے واقعی گیند کے سے انداز میں کچھ کیا اور دوسرے لمحے وہ نوجوان اس کے بازوؤں پر اٹھتا ہوا پلٹ کر تھمریلی زمین پر ایک دھماکے سے گرا۔ اور کیپٹن حمید کے ایک ساتھی نے مشین گن کی نالی اس کے سینے پر رکھ دی۔ — نوجوان حیرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑے ساکت پڑا وہ گیا۔

پچھے ہٹ گیا۔

پہلے اس کے دانت چبک کر دو۔ کہیں اس نے کوئی زہریلا کیپسول نہ رکھا ہوا ہو۔ عام طور پر ایسا بڑی تنظیموں میں ہوتا ہے۔۔۔ کرنل فریدی نے کہا۔

کمرے کی ایک دیوار میں بنے ہوئے سوراخ سے مصنوعی روشنی نکل رہی تھی۔ جب سارے ساتھی اندر داخل ہو گئے تو کرنل فریدی نے مشین کا ایک بیٹن دبایا اور اس کے ساتھ ہی وہ خود بخود بند ہو گیا۔

میں کسی حد تک اس مشین کی کارکردگی سمجھ گیا ہوں۔ لیکن اسے آسانی سے آپریٹ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے ضروری باتیں اس آدمی سے پوچھنی ہوں گی۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ یہاں اب بو نہیں ہوگی اس لئے ماسک اتار دو۔۔۔ کرنل فریدی نے ٹرانسمیٹر مائیک میں کہا۔ اور اپنا ماسک اتارنے لگا۔ اس کے سب ساتھیوں نے بھی ماسک اتار دیئے۔ اور پھر سب ماسک ایک طرف رکھ دیئے گئے۔

”اسے ہوش میں لاؤ کیپٹن۔۔۔ کرنل فریدی نے زمین پر بے ہوش پڑے ہوئے نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اور کیپٹن حمید اس پر جھک گیا۔ اس نے جھک کر پوری قوت سے نوجوان کے چہرے پر ہتھیر مارنے شروع کر دیئے اور چند ہی ہتھیروں کے بعد نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی تو کیپٹن حمید

اور کیپٹن حمید سر ہلاتا ہوا تیزی سے ہوش میں آتے ہوئے نوجوان پر دوبارہ جھک گیا۔ جب کہ زیردوس کے ایک آدمی نے اس کے سینے پر مشین گن کی نال رکھ دی تاکہ وہ ہوش میں آتے ہی کوئی حرکت نہ کر سکے۔ کیپٹن حمید نے ایک لمٹھ سے اس کے جبڑے بچھنے اور پھر بھیجے ہی اس کا منہ کھلا اس کی انگی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ اور چند ہی لمحوں بعد کیپٹن حمید نے ایک سرخ رنگ کا کیپسول انگی کی مدد سے باہر اچھال دیا۔ اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ نوجوان کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ اور وہ اب خوف اور حیرت سے کراہ رہا تھا۔

”اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ۔“۔۔۔ کرنل فریدی نے غراتے ہوئے کہا اور نوجوان جلدی سے اٹھنے لگا۔ زیردوس کا وہ آدمی جس نے اس کے سینے پر مشین گن رکھی تھی۔ کرنل فریدی کا حکم سنتے

ہی تیزی سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔
 ”مم۔۔۔ مم۔۔۔ مجھے مت مارو۔“ نوجوان
 نے اٹھتے ہوئے خوف زدہ سے ہلچے میں کہا۔
 ”تمہارا نام کیا ہے۔“ کرنل فریدی نے
 سخت ہلچے میں پوچھا۔
 ”میرا نام جیفرے ہے۔“ نوجوان نے
 کہا۔

”سنو جیفرے۔ تمہارے دانتوں سے زہر پڑا
 کیپول نکال لیا گیا ہے۔ اس لئے اب تم
 خودکشی بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر تم اپنی ایک
 ایک ہڈی نہیں توڑنا چاہتے تو جو کچھ میں پوچھوں
 اس کا صحیح صحیح جواب دے دو۔“ کرنل
 فریدی نے غرائض ہوتے کہا۔

”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔“
 جیفرے نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ اس
 کے ہرے پے جس قسم کے تاثرات تھے۔ انہیں
 دیکھ کر آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ وہ نہ
 صرف خاصے کمزور اعصاب کا مالک ہے بلکہ
 جرائم کی دنیا میں بھی وہ عام کارکن سے زیادہ بڑی
 حیثیت نہیں رکھتا۔
 ”یہ فورکارنرز کے کس سیکشن کا راستہ ہے۔“

کرنل فریدی نے تیز ہلچے میں کہا۔
 ”مم۔۔۔ مم۔۔۔ میں سیکشن کا۔“ جیفرے
 نے چند لمحے بیچپانے کے بعد کہہ دیا۔
 ”ادہ۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ فورکارنرز کا
 چیف باس اسی سیکشن میں ہوگا۔“ کرنل فریدی
 نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”نہیں۔۔۔ گریٹ چیف باس بنجانے کہاں
 ہوتا ہے۔ میں سیکشن میں تو سارے سنٹرل کنٹرول
 کرنے کی مشینیں ہیں۔ اور وہاں کا انسپراج گاڈ فرے
 ہے۔“ جیفرے نے اس بار زیادہ اطمینان
 سے جواب دیا۔

”ہوں۔۔۔ میں سیکشن تک جانے کے لئے
 تم کیا کرتے ہو۔ سوچ لو میں اس مشین کو پوری
 طرح سمجھ گیا ہوں۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں
 نے اس خلا کو بند کر دیا ہے۔ جس سے تم باہر
 گئے تھے۔“ یہ سوالی میں صرف تمہارے پیچ
 جھوٹ کو پر کھنے کے لئے کر رہا ہوں۔“

کرنل فریدی نے ہونٹ بیٹھتے ہوئے کہا۔
 ”میں سیکشن میں یہاں سے کوئی نہیں جاسکتا صرف
 اندر سے یہاں آ سکتے ہیں۔ راجداری میں ایسا کیپیوٹر
 لگا ہوا ہے جو ادھر سے جانے والوں کو فوراً ہلاک

کے لئے مکمل طور پر سیل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ فوکار نبرد
دنیا پر حکومت کرنے کا بین مشن شروع کرنا ہے۔
جیفرے اب خود ہی ٹیمپ ریکارڈر کی طرح بولے جا
رہا تھا۔

سنو۔ اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو گاؤں سے
کوئی طرح یہاں بلاؤ۔ کرنل فریدی نے
یکدم شین گئی اٹھا کر اس کی نال کا رخ جیفرے
کی طرف کرتے ہوئے کہا۔
"یہ ناممکن ہے۔ وہ کسی صورت بھی سکیٹھ سے
باہر نہیں آسکتا۔" جیفرے نے انگاریں سر
ہلاتے ہوئے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ تو پھر تم بھی چھٹی کر دو۔"

کرنل فریدی نے ایک تخت ٹریگر دبا دیا۔
اور جیفرے بری طرح چیتا ہوا گولیوں کی بارش
میں ایک لمحے کے لئے لٹو کی طرح گھوما اور پھر دھڑام
سے نیچے گر گیا۔ اس کا سینہ گولیوں سے
چھلنی ہو گیا تھا۔

"اب اس کی مزید ضرورت نہ رہی تھی۔ دیے
بھی یہ اندر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"
کرنل فریدی نے کہا اور دوبارہ مشین پر جھک گیا۔
اس نے چند لمحوں بعد مشین کے مختلف بٹن دبائے

کہہ دیتا ہے۔" جیفرے نے جواب دیا۔
"تو پھر تم کس طرف اندر جاتے ہو؟" کرنل
فریدی نے کہا۔

"ہم اندر نہیں جا سکتے۔ ہم باہر سے آتے
ہیں ڈیوٹی پراور واپس چلے جاتے ہیں۔ ریچرڈ
کہاں ہے جو باہر تھا؟" جیفرے نے کہا۔
"وہ ہلاک ہو چکا ہے۔ لیکن تم یہاں موجود رہ کر
کیا کرتے ہو؟" کرنل فریدی نے کہا۔

"ہم پیش سپلائی کے لئے یہاں موجود رہتے
ہیں۔ اس مشین کے ذریعے پیش سپلائی کو اندر
بھیجا جاتا ہے۔ یہ سپیشل سپلائی ہفتے میں ایک
بار آتی ہے۔ یہ مین لیبارٹری سے آتی ہے۔ اس
سے ہیڈ کوارٹر کی انٹیمک مشینیں چلتی ہیں۔"
جیفرے نے جواب دیا۔

"یہ سپلائی کیسے اندر جاتی ہے اور کب آتی
ہے۔" کرنل فریدی نے پوچھا۔

"اس مشین کے ذریعے کاشن دیا جاتا ہے۔ اور
پھر اندر سے سپیشل سپلائی کا راستہ کھولا جاتا ہے۔
یہ راستہ دلدل میں سے ہو کر جاتا ہے۔ یہ
سپلائی آنے میں ابھی دو روز باقی ہیں۔ اس بار
ڈبل سپلائی آتی ہے۔ کیونکہ ہیڈ کوارٹر کو دو ہفتوں

سے میں نے اور رچرڈ نے دلدل کے کنارے چٹانوں میں چھپے ہوئے چند سائے دیکھے ہیں۔
کرنل فریدی نے جان بوجھ کر جیفرے کا نام لیتے ہوئے کہا۔ تاکہ دوسری طرف سے بولنے والا مطمئن ہو جائے۔
”اوہ — کتنے آدمی ہیں“ — دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”جو ہم نے دیکھے ہیں ان کی تعداد تو چار ہے اور بنجانے کتنے ہوں“ — کرنل فریدی نے جواب دیا۔

”اوہ — یہ کون ہو سکتے ہیں۔ ٹھہرو میں جانسی کو بھیجتا ہوں وہ انہیں چیک کرے گا“
دوسری طرف سے کہا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آواز بند ہو گئی۔

”بنجانے یہاں سے کدھر سے راستہ کھلے۔ اس لئے سب لوگ بے حد چوکنا رہیں۔“
کرنل فریدی نے کہا۔ اور سب نے سر ہلا دیئے۔

چند لمحوں بعد ہی اچانک فریش کا ایک حصہ کسی صندوق کے ڈھکن کی طرح اٹھنے لگا۔ وہ سب تیزی سے سائیڈوں میں ہو گئے۔ ڈھکن کھل

تو مشین کی ایک سائیڈ سے ایسی آواز نکلی جیسے کوئی ٹرانسمیٹر آن ہو گیا ہو۔
”ایس پوائنٹ تقریبی — کیا بات ہے۔“

اچانک مشین سے ایک بھاری آواز سنائی دی۔
”باس — یہاں میں نے چند سائے دیکھے ہیں۔ دلدل کے کنارے۔ وہ چٹانوں میں چھپے ہوئے ہیں۔“ — کرنل فریدی نے جیفرے کی آواز میں جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔ کیا تم ہوش میں ہو۔ جیفرے تم اندر بیٹھ کر کیسے دلدل چیک کر سکتے ہو۔“
دوسری طرف سے تیز ہلچے میں کہا گیا۔
”باس۔ رچرڈ نے مجھے رپورٹ دی تو میں چیک کرنے خود اس کے ساتھ باہر گیا تھا۔“
کرنل فریدی نے بات بناتے ہوئے کہا۔

”اوہ — یہ تو بہت اہم خبر ہے۔ میں چیف باس کو اطلاع کرتا ہوں۔“ — دوسری طرف سے تیز ہلچے میں کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی مشین پر خاموشی سی طاری ہو گئی۔

”ہیلو — چیف باس سپیکنگ۔“ — چند لمحوں بعد ایک بھاری مگر انتہائی کراخت آواز سنائی دی۔
”جیفرے بول رہا ہوں باس۔ پوائنٹ تقریبی دن

کی نالی رکھ کر ٹریگہ دبا دیا۔ اور بے ہوش آدمی حرکت بھی نہ کر سکا۔

کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ موڑا۔ اور دوسرے لمحے اس مشین پر گولیوں کی بارش سی ہو گئی۔ اور اس کے پوزے ادھر ادھر بکھر گئے۔

”چلو“۔ کرنل فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔ اور پھر اچھل کر وہ اس خلا میں بنی ہوئی سیڑھیوں پر نیچے اترتا گیا۔

کیپٹن حمید اور باقی ساتھی اس کے پیچھے اترتے گئے۔ سیڑھیوں کا اختتام ایک لوہے کے دروازے پر ہوا جس کے اوپر سرخ رنگ کا بلب جل رہا تھا۔

کرنل فریدی نے چڑے کی جیکٹ کی سائیڈ جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور دوسرے لمحے اس کا

ہاتھ جیسے ہی لہرایا ایک زوردار دھماکا ہوا اور لوہے کا گیٹ ٹوٹ کر سائیڈوں میں ٹپک گیا۔ اس کے ساتھ ہی کرنل فریدی نے مشین گن کا ٹریگہ دبا دیا۔ لیکن گولیوں کی تڑتڑاہٹ ہی گونجی اس کے ردعمل میں کوئی جواب نہ آیا۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ نظر آ رہا تھا۔ جو بالکل خالی لگتا تھا۔ کرنل فریدی اچھل کر اندر داخل ہوا اور ساتھ ہی وہ تیزی

کر ایک طرف الٹ گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری بھر کم دھوکے آدمی کا سر باہر نکلتا دکھائی دیا۔ اسی لمحے کیپٹن حمید ایک لخت آگے بڑھا۔ اور دوسرے لمحے وہ آدمی چلتا ہوا اچھل کر باہر فرار ہو گیا۔ کیپٹن حمید نے اس کے بھاری بھر کم دھوکے اس طرح کھینچ لیا تھا جیسے وہ کوئی دہلا پتلا آدمی ہو۔ اور کرنل فریدی نے ایک لخت اس کے سینے پر مشین گن رکھ دی۔ اور ساتھ ہی بوٹ کی ٹوپوری قوت سے اس کی کینٹی پر جا دی۔ وہ آدمی پھٹی کی طرح تڑپا۔ اور اس نے سنبھل کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن کرنل فریدی کی لات ایک بار پھر حرکت میں آئی اور اس بار وہ چلتا ہوا نیچے گرنا۔ اور اس نے ہاتھ پیر پٹختے شرمع کر دینے اور پھر وہ ساکت ہو گیا۔

سیڑھیاں نیچے جا رہی ہیں اور ان کا اختتام نظر نہیں آ رہا۔ کیپٹن حمید نے فرش میں پیدا ہونے والے راستے سے بھاگتے ہوئے کہا۔ ”اب نیچے جانے کا یہی راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ میرے خیال میں جیفرے کو اب تک اس راستے کا علم نہیں ہوا۔“ کرنل فریدی نے کہا اور ساتھ ہی اس نے آنے والے کے سینے پر مشین گن

رہی تھی۔ اور وہ سب مشین گئیں سنبھالے خاموش
کھڑے ہوئے تھے۔ پھر ایک لخت لفٹ رک گئی۔
اور ٹوٹے ہوئے دروازے کے سامنے ایک
طویل راہداری نظر آنے لگی جس کا اختتام ایک اور
دروازے پر ہو رہا تھا۔

”آؤ“ — کرنل فریدی نے راہداری میں
قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور وہ سب کرنل
فریدی کی پیروی کرتے ہوئے احتیاط بھرے
انداز میں قدم اٹھائے راہداری کے اختتامی
دروازے کی طرف بڑھتے گئے۔ ان کے
قریب پہنچے ہی دروازہ یک لخت سائیڈ میں کھسک
کر کھل گیا۔ اور کرنل فریدی نے دیکھا کہ دوسری
طرف ایک بہت وسیع دعوایض ہال تھا۔ جس
میں ہر طرف عجیب و غریب قسم کی مشینیں نصب
تھیں یہ سب مشینیں آٹومیٹک انداز میں چل رہی تھیں۔
ایک طرف بڑا سا کین تھا جو اندھے ٹیشے کا تھا۔
کرنل فریدی نے تیزی سے ہال میں داخل ہوا۔
اور پھر دوڑتا ہوا اس کین کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی
وہ کین کے قریب پہنچا ہی تھا کہ یک لخت کین کا
دروازہ کھلا۔ اور ایک دہلا تیلآ آدمی تیزی
سے باہر نکلا۔ اور کرنل فریدی نے یک لخت ہاتھ

سے گھوم گیا۔ لیکن کمرہ واقعی بالکل خالی تھا۔ اور پھر
دروازے کے اندر کی طرف سائیڈ کی دیوار میں لگے
ہوئے پینل کو دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس
لیا۔ یہ لفٹ تھی۔

”آجاء اندر۔ یہ لفٹ ہے“ — کرنل فریدی
نے کہا۔

اور ٹیپٹن جمید اور باقی ساتھی اچھل کر اندر آ گئے۔
”اس دروازے کے اگلے ہوتے پیوں کو اکھاڑ
کر باہر پھینک دو۔ ورنہ لفٹ آگے نہیں بڑھے گی“
کرنل فریدی نے پینل کو غور سے دیکھتے ہوئے
کہا۔ اور زیر و فورس کے چار آدمیوں نے
انتہائی تیزی سے اس کے حکم کی تعمیل کر دی ویسے
بھی لوہے کے ٹوٹے ہوئے پٹ بس معمولی سے
اٹکے ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں علیحدہ
کمرے میں ان کو کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

”اب تیار ہو جاؤ۔ میرا خیال ہے۔ یہ بین کیشن
میں پہنچے گی“ — کرنل فریدی نے کہا۔ اور
ساتھ ہی پینل کا ایک بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے
اس کمرے نے حرکت کی اور پھر وہ انتہائی تیز
رفتاری سے نیچے اترنے لگا۔ ٹوٹے ہوئے
دروازے کے سامنے ٹھوس دیوار گذرتی نظر آ

گھمایا اور وہ باہر نکلتا ہوا دبلا پتلا آدمی بڑی طرح چیختا ہوا ایک طرف فریش پر گرا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش ہی کی تھی کہ زیر و فرس کے ایک آدمی نے اُسے پھاپ لیا۔

کمرل فریدی تیزی سے کیبن میں داخل ہوا۔ لیکن دماں صرف میز پر ایک بڑی سی آپرینٹنگ مشین تھی۔ جس کے پیچھے ایک کرسی رکھی ہوئی تھی۔ اور کچھ نہ تھا۔

اُسی لمحے باہر سے کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی اور کمرل فریدی تیزی سے گھوما لیکن پھر رک گیا۔ کیونکہ اس دبلے پتلے آدمی کو اس نے گماتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کے سر پر دار کیا گیا تھا۔

کمرل فریدی آگے بڑھ کر اس آپرینٹنگ مشین کو دیکھنے لگا۔ اس کے درمیان ایک بڑی سی سکیرین نصب تھی جس میں تیزی سے مختلف مناظر بدل رہے تھے۔ اچانک اس پر ایک بھابھا ہوا اور اس کے ساتھ ہی ایک نوجوان کی تصویر ابھر آئی۔

”گاڈ فرے۔ گاڈ فرے۔“ فوری سیکشن ہٹری دن کو لاک کر دو۔ سیکشن دن کو نامعلوم افراد نے

کمرل طور پر تباہ کر دیا ہے۔ جلدی کر دو۔ ورنہ وہ لوگ گریٹ چیف باس کے پوائنٹ میں داخل ہو جائیں گے۔

تباہ کر دو اس سارے مھے کو فوراً۔ مشین میں سے ایک چھتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی سکیرین پر سے نوجوان کی تصویر غائب ہوئی اور ایک اور منظر ابھر آیا۔ یہ ایک راہداری سی تھی جس میں چند افراد دوڑتے ہوئے آگے جا رہے تھے۔ اور سب سے آگے جانے والے کو دیکھتے ہی کمرل فریدی چونک پڑا۔ وہ میجر برمود تھا۔

اس کے ہاتھ میں ایک عجیب ساخت کی شین تھی جس میں سے بار بار نیلے رنگ کے شعلے نکلتے۔ اور راہداری میں جیسے پرزوں کی چھت اور سائیڈوں سے بارش ہو جاتی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تخت مشین میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلی۔ اور ابھی کمرل فریدی چونکا ہی تھا۔ کہ ایک تخت مشین کی سکیرین پر ایک بھاری مونہوں اور انڈے کی طرح گھنے سر والے آدمی کا چہرہ نظر آیا۔ اس گھنے کی آنکھیں غصے سے چراغوں کی طرح جل رہی تھیں۔

”گاڈ فرے۔ فوراً اپنا سیکشن سیل کر دو۔ میں نے تھری ٹارگٹ فائو کر کے احکامات دے دیئے

Scanned By Waqar Azeem PakSitanipoint

ہیں۔ ایک چھٹی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی نہ صرف منظر غائب ہو گیا بلکہ سکون بھی تاریک ہو گئی۔

”ادہ۔ یہ بھری ٹارگٹ کیا ہے۔“ کرنل فریدی نے چونک کر کہا۔ اور باہر بال میں آ گیا۔ جہاں اس کے باقی ساتھی خاموش کھڑے تھے۔

مشینیں مسلسل چل رہی تھیں کہ اچانک چھت پر سے ایک لخت سرخ دھجک کی روشنی کا دھارا سا بھوٹا۔ اور اس کے ساتھ ہی انہیں یوں محسوس ہوا جیسے ان کے ذہنوں پر کسی نے شبِ خون مار دیا ہو۔ ان کے ذہن ایک لخت تاریک ہو گئے تھے اور پھر وہ سب خالی ہوتے بوروں کی طرح۔ دیں فرش پر ڈھیر ہوتے گئے۔ کرنل فریدی اور کیپٹن حمید سمیت البتہ مشینیں اُسی طرح مسلسل چل رہی تھیں۔

جیبِ انتہائی تیز رفتاری سے اونچی نیچی پہاڑیوں میں دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی ہیڈ لائٹس ہی کیا ہر قسم کی لائٹس بند تھیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ خاصی تیز رفتاری سے ایسے راستوں پر بھاگ رہی تھی جہاں ذرا سی غلط حرکت اُسے سینکڑوں فٹ گہری کھائیوں میں پھینک دیتی۔ لیکن جیب چلانے والا شاید ان راستوں سے اس طرح واقف معلوم ہوتا تھا کہ گہرے اندھیرے میں بھی اس کا ذہن ہر موڑ اور ہر راستے کو پہچان سکتا تھا۔

”عمران صاحب۔ اگر یہ مخصوص عینک نہ ہوتی تو میں کبھی اس طرح اندھیرے میں جیب نہ چلا سکتا۔“

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عقدر نے سڑک کو

صفدر نے پوری قوت سے اس کی برکیں لگائیں تو زوردار چڑچڑاہٹ کے ساتھ جیب ایک زوردار جھٹکے سے رگ گئی۔

”کیا ہوا“۔ عمران نے چونک کر آنکھیں کھولتے ہوئے پوچھا۔ اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے سر پر ابھی تک پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔
”آگے راستہ نہیں ہے۔“ صفدر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

”ادھ اچھا۔ پھر پیدل چلنا پڑے گا“۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اور پھر آہستہ سے جیب کی سائیکل دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے صفدر اور پچھلی طرف سے باقی ساتھی باہر آ گئے۔ وہ ایک پہاڑی ڈھلان کے اختتام پر موجود تھے۔ اور واقعی آگے ایک اور پہاڑی دیوار کی طرح اوپر کواٹھی جا رہی تھی۔ دائیں ہاتھ پر جو پگھنڈی جا رہی تھی۔ وہ اتنی تنگ تھی کہ اس پر پیدل تو چلا جاسکتا تھا لیکن جیب بہر حال نہ جاسکتی تھی۔

”عینکیں ہیں لو“۔ عمران نے مڑ کر ساتھیوں سے کہا اور خود بھی جیب سے اُسی طرز کی عینک نکال کر پہن لی جیسی صفدر کے چہرے پر تھی۔ لیکن

ساتھ والی سیٹ پر تقریباً نیم دراز عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

عمران بیٹھنے کی بجائے نیم دراز ہونے کی حالت میں تھا۔ اس کا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا ہوا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ جیب کی پچھلی سیٹوں پر چوہان۔ صدیقی۔ خاور موجود تھے۔ وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔

”یہ عینک بنائی ہی اس جیب چلانے کے لئے گئی ہے“۔ عمران نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا۔

”عمران صاحب۔ آپ شاید پوری طرح ٹھیک نہیں ہیں۔ اس لئے زیادہ بہتر تھا کہ آپ بھی باقی ساتھیوں کی طرح آرام کرتے“۔ صفدر نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”آرام میری قسمت میں کہاں جناب صفدر صاحب۔ اب تو مجھے بعض اوقات خیال آتا ہے کہ قبریں بھی ضرور مجھے کسی نہ کسی تنظیم کے خلاف کام کرنا پڑے گا۔ آرام و دامن بھی نہیں ملنا“۔ عمران نے اُسی طرح آنکھیں بند کئے ہوئے جواب دیا اور صفدر مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

پھر جیب جیسے ہی ایک پہاڑی موڑ سے مڑی

گھری ہوئی ایک جھوٹی سی کھلی جگہ کے دغا نے پر پہنچ گئے۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔ اور غور سے اس دادی کو دیکھنے لگا۔
 ”آپ آخر ادھر کس اندازے کی بنا پر آئے ہیں“
 صفدر نے کہا۔

”دیکھو صفدر۔ یہ تو طے ہے کہ فورکار نوز کا ہیڈ کوارٹر ٹھاسا کا پہاڑیوں کے نیچے ہی ہے۔ لیکن وہ ہے کہاں اس کا اندازہ پوری طرح نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ کرنل فریدی ٹی ماس کی دلدل کے ارد گرد کا علاقہ چیک کر لے گا۔ جب کہ میجر پرمود لاڈلانیچ پوائنٹ کی طرف سے راستہ ڈھونڈھے گا۔ کیونکہ اس چھٹ ٹائیگر والے پوائنٹ سے واپسی پر ہمارے درمیان جو بات چیت ہوئی تھی۔ اس سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”لیکن عمران صاحب یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ سب نے مشترکہ طور پر آگے بڑھنے کی بجائے علیحدہ علیحدہ کام کرنے کا فیصلہ کیوں کیا ہے“ ایمان کی آواز سنائی دی۔

”فیصلہ ہی ہوا تھا کہ میجر پرمود اور کرنل فریدی دو نفقہ ٹارگٹس سے اندر داخل ہوں گے۔ میرے زخمی

عمران کے انداز اور بولنے میں وہ تیزی اور چمک موجود نہ تھی جو اس کی طبیعت کا خاصا تھا۔ وہ نہ صرف انداز میں ڈھیلا ڈھیلا نظر آ رہا تھا۔ بلکہ بول بھی اس طرح رہا تھا جیسے اسے بولنے میں تکلف ہو رہی ہو۔

عمران کے ساتھیوں نے عینکیں لگانے کے بعد جیب کی پچھلی سیٹوں کے نیچے رکھے ہوئے پتھرے اٹھا کر اپنی پشت پر لادے اور پھر وہ آگے بڑھنے لگے۔ عمران اور صفدر آگے آگے تھے۔ جب کہ باقی ساتھی پیچھے چل رہے تھے۔ عمران خالی ہاتھ تھا لیکن باقی سب ہتھکے کاندھوں سے مشین گنیں لٹک رہی تھیں۔ وہ اس پگڈنڈی پر چلتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہ تنگ راہدارسی خاصی طویل ثابت ہو رہی تھی۔

”وہ کرنل فریدی اور میجر پرمود بنگالے کیا کر رہے ہوں گے۔“ صفدر نے اچانک کہا۔
 ”کچھ نہ کچھ کہہ ہی رہے ہوں گے۔ اور کچھ نہ کچھ کہنا نہ کرنے سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔“
 عمران نے آہستہ سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

پگڈنڈی کے اختتام پر وہ پہاڑیوں کے درمیان

آپریشن ہے۔ جس کی صحت یا جانی کے لئے طویل عرصہ چاہئے۔ دراصل جہاں میرے سر میں زخم آیا ہے وہاں دماغ کا وہ حصہ ہوتا ہے جو اعصابی نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔ اور وہ حصہ زخم کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہو گیا ہے۔ اس لئے میرا اعصابی نظام اب درست طور پر کام نہیں کر رہا۔ ویسے اگر ذرا سی چوٹ اور شدید ہوتی تو شاید میں ہمیشہ کے لئے معذور اور مفلوج ہو جاتا۔ لیکن اب بھی جو صورت حال ہے وہ معذوری کے قریب قریب ہے۔ اور اس کا فوری علاج یہی ہے کہ میں مسلسل حرکت میں رہوں۔ تیز نہ سہی۔ آہستہ سہی۔ لیکن حرکت ہونی چاہئے۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ میں دائمی مفلوج ہو جاؤں۔ اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ اب تمام کام آپ لوگوں نے کرنا ہے۔ میں بس نہارے ساتھ ساتھ ہی گھسٹتا رہوں گا۔

عمران نے آہستہ آہستہ کہا۔ اور صفدر اور باقی ساتھیوں نے اس طرح بے اختیار مونث بیچنے لگے جیسے بے اختیار نکلنے والی سمکیوں کو روک رہے ہوں۔ وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے کہ ایک روز عمران جیسا آدمی بھی ایسے فقیر بنے کہ پرمحور ہو جائے گا۔ اور عمران کی جو حالت تھی۔ وہ

کمرہ اور وہ مسلسل بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر کافی اونچا ہونے کے بعد وہ ایک لخت رک گیا اور اس کا اوپر والا حصہ کسی صندوق کی طرح کھل گیا۔ اور اس میں سے تین خلائی جہازوں کی طرح کے میزائل سے باہر نکلے ہوئے نظر آئے۔ تینوں میزائلوں کا رنگ علیحدہ علیحدہ تھا۔ اور وہ بہت بڑے میزائل تھے۔ ایک عام خلائی راکٹ سے بھی بڑے۔ "ارے۔ ان میں سے ایک پر تو پاکستان کا نام لکھا ہوا ہے۔" اچانک صفدر نے چیخے ہوئے کہا۔

"ٹاں۔۔۔ اودہ میں سمجھ گیا۔ یہ وہی میزائل ہیں۔ جن کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ فورکارنر نے پاکستان بلگاریہ اور نیدرلینڈ کی تباہی کے لئے تیار کئے ہیں۔ اودہ انہیں فائر کیا جا رہا ہے اور اگر یہ فائر ہو گئے تو تینوں ملکوں کے اربوں بے گناہ افراد ختم ہو جائیں گے۔ اور صفدر انہیں روکنا ہوگا۔ یہ عظیم تباہی ہے۔" عمران نے ایک لخت چیخے ہوئے کہا۔

"تو کیا کریں۔ ان پر فائر نہ کھول دیں۔" صفدر نے انتہائی بے چین لہجے میں کہا۔

"نہیں۔۔۔ عام مشین گن کی گولیوں سے انہیں

واقعی اس قسم کی تھی۔ زدہ تیزی سے چل سکتا تھا۔ اور نہ اچھل کود سکتا تھا۔

"عمران صاحب مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سارے قدرت کے کھیل ہیں۔ ہو سکتا ہے کسی بھی لمحے آپ خود بخود درست ہو جائیں۔" صدیقی نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

"میری فکر نہ کرو۔ تم مشن پر توجہ رکھو۔ میں چاہتا ہوں کہ پاکستان کا ریکارڈنگی میں نیدرلینڈ اور بلگاریہ سے کسی صورت پیچھے نہ رہے۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ پاکستانی سربندی کے لئے ہم جانیں لڑا دیں گے۔" خاور نے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا۔ اچانک سامنے دادی میں ایک ہلکا سا کھٹکا سنائی دیا۔ اور وہ سب بڑی طرح چونک پڑے۔ دادی کے عین درمیان میں سے کوئی چیز زمین میں سے اس طرح باہر کو نکل رہی تھی جیسے کوئی میزائل خلا کی طرف بڑھتا ہے۔ اور وہ سب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ اور چند لمحوں بعد وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ لوہے کا بنا ہوا ایک بڑا سا کمرہ تھا جو تیزی سے اوپر کو اٹھتا چلا آ رہا تھا۔ بند

مشین گنوں کی توڑا جھٹ سے گونج اٹھی۔ یہ فائرنگ صفہ اور اسن کے ساتھیوں نے کی تھیں۔ انہوں نے بھی شاید یہ روشنی دیکھ کر یہی اندازہ لگایا تھا۔ کہ میزائل فائر ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔ اور ان کی مشین گنوں سے بھگنے والی گولیاں شہر کی صورت میں ٹھیک ادھر کو پکیں جہاں روشنی دکھائی دے رہی تھی۔۔۔۔۔ لیکن روشنی تیز ہوتی جا رہی تھی اور گولیاں کسی کام نہ آ رہی تھیں۔

عمران اُسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھا جا رہا تھا کہ۔۔۔ اس کی نظریں اپنی میزائلوں پر جمی ہوئی تھیں۔۔۔ چہرے پر سے شدید کرب کے آثار نمایاں تھے۔ وہ بے بسی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ کہ اچانک اس کا پیر کسی گڑھے میں گیا۔ اور اس کے جسم کو زوردار ہٹکا لگا۔۔۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن اچانک جھٹکا گرنے کی وجہ سے وہ پوری طرح سنبھل نہ سکا اور ایک دھماکے سے نیچے گر۔۔۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کا سر کسی بڑے پتھر سے زوردار انداز میں ٹکرایا اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے دماغ میں چنگاریاں سی بھر گئی ہوں۔ اور پھر ذہن پر یکھنت تاریکی سی چھا گئی۔

کچھ نہیں ہوگا۔ اور پھر یہاں سے فاصلہ بھی زیادہ ہے۔
ایسا کرو۔ تم سب دوڑتے ہوئے اس کے پاس
جاؤ اور کوشش کرو کہ ان کے فیوز ٹوٹ جائیں۔
جلدی کرو۔ کاش میں بھاگ سکتا۔———عمران
نے کہا۔

اور اس کی بات سننے ہی سب ساتھی سبکی کی
سی تیزی سے نیچے وادی میں کودے۔ اور پھر
وہ سب اس قدر تیزی سے دوڑنے لگے
جیسے ان کے جموں میں پیروں کی بجائے مشینیں
فٹ ہو گئی ہوں۔

عمران نے بجائے بھاگنے کے آہستہ سے ہٹک کر نیچے اترنے کی کوشش کی۔ اور پھر جب وہ نیچے دادی میں اترا تو اس کے ساتھی آدمی سے زیادہ دادی کو اس کے پکے تھے۔ — عمران آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

اور باقی ساتھی ابھی اس لوہے کے کپڑے کے قریب پہنچے بھی نہ تھے کہ یک لخت ان میزائل نما راکٹوں کے پچھلے حصوں میں سے رדشٹی سی پھوٹی جیسے جگنو چمکتے ہیں۔ اور عمران نے ہونٹ پیچھ لئے۔ میزائل فائزہ کئے جا رہے تھے۔ اور اب ان تک پہنچنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اور پھر یک لخت وادی

ہوا صفدر اور دوسرے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔ جو اب بھی مسلسل میزائلوں پر فائر کھولے ہوئے تھے۔ میزائلوں کے نیچے پیدا ہونے والی روشنی اب بہت تیز ہو چکی تھی۔ اتنی تیز کہ اس پر نگاہیں نہ لگ سکتی تھیں۔

”اوہ۔۔۔ صرف چند منٹ رہ گئے ہیں۔ مجھے مشین گن دو۔“ عمران نے قریب پہنچ کر چیخے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے قریب موجود چوہان کے ہاتھ سے مشین گن جھپٹ لی۔ دوسرے لمحے اس نے مشین گن سیدھی کی اور پھر عمران نے ٹرگر دبا دیا۔۔۔ شعلوں کی ایک کیرسی سیدھی تینوں میزائلوں کے نیچے جوڑ کی طرف بڑھی۔ اور پھر ایک جھاکا ہوا اور وہ تیز روشنی یک لحظہ بجھ گئی۔

”وہ مارا۔۔۔ بات ہوئی نا۔“ صفدر نے مسرت سے چیخے ہوئے کہا۔

”ماں۔ اب بات ہوئی ہے۔ ورنہ شاید اب تک پاکیشیا۔ نیدرلینڈ اور بلگاریہ تینوں کی بات ہی ختم ہو چکی ہوتی۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”عمران صاحب۔ جب قدرت مہربان ہو تو ہر چیز ممکن ہے۔ اب دیکھیں آپ کہہ رہے تھے کہ طویل آپریشن

”عمران صاحب۔ عمران صاحب۔“ اچانک غادر کی چیخ ہوئی آواز عمران کے کانوں میں پڑی۔ اور عمران نے ایک جھکے سے آنکھیں کھول دیں۔ غادر اُسے بُری طرح بھجھوڑ رہا تھا اور دادی فائرنگ کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔

”لگ۔ لگ۔ کیا ہوا۔“ اچانک عمران نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اور دوسرے لمحے وہ اس تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ خود بھی چونک پڑا۔

”عمران صاحب۔ آپ گم کمرے ہوش ہو گئے تھے۔ اس لئے میں آپ کو دیکھنے آیا ہوں۔“ غادر نے کہا۔

لیکن عمران نے ہاتھ سے اُسے ایک طرف ہٹایا اور پھر تیزی سے آگے قدم بڑھائے اور دوسرے لمحے اس کے جسم میں مسرت کی تیز ہریں دوڑنے لگیں۔ کیونکہ اب اس کی رفتار اچھی بے حد تیز تھی اور تیزی کے باوجود اس کا سہ نہ چکرا رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔ میں ٹھیک ہو گیا۔“ عمران نے چیخے ہوئے کہا۔

اور دوسرے لمحے وہ انتہائی تیزی سے دوڑتا

”واپس اُسی دروازے میں چلو۔ مجھے یقین ہے کہ یہاں ہمیں ضرور دیکھ لیا ہوگا۔ اور کوئی نہ کوئی حمد ہم پر ہو گا۔“ — عمران نے کہا۔

اور پھر وہ سب سہلاتے ہوئے واپس اُسی دروازے کی طرف دوڑنے لگے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ واپس دروازے تک پہنچے اچانک ایک پہاڑی کے اوپر سے چند شعلے چمکے اور عمران سمیت سب یوں ہوا میں بلند ہونے لگے۔

جیسے زمین نے انہیں اوپر کی طرف دھکیل دیا ہو۔

مشین گئیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر نیچے گر گئی تھیں۔ اور وہ کئی ہوتی پتنگوں کی طرح فضا میں

بلند ہو رہے تھے۔ پہاڑی پر چمکنے والے شعلے یک لخت بجھ گئے۔ اور اس کے ساتھ

ہی وہ سب جو کافی بلندی پر تھے یک لخت بھاری

بو جھ کی طرح نیچے گر گئے۔ لیکن ظاہر ہے وہ عام آدمی نہ تھے۔ تربیت یافتہ سیکرٹ ایجنٹ

تھے۔ اس لئے نیچے گرتے ہوئے وہ سب

پیراٹروپک کے انداز میں آگئے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان کے پیر زمین سے ٹکراتے اچانک

ایک زرد دار جھلکے سے ان کے جسم ایک بار پھر تیزی سے فضا میں بلند ہوتے گئے۔ پہاڑی

کے بعد ہی آپ ٹھیک ہو سکیں گے۔ لیکن قدرت نے آپ کو ایک ضرب میں ہی درست کر دیا۔“

چوٹان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرا خیال ہے۔ یہ سب تین ملکوں کے کروڑوں

ارہوں بے گناہ افراد کی زندگیاں بچانے کے لئے

قدرت کا انتظام ہے۔ عمران صاحب کا پہلا

فائدہ ہی نشانہ پر بیٹھا جب کہ ہم اب ایک مسلسل کوششوں

کے باوجود اسے ہٹ نہ کر سکے تھے۔“ — خادور نے کہا۔

”تم لوگ دراصل اس کی مکینک ہی نہ سمجھ سکے تھے۔ روشنی کا اصل مائع اس پچھلے جوڑ میں تھا۔ اور روشنی

اوپر پھوٹ رہی تھی۔ اور تم روشنی پر فائدہ کرتے

رہے۔ میں نے اس کی جوڑ پر وار کیا اور نتیجہ سامنے

ہے۔“ — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ بند ہو رہے ہیں۔“

اچانک صفدر نے چونک کر کہا۔ اور وہ سب

چونک پڑے۔ کیونکہ تینوں میزائل تیزی سے نیچے

آس رہے کے صندوق میں واپس چلے گئے تھے۔

اور اب صندوق کا ڈھکن اُسی طرح بند ہو رہا تھا جس

طرح پہلے کھلا تھا۔ اور پھر ان کے دیکھتے ہی

دیکھتے صندوق واپس زمین میں اترنے لگا۔

کا جو انجام ہو سکتا تھا وہ انہیں بھی نظر آ رہا تھا اور پہاڑی چٹانوں کے بیوے انتہائی تیز رفتاری سے لمحہ بہ لمحہ نزدیک آتے جا رہے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ اب انجام بالکل ہی واضح تھا موت کی طرح اٹل۔

پر دوبارہ پہلے جیسے شعلے چمک رہے تھے۔ اور اس بار ان کے بلند ہونے کی رفتار پہلے کی نسبت کہیں زیادہ تیز تھی۔ اور چند ہی لمحوں بعد وہ ان پہاڑیوں سے بھی بلند ہو گئے۔ پہاڑیوں پر چمکنے والے شعلوں کا رنگ یک لخت بدل گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ان سب کے جسموں کو زوردار جھکے گئے۔ اور ساتھ ہی وہ اس طرح ان شعلوں کی طرف کھینچے گئے جیسے ڈور کی مدد سے پتنگ کو کھینچا جاتا ہے۔ ان شعلوں والی پہاڑی کے قریب پہنچے ہی شعلوں کا رنگ ایک بار پھر بدلا۔ اور پھر وہ سر کے بل نیچے گرنے لگے۔ سب سے آگے عمران تھا۔ اس کے پیچھے صفدر اسی طرح سارے ایک دوسرے کے عین اوپر افق کی طرف بلند ہوتی ہوئی قطار کی صورت میں سر کے بل نیچے گر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے جسم کو گھٹانے اور پیراٹروپنگ کا انداز اختیار کرنے کی سر توڑ کوشش کی۔ لیکن ان کا جسم گھوم ہی نہ سکا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے انہیں کسی نہ دکھائی دینے والے سلنڈر میں رکھ کر سر کے بل نیچے پھینکا جا رہا ہو۔ ظاہر ہے اس طرح اتنی بلندی سے اور اس قدر تیز رفتاری سے سر کے بل پہاڑی چٹانوں پر گرنے

نے شین گن کے نیچے لگے ہوئے مخصوص بن دبانے اور پھر ٹریگر دبا دیا۔ شین گن سے نیلے شعلے نکل کر راہداری کی دیواروں اور بھت پر پڑے۔ اور دھماکوں کے ساتھ ہی ایک بار پھر چھوٹے چھوٹے بے شمار مشینی پرزوں کی فرشی پر بارش شروع ہو گئی۔ میجر پرمود اسی طرح فائرنگ کرتا ہوا تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اس کے زندہ بچ جانے والے ساتھی اس کے پیچھے تھے۔ انہی انہوں نے آدھی راہداری ہی کو اس کی ہوگی کہ ایک سخت سہر کی تیز آواز کے ساتھ ہی زمین سے ایک سیاہ رنگ کی چادر سی شکل کہ راہداری کو پوری طرح بند کرتی ہوئی اور بھت سے جا لگی۔ میجر پرمود کی شین گن سے نکلنے والے نیلے شعلے اس سیاہ دیوار سے ٹکرا گئے۔ لیکن دیوار پر ان خوف ناک اور تباہ کن شعلوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

توفیق۔۔۔ ریڈ فائر۔۔۔ میجر پرمود نے جیغ کر کہا۔

اور دوسرے لمحے ساتھ موجود توفیق کا ہاتھ برق رفتاری سے حرکت میں آیا اور کوئی چھوٹی سی گیند نما چیز اڑتی ہوئی اس سیاہ دیوار سے ٹکرائی۔ اور

ٹوٹے ہوئے کین میں داخل ہوتے ہی میجر پرمود چونک پڑا۔ کیونکہ کین کے مخالف کونے میں ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میجر پرمود نے شین گن سیدھی کی اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔ گولیاں بارش کی طرح اس دروازے سے ٹکرائیں۔ اور جب میجر پرمود کو یقین ہو گیا کہ دروازہ پوری طرح پھلنی ہو چکا ہے تو ٹریگر سے اچھکی ہٹا کہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے اچھل کر پوری قوت سے گولیوں سے پھلنی ہوئے اس دروازے پر ہلات مار دی۔ دروازہ ایک دھماکے سے ٹوٹ کر ایک طرف گرا۔ سامنے ایک اور راہداری نظر آ رہی تھی۔ میجر پرمود

"اپنے ساتھیوں کو دیکھو" — میجر پر مود نے
 میخ کہ توفیق سے کہا۔ اور خود اچھل کر ٹوٹی ہوئی
 دیوار سے باہر نکل گیا۔ وہ اس وقت ایک
 خاصے بلے پوڑے میدان میں موجود تھا۔ اور
 جس راہداری سے وہ نکلا تھا اس کے بعد
 ایک خاصی بڑی بند ڈبلے بنا عمارت تھی۔ جو
 دھر سے بالکل بند تھی۔ لیکن اس سے
 آگے کافی دور ایک محروطی عمارت تھی۔ جن کے
 اوپر خاصی بلندی پر ایک چوکور کھڑکی میں سے تیز
 روشنی پھوٹ رہی تھی۔

"باس — سب ختم ہو گئے۔ وہ سب پھلنی
 ہو چکے ہیں" — اُسی لمحے توفیق نے میجر پر مود
 کے قریب آتے ہوئے گلوگہ لہجے میں کہا۔
 "ادہ — انتقام بڑھتا جا رہا ہے آذا دھر"
 میجر پر مود نے انتہائی غصے سے پھنکارتے ہوئے
 کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے اس محروطی عمارت
 کی طرف دوڑ لگا دی جس کی کھڑکی میں سے روشنی
 نکل رہی تھی۔ توفیق نہ صرف اس کے پیچھے
 دوڑ رہا تھا بلکہ وہ ساتھ ساتھ ہر سائیڈ پر بھی گردن
 گھما کر ماحول کا جائزہ بھی لیتا جا رہا تھا۔ کیونکہ کسی
 بھی طرف سے اچانک آنے والی گولیاں ان

ایک خوف ناک دھماکہ ہوا اور اس بار نہ صرف
 وہ دیوار ہی اڑ گئی بلکہ راہداری کی سائیڈ کی ایک
 پوری دیوار بھی غائب ہو گئی۔
 اُسی لمحے میجر پر مود اور اس کے ساتھیوں پر
 غائب ہوتی ہوئی دیوار کی دوسری طرف سے فائر
 ہوا۔ اور میجر پر مود اور توفیق تو اچھل کر فرش
 پر گرے۔ جب کہ انہیں اپنے پیچھے چیخوں کی آوازیں
 اور اپنے ساتھیوں کے گرنے کے دھماکے سنائی
 دیئے۔

میجر پر مود نے نیچے گرتے ہی شین گن کا رخ اس
 طرف کر کے فائر کھول دیا تھا۔ اس لئے باہر سے
 صرف ایک ہی برسٹ آسکا تھا۔ اور باہر موجود
 دس گیارہ بلے ترہ جگے افراد گھومتے ہوئے
 نیلے شعلوں کی زد میں آکر اچھل اچھل کر زمین پر ڈھیر
 ہوتے گئے۔ اُسی لمحے توفیق نے لیٹے
 ہی لیٹے ایک بار پھر بازو لہرایا اور اس کے ماتھے
 سے نکلنے والا ریڈ فائبرم ان گرنے والے افراد
 کے پیچھے دوڑ کر آتے ہوئے ہیں کے قریب افراد
 کے عین اوپر گرا۔ اور خوف ناک دھماکے کے
 ساتھ ہی وہ سب کے سب زمین پر ڈھیر ہو گئے۔
 اب دوسری طرف میدان خالی تھا۔

’میں نکال چکا ہوں کمند میجر‘ — توفیق نے کہا۔
 وہ واقعی پرمود کے کہنے سے پہلے ہی پشت سے
 لدے ہوئے بیگ میں سے کمند نکال چکا تھا۔
 یہ کمند عام کمندوں کی طرح نہ تھی بلکہ یہ ایک چھوٹی
 سی گھنٹی تھی۔

’مجھے دو۔ پہلے میں ادھر جاؤں گا‘
 میجر پرمود نے اس کے ہاتھ سے گھنٹی چھپتے ہوئے
 کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے گھنٹی کا رخ
 اس کھڑکی سے ذرا سا دھک کر کے اس کا ٹیگر دبا
 دیا۔ — سر کی تیز آواز کے ساتھ ہی کوئی
 باریک تار گھنٹی کی نال سے نکلی اور تیزی سے
 اس کھڑکی کی طرف بڑھی۔ دوسرے لمحے جٹ کی
 آواز سنائی دی۔ — اور میجر پرمود کے ہاتھ کو
 جھٹکا لگا۔ وہ سیاہ رنگ کی باریک سی تار تن
 گئی تھی۔ میجر پرمود نے گھنٹی کے پہلے ٹیگر سے
 ذرا آگے بنا ہوا دھکرا ٹیگر دبا یا اور ساتھ ہی دتے
 پر گرفت مضبوط کر لی۔ — اس ٹیگر کے دبتے
 ہی پرمود کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔ اور
 دوسرے لمحے پرمود جیسے ہوا میں اڑتا ہوا اس
 کھڑکی کی طرف بڑھتا گیا۔ — اس نے گھنٹی کے
 دتے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اور گھنٹی کا دستہ

ان دونوں کی جان آسانی سے لے سکتی تھیں۔ لیکن
 اس عمارت تک پہنچنے کے باوجود کسی طرف سے
 فائر نہ ہوا۔

پرمود ایک لمحے کے لئے اس عمارت کے
 نیچے جا کر رکا۔ اس عمارت میں سوائے اس
 کھڑکی کے اور کوئی دروازہ یا کھڑکی نظر نہ آ
 رہی تھی۔
 ریڈ فائر کرو۔ — پرمود نے یک لخت چیخے
 ہوئے کہا۔

اور توفیق کا ہاتھ ایک بار پھر لہرایا اور گول سی
 گیند راکٹل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اس مخروطی
 عمارت کی دیوار سے ٹکرائی۔ ایک دھماکہ ہوا
 لیکن دیوار اسی طرح سلامت کھڑی رہی۔ ریڈ فائر
 ہم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا تھا۔

’اوہ۔ — یہ عمارت سٹاپ پر دفت ہے۔
 اس کا مطلب ہے یہ انتہائی اہم عمارت ہے‘
 میجر پرمود نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس
 کے ساتھ ہی وہ تیزی سے توفیق کی طرف مڑا۔
 ’جلدی کرو۔ بیگ سے کمند نکالو۔ ہمیں اس کھڑکی
 تک پہنچنا ہے۔ جلدی کرو‘ — پرمود نے
 چیخ کر کہا۔

کی وجہ سے اندر داخل ہوتا گیا۔ ابھی تک دوسری طرف سے کوئی ردعمل نہ ہوا تھا۔ اس لئے میجر پر مود کے لئے اندر سے کوئی خطرہ ابھی تک پیدا نہ ہوا تھا۔ چند لمحوں بعد ہی میجر پر مود کا جسم پوری طرح اندر پہنچ گیا اور پھر وہ نیچے گرنے لگا۔ میجر پر مود کو چونکہ باہر سے کھڑکی کی بلندی کا اندازہ تھا۔ اس لئے نیچے گرتے ہی اس نے دو قلابازیاں کھائیں اور پھر اس کے پیر جیسے ہی سخت زمین سے ٹکرائے وہ ایک بار پھر قد بازی کھا کھائیڈھا کھڑا ہو گیا۔ زمین گن ابھی تک اس کے دوسرے ہاتھ میں موجود تھی۔ اس نے جسم کی حرکت ختم ہوتے ہی تیزی سے ادھر ادھر کا جائزہ لیا۔ تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک بڑے سے کمرے میں ہے۔ جس میں دیواروں کے ساتھ ساتھ بڑی بڑی بیٹیاں بنی ہوئی تھیں۔ درمیانی حصہ خالی تھا اور پھر میجر پر مود کی نظریں یہاں سے باہر نکلنے کے لئے کوئی دروازہ تلاش کرنے لگیں۔ کمرہ چھت سے نکلنے والی تیز روشنی کی وجہ سے پوری طرح منور تھا۔ ابھی میجر پر مود دروازہ تلاش ہی کر رہا تھا کہ اُسے ایک سائیڈ پر کھٹکے کی آواز سنائی دی اور میجر پر مود بجلی کی سی تیزی

اب بجلی کی سی تیزی سے کھڑکی کے اوپر والے سپاٹ کی طرف سمٹتا جا رہا تھا۔ اور اس گن کے ساتھ ہی پر مود بھی اڑتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ عمارت کے قریب پہنچتے ہی پر مود نے دونوں ٹانگیں اوپر اٹھائیں۔ اس نے ٹانگوں کا رخ ٹھیک اس کھڑکی کے درمیان رکھا تھا۔ اور پھر ایک زوردار جھکے کے ساتھ ہی اس کا جسم اس مستطیل چوکھٹے کے درمیان پھنس گیا۔ اس کا اوپر والا جسم اوپر کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ جبکہ اس کی دونوں ٹانگیں اس کھڑکی کے اندر غائب ہو چکی تھیں۔ گن ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ جیسے ہی اس کے جسم کی حرکت رکی میجر پر مود نے گن والے ہاتھ کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا تو تار کے آگے موجود گول سیاہ رنگ کی دھات کا پوائنٹ جو دیوار سے چپکا ہوا تھا پلک جھپکنے میں علیحدہ ہو گیا۔ اور میجر پر مود نے گن نیچے کھڑے توفیق کی طرف اچھال دی۔ اور پھر جلد ہی اس نے اپنے جسم کو موڑا۔ اور تیزی سے اس چوکھٹے کے اندر گھسنے لگا۔ وہ مسلسل جسم کو موڑتا جا رہا تھا۔ اس طرح اس کا جسم تیزی سے مرنے

سے اچھل کر دوسری سائیڈ پر ہو گیا۔

جس طرف کھٹکا ہوا تھا اس طرف دیوار میں ایک دروازہ نمودار ہوا اور پھر بیک وقت دو چیزیں وجود میں آ گئیں۔ ایک طرف اس مستطیل روشندان میں توفیق کا سچلا آدھا جسم نمودار ہوا۔ اور ادھر اس خلا میں سے ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

اندر آنے والے نے شاید اوپر روشندان میں ہونے والا کھٹکا سن لیا تھا۔ اس لئے اس کی نظریں اوپر کی طرف ہی چپک چپک گئیں۔ اور وہ اپنے قریب موجود پرمود کو چیک ہی نہ کر سکا۔ اس آدمی نے توفیق کی ٹانگوں کو دیکھتے ہی بجلی کی سی تیزی سے جیب میں ماتھے ڈالا ہی تھا کہ میجر پرمود کا ماتھے اس سے بھی زیادہ تیزی سے حرکت میں آیا۔ اور وہ آدمی جیتا ہوا اچھل کر منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ اور میجر پرمود نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ اس آدمی نے نیچے گرتے ہی ٹوٹ پ کر اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن میجر پرمود اس کے پلوی طرح اٹھنے سے پہلے ہی اس سے جا کھدایا اور پھر وہ اس آدمی کو ریگداتا ہوا سامنے والی پیٹریوں سے ایک دھماکے سے جا کھرایا۔ اسی لمحے توفیق بھی پرمود کی طرح پیراٹو پیٹنگ کے سے انداز

میں قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے آنے لگا۔

اس آدمی کی کھوپڑی پیٹی سے اس بڑی طرح کھراکی تھی کہ اس کا جسم ٹیک لخت ڈھیل پڑ گیا تھا۔ اور پرمود اس کے جسم کے ڈھیل پڑنے کا احساس کرتے ہی اچھل کر پیچھے ہٹا تو وہ آدمی ریت کی خالی ہوتی ہوئی بوری کی طرح نیچے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ "اس کا خیال رکھو توفیق۔ میں ادھر دیکھتا ہوں"

میجر پرمود نے مڑ کر توفیق سے کہا۔ جو اب سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔ اور خود وہ اچھل کر اس خلا کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں سے وہ آدمی نمودار ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جس کی سائیڈوں میں بڑی بڑی بیٹریاں سی نصب تھیں۔ ایسی بیٹریاں جو ایمک مشینز کو چلانے کے کام آتی تھیں۔ درمیان میں ایک بڑی سی میز پر ایک مشین رکھی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے ایک کرسی تھی۔ میز کے ساتھ ایک چھوٹے سے سٹول پر ایک سرخ رنگ کا ٹیلی فون بھی رکھا ہوا تھا۔ میجر پرمود جلدی سے اس مشین پر جھک گیا۔ لیکن اس پر صرف بیٹن۔ ڈائل اور رنگ برنگے بلب جل بجھ رہے تھے۔ اس پر کوئی سکین موجود نہ تھی۔ پرمود نے سیدھا ہوکے ادھر ادھر دیکھا۔ لیکن اس کمرے کا کوئی دروازہ نظر نہ آ رہا تھا۔

میجر پر مود تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے اپنا ماتہ کھول کر اس آدمی کی گردن پر ڈالی۔ اسی لمحے اس آدمی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور ساتھ ہی اس کے حلق سے چیخ سی نکلی گئی۔

”میں تمہاری گردن مروڑ دوں گا۔ یہ کون سا سیشن ہے۔“ پر مود نے غراتے ہوئے کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے انگلیوں کو اندر کی طرف دبایا۔

یہ — یہ گریٹ چیف باس سیکشن ہے۔ اس آدمی نے انتہائی خوف اور تکلیف سے گلکھاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا چہرہ تیزی سے مسخ ہوتا جا رہا تھا اور آنکھیں پھٹی جا رہی تھیں۔

”جلدی بتاؤ۔ تمہارا نام اور تمہارا یہاں کام۔ جلدی“ پر مود نے پہلے سے زیادہ بھیانک انداز میں غراتے ہوئے کہا۔ لیکن ساتھ ہی اس نے گردن پر انگلیوں کا دباؤ قدرے کم کر دیا تھا۔ اور اس آدمی کی تیزی سے بگڑی ہوئی حالت سنبھلنے لگی۔

”مم — مم — میں پیش پلائی اسسٹنٹ ہوں۔ یہ انٹیک میٹریاں ہیں۔ جن سے پورے سنٹر کی مشینیں چلتی ہیں۔ ساتھ والے کمرے میں پیش پلائی ہے۔ میں کھٹے کی آواز سن کر ادھر گیا تھا۔“ اس

میجر پر مود سمجھ گیا کہ یہاں بھی پہلے کمرے کی طرح کوئی باقاعده دروازہ نہیں ہے۔ بلکہ مشینی طور پر خلا پیدا کیا جاتا ہوگا۔ وہ واپس پلٹا اور دوڑتا ہوا واپس ان پیشیوں والے کمرے میں پہنچ گیا۔ وہ آدمی ابھی تک بے ہوش بڑا ہوا تھا۔ اور توفیق بڑے چوکنے انداز میں اس کے سر پر کھڑا تھا۔

”اسے اٹھا کر ادھر لے آؤ۔ جلدی کر دو۔“

میجر پر مود نے کہا۔ اور توفیق نے جھک کر اس آدمی کو اٹھایا۔ اور واپس ملتے ہوئے پر مود کی طرف دوڑ پڑا۔

”اسے کمرے پر بٹھاؤ۔“ میجر پر مود نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔

اور توفیق نے کانڈھے پر لہے ہوئے آدمی کو کمرے پر ایک جھکے سے بٹھا دیا۔

”اسے ہوش میں لے آؤ۔“ میجر پر مود نے کہا۔ اور اس کا فہرہ مکمل ہوتے ہی توفیق نے پوری قوت سے اس آدمی کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تقریباً چھ سات بھر پور تھپڑ کھانے کے بعد اس آدمی کا جسم تننے لگا۔ اور توفیق نے تھپڑ مارنے بند کر دیئے۔ اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

آدمی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

”تم نے ادھر روشندان کیوں بنا رکھا ہے۔ اور پھر وہ خالی تھا۔ اس میں کوئی شیشہ وغیرہ نہ تھا“

پیجر پر مود نے پوچھا۔
”پیشل سبلائی کو مسلسل تازہ ہوا چاہیے۔ اس لئے“

اس آدمی نے جواب دیا۔
”اچھا سنو۔۔۔ اب میں آخری بات کہہ رہا ہوں۔ در نہ ایک لمحے میں گردن توڑ دوں گا۔ گریٹ چیف باس کہاں ہے اور اس تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے“

پر مود نے انگیوں کو دباتے ہوئے کہا۔
”وہ مین سیکشن میں ہیں۔ یہاں سے ایک راہداری سیدھی مین سیکشن کو جاتی ہے۔ یہ چوتھا بٹن دبانے سے راہداری کا دروازہ کھل جاتا ہے“

اس آدمی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی پر مود کا ہاتھ گھوما اور کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی اس آدمی کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔ اس کی گردن کی ہڈی پر مود نے اپنے ایک ہاتھ کو گھما کر اپنی بے پناہ طاقت سے توڑ ڈالی تھی۔

پر مود نے اس آدمی کے سر سے ہی جلدی سے وہی چوتھا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے کھٹاک کی آواز کے ساتھ ہی ان کی پشت کی سائڈ پر ایک غلا پیدا

ہو گیا۔

”آؤ ادھر۔۔۔ پیجر پر مود نے کہا اور ابھی کہ اس غلا کی طرف دوڑ پڑا۔ یہ ایک تنگ سی۔ ہداری تھی۔ اور پھر جیسے ہی وہ اس راہداری میں داخل ہوئے ایک لخت ان کے ہاتھوں میں موجود شین گینیں نکل کر اوپر پھٹ سے چپک گئیں۔ اور اس کے ساتھ ہی توفیق اور پر مود کے جسم بھی اوپر اٹھتے ہوئے پھٹ سے چپک گئے۔“

”تمام اسلحہ نکال دو۔ اور پشت پر ہتھیاراں دو“

پیجر پر مود نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے جلدی سے اپنی جیبوں میں موجود چھوٹا موٹا اسلحہ نکال لیا۔ اور تمام اسلحہ باہر آتے ہی پھٹ سے چپک گیا۔ اور پیجر پر مود ایک لخت پیچھے گر آ۔ لیکن جیسے ہی اس کے قدم راہداری کے فرش سے ٹکراتے وہ اچھل کر بھاگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

”اڑا دو۔۔۔ ان تینوں ٹکڑوں کو اڑا دو۔ جلدی کرو۔ تھری ٹاؤگٹ آن کرو“

”فورا“۔۔۔ ایک چختی ہوئی آواز پر مود کے کانوں میں پڑی۔ اور پر مود کے قدم تیز ہو گئے۔ اُسی لمحے اُسے اپنی پشت پر دھاک سنا دی۔ لیکن وہ مڑا نہیں۔۔۔ کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ توفیق پھٹ

سے علیحدہ ہو کر نیچے گرا ہو گا۔

دہ راہاری کے اختتام پر ایک لمحے کے لئے رکا۔
اور پھر اچھل کر آگے بڑھ گیا۔ وہ اس وقت ایک
خاصے بڑے کمرے میں تھا۔ جس کی ایک
سائیڈ پر ایک بہت بڑی مشین کے سامنے ایک
گھنٹے سر اور لمبی لمبی مونچھوں والا آدمی بیٹھا ہوا
تھا۔ وہ مسلسل مشین کے مختلف بٹن دباتا جا
رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ پیچ بھی رہا تھا کہ "الا دو۔
تباہ کر دو۔ پوری دنیا کو۔ ایک آدمی بھی زندہ نہ
نیچے۔" گھنٹے سر والا اس قدر جوش اور غصے
سے پیچ رہا تھا کہ اس کی آواز سے پورا کمرہ
گوںج رہا تھا۔ اور شاید اسی جوش اور پیچ کی وجہ
سے اس کے کانوں میں پر مود اور توفیق کے
راہاری کی چھت سے گرنے کے دھماکے بھی
نہ پڑے تھے۔

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔ او۔ کے۔ میں
اب پہلا بٹن دباتا ہوں۔ پھر لاسٹ بٹن دباؤں گا۔
اور یہ بین نامراد ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منجمد
سے غائب ہو جائیں گے۔" — — —
گھنٹے سر والے نے بڑی طرح چینٹے ہوئے کہا۔
اور اس کے ساتھ ہی اس نے تیزی سے مشین

کے پچھلے حصے میں موجود ایک سرخ رنگ کا ہینڈل
باہر کھینچ لیا چونکہ کمرے کا فاصلہ کافی تھا۔ اس
لئے پر مود تیزی سے اس طرف دوڑنے لگا۔
جدھر وہ آدمی موجود تھا۔

"ا۔ ا۔ ا۔ — — — بگا رنید۔ پاکیشا۔ نیدر لینڈ
الوداع۔ گڈ بائی۔ مکمل تباہی۔" — — —
گھنٹے سر والے نے کرسی پر سیٹ ناچنے کے سے انداز
میں اچھلتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس
کا ہاتھ ایک اور بٹن کی طرف بڑھنے لگا۔ لیکن پھر
شاید میجر پر مود کے دوڑنے کی آواز سن کر وہ تیزی
سے گھوما۔ اور اس کی آنکھیں پھیلنے لگیں۔ وہ
اس طرح آنکھیں پھاڑ کر پر مود کو دیکھ رہا تھا جیسے اُسے
اپنی آنکھوں پر یقین نہ آ رہا ہو۔ اور اُسی لمحے میجر
پر مود نے قریب پہنچ کر اُسے کرسی سمیت ایک
زوردار جھٹکے سے تھچھے اچھال دیا۔ اور وہ گنجا
بڑی طرح جیتا ہوا اچھل کر پیٹھ کے بل زمین پر گرا۔
اور میجر پر مود نے غلاب کی سی تیز رفتاری سے
اس گھٹنے پر پھلانگ لگا دی جو اب اٹھنے کی کوشش
کر رہا تھا۔ میجر پر مود نے جھک کر اس کی
ناک پر بھر پور مکھ مار دی اور ساتھ ہی دونوں ہاتھوں
سے اُسے اٹھا کر فضا میں اٹا کر ایک بار پھر پوری

قوت سے زمین پر بیچ دیا۔ گنجنے کے حلق سے بھیا نک
بیچ نکلی اور وہ بڑی طرح فرخش پر پڑا پھر کٹنے
لگا۔

”اٹھو۔ جلدی سے اپنی مٹینیں روکو“

پر مود نہ وحشت بھرے انداز میں غراتے ہوئے
اس کی گردن بکڑی اور ایک زوردار جھٹکے
سے اُسے اونچا اٹھا کر مٹین کی طرف گھٹتا ہوا
لے گیا۔

”اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلا بٹن دب چکا ہے اب
کوئی تباہی نہیں روک سکتا۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔“
اس گنجنے نے ایک لخت وحشیانہ انداز میں چیخے
ہوئے کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا دماغ پلٹ
گیا ہو۔ وہ پاگل ہو چکا ہو۔

”میں بہت بڑی بوئیاں اڑا دوں گا۔ روکو اپنی مٹینیں“
پر مود نے بھی وحشیانہ انداز میں چپچپے ہوئے کہا۔
اس پر بھی شاید اپنے ملک کی تباہی کا سن کر
وحشت کا دورہ سا پڑ گیا تھا۔

اور پھر وہ اس لمحے پر واقعی اس طرح ٹوٹ
پڑا جیسے اس کی ہڈیاں ٹوٹنے سے تینوں ملک پر
جائیں گے۔ اور کمرہ اس گنجنے کے حلق سے
نکلنے والی پٹیوں اور اس کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کی

بھیا نک آوازوں سے گونج اٹھا۔

”پر مود صاحب۔۔۔ کمزلی فریدی اور عمران نظر آ
رہے ہیں سکینوں پر۔“ توفیق نے یک عت
چپچپے ہوئے کہا۔

لیکن میجر پر مود کو تو جیسے اب کسی بات کا ہوش
ہی نہ رہا تھا۔ وہ مسلسل اس گنجنے کی ہڈیاں توڑنے
میں بڑے وحشیانہ انداز میں مصروف تھا۔

تیزی سے پھیلی گئیں۔ اس نے دیکھا کہ وہ ایک شیشے کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ جب کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اور باہر کیپٹن حمید بیک وقت چار آدمیوں کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ اس نے ایک کو گرا لیا تھا۔ جب کہ باقی تین کے ساتھ وہ وحشیانہ انداز میں لڑ رہا تھا۔

کرنل فریدی ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ اور دوسرے لمحے وہ جیسے اڑتا ہوا دروازے سے نکلا اور اس نے لمبی پھلانگ لگا کر ان میں سے دو افراد کو چھاپ لیا۔ اور وہ انہیں اپنے ساتھ لیتا ہوا نیچے فرسٹ پر جا گرا۔ اور پھر جیسے ان دونوں کو ان کی شامت نے گھیر لیا۔ یہ دونوں بھی شاید اپنے طور پر اپنے آپ کو بہترین لڑاکے سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے کرنل فریدی کو مار گرانے کی اپنے طور پر پوری کوشش کی لیکن ظاہر ہے کرنل فریدی کے مقابلے میں ان کی بھلا کیا حیثیت ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ زیادہ سے زیادہ چند منٹوں میں ہی دونوں کی گردنیں ٹوٹ چکی تھیں۔ اسی لمحے اُسی طرح کی آواز سائیڈ سے سنائی دی جس طرف اب کیپٹن حمید ایسے آدمی سے لڑ رہا تھا۔ کرنل فریدی پہلی کی سی تیزی سے گھوما اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس آدمی

"کرنل صاحب کرنل صاحب" کرنل صاحب کی تیز اور چبھتی ہوئی آواز کرنل فریدی کے کانوں سے ٹکرانی اور کرنل فریدی کی یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن پر چھاتے ہوئے اندھیرے تیزی سے دور ہوتے جا رہے ہوں۔

"یہ زیادہ بیچ رہا ہے۔ پہلے اسے گولی مار دو" اچانک ایک دھاڑتی ہوئی آواز کرنل فریدی کے کان میں پڑی اور کرنل فریدی کی آنکھیں یک لمٹ ایک جھٹکے سے کھل گئیں۔ اور اُسی لمحے اس کے کانوں میں کسی کے گرنے اور ساتھ ہی ایک انسانی بیچ کی آواز سنائی دی۔ اور کرنل فریدی ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور پھر اس کی آنکھیں

تھے اور وہ خالی تھے۔

چارے ساتھی کہاں ہیں اور ہم کہاں ہیں۔

کرنل فریدی نے جونٹ بیچنے پر کہا۔

”کیس میں کوئی گیس بھر گئی تھی۔ اس لئے میری

آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے ساتھ پڑے

ہوئے ہیں۔ ابھی میں آپ کو آدازیں دے کر

ہوش میں لا رہا تھا کہ یہ چاروں آدمی نظر آئے

اور پھر ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا جب کہ

دوسرے نے کہا کہ یہ زیادہ چنچ رہا ہے۔ پہلے

اسے گولی مار دو۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے

باہر گھسیٹ لیا گیا اور میں ان سے التجا پزیر کہ آپ

بھی باہر آ گئے۔“ کیپٹن حمید نے تقدیر بتلتے

ہوئے کہا۔

”ادہ تو پھر چارے ساتھی کہاں گئے“

کرنل فریدی نے کہا۔ اور پھر اس نے دوڑ کر فرش

پر پڑی ہوئی مشین گن اٹھائی اور بال کمرے کے

دائیں طرف نظر آنے والے دروازے کی طرف

دوڑنے لگا۔

”یہ اس طرف سے آئے تھے کرنل“

کیپٹن حمید نے بائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور دائیں طرف بڑھتا ہوا کرنل فریدی کی پشت گھو۔۔

پہچانگ لگا دی۔ ہوا پھلے گرا پڑا تھا۔ لیکن اب وہ تیزی

سے اس مشین گن کی طرف کھسک رہا تھا۔ جو اس سے

ذرا دور پڑی تھی۔ کرنل فریدی فضا میں اچھلتا ہوا

جب پہنچے گا۔ تو اس کے دونوں بڑے ہونے

پیر اس آدمی کے سینے پر اس طرح پڑے کہ پہلو کے

بل مڑ کر کھسکتا ہوا وہ آدمی پیروں کے بوجھ سے

پہلے سیدھا ہوا اور پھر اس کا جسم ایک بار زوردار

انداز میں پھڑکا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اس کے منہ

اور ناک سے خون کے فوارے سے ابل پڑے

تھے۔ اور کرنل فریدی اچھل کر واپس فرش پر کھڑا

ہو گیا۔ وہ پہلے ہی جیک کر چکا تھا کہ کیپٹن حمید

اپنے حصے کے لڑاکے کی گردن توڑ چکا تھا اور یہ

اس آدمی کے گردن ٹوٹنے کی آواز تھی جسے سن کر

کرنل فریدی تیزی سے گھومنا تھا۔

کیپٹن حمید ٹانپ رہا تھا۔ جب کہ کرنل فریدی بڑے

پر سکون انداز میں کھڑا اب ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

یہ ایک بڑا سا مال نما کمرہ تھا۔ جس کی ایک سائیڈ

پر وہ شیشے کا کیبن تھا ایسے ہی کیبن اس دیوار کے

ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ اور ان کی تعداد

بیس کے قریب تھی۔ لیکن یہ کیبن کافی چھوٹے چھوٹے

تھے۔ باقی سب کیبنوں کے دروازے بھی کھلے ہوئے

اور پھر اس طرف دوڑ پڑا۔ ادھر بھی واقعی ایک دروازہ
نظر آ رہا تھا جو کھلا ہوا تھا۔ دروازے کی دوسری طرف
ایک راہداری تھی۔ وہ دونوں آگے پیچھے
دوڑتے ہوئے اس راہداری کو کراس کر کے
جب دوسری طرف پہنچے تو ایک لمٹ ٹھٹک کر رک
گئے۔ کرنل فریدی نے ہونٹ بیچنے لئے۔ یہ
بھی ایک کمرہ تھا جس میں بے شمار ستون تھے۔
اور ہر ستون کے ساتھ ان کا ایک ساتھی بندھا
ہوا تھا۔ اور ان ستونوں کے نیچے ان کے
خون سے تالاب سے بنے ہوئے تھے۔ تمام
ساتھیوں کے جسم گولیوں سے پھٹی ہو چکے تھے۔
یوں لگتا تھا جیسے ان پر باقاعدہ نشانہ بازی کی گئی
ہو۔۔۔۔۔ کیپٹن حمید کی آنکھیں بھی یہ دل ہلا دینے
والا دردناک منظر دیکھ کر خوت اور دحشت سے پھلتی
نکلیں۔ وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ ان کے ساتھیوں
کا یہ حشر کیا گیا ہو گا۔ اور شاید اگر وہ الجھ نہ
پڑتا اور اس کے آوازیں دینے سے کرنل فریدی
بوش میں آکر اس کی مدد کے لئے نہ آ جاتا تو
وہ یقیناً اسے بھی اس طرح گھسیٹ کر یہاں لے آتے
اور ستون سے باندھ کر اس طرح گولیوں سے پھٹی کر
دیتے۔ اور شاید اس کے بعد کرنل فریدی

کا نمبر آ جاتا۔

آؤ حمید۔۔۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے ساتھیوں
نے اپنے مقصد پر جانیں قربان کر دیں اور میں
پیچھے رہ گیا۔ آؤ۔۔۔ ان کی جانوں کا حساب اب
یہاں کے ایک ایک فرد کو دینا پڑے گا۔
کرنل فریدی کی غراہٹ آمیز آواز سنائی دی۔
اور کیپٹن حمید کے جسم میں ہر دی کی تیز لہریں
ووڑھنے لگیں۔ کرنل فریدی کا ایسا ہوجہ اس
نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ کرنل فریدی راہداری میں
دوڑتا ہوا واپس اسی کینوں والے ٹال میں پہنچا۔
اور پھر دوبارہ دائیں طرف والے دروازے کی
طرف بڑھ گیا۔ جدھر وہ پہلے جا رہا تھا۔ دروازہ
بند تھا۔ کرنل فریدی نے جب قریب پہنچ کر دروازے
کو دبا یا تو وہ کھلتا گیا۔ دوسری طرف ایک چھوٹا سا
کمرہ تھا جو بالکل خالی تھا۔ کرنل فریدی اچھل
کر اندر داخل ہوا۔ اور تیزی سے گھوم گیا۔ اتنے
میں کیپٹن حمید بھی اندر آ گیا۔
”ادہ۔۔۔ یہ نفٹ ہے۔“ کرنل فریدی نے
کہا۔ اور اس نے دروازہ بند کر کے اندر کی
طرف گئے ہوئے دو بیٹنوں والے پینل میں سے
ایک بیٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے کمرہ حرکت

"کیا ہوا۔ کیا ہوا جبکہ" — کسی کے پیچھے
 کی آواز سنائی دی۔ اور اُسی لمحے کرنل فریدی
 راہداری کے دوسرے سرے پر پہنچ گیا۔ یہ
 ایک بل کمرہ تھا — جس میں ایک سائیڈ پر ایک
 بڑی مشین نصب تھی جو چل رہی تھی۔ اور ایک آدمی
 راہداری کی سائیڈ پر گھرے ہوئے آدمی پر جھکا
 ہوا تھا۔

کرنل فریدی کے دوڑنے کی آواز سن کر وہ
 تیزی سے سیدھا ہوا ہی تھا کہ کرنل فریدی اس
 کے سر پر پہنچ گیا — اور اس کے ساتھ ہی
 تڑتڑاہٹ کنی آواز ایک بار پھر گونجی۔ اور وہ آدمی
 بھی چلتا ہوا اچھل کر پشت کے بل نیچے گرا۔ اس
 کے چہرے پر گولیاں پڑی تھیں — اس لئے
 اس کے چہرے کا ایک لمحے میں بھرتا سا بن
 گیا تھا۔ اس آدمی کے گم تے ہی کرنل فریدی نے
 مشین گن کا رخ موڑا — اور دوسرے لمحے
 اس بڑی سی مشین پر گولیوں کی بارش سی ہو گئی۔
 اور مشین ایک خوف ناک دھماکے سے پھٹ گئی۔
 اس کے پرزے ادھر ادھر بکھر گئے — اس
 مشین کے پھٹنے ہی سائیڈ کی دیوار میں ایک غلا سا
 خود بخود پیدا ہو گیا۔ دوسری طرف سے کسی کے

میں آگیا۔ وہ اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ کرنل فریدی
 ہونٹ بیچنے دروازے کی مخالفت دیوار سے لگا کھڑ
 تھا — اس کا چہرہ سرخ پڑا ہوا تھا۔ اور
 آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ ہونٹ بیچنے
 ہوئے تھے۔ اور جسم تنہا ہوا تھا۔ کیپٹن حمید نے
 چہرہ گھمایا — کیونکہ اس کی اپنی حالت بھی فریدی
 جیسی ہی ہو رہی تھی۔ اور اُسے اپنے ساتھیوں کی
 لاشیں دیکھ کر اپنے ذہن پر بھی سرخی سی پھیلتی محسوس
 ہو رہی تھی۔

دوسرے لمحے کمرہ ایک جھکے سے ساکت ہو
 گیا۔

"اصطیاط کو نا۔ تمہارے پاس اسلحہ نہیں ہے۔"
 کرنل فریدی نے سرد لہجے میں کہا۔ اور آگے بڑھ
 کر دروازہ کھول دیا۔

سامنے ایک راہداری تھی اور مشین گن اٹھائے
 وہ تیزی سے راہداری میں داخل ہی ہوا تھا کہ راہداری
 کے دوسرے سرے پر اسے ایک آدمی کا سر نظر
 آیا — وہ شاید ادھر جھانک رہا تھا۔ اور کرنل
 فریدی نے بے اختیار ٹرمک دبا دیا اور تڑتڑاہٹ
 کے ساتھ ہی دوسری طرف کسی کے گرنے کا
 دھماکہ سنائی دیا۔

”خبردار“۔ کرنل فریدی نے تھختے ہوئے کہا۔ اور بوڑھے نے ایک لمحے کے لئے دروازے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کے اٹھنے ہوئے لمحے نے ایک بین دبا دیا۔ جب کہ دوسرا لمحہ مشین کے نیچے ہینڈل پر جما ہوا تھا۔ اس نے بھی دبا کہ ہینڈل پر دباؤ ڈالنا ہی چاہئے تھا کہ تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ہی اس کا جسم اچھل کر کین کے سائیڈ دیوار سے جا ٹکرایا۔ کرنل فریدی نے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ اور ان گولیوں کے زوردار جھٹکوں کی وجہ سے وہ بوڑھا اس ہینڈل کو نہ دبا سکا تھا۔ بوڑھے کا جسم پھٹی ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ

نیچے گر کر ذرا سا بھی نہ کھڑا ہوا۔ کرنل فریدی نے مشین گن کا رخ اس مشین کی طرف کیا ہی تھا کہ یک لخت اس کی انگی ٹریگر سے مٹ گئی۔ اور وہ مشین پر جھک گیا۔ کیونکہ مشین کے درمیان لگی ہوئی بڑی سکین پر ایک حیرت انگیز اور چونکا دینے والا منظر نظر آ رہا تھا۔ یہ ایک کمرے کا منظر تھا۔ جس میں ایک بڑی سی مشین تھی۔ جس کی سکین پر موجود منظر یہاں کھڑے فریدی کو بھی نظر آ رہا تھا۔ اس سکین پر تین دیوہیکل میزائل

چننے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کرنل فریدی نے اس غلا کی طرف دوڑ لگا دی۔ ”کیا ہوا۔ دیکھو۔ ٹپ ٹاپ مشین بند ہو گئی ہے۔“ ادھر۔ آخری لمحے میں۔ جلدی کرو۔ دیکھو“ کسی کی دھاڑ تھی اور چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور کرنل فریدی اس خلا سے ہوتا ہوا دوسری طرف پہنچ گیا۔ اور پھر اس مشین کی تڑتڑاہٹ ایک بار پھر گونج اٹھی۔ اور کمرے میں موجود مختلف مشینوں کے سامنے کھڑے چھ افراد بیٹھے ہوئے نیچے فرش پر جا گرے۔ کرنل فریدی پر واقعی وحشت کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ بغیر کچھ سوچے بس جو نظر آتا تھا اس پر فائر کھول دیتا تھا۔

”کیا ہوا۔ کیا ہوا“۔ ایک سائیڈ پر بنے ہوئے کین کے کھلے دروازے سے ہی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور کرنل فریدی نے یک لخت چھلانگ لگائی۔ اور وہ جیسے فضا میں اڑتا ہوا اس کین کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس کین میں موجود میز پر رکھی ہوئی ایک مشین کے سامنے ایک بوڑھا آدمی کھڑا تھا۔

نظر آ رہے تھے۔ جن کے نیچے تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اُسی لمحے کرنل فریدی کو ان میں سے ایک میزائل پر نیندر لینڈ کا نام لکھا نظر آ گیا۔ اور اس نے بے اختیار ہونٹ بھینچ لئے۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔ اور اب اُسے اس مشینوں والے کمرے میں بے ہوش ہونے سے پہلے کسی گھنٹے کے چھتے ہوئے الفاظ بھی یاد آ گئے تھے کہیں نے کھری فائر گٹ فائر کرنے کے احکامات دے دیئے ہیں۔ یہ وہی تین میزائل تھے جو فوراً دروازے پر ٹکرائیں۔ نیندر لینڈ اور پاکیشیا کی تباہی کے لئے فٹ کئے ہوئے تھے۔ اور ان میزائلوں کے نیچے جلتی ہوئی روشنیاں بتا رہی تھیں کہ وہ کسی بھی لمحے فائر ہونے والے ہیں۔ اور کرنل فریدی جانتا تھا کہ ان کے فائر ہونے کا مطلب ان تینوں ملکوں کے اربوں بے گناہ افراد کی ہلاکت اور تینوں ملکوں کی مکمل تباہی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ انہیں کس طرح فائر ہونے سے روک سکتا ہے۔ کہ چنانچہ ایک مافوس آواز سن کر وہ بڑی طرح اچھل پڑا۔

عمران نے کو آنکھیں بند کئے ابھی ایک لمحہ ہی گزرا ہو گا کہ اس کے کانوں میں تیز سیٹی کی سی آواز ابھری۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کسی کنویں سے گرنے کی وجہ سے آواز سنائی دیتی ہے۔ اور اس نے بے اختیار آنکھیں کھول دیں۔ اور تب اُسے پتہ چلا کہ وہ واقعی ایک گہرے کنویں میں گرنا جا رہا ہے۔ رات کو دیکھنے والی عینک چونکہ تیس سے بندھی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ اب بھی اس کی آنکھوں پر اُسی طرح جی ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی اُسے محسوس ہوا کہ اب اس کا جسم گھوم سکتا ہے۔ اور اس کی پہلے والی حالت نہیں

پیدا ہوا۔ اور پھر اس میں سے تیز روشنی کی لہریں نکل کر
سامنے والی دیوار پر پڑی اور کنویں کا وہ حصہ منور
ہو گیا۔

”جلدی کھولو ڈھکن اور الٹ دو کنویں میں تیزاب
جلد ہی کر دے۔“ ایک چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔
اُسی لمحے عمران نے پانی میں سے اپنے جسم کو
اوپر کی طرف اچھالا اور پھر اس کا ایک ہاتھ اس خلا
کے پچھلے حصے پر جم گیا۔ عمران نے پھرتی سے
دوسرا ہاتھ بھی چھایا اور پھر اس کا جسم بازوؤں کے بل
پر تیزی سے اٹھ گیا۔ جیسے ہی اس کا سر اس خلا کی
سطح سے اوپر گیا۔ اس نے دوسری طرف
ایک آدمی کو ایک بڑی سی نیلے رنگ کی بوتل پر
جھکے اس کا ڈھکن کھولتے ہوئے دیکھا جب کہ اس
کے ساتھ کھڑے دوسرے آدمی کی صرف ٹانگیں
نظر آرہی تھیں۔

”جلد ہی کر دے۔ کیا کر رہے ہو۔“ دوبارہ وہی
چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ بہت ٹائٹ ہے۔“ بوتل پر جھکے ہوئے
آدمی نے کہا۔ اس کی چونکہ پوری توجہ ڈھکن پر
تھی۔ اس لئے وہ عمران کو نہ دیکھ پا رہا تھا۔
عمران نے اپنا اگلا جسم خلا کے اندر گرایا اور

ہے۔ تو عمران نے ایک لمخت ٹانگیں نیچے کو سکڑ
لیں۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ تیزی سے
گھوم گیا۔ اور پھر ایک زوردار دھماکے
سے وہ پانی میں پیروں کے بل گر ا۔ اور اس
کی تہ میں اترتا گیا۔ اُسی لمحے اُسے اپنے اوپر
دھماکہ سنائی دیا۔ اور ایک اور جسم اُسے
تیزی سے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ عمران بجلی
کی سی تیزی سے ایک سائیڈ پر ہوا۔ اور پھر
یکے بعد دیگرے دھماکے ہوتے گئے۔ اور
جسم ایک دوسرے کے پیچھے تیزی سے
اس پانی میں گر تے گئے۔

عمران کے جسم پر نیچے گرنے کا دباؤ چونکہ
ختم ہو گیا تھا اس لئے پانی نے رد عمل کے طور
پر پوری قوت سے اوپر کی سطح کی طرف اچھال
دیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے اس کے
ساتھ ہی اوپر سطح پر آ گئے۔ لیکن وہ اس وقت
گول سے کنویں کی اتنی گہرائی میں تھے کہ اُسے
یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پاتال میں پہنچ گئے
ہوں۔

لیکن اُسی لمحے ان کے سروں سے ذرا اوپر
ایک سائیڈ پر کھٹکا سا ہوا۔ اور پھر پہلے ایک خلا

پھر تیزی سے کہنیوں کے بل رینگتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔
 "یہ ادھر سے کیسی آواز آرہی ہے" — اُسی لمحے
 کھڑے ہوئے آدمی کی آواز سنائی دی۔ اور ڈھکن
 کھولتے ہوئے آدمی نے چونک کر ذرا سا سر گھمایا۔
 اور دوسرے لمحے اس کا جسم ایک جھٹکے سے
 سیدھا ہو گیا۔

"ایک آدمی آ رہا ہے رینگ کر" — دوسرے
 کی گھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔
 "پانگل ہو گئے ہو" — پہلے کی آواز سنائی
 دی۔ اور اس کے ساتھ ہی دونوں کی ٹانگیں اس
 طرح مڑی جیسے وہ جھک رہے ہوں۔ عمران اس
 دوران خلا کے دوسرے کنارے پر پہنچ چکا تھا۔
 اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے دونوں ہاتھ
 بڑھائے۔ اور دونوں کی ایک ایک ٹانگ
 کھینچ لی۔ اور وہ دونوں ایک دھماکے سے نیچے
 گرے کہ عمران — مینڈک کے سے انداز میں
 اچھلا۔ اور اس کا جسم تیزی سے تنگ خلا سے
 نکلیں کہ دوسری طرف کھلی جگہ پر جاگرا۔ اور اس کے
 ساتھ ہی وہ تینوں یعنی عمران اور وہ آدمی بیک وقت
 اٹھ کر کھڑے ہوئے — لیکن عمران ان سے
 زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے اچھل کر ایک

کے سینے میں لات مار دی جب کہ دوسرے کے سینے
 سے اس کا سر ٹکرایا اور وہ دونوں ایک بار پھر
 پیچھے ہوئے پشت کے بل فرش پر گرے۔ ان
 میں سے ایک کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔ جو اس کے
 ہاتھ سے نکل کر ایک طرف جاگری تھی۔ اور اس بار
 عمران نے بجائے ان پر پھلانگ لگانے کے اس
 مشین گن پر پھلانگ لگائی تھی — اور پھر مشین گن
 ہاتھ میں آتے ہی عمران نے پوری طرح سیدھا
 کھڑے ہونے کا بھی تکلف نہ کیا۔ کیونکہ اُسے سب
 سے زیادہ خطرہ اس تیزاب سے تھا۔ جس کی
 بوتل کا ڈھکن تقریباً کھل چکا تھا۔ اور اگر اُسے لات
 بھی لگ جاتی تو پھر کنوئیں میں موجود اس کے ساتھیوں
 کی ایک لمحے میں ہڈیاں ٹک گئی جاتیں۔
 عمران نے جھکے جھکے انداز میں گھوم کر مشین گن
 کا فائر کھول دیا۔ البتہ اس نے خاص طور پر اس
 تیزاب کی بوتل کو ہیکل لیا تھا۔ اور وہ دونوں اٹھتے
 ہوئے افراد گولیوں کی زد میں آکر ایک لمحے میں
 پھلنی ہو کر واپس فرش پر گر گئے۔
 اُسی لمحے صفر بھی رینگتا ہوا اس خلا سے باہر
 آ گیا۔ اور عمران نے جھپٹ کر سب سے پہلے اس
 تیزاب کی بوتل کو پکڑ کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور پھر

”اعتیاض سے۔ چلنے کی آواز نہ ابھرے۔“

عمران نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔
اور پھر وہ سب اس تنگ سی راہِ اُردی میں بچوں
کے بل ایک دوسرے کے پیچھے چلتے ہوئے
آگے بڑھتے گئے۔ راہِ اُردی جہاں جاکر گھوم
رہی تھی وہاں پہنچ کر عمران رک گیا۔ دوسری طرف
مشینوں کے چلنے اور باتیں کرنے کی آوازیں سنائی
دے رہی تھی۔

”یہ باس تھری مارگٹ کا فائنل فائر کاشن کیوں
نہیں دے رہا۔ مین سیکشن سے بات کر دو جو ڈمی“
اچانک ایک جھپٹی ہوئی آواز سنائی دی۔
”باس جو ڈمی ان لوگوں کو کنوئیں میں تیزاب
ڈال کر ہلاک کرنے گیا ہوا ہے۔“ ایک اور
آواز سنائی دی۔

”اوہ۔ ٹائٹس۔ اسے کئی پیڑ کے ساتھ جانے کی
کیا ٹیک بٹی۔ اکیلا پیڑ تیزاب کی بوتل کا ڈھکن نہ
کھول سکتا تھا۔ جلدی بلاؤ اُسے جلدی۔ فائنل
فائر کاشن نہیں آ رہا۔ جلدی کر دو۔“ پہلے نے
چیختے ہوئے کہا۔

اور اُسی لمحے عمران تیزی سے آگے بڑھا اور
اب اُسے ایک بڑا سا بال کمرہ نظر آ رہا تھا۔ جن میں

اس نے تیزی سے اس کا ڈھکن واپس بند کرنا شروع
کر دیا۔ صفحہ نے باہر آکر حیرت سے ادھر ادھر
دیکھا۔ اور پھر اس نے خلا کے ساتھ والی دیوار
کے سہارے کھڑی مشین گن اٹھالی۔

”باقی ساتھیوں کو بلاؤ جلدی۔ اس ڈھکن نے نہ
کھل کر ہمارے جانیں بچالیں۔ ورنہ اب تک ہماری
ہڈیاں بھی گل چکی ہوتیں۔“ عمران نے جو نٹ
کاشتے ہوئے کہا۔

”وہ آ رہے ہیں۔ آپ نے باہر بھٹکنے کا راستہ خود
ہی تو تجویز کر دیا ہے۔“ صفحہ نے مکراتے
ہوئے کہا۔ اور پھر واقعی ایک ایک کر کے اس
کے سارے ساتھی اس خلا سے ریچکتے ہوئے باہر
آ گئے۔

”آؤ۔ انہوں نے اپنے طور پر تو ہمیں یقینی موت
مارنے کا چارہ کیا تھا۔ لیکن بات الٹ گئی۔ اور
ہم ان کے اڈے میں اس طرح داخل ہونے
میں کامیاب ہو گئے۔“ عمران نے کہا۔ اور
تیزی سے ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ جو
اس بڑے کمرے کا اکلوتا دروازہ تھا۔ اس
دروازے کی دوسری طرف راہِ اُردی تھی جو آگے
جا کر گھوم جاتی تھی۔

دالی روشنیاں بتا رہی تھیں کہ وہ کسی بھی لمحے فائر ہونے والے ہیں عمران جلدی سے اس مشین پر جھبک گیا۔ وہ ایک لمحہ تک غور سے اس مشین کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے انتہائی تیز رفتاری سے اس مشین کے مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔ اور دوسرے لمحے اس کے حلق سے ایک طویل سانس نکلی گیا۔ کیونکہ اب سکمرین پر نظر آنے والی روشنیاں ہلکی ہونے لگ گئی تھیں۔

”اوہ۔۔۔ ان کالاک بٹن کہاں ہوگا۔ ادہ“

عمران کو اچانک ایک نیال آیا اور اس کی نظرس چاکوں کے سے انداز میں مشین پر پھیلنے لگیں۔ کیونکہ درمیان میں بنے ہوئے ڈائل میں سرخ رنگ کی سوئی آہستہ آہستہ فائر کے لفظ تک بڑھتی جا رہی تھی۔ اور عمران جانتا تھا جیسے ہی سوئی فائر کے لفظ پر پہنچی یہ تینوں میزائل فائر ہو جائیں گے اور پھر پاکیشیا۔ نیہر لینڈ اور بلگا رنیہ تینوں ملکوں پر قیامت نیر تباہی نازل ہو جائے گی۔

عمران کے چہرے پر اب پسینہ بہنے لگا تھا۔ کیونکہ سوئی اب فائر کے لفظ پر کسی بھی لمحے پہنچے ہی والی تھی۔ اور پھر عین اُسی لمحے اُسے مشین کے بالکل کونے میں سرخ رنگ کا ایک چھوٹا سا

دیواروں کے ساتھ چھ سات مشینیں فٹ تھیں۔ اور ان میں سے سوائے ایک کے باقی سب کے سامنے سفید کوٹ پہنے افراد موجود تھے۔ ایک طرف اندھ ٹیشے کا کین بنا ہوا تھا۔ ایک مشین سے اٹھ کر ایک آدمی ادھر دہراہی کی طرف ہی آ رہا تھا کہ عمران نے ایک لمحت لمحہ میں پکڑ لی ہوئی مشین گن کا فائر کھول دیا تھا۔ اور دوسرے لمحے وہ بال کمرہ انسانی پچوں سے گونج اٹھا۔ عمران کا ہاتھ فائر کرتا ہوا انتہائی تیزی سے گھوما تھا۔ اور اس نے مشینوں کو سچا کرتے ہوئے صرف ان کے سامنے موجود سفید کوٹوں والوں کو نشانہ بنایا تھا۔

”کیا ہوا۔ کیا ہوا۔۔۔ اچانک کین کے دروازے سے ایک ادھیڑ عمر چچا ہوا باہر نکلا۔ اور اُسی لمحے عمران نے ٹرگمہر دیا۔ اور وہ ٹوکی طرح گھومتا ہوا وہیں دروازے میں ہی ڈھیر ہو گیا۔

عمران اس کے گرتے ہی بجلی کی سی تیزی سے دوڑتا ہوا اس کین میں پہنچا اور دوسرے لمحے اس کی آنکھیں خوف اور حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔ کیونکہ وہاں موجود سنٹرل مشین کی سکمرین پر وہی تین خوف ناک اور دیو ہیکل میزائل اس صندوق سے باہر نظر آرہے تھے۔ اور ان کے نیچے جلتے

موجود تھا بلکہ عمران کو اس کے ساتھ ایک بڑی مشین نظر آئی تو عمران چونک پڑا۔ اس نے جلدی سے مشین کی ساخت چیک کی — یہ رابطہ مشین تھی۔ اس لئے عمران فوراً ہی اس کا آپریٹنگ سسٹم سمجھ گیا۔ اس نے تیزی سے اس کے مختلف بٹن دبائے تو کمرل فریدی کی آواز مشین سے نکلی۔

”عمران۔ تم کہاں ہو۔ وہ میزائل فائر ہو رہے ہیں۔ تھری ڈائمٹ والے۔“ کمرل فریدی کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میں نے دیکھ لیا ہے کہ وہ آپ کے سامنے دالی مشین کی سکرین پر نظر آرہے ہیں۔ میں نے انہیں فوری طور پر تو فائر ہونے سے بچا لیا ہے۔ لیکن آپ کے سامنے جو مشین موجود ہے۔ وہ میں نے دیکھ لی ہے۔“ یہ اس کی کنٹرولنگ مشین ہے۔ آپ ایسا کریں فوراً اس پر کوئی ایسا بٹن سلاش کریں جس کے نیچے آٹومیٹک کا لفظ لکھا ہوا ہو۔ آپ فوراً اسے پریس کر دیں تاکہ میرے سیکشن کی مشین کا آٹومیٹک فائر پوائنٹ ختم ہو جائے۔“

عمران نے تیز لہجے میں کہا۔
 ”آٹومیٹک — اودھجا۔ میں دیکھتا ہوں۔“
 کمرل فریدی نے کہا اور پھر وہ مشین پر جھک گیا۔

بٹن نظر آ گیا۔ جس کے نیچے فائر لاک کے لفظ لکھے ہوئے موجود تھے۔ عمران نے برق رفتاری سے اس بٹن کو پریس کیا۔ تو مشین میں سے سیٹی کی آواز نکلی۔ اور اس کے ساتھ ہی فائر کے لفظ کی طرف جاتی ہوئی سوئی انتہائی تیز رفتاری سے واپس چلی گئی۔ اور عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ لیکن دوسرے لمحے وہ ایک بار پھر چونک پڑا۔ کیونکہ سوئی ایک بار پھر واپس فائر کے لفظ کی طرف سفر اختیار کر چکی تھی۔ اور عمران سمجھ گیا کہ یہ آٹومیٹک سسٹم ہے۔ عمران نے ہونٹ بھینچ لئے۔ وہ اب مشین کی ساخت سمجھ گیا تھا کہ اس کا کنٹرول کہیں اور ہے۔

”عمران صاحب عمران صاحب — کمرل فریدی ایک سکرین پر نظر آرہے ہیں۔“ اچانک دروازے سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

”اودھ — کون سی مشین پر۔“ عمران نے چونک کر کہا۔ اور تیزی سے باہر نکل آیا۔ اور پھر صفدر کے اشارے پر وہ دوڑتا ہوا ایک مشین کے سامنے جا رہا تھا۔ یہ وہی مشین تھی جس کے سامنے کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اس جوڑی دالی مشین۔ اس مشین کی سکرین پر نہ صرف کمرل فریدی

آواز عمران کے کانوں میں پہنچی۔

"اودہ عمران صاحب بھی نقر آ رہے ہیں"

اُسی لمحے میجر پر مود کی آواز سنائی دی اور کرنل فریدی چونک کر مڑا۔ اور اس کے ساتھ ہی عمران کو اس کی سائیڈ پر موجود مشین پر میجر پر مود کی شکل نظر آ گئی۔

"میجر پر مود۔ تم کہاں ہو۔" عمران نے پوچھا۔

"میجر پر مود نے گریٹ چیف باس کو ختم کر دیا ہے۔ وہ اس کے سیکشن میں موجود ہے۔ وہ ان کے میزائلوں کو فائر کرنے کے لئے بن دیا رہا تھا۔ کہ میجر پر مود پہنچ گیا۔ اور اس نے اُسے بن دبانے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔ لیکن اگر وہ گریٹ باس ختم نہ ہوتا تو شاید ان میزائلوں کو فائر ہونے سے روک سکتا۔" کرنل فریدی نے جواب دیا۔

"اودہ دیر ہی گڈ۔ یہ سپر آٹومیٹک کا کنٹرول لازماً اس گریٹ چیف باس والی مشین میں ہو گا۔ میجر پر مود فوراً چیک کر دیتا ہوں۔" والی مشین پر کہیں سپر آٹومیٹک کا بٹن ہو تو اُسے آف کر دو۔" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

"اودہ۔ اس پر آٹومیٹک والا بٹن تو ہے لیکن اس کے ساتھ سپر آٹومیٹک کا بھی ایک بٹن موجود ہے۔" کرنل فریدی نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"اودہ۔ اس کا مطلب ہے کہ دونوں مشینوں کو آپس میں اور سے بھی کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ آپ بہر حال آٹومیٹک والا بٹن تو آف کر دیں۔ کچھ تو فرق پڑ جائے گا۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

اور کرنل فریدی نے ہچک کر بٹن آف کر دیا۔

"ایک منٹ۔ میں چیک کر لوں۔" عمران نے کہا اور واپس دوڑتا ہوا اس کیبن میں گیا۔ اس کی نظریں اس ڈائل پر حرکت کرتی ہوئی سوئی پر پڑ گئی۔ وہ آدھے سے زیادہ سفر طے کر چکی تھی۔ لیکن اب اس کی رفتار پہلے سے کافی سرعت پر چل گئی تھی۔ لیکن بہر حال وہ حرکت کر رہی تھی۔

عمران واپس پٹا اور پھر جیسے ہی وہ اس مشین پر پہنچا۔ اس نے کرنل فریدی کو مشین پر جھکے ہوئے دیکھا۔

"میجر پر مود۔ تم اسے زندہ رکھتے تو اس سے بہت کچھ پتہ چل جاتا۔" کرنل فریدی کی

”میں دیکھتا ہوں“ — میجر پرمود کی آواز سنائی دی۔ اور پھر سکین پر وہ جھک سا گیا۔

”اوہ۔ ہاں ہے۔ بالکل ہے اور یہ آن ہے“ — میجر پرمود کی آواز سنائی دی۔

”اسے آف کر دو فوراً“ — کرنل فریہی نے تیز بلجے میں کہا۔

”میں نے آف کر دیا ہے۔“ — میجر پرمود نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

”میں دیکھتا ہوں“ — عمران نے کہا۔ اور دوڑتا ہوا اس کیس کی طرف بڑھا۔ اور پھر اس کے حلق سے اطمینان کا طویل سانس نکلا۔ ڈاکل کی سوئی نہ صرف واپس چلی گئی تھی بلکہ اب وہ بالکل بے حرکت تھی۔

”اب اسے بند کر دینا چاہیے۔ تاکہ یہ خطرہ ختم ہو جائے۔“ — عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے مشین کو باقاعدہ آپریٹ کرنا شروع کر دیا۔ چند لمحوں بعد میزائلوں کے پیچھے چلنے والی روشنیاں نہ صرف ختم ہو گئیں بلکہ وہ بند ہو گئے۔ اس لوہے کے صندوق میں واپس اترنا شروع ہو گئے۔ عمران نے مشین آف کی اور پھر واپس لنگنگ مشین کی طرف آیا۔ اب کرنل فریہی کے چہرے

سے بھی اطمینان کے آثار نمایاں طور پر نظر آرہے تھے۔

”میجر پرمود میں سیکشن میں ہے۔ اب فوراً کارنرز کی مکمل تباہی وہیں سے شروع ہونی چاہیے“ — عمران نے کہا۔

”میں سن رہا ہوں عمران صاحب آپ کی بات۔ ہمارے مکوں کی تباہی تو فوری طور پر رک گئی ہے لیکن یہ سنٹر میرے خیال میں بہت وسیع و عریض ہے اسے مکمل طور پر تباہ ہونا چاہیے“ — میجر پرمود کی آواز سنائی دی۔

”میجر پرمود تم میں سیکشن میں ہو۔ گریٹ چیف باس کے دفتر میں یقیناً نہ صرف اس سنٹر کے متعلق پوری تفصیلات کی فائلیں موجود ہوں گی بلکہ پوری تنظیم کے متعلق بھی مواد موجود ہو گا تم اسے تلاش کر دو فوراً کرنل فریہی نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ میں اور توفیق اسے تلاش کرتے ہیں۔“ — میجر پرمود نے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کی شکل سکین پر سے مٹ گئی۔

سجیدہ ہلچے میں کہا۔

"نہیں کہ نعل صاحب۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایکرمیا کی نفیات میں جانتا ہوں۔ انہوں نے اسے تباہ کرنے کی بجائے اس پر قبضہ کر لینا ہے۔ اور پھر وہ اسے اپنے مطلب کے لئے استعمال کریں گے۔ اس طرح یہ خوف ناک سائنسی اڈہ پھر پوری دنیا کے خلاف بھی استعمال ہو سکتا ہے"

میجر پرمود نے سخت ہلچے میں کہا۔

"جناب میجر صاحب۔ یہ ایکرمیا کیا کسی لڑکی کا نام ہے۔" — عمران نے یک لخت پوچھا۔

"تمہیں تو خواب بھی لڑکیوں کے آتے ہیں۔ یہاں لڑکی کا کیا ذکر آگیا۔" — عمران کی سائڈ میں بیٹھے ہوئے کیپٹن حمید نے ذرا متنبہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ارے۔" — اودہ سو رہی۔ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ صنف نازک کا نفیات دان تو میرے پاس بیٹھا ہے۔

"— عمران نے کہا اور کرنل فریدی ہنس پڑا۔

"میں سمجھ گیا تم میجر پرمود کے لفظ نفیات جاننے پر ایسا کہہ رہے ہو۔" — کرنل فریدی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کرنل صاحب۔ میں فائر کرنے لگا ہوں"

میجر پرمود نے خشک ہلچے میں کہا۔

"دیکھو میجر۔ یہ ہمارا سب کا مشترکہ مشن چل رہا ہے۔ اس لئے تم اکیلے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کرنل فریدی کا اہجر یک لخت سخت ہو گیا۔

"ارے ارے۔" — کچھ دیر تو اور اسے مشترکہ رہنے دیجئے۔ ابھی سے لڑائی شروع ہو گئی تو بات ٹیڑھی ہو جاتے گی۔ دیے کرنل صاحب آپ فکر نہ کریں۔ میں نے ایٹمک بیڑیوں کو مکمل طور پر آف کر دیا ہے۔ اب فائر کرنے سے ان پہاڑیوں کو کچھ نہیں ہو گا۔ صرف اندر موجود مشینیں ہی تباہ ہوں گی۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اودہ۔" — کیا تم نے ایسا کیا ہے۔ تم تو ہمارے ساتھ ہی ڈائنامٹ فٹنگ میں مصروف رہے ہو۔

کرنل فریدی نے چونک کر پوچھا۔ میجر پرمود بھی عمران کی بات سن کر چونک پڑا۔

"جب آپ سولر مشین میں ڈائنامٹ فٹ کر رہے تھے تو میں نے اس کا ساتھ منسلک ایٹمک بیڑیوں دالانا علیحدہ کر دیا تھا۔" — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اودہ۔ پھر ٹھیک ہے۔ مجھے دراصل اپنی ایٹمک بیڑیوں کی طرف سے خطرہ تھا کہ ان کے پھٹنے

سے تابکاری اثرات وسیع علاقے پر پھیل جائیں گے۔
اور اس طرح محققہ انسانی آبادیوں پر ایک نئی قیامت
ٹوٹ پڑے گی۔ ”کرنل فریڈی نے مسکراتے
ہوئے سر ہل کر کہا۔

”ادہ۔۔۔ یہ آپ نے کیا کیا۔ اس طرح تو یہ
محفوظ حالت میں رہ جائیں گی۔ اور پھر حکومت ایکرمیا
اس پر قبضہ کر لے گی۔ میں اس اڈے کی کوئی
چیز کسی حکومت کے ہاتھ نہیں گننے دینا چاہتا۔ مجھے
واپس جانا ہوگا۔“ میجر پرمود نے کہا۔

”ہمیں پھوڑ کہ تم بے شک واپس چلے جانا اور
ان بیڑیوں کی حفاظت کرتے رہنا۔ ویسے تمہاری
اطلاع کے لئے یہ بتا دوں کہ ان بیڑیوں سے اب
کوئی بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ میں نے ان کی
میں آبرٹینگ مشین کا زبرد سوچ کر توڑ دیا ہے۔ اس
طرح ان کی طاقت خود بخود کم ہوتی جائے گی۔ اور
پھر یہ بیڑیاں قطعاً ناکارہ ہو کر رہ جائیں گی۔ ویسے
ایک بات ہے کسی ریڑھی والے سے مونگ پھلی
اور دال سویاں کافی ساری مل سکتی ہیں۔ ان ناکارہ
بیڑیوں کے بہ لے۔“ عمران نے کہا۔ اور
اس بار ہیلی کا پٹر تقریباً سب کے قہقہوں سے

”تم واقعی ہر پہلو کا خیال رکھتے ہو۔“ میجر پرمود
نے مسکراتے ہوئے کہا۔
”یس۔ مجھے کرنل صاحب سے گلہ رہتا ہے۔
کہ وہ میرے پہلو کا خیال نہیں رکھتے۔“
عمران نے کہا۔

اور اس بار ہیلی کا پٹر میں گونجنے والے قہقہے
میں عمران کی ہنسی بھی شامل تھی۔
”میں فائر کر رہا ہوں۔“ میجر پرمود نے اچانک
کہا۔ اور ساتھ ہی اس نے جیب میں سے ایک
چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس پر گے ہوئے سرخ رنگ
کے ٹن کو پریس کر دیا۔ ڈبے پر چلتا ہوا چھوٹا
سامرغ رنگ کا بلب ٹن کے پریس ہوتے ہی
ایک لحظہ بجھ گیا۔ اور ہیلی کا پٹر میں گھبر سا سکوت
طاری ہو گیا۔

ہیلی کا پٹر گو اب کافی بلند ہی پر پرواز کر رہا تھا۔
لیکن نیچے پہاڑیوں میں ہونے والے خوف ناک
دھماکوں کی آوازیں اتنی بلند ہی پر بھی ان کے
کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ اور پھر اچانک
جھرگڑا سہٹ کی آوازیں سنائی دیں اور اس
کے ساتھ ہی دور ایک جگہ سے آگ کا اتنا بلند

طوفان فضا میں بلند ہوا کہ اس کی بلندی ان کے میلی کا پیر سے بھی زیادہ اونچائی تک چلی گئی۔ اس آگ کے طوفان میں نینے رنگ کے دانے سے گھوم رہے تھے۔

”یہ وہ دیو ہیکل میزائل سے نکلنے والی آگ ہے۔ جو فورکارنرز ہمارے ملکوں پر فائر کرنا چاہتا تھا“ کرنل فریہی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔ اور میجر پرمود اور عمران نے سر ہلا دیا۔ میزائل پہاڑیوں کے اندر ہی پھٹے تھے۔ صرف ان میں سے نکلنے والا مادہ آسمان کی طرف بلند ہوا تھا۔

”بس قدرت نے ہی یہ دیکھ کر اس بار فورکارنرز ہمیں مکمل طور پر تباہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ جب میں فائرنگ سیکشن میں پہنچا اس وقت آٹو میٹک نظام کے تحت سوئی فائر گئے لفظ تک پہنچنے والی تھی اور اگر وہ پہنچ جاتی تو یہ آگ کا طوفان قیامت بن کر ہمارے ملکوں پر اب تک ٹوٹ چکا ہوتا۔“ عمران نے کہا۔

”اصل میں اس بار واقعی عجیب بات ہوئی ہے کہ ہم تینوں علیحدہ علیحدہ سیکشنوں میں بر وقت پہنچے ہیں۔ اگر ہم میں سے ایک پارٹی بھی نہ ہوتی یا بر وقت نہ پہنچتی تو فورکارنرز ہمارے ملکوں کی تباہی

کے مشق میں کامیاب ہو جاتا۔ میجر پرمود جب پہنچا تو گریٹ چیف باس وہ آپریشننگ بٹن دبا دیتا۔ تو پھر خود بخود یہ میزائل فائر ہو جاتے۔ میجر پرمود نے اُسے روکا۔ میں جب پہنچا تو وہ بوڑھا منشی میں موجود سرخ رنگ کا ہینڈل دبا رہا تھا۔ اور وہ ہینڈل دب جاتا تو سیکنڈ آپریشن کے طور پر میزائل فائر ہو جاتے۔ اور جب عمران پہنچا تو آٹو میٹک سسٹم کے تحت میزائل فائر ہونے والے تھے۔ کرنل فریہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور اس بار میجر پرمود اور عمران دونوں نے بیک وقت اثبات میں سر ہلا دیئے۔ واقعی یہ ایک ایسا مشق ثابت ہوا تھا جس کا گریڈ کسی ایک پارٹی کو نہ دیا جاسکتا تھا۔ یہ تینوں عظیم جاسوسوں کا ور حقیقت مشترکہ مشق ثابت ہوا تھا۔

”لیکن یہ میں بتا دوں کہ بس یہ مشترکہ والا لفظ نہیں تک محدود رہنا چاہیئے۔ البتہ آپ دونوں گواہ ضرور بن سکتے ہیں۔ نکاح خواں میں ڈھونڈھ ہی لوں گا۔ اُسے ہاں ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنے کیپٹن حمید جو موجود ہیں۔ سنا ہے چھوٹے رے کھانے کے چمکے میں پورے شہر کے نکاح پڑھاتے رہتے ہیں۔“ عمران نے کہا۔ اور ایک بار پھر میلی کا پیر

گو سنج اٹھا۔

”تم منہ دھو رکھو۔ نکاح شریف لوگوں کے ہوتے ہیں۔“ — کیپٹن حمید نے منہ بناتے ہوئے کہا۔
 ”اچھا۔“ — تبھی اپنے کمرل صاحب ابھی تک کنوائے میں — عمران نے کہا اور اس بار اس قدر زوردار قہقہے لگے کہ ہیلی کا پیڑ گو سنج لگا۔ اور کیپٹن حمید سے اور تو کچھ نہ بن سکا وہ آنکھیں نکالتا ہی رہ گیا۔
 ”اب کیا پروگرام ہے۔ میرے خیال میں آبادی آگئی ہے۔ ہم سب کو کسی پوائنٹ پر علیحدہ ہو جانا چاہیے۔“ — میجر پرہود نے کہا۔

”مجھے اور میرے ساتھیوں کو تو آپ جلد ہی اتار دیں۔ سنا ہے ازل کی کنواروں کی صحبت میں زیادہ دیر بیٹھنے سے آدمی جلد بوڑھا ہو جاتا ہے۔ اور بوڑھوں کی شادی نہیں ہوتی۔“ — ان کی جائیداد کے حصے بخرے کے متعلق صلاح مشورے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ — عمران نے معصوم سے لہجے میں کہا۔
 ”مہارے دماغ پر تو شادی کا بھوت سوار ہو گیا ہے۔ اب کر ہی تو شادی۔“ — کمرل فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بھوت میرے دماغ میں نہیں بلکہ پہلو میں ہے۔ آپ کم از کم گرامر تو صحیح کہیں۔“ — عمران نے

کہا اور پھر جلدی سے اچھل کر آگے کی طرف ہو گیا۔ ورنہ
ساتھ بیٹھے کیپٹن حمید کا ہاتھ اس کی پسلیوں پر خاصا زور دار
پڑتا۔

”میں گرا تم کو رو رہا تھا۔ یہاں محاورے غلط ہو رہے
ہیں۔ میں نے تو سنا تھا بھوت مارے بھاگتے ہیں لیکن
آپ تو خود بھوت مارنے لگ گئے ہیں“ عمران نے کہا
اور ہیلی کاپٹر میں قہقہے کو بج اٹھے۔

ختم شد